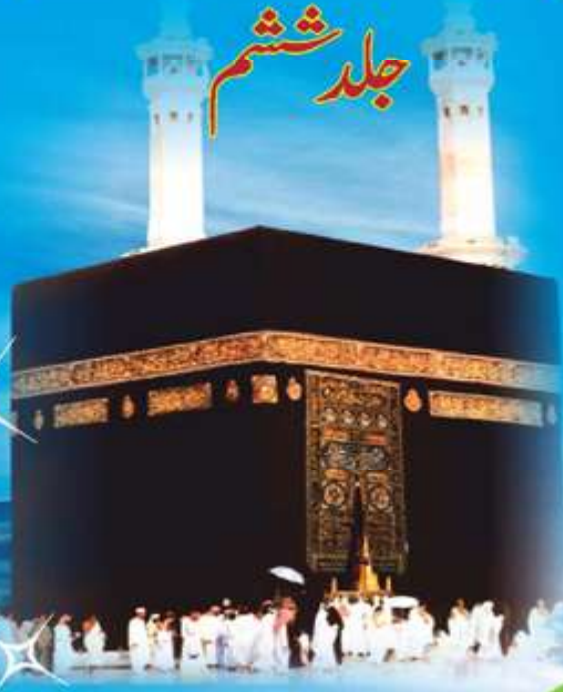


# تجلیاتِ قدسیہ

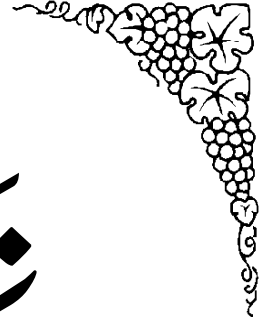
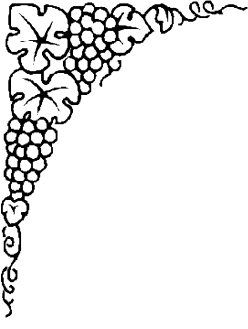
ترجمہ  
جامع الاحادیث القدسیہ

جلد ششم



ترجمہ مع تشریح

مفتی محمد ثنین اشرف قاسمی مدظلہ العالی



# تحلیاتِ قدسیہ

ترجمہ

جامع الاحادیث القدسیہ

جلد ششم

ترجمہ مع تشریح

حضرت مولانا مفتی محمد نمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی

خليفة مجاز حضرت حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ

خليفة مجاز پیر طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی

خليفة مجاز محبوب العلماء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

باہتمام

مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی

---

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	تجلیاتِ قدسیہ ترجمہ جامع الاحادیث القدسیہ
جلد ششم	:	حدیث نمبر ۹۴۱ تا ۱۱۵۰
ترجمہ مع تشریح	:	حضرت مولانا مفتی محمد ثنین اشرف قاسمی مدظلہ العالی
ناشر	:	ابراہیم لاہیری، مادھوپور سلطانپور، سیتامڑھی، بہار
باہتمام	:	حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سن اشاعت اول	:	ربیع الاول ۱۴۳۷ھ (جنوری ۲۰۱۶ء)
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
صفحات	:	۵۱۲ (جلد ششم)
قیمت	:	
کمپیوٹر کمپوزنگ و سرورق	:	یسری گرافکس، پونہ۔ 9595031666

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثنین اشرف قاسمی  
جبتور بلڈنگ، بردہئی۔ 0097143550426, 00971507157431
- مکتبہ دارالمعارف الہ آباد، وصی آباد
- ابراہیم لاہیری مادھوپور، سلطان پور ضلع سیتامڑھی (بہار)
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، موبائل: 9934453995  
ادارۃ دعوت الحق، مادھوپور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، موبائل: 09370187569  
301، زمزم ٹاور، نزدیکی ایڈ کالج، میٹھا نگر، کونڈوا، پونہ۔ ۴۸

## عرض ناشر

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، سیرت و احوال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

اور حضرت محمد ﷺ جب اللہ رب العزت سے کوئی روایت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ الہام یا خواب یا بواسطہ جبرئیل عطا فرمایا، پھر اسے آپ اپنے الفاظ و معانی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بیچ بیان فرمائیں تو وہ حدیث قدسی کہلاتی ہے۔

آپ کے ہاتھوں ’تجلیات قدسیہ‘ کی چھ جلدوں میں سے یہ چھٹی اور آخری جلد ان ہی مبارک و مسعود حدیثوں کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ جلد ششم میں حدیث ۹۴۱ تا ۱۱۵۰ مع ترجمہ و تشریح پیش ہیں۔

اصل کتاب ’جامع الاحادیث القدسیہ‘ تین ضخیم جلدوں میں دارالریان للتراث، قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ ان تین جلدوں میں گیارہ سو پچاس احادیث قدسیہ پیش کی گئی ہیں۔ کتاب کے مؤلف اپنے عصر کے بڑے محدث، عالم کبیر اور احادیث قدسیہ پر وقت نظر کے حامل علامہ ابو عبد الرحمن عصام الدین صباطی مصری ہیں۔

علامہ کی اس کتاب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ابھی تک کی تمام مطبوعہ احادیث قدسیہ ان جلدوں میں جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ جامع کو جزائے خیر عطا فرمائے۔



احادیثِ قدسیہ کا یہ ذخیرہ اب تک عربی زبان میں تھا۔ اُردو کا دامن اس عظیم سرمائے سے خالی تھا یا برائے نام چھوٹی موٹی چند کتابیں جو خاص خاص موضوع پر جمع کی گئی ہیں۔

برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد ثنین اشرف قاسمی حفظہ اللہ جنہیں احادیثِ قدسیہ سے عشق کی حد تک شغف ہے، کی نظرِ انتخاب علامہ صبا بطی کے اس الجامع پر پڑی اور انہوں نے ’تجلیاتِ قدسیہ‘ کے نام سے ایسا شستہ شگفتہ ترجمہ اور دل کو چھو جانے والی بلکہ موہ لینے والی تشریح کی ہے کہ پڑھنے والا تجلیاتِ ربانی میں غوطہ زن ہوتا چلا جاتا ہے اور اس پر اسرارِ الہیہ کھلتے چلے جاتے ہیں۔ نیز برادرِ محترم کا احادیثِ قدسیہ پر یہ پہلا کام نہیں ہے بلکہ موصوف کی پہلی کتاب ’حق جل مجدہ کی باتیں‘ کے نام سے ابراہیم لائبریری، مادھوپور، ضلع سیتامڑھی، بہار سے شائع ہو کر مقبولِ خاص و عام ہو چکی ہے۔ یہ ترجمہ و تشریح ہے ’الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ‘ کی جو اپنے زمانے کے مشہور محدث علامہ شیخ محمد المدنی کی تالیف ہے، جس میں ۸۶۲ حدیثیں ہیں۔ احادیثِ قدسیہ پر دوسرا جامع کام ’تجلیاتِ قدسیہ‘ کے نام سے آپ کے سامنے موجود ہے۔

احادیثِ قدسیہ پر حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کی تیسری کتاب ’نفحاتِ قدسیہ‘ جو ترجمہ و تشریح ہے ’الاحادیث القدسیۃ‘ کا جو لجنة المجلس الاعلى للشئون الاسلامیة مصر کی زیرِ نگرانی بزبانِ عربی متعدد علمائے کرام کی کاوش سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی تھی۔ ماشاء اللہ اس کتاب پر کام بڑی تیزی سے جاری ہے۔ انشاء اللہ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہوگی۔

کتابِ ہذا کی چھ جلدوں کے تقریباً پونے تین ہزار صفحات کی ضخامت دیکھ کر آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ صاحبِ کتاب نے اس کتاب پر کس قدر دماغ سوزی اور محنتِ شاقہ کی ہوگی۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ جو کام آج کل ایک اکیڈمی اور ادارہ کرتا ہے وہ کام صرف ایک شخص نے کیا۔ یہ اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہی ممکن ہوا۔

’تجلیاتِ قدسیہ‘ کی کتابت، پروف ریڈنگ اور اس کو ظاہری و معنوی طور پر شایانِ شان بنانے کا کام پونے میں بندہ ناچیز کے زیرِ اہتمام ہوا۔ اگرچہ کچھ ابتدائی مرحلے کا کام دہلی میں ہوا تھا۔ کتاب معیاری کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط جلد کے ساتھ چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔

ملک و بیرون کی نامور دینی، دعوتی، اصلاحی اور روحانی شخصیات نے کتاب اور صاحبِ کتاب پر اپنے تاثرات سے جو کچھ لکھا ہے آپ اندرونی صفحات پر اس کا مطالعہ کریں۔ طوالت کے خوف سے ان تاثرات کو ہم نے صرف پہلی جلد میں شامل رکھا ہے۔ نیز بندہ کی قارئین سے گزارش ہے کہ عرضِ مترجم جو ہر جلد میں شامل ہے اسے بھی ضرور پڑھیں۔

قارئین سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ عاشقِ احادیثِ قدسیہ کی پہلی بھی کئی مفید کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں جن میں ’وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلو پیڈیا‘ کی چار جلدیں، ’احکام و مسائل‘، ’علاماتِ ایمان‘ اور ’قرآن و حدیث میں جن پر لعنت کی گئی ہے‘ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور اس بددینی اور بے دینی خاص طور سے اباحت کے زمانے میں اصلاحِ حال کے لیے ان کتابوں کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ وما توفیقی الا باللہ!

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت شارحِ حفظہ اللہ تعالیٰ کی عمر میں برکت، عافیت و رحمت نازل فرمائے۔ تمام معاونین و مساعدين بالخصوص مولوی سید آصف نثار جنھوں نے بڑے شوق و ذوق سے کتاب کی تزئین و آرائش میں بندے کا ساتھ دیا، کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین!

(مولانا حافظ) محمد رزین اشرف ندوی

خادمِ قرآن و سنت، دارالعلوم نظامیہ صوفیہ، پونے

بروز پیر، ۱۷ اگست ۲۰۱۵ء

۳۰۱/زمزم ٹاور، کونڈوا، پونہ

## فہرست

۳	حافظ محمد رزین اشرف ندوی	الف۔ عرضِ ناشر
۳۱	مفتی محمد بشیر اشرف قاسمی	ب۔ عرضِ مترجم
۴۵		۱۔ کتاب الفضائل
۴۵		۲۔ باب: فضائل و خصائل اور تورات کی بشارتِ خاتم النبیین ﷺ
۴۵		۳۔ رسول اللہ ﷺ کی شان امتیازی
۴۶		۴۔ صداقت کا مینار خاتم النبیین ﷺ کی آمد سے مکمل ہو گیا
۴۷		۵۔ اُمت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی گواہی و شہادت
۴۷		۶۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے شہادت و گواہی
۴۸		۷۔ اُمت کے اعمال رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہر صبح و شام پیش ہوتے ہیں
۴۸		۸۔ رسول اللہ ﷺ کی خاص صفات
۴۹		۹۔ داعی اور قوم کی مثال
۴۹		۱۰۔ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ خاتم الامم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم
۵۱		۱۱۔ حضور ﷺ کی زبان مبارک اور دل مبارک
۵۲		۱۲۔ حیات النبی ﷺ
۵۲		۱۳۔ حضور ﷺ کا نور اور چراغ کی روشنی
۵۳		۱۴۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر گفتگو کرنے کا طریقہ
۵۳		۱۵۔ قبر کا مفہوم قرآن و حدیث کی روشنی میں
۵۴		۱۶۔ عالم کتنے ہیں؟ قرآن کی روشنی میں
۵۵		۱۷۔ تینوں عالموں کی موت و حیات میں فرق
۵۵		۱۸۔ محل نزاع
۵۶		۱۹۔ موت الدنیویہ
۵۶		۲۰۔ حیات الروح
۵۶		۲۱۔ جسد النبی ﷺ حیات فی الروضۃ المبارکۃ
۵۷		۲۲۔ قبر والی حیات کے مختلف نام

۵۷	۲۳- دلائل
۵۸	۲۴- اہلِ مدینہ کو اذیت و تکلیف دینے والے پر لعنت
۶۱	۲۵- لوگ آج بھی حضور ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں
۶۳	۲۶- حضور اکرم ﷺ کی خوشبو مبارک
۶۶	۲۷- عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی صداقت و شہادتِ رسول ﷺ
۶۸	۲۸- سورۃ اخلاص نمونہ توحید اور شرک کی تردید کا نسخہ اکسیر
۶۹	۲۹- رسول اللہ ﷺ جامع کمالات ربّانی کے نمونہ ہیں
۷۰	۳۰- باب: علاماتِ نبوت
۷۱	۳۱- علاماتِ نبوت و شواہدِ رسالت
۷۲	۳۲- درِ یتیم ﷺ کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی
۷۳	۳۳- نبی رحمت ﷺ کا عند اللہ مقام و مرتبہ
۷۴	۳۴- رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اُمت کا امتیاز ہے کہ نوح علیہ السلام کی تبلیغِ رسالت کی شہادت دے گی جو بارگاہِ حق جل مجدہ میں قبول ہوگی
۷۵	۳۵- اُمت کی صداقت پر رسول اللہ ﷺ کی شہادت
۷۶	۳۶- ایک نبی ایک امتی، دو امتی یا تین امتی
۷۶	۳۷- قیامت کے دن شہادتِ نوح کے لیے جب اُمت آئے گی تو نور آگے آگے ہوگا
۷۹	۳۸- اُمت کو رسول اللہ ﷺ کی معیت حاصل ہوگی
۸۰	۳۹- باب: فضائلِ درود و سلام
۸۰	۴۰- تحفہ درود و سلام اور نزولِ رحمت و رضوان
۸۰	۴۱- حق جل مجدہ رسول اللہ ﷺ پر درود و رحمت بھیجتے ہیں
۸۱	۴۲- مؤمنین کا حق تعالیٰ سے درخواست کرنا
۸۲	۴۳- درود و صلوٰۃ علی النبی واجب ہے یا مستحب
۸۲	۴۴- آخری قعدہ میں درود پڑھنا
۸۳	۴۵- ایک درود پر تیس نعمتیں، دس رحمت، دس خطا معاف، دس درجے بلند
۸۳	۴۶- درود شریف کی مشروعیت
۸۵	۴۷- خصوصیتِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ

۸۶	خلیل و حبیب کا فرق	۴۸
۸۶	دروود کا حکم مومنین کو ہے	۴۹
۸۶	حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر بلا کر سلام کیا	۵۰
۸۷	دس درجات کی بلندی، دس نیکیوں کا لکھا جانا اور دس گناہوں کا مٹایا جانا	۵۱
۸۸	رسول اللہ ﷺ پر درود نزولِ سلامتی و رحمت ہے	۵۲
۸۸	دروود شریف کے بارے میں چھپے خزانہ کی اطلاع	۵۳
۸۹	آدم علیہ السلام کا محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعاء مانگنا	۵۴
۹۰	صلوٰۃ النبی ﷺ کا مطلب	۵۵
۹۱	اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کی حکمت	۵۶
۹۲	باب: آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی تو محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا	۵۷
۹۲	عرشِ اعظم کا مکتوب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ	۵۸
۹۳	باب: رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک روز پکار کر کہا	۵۹
۹۴	عرش کے سایہ میں جگہ چاہتے ہو تو یتیم پر رحیم باپ اور بیوہ عورتوں پر	۶۰
	مہربان شوہر کی طرح ہو جاؤ	
۹۶	باب: اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان لائیے	۶۱
۹۶	اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان لائیے... عرش پانی پر تھا	۶۲
۹۷	مشرکین کا فقرِ رسول ﷺ پر طعنہ	۶۳
۹۸	مشرکین کے طعنہ پر رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا کے خزانے کی	۶۴
	چابیاں عطا فرمائیں	
۱۰۰	معاندین، حق و صداقت کو قبول کرنے والے نہیں	۶۵
۱۰۱	رب العالمین سے رسول اللہ ﷺ کا سوال	۶۶
۱۰۲	درِ یتیم ﷺ	۶۷
۱۰۲	سینہ مبارک میں عشقِ الہی کا چشمہ اُبل رہا تھا	۶۸
۱۰۳	ظاہری و باطنی غناء - تیسری نعمت وَ وَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنِي	۶۹
۱۰۴	اللہ نے اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نام کو بلند کیا	۷۰
۱۰۴	اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے نام کو بلند فرمایا	۷۱



۱۰۴	۷۲۔ رفعتِ ذکرِ خاتم النبیین ﷺ
۱۰۵	۷۳۔ بلندیِ ذکر کا مطلب
۱۰۷	۷۴۔ باب: فضائلِ خاتم النبیین ﷺ
۱۰۷	۷۵۔ رتبہِ امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
۱۰۷	۷۶۔ ساتویں آسمان پر نور کا فرشتہ نور کے تخت پر بیٹھا تھا
۱۰۸	۷۷۔ رسول اللہ ﷺ کے صلب، بطن اور حجر (گود) کی دوزخ سے نجات
۱۰۸	۷۸۔ رسول اللہ ﷺ کے والدین
۱۰۹	۷۹۔ 'احمد ﷺ'، اول و آخر اور شافع و مشفع ہیں
۱۰۹	۸۰۔ اول و آخر نبی محمد ﷺ
۱۱۰	۸۱۔ رسول اللہ ﷺ کا حسن و جمال عرش کے نور سے تیار ہے
۱۱۱	۸۲۔ جس کا نام محمد ہوگا اس کو دوزخ کا عذاب نہ ہوگا
۱۱۱	۸۳۔ برکت و نجات والا نام
۱۱۲	۸۴۔ احمد و محمد ﷺ نام کی برکت سے نارِ جہنم سے آزادی
۱۱۲	۸۵۔ شبِ معراج میں رسول اللہ ﷺ کی حق تعالیٰ سے قربت
۱۱۳	۸۶۔ خاتم النبیین ﷺ، فاتحِ اسلام اور خاتمِ شریعت
۱۱۵	۸۷۔ سدرۃ المنتہیٰ کی حقیقت
۱۱۷	۸۸۔ جنت میں دریا
۱۱۷	۸۹۔ جنت کی نہریں سطحِ زمین کے اوپر ہیں
۱۱۸	۹۰۔ جنت کا پانی
۱۱۸	۹۱۔ جنت کا دودھ، شراب، شہد
۱۱۹	۹۲۔ جنت کے نہروں کا نظام
۱۱۹	۹۳۔ سیحون، جیحون، فرات اور نیل
۱۲۰	۹۴۔ اعلیٰ ترین جنت کی دعا مانگو
۱۲۰	۹۵۔ رسول اعظم ﷺ کو حضور حق سے گوناگوں الطاف و عنایات سے نوازا گیا اور طرح طرح کے بشارات سے مسرور کیا گیا
۱۲۲	۹۶۔ باب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت

- ۹۷۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا لباس عطا کیا جائے گا  
جبکہ عرش کے داہنی طرف محمد ﷺ ہوں گے
- ۹۸۔ اولیاتِ ابراہیم علیہ السلام
- ۹۹۔ کرسی کی وسعت اور حق تعالیٰ کی تجلی
- ۱۰۰۔ کرسی کی اللہ کی طرف نسبت
- ۱۰۱۔ قیامت کے دن انسان کی بے بسی کا منظر
- ۱۰۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنتی حلہ
- ۱۰۳۔ عرشِ رحمن کے داہنی طرف رسول اللہ ﷺ ہوں گے
- ۱۰۴۔ ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے مہمان کی ضیافت کی، ختنہ کیا اور بال کی سفیدی دیکھی
- ۱۰۵۔ سفید بال کا احترام کیجیے، کالا کرنے سے احتراز کیجیے
- ۱۰۶۔ سیاہ وکالے خضاب کا حکم
- ۱۰۷۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنانے کی حکمت
- ۱۰۸۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حکم الہی کی تعمیل میں سرعت و جلدی
- ۱۰۹۔ خلیل اللہ کی اولیت و اتباعِ شریعت
- ۱۱۰۔ باب: حضرت اسحاق علیہ السلام کی فضیلت
- ۱۱۱۔ اسحاق علیہ السلام کی فدائیت، رب العزت کے لیے
- ۱۱۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی بارگاہ رب العزت میں دعا اور اس کا جواب
- ۱۱۳۔ آزمائش کے بعد نعمت ملتی ہے
- ۱۱۴۔ باب: حضرت عزیر علیہ السلام کی فضیلت
- ۱۱۵۔ گناہ اتنا ہی کرو جتنا عذاب سہنے کی سکت ہو
- ۱۱۶۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو چار خوبصورت نصیحت
- ۱۱۷۔ باب: حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت
- ۱۱۸۔ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام محترم و مکرم ہیں
- ۱۱۹۔ حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش
- ۱۲۰۔ قرعہ اندازی کا حکم

۱۳۸	۱۲۱۔ انبیاء علیہم السلام کا مقام
۱۳۹	۱۲۲۔ تسبیح کی برکت
۱۳۹	۱۲۳۔ مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا
۱۴۰	۱۲۴۔ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت
۱۴۰	۱۲۵۔ کیا انبیاء کی کسی لغزش کا بیان کرنا جائز ہے؟
۱۴۰	۱۲۶۔ افضلیتِ انبیاء کا مسئلہ
۱۴۲	۱۲۷۔ تخییر بین الانبیاء علیہم السلام کی ممانعت
۱۴۲	۱۲۸۔ اسلام لایعنی چیزوں سے منع کرتا ہے
۱۴۳	۱۲۹۔ باب: اُمتِ رحمت کی فضیلت
۱۴۳	۱۳۰۔ آخری اُمت پر اللہ پاک کا فضل ہے
۱۴۴	۱۳۱۔ اُمتِ محمد ﷺ دوسری اُمتوں کے مقابلے میں
۱۴۵	۱۳۲۔ اُمت پر فضل کا تعلق بابِ رحمت سے ہے نہ کہ عدل سے
۱۴۷	۱۳۳۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق
۱۴۷	۱۳۴۔ مسلمانوں کے عروج کے پانچ سو سال
۱۴۸	۱۳۵۔ حاصلِ تشبیہیں
۱۴۹	۱۳۶۔ باب: اُمت کے سلسلہ میں خوش آئند باتیں
۱۵۰	۱۳۷۔ رسول اللہ ﷺ کو خوش کرنے کا وعدہ
۱۵۱	۱۳۸۔ خلیل اللہ کی حکیمانہ دعاء
۱۵۲	۱۳۹۔ حکیمانہ دعاء کا سلیقہ
۱۵۲	۱۴۰۔ صلاح و فلاح کے دو بنیادی اصول
۱۵۲	۱۴۱۔ اولاد کی معاشی راحت
۱۵۳	۱۴۲۔ حق تعالیٰ قادر، غالب، اور حکیم ہیں
۱۵۴	۱۴۳۔ اُمتِ رحمت کے لیے جنت کی بشارت
۱۵۵	۱۴۴۔ حق تعالیٰ کی جانب سے اُمت کا اکرام و اعزاز اور سجدہ شکر
۱۵۷	۱۴۵۔ ستر ہزار بغیر حساب اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار جنتی بغیر حساب
۱۵۸	۱۴۶۔ کون لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے

۱۵۸	توکل علی اللہ، مشکلات سے نجات کی کلید ہے
۱۶۰	تقرب الی اللہ کا افضل طریقہ سجدہ ہی ہے
۱۶۱	رسول اللہ ﷺ کا سجدہ طویل اور دعا
۱۶۲	بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے
۱۶۳	سجدہ اور قبولیتِ دعا
۱۶۴	باب: مجھے تمام اُمّتیں دکھلائی گئیں
۱۶۵	خاتم المرسلین ﷺ کو تمام انبیاء اور ان کی اُمّتیں دکھلائی گئیں
۱۶۶	ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جانے والوں کا عقیدہ توحید
۱۶۷	باب: اے عیسیٰ! میں آپ کے بعد ایک اُمّت لانے والا ہوں
۱۶۷	اُمّتِ رحمت کو حق جل مجدہ اپنے علم و علم سے عطا کریں گے
۱۶۸	نعمت پر اترانا اور مصیبت پر گھبرانا شیوہ ایمان نہیں
۱۶۸	باب: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا
۱۶۹	اُمّتِ قیامت تک آپس میں لڑے گی
۱۶۹	حضور ﷺ کو مشرق و مغرب دکھلایا گیا
۱۷۰	دعاء خاتم النبیین ﷺ
۱۷۲	سرخ و سفید خزانہ کی پیش گوئی
۱۷۴	رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا ردِ کردی گئی
۱۷۵	گمراہ کرنے والے حکمران و سربراہ
۱۷۶	تلوار واپس نہ ہوگی
۱۷۶	فتنہ ارتداد کی پیش گوئی
۱۷۷	حق کا غلبہ قیامت تک رہے گا
۱۷۸	جھوٹے و کذاب نبوت کا دعویٰ کرنے والے کی اطلاع
۱۸۰	اعلیٰ صفت و فضیلت
۱۸۱	محمد ﷺ خاتم الرسل اور خاتم النبیین ہی ہیں
۱۸۲	قادیانیوں کی تحریفات اور ان کا رد
۱۸۲	مسئلہ ختم نبوت

۱۸۳	آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا آخر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے منافی نہیں
۱۸۴	نبوت کے مفہوم کی تحریف ظلی اور بروزی نبوت کی ایجاد
۱۸۵	ایک بلغ تمثیل
۱۸۶	آنے والی امت کی ہدایت کا انتظام
۱۸۷	نبوت کی تمام قسمیں ختم ہو گئیں
۱۸۸	قادیانی کے من گھڑت عنوانات
۱۸۸	منکر ختم نبوت کا فر ہے
۱۹۰	خانہ جنگی و قتال کی پیش گوئی
۱۹۴	وسعت سلطنت کی پیش گوئی
۱۹۵	خاتم النبیین ﷺ کی نبوت قطعیت کے ساتھ ثابت ہے
۱۹۶	جھوٹے مدعیان نبوت اور سن دعویٰ و مقام ظہور
۱۹۹	فضیلت امت محمد ﷺ اور قبول شہادت بہ بارگاہ رب العزت
۱۹۹	میت کے حق میں تین پڑوسی کی گواہی پر مغفرت ہو جاتی ہے
۲۰۰	میت کی خوبیاں ہی بیان کرو
۲۰۰	میت کو رحمت حق سے قریب کر دو
۲۰۰	حق جل مجدہ بندوں کی شہادت قبول کر کے بندہ کی مغفرت فرماتے ہیں
۲۰۱	کلمہ گو کی شہادت کا عند اللہ رتبہ
۲۰۲	قدرت کی فیاضی و ستاری تو دیکھو
۲۰۲	باب: معد بن عدنان کی تعداد جب چالیس ہو گئی
۲۰۳	امت رحمت کا مقام خاص
۲۰۴	نذیر و بشیر کی امت مرحومہ
۲۰۵	امت کے گناہ کی تطہیر دنیا میں ہی ہو جاتی ہے
۲۰۶	زبور میں امت رحمت کا تعارف اور نور
۲۰۷	امت کو تھوڑے عمل پر اللہ کی رضا حاصل ہوگی
۲۰۷	تاریخ انسانیت کا اچھا دور
۲۰۸	امت کو اللہ پاک کا سلام اور عند اللہ مقام



- ۱۹۹۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ کی حکمت ۲۰۹
- ۲۰۰۔ اُمتِ رحمت پر رحمن و رحیم کی رحمتِ عام ۲۱۰
- ۲۰۱۔ اُمتِ رحمت کے گناہوں کو خلاق سے چھپایا جائے گا ۲۱۱
- ۲۰۲۔ تمام انبیاء سے پہلے نبی ﷺ اور تمام امتوں سے پہلے اُمتِ محمد ﷺ جنت میں جائے گی ۲۱۲
- ۲۰۳۔ رسول اللہ کے ساتھ ساتھ اُمت کی قدر و منزلت ۲۱۳
- ۲۰۴۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ساتھیوں کو فضل و شرف سے نوازے گا ۲۱۳
- ۲۰۵۔ بدریّین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت ۲۱۴
- ۲۰۶۔ اللہ کے دشمن سے دوستی سخت دھوکہ و غلطی ہے ۲۱۷
- ۲۰۷۔ کافروں سے دوستانہ تعلقات نہ کرو ۲۱۸
- ۲۰۸۔ کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں ۲۱۹
- ۲۰۹۔ کافروں کا دوست اسلام کا دشمن ہے ۲۱۹
- ۲۱۰۔ منافقوں کی دل کی بیماری ۲۲۰
- ۲۱۱۔ اسلام کا غلبہ اور منافقوں کی رسوائی قریب ہے ۲۲۰
- ۲۱۲۔ اسلام قائم رہے گا ۲۲۱
- ۲۱۳۔ سب سے پہلے فتنہ ارتداد کا انسداد ۲۲۲
- ۲۱۴۔ آج کی صورتحال ۲۲۲
- ۲۱۵۔ کمزور دل والوں اور ظاہر بینوں کی تسلی ۲۲۲
- ۲۱۶۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ۲۲۳
- ۲۱۷۔ ترکِ موالات کی تاکید ۲۲۳
- ۲۱۸۔ اہلِ بدر کی عمومی مغفرت ۲۲۴
- ۲۱۹۔ جنت کے ہر دروازے سے فرشتے داخل ہو کر جن کو سلام کریں گے وہ کون لوگ ہوں گے؟ ۲۲۴
- ۲۲۰۔ پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ۲۲۵
- ۲۲۱۔ جنت کے ہر دروازے سے سلام ۲۲۵
- ۲۲۲۔ فقراءِ مہاجرین کی فضیلت ۲۲۶

۲۲۷	۲۲۳۔ مجاہدین کا اعزاز
۲۲۸	۲۲۴۔ مومن کا اعزاز
۲۲۹	۲۲۵۔ مدینہ کا نام اللہ تعالیٰ نے طابۃ رکھا
۲۲۹	۲۲۶۔ فضائلِ مدینہ منورہ علی صاحبہا الف الف صلوة وسلام
۲۳۰	۲۲۷۔ حسن و جمال
۲۳۱	۲۲۸۔ مدینہ بستیوں کا اکالۃ القرئی سردار ہے
۲۳۱	۲۲۹۔ مدینہ طیبہ دارالایمان ہے
۲۳۲	۲۳۰۔ مدینہ مکہ سے بہتر ہے
۲۳۲	۲۳۱۔ دارالابرار (نیکوں کا گھر)
۲۳۲	۲۳۲۔ ایمان مدینہ میں ہے
۲۳۳	۲۳۳۔ روئے زمین کا محبوب ترین خطہ
۲۳۴	۲۳۴۔ مدینۃ الرسول ﷺ کے شوق میں سواری کو تیز فرما دیتے
۲۳۴	۲۳۵۔ مدینہ میں مرنے والے کی حضور ﷺ شفاعت فرمائیں گے
۲۳۴	۲۳۶۔ مدینہ منورہ کے غبار میں شفاء ہے
۲۳۵	۲۳۷۔ جو مدینہ میں وفات پائے گا وہ قیامت کے دن امن والوں سے ہوگا
۲۳۵	۲۳۸۔ مدینہ گناہوں کو دھونے کی جگہ ہے
۲۳۵	۲۳۹۔ اہل مدینہ کو اذیت دینے پر لعنت اور اعمال کی عدم قبولیت
۲۳۶	۲۴۰۔ مدینۃ الرسول ﷺ میں دو گنی برکت
۲۳۶	۲۴۱۔ مدینہ پاک کی غبار کوڑھ سے شفاء ہے
۲۳۸	۲۴۲۔ فضائلِ مسجدِ نبوی شریف
۲۳۸	۲۴۳۔ مسجدِ نبوی میں چالیس نمازوں کا اجر
۲۳۹	۲۴۴۔ رسول اللہ ﷺ کو مقام ہجرت کی تعیین کا اختیار دیا گیا تھا
۲۴۰	۲۴۵۔ انبیاء علیہم السلام ظاہر شریعت کے پابند ہوتے ہیں عالم غیب کی تکوینات کے نہیں
۲۴۲	۲۴۶۔ اللہ پاک کی مشیت و مرضی کو قبل از وحی انبیاء بھی نہیں جانتے
۲۴۵	۲۴۷۔ تین مساجد کے سفر کی فضیلت
۲۴۵	۲۴۸۔ عہدِ عمر رضی اللہ عنہ میں مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع

۲۴۶	مسجد نبوی ﷺ کی توسیع اور ابن عباس و امہات المؤمنین کا مکان
۲۴۷	۲۵۰۔ تعمیر بیت المقدس کا قرار
۲۴۷	۲۵۱۔ اہل عراق کے لیے بددعا کرنے کی ممانعت
۲۴۸	شام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ و منتخب شہر و مقام ہے
۲۵۰	۲۵۲۔ ملک شام جہاں بہت سی ظاہری و باطنی برکتیں و دیعت کی گئی ہیں
۲۵۰	۲۵۳۔ ملک شام اللہ کے خاص بندوں کا خزانہ ہے
۲۵۱	۲۵۴۔ ملک شام چالیس ابدال کا شہر ہے
۲۵۲	۲۵۵۔ شب معراج اسلام کا جھنڈا فرشتوں نے ملک شام میں نصب کیا
۲۵۳	۲۵۶۔ عمود الاسلام سے کیا مراد ہے؟
۲۵۴	۲۵۷۔ قبیلہ اسلم و غفار کی فضیلت
۲۵۴	۲۵۸۔ عسقلان کی فضیلت
۲۵۴	۲۵۹۔ نہر بیضہ میں غسل کے بعد شفاف و سفید
۲۵۵	۲۶۰۔ شرقی اور غربی سمندر کی فضیلت
۲۵۶	۲۶۱۔ 'بحر ہند' کی فضیلت
۲۵۷	۲۶۲۔ بازار سب سے بُری جگہ ہے
۲۵۸	۲۶۳۔ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جگہیں مساجد ہیں
۲۵۹	۲۶۴۔ مسجدوں کی تعمیر و تعظیم
۲۵۹	۲۶۵۔ رفع مساجد کے معنی
۲۶۰	۲۶۶۔ مسجدوں کی شان و شوکت اور زینت
۲۶۱	۲۶۷۔ بدبو کے ساتھ مسجد میں نہ آئے
۲۶۱	۲۶۸۔ حق جل مجدہ کی محبت کا راستہ
۲۶۲	۲۶۹۔ فضائل مساجد
۲۶۳	۲۷۰۔ عورتوں کی بہترین مساجد
۲۶۴	۲۷۱۔ مساجد کے پندرہ آداب
۲۶۵	۲۷۲۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بنائی ہوئی مسجدیں
۲۶۵	۲۷۳۔ وہ کام جو مساجد میں ناجائز ہیں

۲۶۶	۲۷۴ - مسجد میں اونچی آواز سے بات کرنا
۲۶۶	۲۷۵ - گھر سے جب مسجد کے لیے نکلے تو یوں کہہ لیں
۲۶۶	۲۷۶ - ستر ہزار فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں
۲۶۸	۲۷۷ - بری جگہوں کے بُرے اثرات
۲۷۰	۲۷۸ - رجال اور اللہ کے بندے
۲۷۱	۲۷۹ - بازار میں ذکر اللہ اور نماز کی فضیلت
۲۷۲	۲۸۰ - عہد رسالت کے دکاندار و تاجر
۲۷۲	۲۸۱ - بازار اور عام گزرگاہوں کے حقوق و حدود
۲۷۳	۲۸۲ - بد نظری حرام ہے
۲۷۳	۲۸۳ - بد نظری شیطان کا زہر آلود تیر ہے
۲۷۴	۲۸۴ - عورتیں راستہ کے ایک طرف ہو کر چلیں
۲۷۴	۲۸۵ - خوشبو لگا کر عورتوں کا باہر نکلنا
۲۷۵	۲۸۶ - نگاہ کی عفت و عصمت اور پاکی
۲۷۵	۲۸۷ - آنکھوں اور ہاتھوں کا زنا
۲۷۶	۲۸۸ - حدیث میں دوسرا حکم کف الاذی کا ہے
۲۷۶	۲۸۹ - راستے کا تیسرا حق ہے سلام کا جواب دینا
۲۷۷	۲۹۰ - راستے کا چوتھا و پانچواں حق ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
۲۷۸	۲۹۱ - خیر البقاع مساجد ہیں
۲۷۸	۲۹۲ - اچھی جگہ مساجد ہیں
۲۷۹	۲۹۳ - صحابہؓ آسمان کے ستارے
۲۸۰	۲۹۴ - قیامت کے دن سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو اٹھایا جائے گا پھر بالترتیب خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کو
۲۸۱	۲۹۵ - میں سب سے پہلے زمین سے اٹھایا جاؤں گا
۲۸۲	۲۹۶ - نور کے قلم سے لکھی ہوئی تحریر
۲۸۳	۲۹۷ - مقام و رتبہ بلند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۸۴	۲۹۸ - حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی شانِ رضا و تسلیم

۲۸۵	۲۹۹۔ شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت نجاتِ نار کا سبب ہوگا
۲۸۶	۳۰۰۔ جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی تحریر
۲۸۶	۳۰۱۔ حضرت علیؓ سید العرب ہیں
۲۸۷	۳۰۲۔ میری محبت کی وجہ سے علیؓ سے محبت رکھو
۲۸۷	۳۰۳۔ حسین جنت کے حسین اعمال
۲۸۷	۳۰۴۔ جنت کے مہمان اچھے لوگ ہوں گے
۲۸۸	۳۰۵۔ حسنین رضی اللہ عنہما جنت کی زینت ہوں گے
۲۸۸	۳۰۶۔ جنت خوشی سے جھومنے لگی
۲۸۸	۳۰۷۔ حضرت حسینؓ کا قصاص ستر ہزار سے لیا گیا
۲۸۹	۳۰۸۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصاص
۲۸۹	۳۰۹۔ حضرت معاویہؓ کی فضیلت
۲۸۹	۳۱۰۔ ملائکہ اللہ کی فضیلت و کثرت
۲۹۰	۳۱۱۔ فرشتوں سے زیادہ کوئی مخلوق نہیں
۲۹۰	۳۱۲۔ اولادِ آدم کو حق تعالیٰ نے دونوں جہان کی نعمتوں سے نوازا
۲۹۰	۳۱۳۔ فرشتے جنت لے کر کیا کریں گے وہ تو ابنِ آدم کے لیے ہے
۲۹۲	۳۱۴۔ اللہ پاک نے بنی نوع انسان کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا
۲۹۲	۳۱۵۔ کلمہ رکن سے پیدا مخلوق
۲۹۳	۳۱۶۔ جنت خاص ہے اولادِ آدم کے لیے
۲۹۳	۳۱۷۔ خلق اور امر کا واضح فرق
۲۹۳	۳۱۸۔ علماء کا حساب و کتاب قیامت میں معاف ہو کر مغفرت کا حکم عام ہوگا
۲۹۴	۳۱۹۔ علم اور حکم والی مخلوق
۲۹۴	۳۲۰۔ علمائے کرام کا منجانب اللہ اکرام
۲۹۵	۳۲۱۔ علماء اُمت محمدیہؐ کی عظیم الشان فضیلت
۲۹۶	۳۲۲۔ علماء کی شانِ امتیازی حق جل مجدہ کی عطا
۲۹۷	۳۲۳۔ اہل علم و علماء کو حق جل مجدہ کا خصوصی انعام
۲۹۷	۳۲۴۔ حق تعالیٰ علیم ہیں علم والے کو دوست رکھتے ہیں



۲۹۸	۳۲۵۔ عوام جنت میں بھی علماء کرام کی محتاج ہوگی
۲۹۸	۳۲۶۔ علماء کرام پر جنت میں الہامِ باری تعالیٰ
۲۹۹	۳۲۷۔ مہاجر و عالم کے عمل کی قدر و منزلت
۲۹۹	۳۲۸۔ علم تقویٰ کی بنیاد ہے
۳۰۰	۳۲۹۔ علماء کی فضیلت خشیت سے ہے
۳۰۱	۳۳۰۔ علماء باعمل کا مقام
۳۰۱	۳۳۱۔ علماء انبیاء کے علوم کے وارث ہیں
۳۰۱	۳۳۲۔ اہل علم کی شانِ خشیت
۳۰۲	۳۳۳۔ جس کے دل میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں
۳۰۲	۳۳۴۔ حضور ﷺ کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر تھا
۳۰۳	۳۳۵۔ خشیت کے درجات بقدر علم و معرفت ہوتے ہیں
۳۰۳	۳۳۶۔ عالم کون ہے اور علم کیا ہے
۳۰۵	۳۳۷۔ علماء کی تین قسمیں
۳۰۵	۳۳۸۔ علم کا مقصود
۳۰۶	۳۳۹۔ فقراءِ مسلمین جنت میں عام لوگوں سے ستر سال پہلے داخل ہوں گے
۳۰۷	۳۴۰۔ فقیر صاحبِ ایمان و ایقان کا مقام
۳۰۸	۳۴۱۔ فقراءِ دخولِ جنت میں سبقت لے جائیں گے
۳۰۹	۳۴۲۔ حساب و کتاب کی شدت و سختی اربابِ اقتدار پر ہوگی
۳۱۰	۳۴۳۔ فقراءِ مسلمین جنت میں مالدار سے چالیس سال پہلے جائیں گے
۳۱۱	۳۴۴۔ ظاہر پرستی اور حقیقت پرستی کا دن
۳۱۱	۳۴۵۔ جو اللہ پاک سے ملنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے
۳۱۲	۳۴۶۔ سنا ہے دیں گے تجلی سے عاشقوں کو تسلی
۳۱۳	۳۴۷۔ حق جل مجدہ کی ملاقات کی استعداد
۳۱۵	۳۴۸۔ ایک اشکال اور اس کا جواب
۳۱۶	۳۴۹۔ غافر، غفار اور غفور کی حکمت
۳۱۷	۳۵۰۔ اللہ پاک کا پہلا خطاب مومنوں کو کیا ہوگا؟

۳۱۷	۳۵۱۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں تو جبریلؑ کو آگاہ کر دیتے ہیں
۳۱۸	۳۵۲۔ حق جل مجدہ کا بندہ سے محبت کرنے کا سبب
۳۱۹	۳۵۳۔ محبت کی تین قسمیں ہیں
۳۱۹	۳۵۴۔ کون سی محبت معتبر ہے؟
۳۱۹	۳۵۵۔ خلافت کے دل میں اہل اللہ کی محبت
۳۲۰	۳۵۶۔ عشق و محبت کا فرق
۳۲۲	۳۵۷۔ محبت کی علامت اور معیار محبت کیا ہے
۳۲۲	۳۵۸۔ لوگوں کی محبت و عداوت کا راز
۳۲۵	۳۵۹۔ محبت و عداوت آسمان سے نازل ہوتی ہے
۳۲۵	۳۶۰۔ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کی ضرب کا اثر
۳۲۶	۳۶۱۔ بصیرت افزا ضرب سے قلب نسبت احسان سے معمور ہو گیا
۳۲۸	۳۶۲۔ حضرت عبدالعزیز دباغ کا آنحضور ﷺ سے حدیث کا مفہوم معلوم کرنا
۳۳۲	۳۶۳۔ تاج کرامت صاحب قرآن کو عطا ہوگا
۳۳۲	۳۶۴۔ صاحب قرآن کو بارگاہ رب العزت سے انعامات و عطیات
۳۳۲	۳۶۵۔ صاحب قرآن کو آخرت میں خاص تحفہ
۳۳۵	۳۶۶۔ دس آیتوں کا ثواب ایک قطار
۳۳۵	۳۶۷۔ سونے سے قبل دس آیات کا پڑھنے والا غافلین سے نہیں ہوگا
۳۳۷	۳۶۸۔ عامل قرآن کا حشر فرشتوں کے ساتھ
۳۳۸	۳۶۹۔ بکری کے چرواہے کو قرآن کی برکت سے تاج کرامت ملے گا
۳۳۹	۳۷۰۔ تلاوت کتاب اللہ یا ذکر اللہ
۳۳۹	۳۷۱۔ ذکر اللہ و قرآن کی مشغولیت پر تمام مانگنے والوں سے افضل عطاء الہی
۳۴۰	۳۷۲۔ تین سو آیتوں پر مغفرت
۳۴۱	۳۷۳۔ مغفرت کو کم مت جانو، بڑی سعادت ہے
۳۴۱	۳۷۴۔ حاملین قرآن نور حق میں ملبوس ہیں
۳۴۲	۳۷۵۔ فضائل قرآن کی عجیب روایت
۳۴۳	۳۷۶۔ قرآن مجید کی اکیس فضیلتیں

۳۴۶	۳۷۷۔ سورۃ یسین کا سبب نزول
۳۴۶	۳۷۸۔ سورۃ یسین قرآن مجید کا دل ہے
۳۴۷	۳۷۹۔ عظیمۃ
۳۴۸	۳۸۰۔ عظیمۃ، سورۃ یسین کے فضائل
۳۴۹	۳۸۱۔ موت کی آسانی
۳۴۹	۳۸۲۔ حاجت پوری ہو جائے گی
۳۴۹	۳۸۳۔ مغفرت ہو جاتی ہے
۳۴۹	۳۸۴۔ صبح و شام دائمی خوشی کا نسخہ
۳۵۰	۳۸۵۔ شہادت کا رتبہ ملے گا
۳۵۰	۳۸۶۔ سابقہ اور گزشتہ گناہوں کی معافی کا پروانہ
۳۵۰	۳۸۷۔ دل کی سختی اور دیوانہ پن کا علاج
۳۵۱	۳۸۸۔ قرآن پاک پر آخرت میں ملنے والی نعمت
۳۵۲	۳۸۹۔ قرآن کی نورانیت و حقانیت اور فہم و فراست کا تحفہ
۳۵۳	۳۹۰۔ صاحب قرآن کو آخرت میں فرشتوں کی معیت
۳۵۴	۳۹۱۔ کلام باری حضورِ حق میں حامل قرآن کے لیے جھگڑے گا
۳۵۵	۳۹۲۔ عالم آخرت میں قرآن مجید کو ایک جوان مرد کی شکل دی جائے گی
۳۵۷	۳۹۳۔ قرآن پاک کب اور کیوں اٹھایا جائے گا؟
۳۵۷	۳۹۴۔ قرآن مجید کی شکایت پر قرآن کی نعمت چھن جائے گی
۳۵۸	۳۹۵۔ عند اللہ فضیلت اسلام سے ہے نہ کہ انساب سے
۳۵۹	۳۹۶۔ انسانی جوہر و کمال اور فضائل و مکارم کی بنیاد طہارتِ قلب پر ہے
۳۶۰	۳۹۷۔ فخر و عزت کی چیز درحقیقت ایمان و تقویٰ ہے
۳۶۰	۳۹۸۔ نسبی تفاوتِ تعارف کے لیے ہے نہ کہ تفاخر کے لیے
۳۶۱	۳۹۹۔ نسب پر اترانے والوں کا انجام
۳۶۲	۴۰۰۔ اسلام چھوت چھات سے بیزار ہے
۳۶۲	۴۰۱۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے
۳۶۳	۴۰۲۔ تمام اعمال کی حضورِ حق میں آمد اور منجانب اللہ خیر کی شہادت

- ۴۰۳۔ اسلام میں تمام اعمال خیر ہی خیر ہیں ۳۶۳
- ۴۰۴۔ اب فقط دینِ اسلام حق ہے ۳۶۴
- ۴۰۵۔ ملکِ شام کی فضیلت اور یمن کی نصرت و مدد ۳۶۵
- ۴۰۶۔ شام اولیاء و اتقیاء کا مسکن ہے ۳۶۶
- ۴۰۷۔ مذہب و دینِ اسلام کو قیامت کے دن جو ان مرد کی شکل میں اُٹھایا جائے گا ۳۶۷
- ۴۰۸۔ عالمِ آخرت عالمِ حقیقت ہے ۳۶۷
- ۴۰۹۔ بندہ جب اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے تو پوری دنیا اس کی خادم ہوتی ہے ۳۶۸
- ۴۱۰۔ رحمت کا سایہ ۳۶۹
- ۴۱۱۔ استقامت کے ساتھ رضائے الہی کی جستجو ۳۷۰
- ۴۱۲۔ طالبِ مولا اور طالبِ لیلیٰ کا فرق ۳۷۱
- ۴۱۳۔ طالبِ آخرت کا دل مطمئن ہوتا ہے اور طالبِ دنیا کا پراگندہ ۳۷۲
- ۴۱۴۔ چھوڑ دی زندگی بندگی کے لیے ۳۷۲
- ۴۱۵۔ اللہ پاک سے تعلق کامل ضامن ہے غناءِ کامل کا ۳۷۳
- ۴۱۶۔ مزید ار زندگی کا نسخہ ۳۷۳
- ۴۱۷۔ بندہ جب ہدایت مانگتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو گمراہی سے بچا لیتا ہیں ۳۷۴
- ۴۱۸۔ دل کی فراغت عظیم نعمت ہے ۳۷۴
- ۴۱۹۔ خزانہِ غیب کی قیمتی چیز ہدایت ہے ۳۷۵
- ۴۲۰۔ تو نگری چاہتے ہو تو حق جل مجدہ کی طرف توجہ تام کر لو ۳۷۵
- ۴۲۱۔ فقر و فاقہ سے نجات کا نسخہ ۳۷۶
- ۴۲۲۔ کمال طاعت پر کمال حفاظت ۳۷۶
- ۴۲۳۔ سکون و آرام عبادتِ باری میں ہے ۳۷۶
- ۴۲۴۔ اللہ والوں کو ستانا موجبِ ہلاکت ہے ۳۷۷
- ۴۲۵۔ فرائض سے قربِ الہی کا عطیہ عطا ہوتا ہے ۳۷۷
- ۴۲۶۔ جو اولیاء اللہ سے دشمنی کرے گا حق تعالیٰ کا اس سے اعلانِ جنگ ۳۷۸
- ۴۲۷۔ ولی کی تعریف ۳۷۸
- ۴۲۸۔ ولایت کے درجات ۳۷۹

- ۴۲۹۔ ولایت حاصل کرنے کا طریقہ ۳۸۰
- ۴۳۰۔ ولایت کے لیے ذکر اللہ کی کثرت اور اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے ۳۸۰
- ۴۳۱۔ اولیاء اللہ کی علامت و پہچان ۳۸۱
- ۴۳۲۔ ولایت کے لیے کشف و کرامت ضروری نہیں ۳۸۱
- ۴۳۳۔ خوف اور غم نہ ہونے کا مطلب ۳۸۲
- ۴۳۴۔ صاحب ترجمان السنۃ کی تحقیق ۳۸۲
- ۴۳۵۔ حدیث میں تردد کا معنی و مفہوم ۳۸۶
- ۴۳۶۔ حدیث میں تردد سے کیا مراد ہے ۳۸۷
- ۴۳۷۔ اللہ والوں سے دوستی سعادت کی دلیل ہے ۳۸۸
- ۴۳۸۔ کان اور آنکھ کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کب اور کیوں؟ ۳۸۸
- ۴۳۹۔ موت ناگزیر ہے جبکہ حق تعالیٰ بندہ مومن کو تکلیف دینا پسند نہیں فرماتا ۳۸۹
- ۴۴۰۔ حکم و اسرار، رموز الہیات، ایمان و کفر، غنی و فقر اور اعمالِ صالحہ وغیرہ ۳۹۰
- ۴۴۱۔ مومن کی پُر اسرار زندگی ۳۹۰
- ۴۴۲۔ حق تعالیٰ علیم وخبیر ہیں بندوں کی ہر طرح حفاظت فرماتے ہیں ۳۹۲
- ۴۴۳۔ باب: ہم بخوشی حاضر ہیں ۳۹۳
- ۴۴۴۔ آسمان وزمین کی اطاعت ۳۹۳
- ۴۴۵۔ حکم الہی سے کائنات عالم کا نظام ۳۹۳
- ۴۴۶۔ باب: اللہ تعالیٰ کی جانب سے حاجت کب پوری کی جاتی ہے ۳۹۵
- ۴۴۷۔ حقوق اللہ کی رعایت اہم ہے ۳۹۵
- ۴۴۸۔ اللہ کا حق لاشریک لک ۳۹۶
- ۴۴۹۔ باب: میں تمہارا رب ہوں ۳۹۷
- ۴۵۰۔ دارین کی عزت چاہنے والے کو عزیز کی اطاعت کرنی چاہیے ۳۹۷
- ۴۵۱۔ باب: گناہ سے ڈرنا اور نیکی کی رغبت ۳۹۷
- ۴۵۲۔ اپنے پڑوسی کے اہل کے ساتھ خیانت جہنم کا پیش خیمہ ہے ۳۹۸
- ۴۵۳۔ خائن پڑوسی کی آخرت میں سزا ۳۹۸



- ۳۹۹ - ۴۵۴۔ جو اپنی خواہشات کو حق تعالیٰ کی اطاعت پر ترجیح دیتا ہے وہ مناجات کی حلاوت سے محروم کر دیا جاتا ہے
- ۳۹۹ - ۴۵۵۔ ایام بیض کی حقیقت
- ۴۰۰ - ۴۵۶۔ روزہ سے چہرہ منور ہو گیا
- ۴۰۱ - ۴۵۷۔ اللہ پاک سے سب کچھ ہونے کا اور مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین
- ۴۰۱ - ۴۵۸۔ دل کا رُخ رب العزت کی جانب ہو
- ۴۰۲ - ۴۵۹۔ مخلوق جب مخلوق سے مدد طلب کرتی ہے تو غیبی نصرت سے محروم ہو جاتی ہے
- ۴۰۲ - ۴۶۰۔ تائید غیبی کے لیے حق تعالیٰ سے ربط و تعلق ہو
- ۴۰۲ - ۴۶۱۔ عزت و عافیت چاہتے ہو تو خالق سے وابستہ رہو
- ۴۰۳ - ۴۶۲۔ بندہ جب گناہ و معصیت میں جری بن جاتا ہے تو اللہ پاک مسخ کا عذاب دیتے ہیں
- ۴۰۳ - ۴۶۳۔ خلوت میں معصیت کا عذاب
- ۴۰۴ - ۴۶۴۔ اللہ کی مرضیات پر خواہشات کی قربانی سے محبوب اعمال کی توفیق ملتی ہے
- ۴۰۴ - ۴۶۵۔ رحمت و غضب کے اسباب
- ۴۰۵ - ۴۶۶۔ رحمت و عنایت سے غضب و عقاب کی طرف
- ۴۰۵ - ۴۶۷۔ حسب اعمال خیر و شر کا نزول ہوتا ہے
- ۴۰۶ - ۴۶۸۔ جنت کا درخت
- ۴۰۷ - ۴۶۹۔ جنت میں اولیاء اللہ کی سواری
- ۴۰۷ - ۴۷۰۔ جنت کی ترغیب و تشویق کا نرالا انداز
- ۴۰۸ - ۴۷۱۔ آسمانی آگ نے دو لڑکوں کو جلادیا
- ۴۰۸ - ۴۷۲۔ حکم الہی کا سامنا کون کر سکتا ہے
- ۴۰۹ - ۴۷۳۔ شانِ عبدیت کی تکمیل، تسلیم و رضا میں پوشیدہ ہے
- ۴۱۰ - ۴۷۴۔ خنزیر کی طرح جسم کو موٹا کیا تو ان پر لعنت اُتری
- ۴۱۰ - ۴۷۵۔ مساجد تو تعمیر کیں اور دلوں کو خراب کر لیا
- ۴۱۰ - ۴۷۶۔ حق جل مجدہ بندے کے دلوں کو دیکھتے ہیں
- ۴۱۳ - ۴۷۷۔ بندہ اللہ پاک کے عذاب و عقاب کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا
- ۴۱۳ - ۴۷۸۔ نعمتوں کا شکریہ ہے کہ معصیت سے بچو

۴۷۹	آنکھ، زبان اور فرج (شرم گاہ) کی حفاظت کا غیبی نظام
۴۸۰	بدزگاہی سے حفاظت
۴۸۱	جہنم کی ذلت سے بچاؤ
۴۸۲	باب: مختلف امور کی فضیلت
۴۸۳	نوجوان عابد کا مقام بعض فرشتوں کی طرح ہے
۴۸۴	فناء فی اللہ نوجوان کو بہتر صدیقین کا ثواب
۴۸۵	رضا و قناعت بڑی نعمت ہے
۴۸۶	مقدر کی وجہ سے طبیعت کو مکدر نہ کرنا ایمان ہے
۴۸۷	مومن بندے کا مقام
۴۸۸	فرشتے خلقِ معین مقام و مرتبہ پر پیدا ہوئے ہیں اور مومن کی ترقی عبادت سے روز افزوں ہوتی رہتی ہے
۴۸۹	زاہد و عابد نوجوان اللہ پاک کو بہت پسند ہے
۴۹۰	سچے و پکے بندے کی علامت
۴۹۱	خالق حسن و جمال کا شا کر و حامد
۴۹۲	اللہ عبادت گزار نوجوان پر فخر کرتا ہے
۴۹۳	فرشتوں کی تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر میرے بندے کے عمل کی طرف سے لکھتے رہو
۴۹۴	فضل الہی سے ہی فضل و رحمت کا سایہ نصیب ہوتا ہے
۴۹۵	صاحب تقویٰ کا نسب حق جل مجدہ ہیں
۴۹۶	اسلامی نسب نامہ
۴۹۷	اللہ پاک سے ڈرنے والے بغیر حساب جنت میں جائیں گے
۴۹۸	اہل ورع بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے
۴۹۹	مقام قرب میں اہل ورع فوقیت لے گئے
۵۰۰	ورع کی اصل و بنیاد شبہات سے بچنا ہے
۵۰۱	ورع و تقویٰ کے طبقات و مدارج
۵۰۲	ورع کی تعریف

- ۴۲۹ - ۵۰۳۔ ورع کی اہمیت اور اس کا نتیجہ
- ۴۲۹ - ۵۰۴۔ ورع سے حاصل ہونے والی نعمت
- ۴۳۰ - ۵۰۵۔ نفس کا محاسبہ اور جو لمحات گزر گئے اس پر ندامت
- ۴۳۱ - ۵۰۶۔ ورع کا حصول بہت آسان و سہل ہے
- ۴۳۱ - ۵۰۷۔ ورع و احتیاط کے فضائل
- ۴۳۲ - ۵۰۸۔ اہل ورع و احتیاط کے واقعات
- ۴۳۵ - ۵۰۹۔ اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت اور ورع و تقویٰ
- ۴۳۶ - ۵۱۰۔ دنیا میں خوف و خشیت الہی سے رولو آخرت میں ہنسو گے
- ۴۳۶ - ۵۱۱۔ جہنم کے ایندھن انسان کیوں؟
- ۴۳۷ - ۵۱۲۔ جہنم کے ایندھن پتھر کیوں؟
- ۴۳۷ - ۵۱۳۔ جہنم میں سب سے کم عذاب والا
- ۴۳۷ - ۵۱۴۔ جہنم کی پُر ہیبت آمد
- ۴۳۸ - ۵۱۵۔ دنیا و آخرت کی آگ کا فرق
- ۴۳۸ - ۵۱۶۔ قیامت کے دن چار طرح کی آنکھوں کے سوا تمام آنکھیں روئیں گی
- ۴۳۸ - ۵۱۷۔ اعلیٰ نعمت جنت
- ۴۳۹ - ۵۱۸۔ قیمتی آنکھیں
- ۴۳۹ - ۵۱۹۔ حق تعالیٰ کی پکڑ سے بے خوف کون ہو سکتا ہے؟
- ۴۴۰ - ۵۲۰۔ حق جل مجدہ کی کلیم اللہ کو وصیتیں
- ۴۴۲ - ۵۲۱۔ ورع و احتیاط کا مقام
- ۴۴۳ - ۵۲۲۔ منجانب اللہ دین کی دعوت احب الاعمال ہے
- ۴۴۳ - ۵۲۳۔ اہل معروف کو منجانب اللہ علم ربّانی عطا ہوتا ہے
- ۴۴۴ - ۵۲۴۔ معروف سے امن و امان کا قیام ہوگا
- ۴۴۵ - ۵۲۵۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز بندہ
- ۴۴۵ - ۵۲۶۔ درگزر اور معاف کردینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے
- ۴۴۶ - ۵۲۷۔ صبر کرنے والا افضل ہے
- ۴۴۶ - ۵۲۸۔ فضیل بن عیاض کی اپنے خادم کو نصیحت

- ۴۴۶ - ۵۲۹۔ علماء ربانین کا بے مثال صبر
- ۴۴۷ - ۵۳۰۔ علماء بن زیاد کی گورنر کو نصیحت
- ۴۴۷ - ۵۳۱۔ متقین و مقبول بندوں کی خاص صفات و علامات
- ۴۴۸ - ۵۳۲۔ حضرت علی بن حسینؑ کا واقعہ
- ۴۴۹ - ۵۳۳۔ لوگوں کو معاف کرنے والا
- ۴۵۰ - ۵۳۴۔ امام اعظم کا بے مثال واقعہ
- ۴۵۱ - ۵۳۵۔ نفع کا مختصر عمل اور دل کا امن و ایمان
- ۴۵۱ - ۵۳۶۔ غصے کو پی جانا
- ۴۵۱ - ۵۳۷۔ عیب پوشی
- ۴۵۱ - ۵۳۸۔ صوفیانہ تشریح
- ۴۵۲ - ۵۳۹۔ اعترافِ نعمت ہی شکر ہے
- ۴۵۲ - ۵۴۰۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا شاہکار
- ۴۵۳ - ۵۴۱۔ اپنی حاجتوں کو رحمِ دل لوگوں سے بیان کرو ان میں اللہ پاک کی صفتِ رحمت ہے
- ۴۵۴ - ۵۴۲۔ حق تعالیٰ کی رحمت، رحم و نرم دل لوگوں میں جگہ پاتی ہے
- ۴۵۵ - ۵۴۳۔ حق تعالیٰ کا فضل صاحبِ فضل و رحم لوگوں کے پاس تلاش کرو
- ۴۵۵ - ۵۴۴۔ نرم دل خوبیوں کا سرچشمہ ہے
- ۴۵۶ - ۵۴۵۔ چالیس سے نوے سال کے انسانوں پر اللہ پاک کا کرم
- ۴۵۶ - ۵۴۶۔ جنون، برص، جذام سے نجات و عافیت
- ۴۵۷ - ۵۴۷۔ عمر کے مختلف حصوں میں مختلف انعاماتِ باری
- ۴۵۸ - ۵۴۸۔ چالیس سے ستر سال تک کی مغفرت
- ۴۵۸ - ۵۴۹۔ تم جن کو چاہو ساتھ لے کر جنت میں داخل ہو جاؤ
- ۴۵۸ - ۵۵۰۔ بوڑھے سے حق تعالیٰ کا معاملہ
- ۴۵۹ - ۵۵۱۔ وہ بوڑھے جن سے حق تعالیٰ شرم و حیا کرتا ہے مگر ان کو حق تعالیٰ سے شرم و حیا نہیں
- ۴۵۹ - ۵۵۲۔ بوڑھے کی گناہوں پر جرأت و شقاوت
- ۴۶۰ - ۵۵۳۔ نورِ حق کو نہ بدلو
- ۴۶۰ - ۵۵۴۔ سفید بال نورِ حق کا مظہر

۴۶۱	۵۵۵۔ سفیر ریش والوں کی عند اللہ قدر و منزلت
۴۶۱	۵۵۶۔ مغفرت ملنے کے بعد عذاب نہیں
۴۶۲	۵۵۷۔ پتھر کی فریاد و دعاء بارگاہ رب العزت میں
۴۶۲	۵۵۸۔ اعمال و افعال خیر و شر کا اثر زمین پر بھی پڑتا ہے
۴۶۳	۵۵۹۔ سرخ یا قوت کی تختی اور اس میں مکتوب اسماء الہی
۴۶۴	۵۶۰۔ عقل کی تخلیق اور اس سے اللہ کا کلام
۴۶۴	۵۶۱۔ عقل کو نقل کے تابع بنا کر معرفت حق پیدا کیجیے
۴۶۵	۵۶۲۔ عقل حکم ربانی ملتے ہی آگے بڑھی اور پیچھے ہٹی
۴۶۶	۵۶۳۔ عقل و شعور کو خطاب ربانی کا شرف
۴۶۶	۵۶۴۔ مواخذہ بقدر عقل ہوگا
۴۶۶	۵۶۵۔ حمد و ثناء عقلمندی کی علامت ہے
۴۶۷	۵۶۶۔ رب العزت بندہ کے عقل و فہم کے اعتبار سے معاملہ کرتے ہیں
۴۶۸	۵۶۷۔ اسلامی شریعت میں تین شخص سے مواخذہ نہیں
۴۶۸	۵۶۸۔ رب تبارک و تعالیٰ کے کلام کی صفت
۴۶۹	۵۶۹۔ موسیٰ کلیم اللہ سے کوہ طور پر خطاب باری
۴۶۹	۵۷۰۔ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کی صورتیں
۴۷۱	۵۷۱۔ ستارہ و حساب
۴۷۲	۵۷۲۔ چاند و سورج مخلوق ہیں، ہماری زندگیوں کا ہر لمحہ خالق سے وابستہ ہے
۴۷۲	۵۷۳۔ دانہ میں سوس (گھن)، جسم پر بدبو، غم پر زہول اور عمر کی میعاد کی حکمت
۴۷۵	۵۷۴۔ حق جل مجدہ کی رحمت، رحم کرنے والوں پر
۴۷۵	۵۷۵۔ خالق کی تخلیق کا مخلوق کو اتنا پتا بھی نہیں
۴۷۶	۵۷۶۔ سرعتِ تخلیق کائنات
۴۷۶	۵۷۷۔ بندہ مومن کو ہلاکت سے بچانے کی غیبی تدبیر
۴۷۷	۵۷۸۔ عجب اور خود پسندی
۴۷۸	۵۷۹۔ جس کا کھائیں اس کی گائیں
۴۷۸	۵۸۰۔ وہ لوگ قابلِ تعجب ہیں جو حق جل مجدہ کی عظمت کو نہ مانیں

- ۵۸۱۔ قرآن مجید، مساجد اور اہل بیت کے حقوق کا حق تعالیٰ خود محاسب ہوگا
- ۵۸۲۔ قرآن، مسجد اور اہل بیت کے حقوق
- ۵۸۳۔ رسول اللہ ﷺ نے چھ آدمیوں پر لعنت فرمایا
- ۵۸۴۔ جب تک بندہ مغفرت مانگتا رہے گا اللہ پاک معاف کرتے رہیں گے
- ۵۸۵۔ اللہ پاک ہی معاف کرنے کی قدرت رکھتے ہیں
- ۵۸۶۔ انسانی فہم کی کوتاہی و کجی
- ۵۸۷۔ مغفرت و معافی کا مفہوم
- ۵۸۸۔ بندے میں معرفت الہی کی علامت
- ۵۸۹۔ دعاء کے ذریعے توجہ مطلب ہے
- ۵۹۰۔ شرم و حیا میں خیر ہی خیر ہے
- ۵۹۱۔ وسعت قلبِ مومن، تجلی گاہ رب العزت
- ۵۹۲۔ تجلی حق کی چاشنی پائے
- ۵۹۳۔ چت لیٹ کر پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونا مناسب نہیں ہے
- ۵۹۴۔ حق جل مجدہ کی ذات جملہ عیوب و نقائص سے پاک
- ۵۹۵۔ میں ایک مخفی خزانہ تھا
- ۵۹۶۔ معرفت ربانی کا آسان و سہل طریقہ
- ۵۹۷۔ اپنی تمام تر جدوجہد اور کوشش کو رضاءِ رب میں لگا دو، مسائل خود ہی حل ہو جائیں گے
- ۵۹۸۔ مسائل کا حل، وسائل نہیں انابت و استغفار ہے
- ۵۹۹۔ جب عورتیں ننگے سر اتر کر چلیں گی
- ۶۰۰۔ عورتوں کا بال کھول کر سر راہ چلنا
- ۶۰۱۔ تکبر و غرور کی چال ڈھال اختیار کرنا
- ۶۰۲۔ حق بات سے اعراض کرنا
- ۶۰۳۔ زلزلہ صالحین کے لیے باعثِ رحمت
- ۶۰۴۔ کسی بھی انسان کو کتنا یا خنزیر یا گدھا نہیں کہنا چاہیے
- ۶۰۵۔ انسانی شرافت و کرامت کا تقدس



- ۶۰۶۔ بارِ امانت قبول کرنے کا داعیہ ۴۹۷
- ۶۰۷۔ قبولِ امانت کا داعیہ جنت سے نکالے جانے کا سبب بنا ۴۹۸
- ۶۰۸۔ علمِ باطن و اسرار ۴۹۸
- ۶۰۹۔ صفتِ اخلاص و احسان ۴۹۹
- ۶۱۰۔ فراخی میں شکر اور بلاؤں پر صبر ۵۰۰
- ۶۱۱۔ مومن کی زندگی کا ہر لمحہ نمونہٴ آخرت ہے ۵۰۱
- ۶۱۲۔ سب یکساں کیوں نہیں، تاکہ شکر کریں ۵۰۲
- ۶۱۳۔ حق تعالیٰ کی قدرت و مشیت کا شاہکار ۵۰۲
- ۶۱۴۔ اللہ پاک حکمت کی باتوں کو قبول نہیں کرتا بلکہ منشاء و مراد کو قبول کرتا ہے ۵۰۳
- ۶۱۵۔ دل تو دل کی باتوں کو قبول کرتا ہے، اللہ بھی دل کو دیکھتا ہے ۵۰۴
- ۶۱۶۔ ابرار کا شوقِ لقاءِ رحمن ۵۰۴
- ۶۱۷۔ ابرار کے شوقِ لقاءِ رحمن سے زیادہ حق تعالیٰ کو ابرار سے ملنے کا شوق ہے ۵۰۵
- ۶۱۸۔ یتیم کے آنسو کا قطرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں گرتا ہے ۵۰۶
- ۶۱۹۔ جنت میں رسول اللہ ﷺ کا پڑوسی ۵۰۶
- ۶۲۰۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیاوی خوشحالی و مسرت سے دور ہٹا کر رکھتا ہے ۵۰۶
- ۶۲۱۔ حق تعالیٰ کی نگاہ میں قیمتِ اتباعِ شریعت و سنت کی ہے ۵۰۷
- ۶۲۲۔ میں اپنے تین بندوں پر تعجب کرتا ہوں ۵۰۸
- ۶۲۳۔ تم سب سے جدا ہو سکتے ہو، مگر ربِّ ذوالجلال سے ملنا یقینی ہے ۵۰۸
- ۶۲۴۔ صرف اچانک پہلی بار کی معاف ہے ۵۰۹
- ۶۲۵۔ رحمت سے قربت پر غمگین اور دوری پر خوشی کیوں؟ ۵۰۹
- ۶۲۶۔ وہ کتنا بے بس و بے کس تھا ۵۱۰
- ۶۲۷۔ انسانی کمزوری کہ عاجلہ کو پسند کرتا، اور آخرت کو چھوڑتا ہے ۵۱۰
- ۶۲۸۔ اللہ تعالیٰ کو قرض دینے والا اور اس سے سرگوشی کرنے والا کون ہے؟ ۵۱۰
- ۶۲۹۔ لوگوں کا گناہ تم کو غفلت میں نہ ڈالے ۵۱۱
- ۶۳۰۔ قلتِ طعام کی فضیلت ۵۱۱

## عرض مترجم

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا  
وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَ  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ  
رَسُولُهُ.

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي، وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي،  
يَفْقَهُوا قَوْلِي. يَا رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا. سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ  
أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ  
صَلْوَةً تُنَجِّنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَحْوَالِ وَالْآفَاتِ، وَتَقْضِي لَنَا بِهَا جَمِيعَ  
الْحَاجَاتِ، وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ السَّيِّئَاتِ، وَتَرْفَعُ لَنَا بِهَا عِنْدَكَ أَعْلَى  
الدَّرَجَاتِ، وَتُبَلِّغُنَا بِهَا أَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ  
الْمَمَاتِ، إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوبُ اِلَيْهِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ، رَبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَادِرٌ مُّطْلَقٌ عَلَى الْإِطْلَاقِ جَوْحًا هَتَا هِ  
بَلَارِيبِ اِنِّی کمالِ قدرت اور عظیم حکمت سے اپنے ارادہ کو وجود بخشتا ہے، اور اپنے امر کو عملی  
غلبہ عطا کرتا ہے، وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَى اَمْرِهِ۔ کائناتِ عالم کا ذرّہ ذرّہ اسی کے خلق و امر کی  
شہادت دے رہا ہے۔ اسی لیے ابتداء میں بھی وہ حمد کا مستحق ہے اور ہر عمل کے انتہا و آخر

میں بھی اسی کی حمد ہے۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ۔ اسی کے چاہنے سے بندہ کا عملی قدم اٹھتا ہے اور وہی خیر و بھلائی کی طرف اپنے بندہ کو لے جاتا ہے، وَمَا تَشَاءُ وَنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ۔ ورنہ عاجز و ناتواں بندہ جس کا اپنے وجود میں کچھ بھی اپنا نہیں، سب کچھ تو انہی کا عطیہ ہے، کر کیا سکتا ہے۔ کرنا کرانا تو بہت دور ہے، سوچ اور تصور بھی خیر و بھلائی کا نہیں کر سکتا جب تک وہ ارحم الراحمین محض اپنے فضل و کرم سے رشد و ہدایت کی طرف طبیعت کو مائل نہ کرے۔ آخر خاتم الرسل ﷺ نے ہر نماز کے بعد حضرت انسؓ کو اَللّٰهُمَّ اَلْهِنِي رُشْدِي وَاَعِزَّنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي پڑھنے کی ہدایت کیوں فرمائی تھی۔ رشد و ہدایت کا الہام ہی بالآخر بندہ کو راشدین و صادقین کے مقام تک کشاں کشاں لے جاتا ہے۔ وہ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے۔ بلیقیس کو کفر و شرک سے نکالنے کے لیے ہدہ کو ذریعہ بناتا ہے۔ گمراہی و ضلالت سے نکال کر درِ رحمت و مغفرت میں لانے کے لیے پرندہ کو یمن صنعاء بھیج دیتا ہے۔ سلیمان بن داؤد تَفَقَّدُ کرتے ہیں ہدہ پرندہ کا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ فیصلہ کرتے ہیں بلیقیس کی ہدایت کا۔ سبحانہ! سبحانہ!! بندہ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک میرا مولیٰ نہ چاہے۔ پھر ایک ایسا عاجز و ناتواں اور بے بضاعت، جس کو نہ رنگ و ڈھنگ، نہ سلیقہ و طریقہ، نہ علم و حلم، نہ ذوق و شوق، نہ فہم و فراست، نہ زبان و قلم، نہ کبھی یہ ذہن میں خیال و تصور آیا نہ کبھی سوچ سکتا تھا کہ حق جل مجدہ کے کلامِ قدسیہ (جس کو محدثین کی اصطلاح میں حدیثِ قدسی سے تعبیر کیا جاتا ہے) کے ترجمہ کی ہمت ہو سکے گی۔ جس کی کچھ تفصیل حق جل مجدہ کی باتیں میں آگئی ہیں۔ جو فضلِ ذوالفضل العظیم سے چھپی اور پھر ایک ہزار کتاب بلا معاوضہ ہند و بیرون ہند علماء و فضلاء، مشائخ و مدارس میں تقسیم ہوئیں۔ بعض مساجد میں پوری کتاب کا علماء و اہلِ دروس نے درس دیا۔

فجزاءہم اللہ خیراً و الحمد للہ اولاً و آخراً۔

جب کتاب چھپ کر اس عاجز کو ملی تو سب سے پہلے حضرت مولانا شمس الہدیٰ خاندان آبروئے نقشبند کو گھر پر ہدیہ میں پیش کی۔ بات چل پڑی کہ حق تعالیٰ شرف و قبولیت

سے نوازے۔ حضرت دامت برکاتہم نے اخلاص کی نصیحت فرمائی اور تاکید کی کہ کام اخلاص سے ہو تو بارگاہِ بے نیاز میں شرفِ قبولیت کا مقام حاصل کرتا ہے۔ عاجز و آثم پر اس کا بہت ہی گہرا اثر ہوا، خوب استغفار اور برأتِ ریا و شرک کی ادعیہ ماثورہ کے ذریعہ حق جل مجدہ کے حضور میں التجاء و ابتهال کے ساتھ توبہ و استغفار کرنے لگا، کیونکہ آئندہ اسی کتاب کے ترجمہ کا داعیہ و ارادہ منجانب اللہ ہو چکا تھا۔ اسی شش و پنج میں تھا کہ اگر اخلاص نہ ہو تو وبالِ جان ہی بنے گا، تو پھر اس کام کو کروں یا نہ کروں۔ اسی غم میں تھا کہ ایک روز خواب میں فضل رحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ کو دیکھا جو کہ شاہ آفاق کے خلیفہ تھے۔ صبح کا وقت ہے، زمین پر ہریالی ہے اور غیر مرئی گھاس جو دنیا میں نہیں دیکھی اُگی ہوئی ہے، اور بارش نہیں بلکہ بارش نما پھوار ہے۔ درخت بہت ہی بلند و خوبصورت ہیں۔ رحمتوں نے پورے باغ کو سایہ کیا ہوا ہے۔ حضرت آگے آگے ہیں اور یہ عاجز و آثم حضرت کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ حضرت نے کچھ فرمایا جو یاد نہیں رہا۔ صبح جب بیدار ہوا تو ارادہ میں پُختگی تھی۔ دل میں ایک گونہ سکون تھا۔ رد و کد کی کیفیت ختم ہو چکی تھی اور تذبذب قرار و اطمینان میں بدل چکا تھا کہ اب ترجمہ کا کام شروع کر دینا چاہیے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے بھروسہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ کو کام شروع کر دیا۔ حق جل مجدہ نے خوب مدد کی۔ پہلی تو یہی کہ حضرت فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کو سنا ہے حدیثِ رسول ﷺ سے خوب شغف تھا اور قرآن تو ان کی جان تھا۔ خواب کی تعبیر عاجز و آثم نے یہ لی کہ اس خیال میں کہ اخلاص ہونہ ہو کام کو چھوڑ دینا شیطانی و سوسہ ہے۔ اوّل نیت درست کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے ہر لمحہ بہ لمحہ توفیق طلب کی جائے اور جو کام ہو جائے اس کے فضل پر منسوب کیا جائے۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ

جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے رب العزت کی تحمید و تقدیس کا صمیم قلب سے حضورِ حق میں تحفہ پیش کرتا جائے۔ ہر قدم پر ڈرتا جائے اور آگے کی طرف چلتا جائے۔ اس

طرح منزل کی طرف بڑھتا جائے۔ اسی درمیان حضرت تھانویؒ کی تحریر نظر سے گزری ریاء کے خوف سے کام و عمل کو نہ چھوڑنا چاہیے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر عمل شروع کر دینا چاہیے۔ اس طرح کام شروع کر دیا جبکہ درمیان میں بڑی سخت آزمائش کی گھڑی آئی اور ذہنی طور پر مفلوج ہو گیا۔ از حد انتشار کا حملہ ہوا۔ زندگی بجھ سی گئی۔ تصور و خیال میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس طرح کے غم و پریشانی میں بھی کبھی آسکتا ہوں۔ احباب سوء تدبیر کو تقدیر کا نام دے کر اس عاجز و آثم کو آگ کی بھٹی میں جھونک سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی اور اس حادثہ فاجعہ کو بھی ہلکا کرنے کا ذریعہ اسی کتاب کے ترجمہ کو بنایا۔ وقتی طور پر چونکہ میں بہت چھوٹے دل کا انسان ہوں گھبرا سا گیا۔ مگر تقدیر کو تو نہیں ٹال سکتا تو کیوں نہ راضی برضاء رب رہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر و حمد کرتا رہوں کہ اس نے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ مکمل کر کے مداوا کر دیا اور علاج غم ہو گیا۔ دو گنا نہ ادا کیا اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: ربّا! موت سے قبل رزائل و خباثت سے دیدہ باطن کو پاک و صاف کر کے نور و رشد و ہدایت سے نواز کر رضاء کا مقام عطا فرما دے، آمین۔ خاتم المرسلین ﷺ نے دعا فرمائی ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ خَلِیْلِ مَا کَرِهَ عَيْنَاهُ یَرُّعَانِیْ اِنْ رَاَیْ حَسَنَةً دَفَنَهَا وَاِنْ رَاَیْ سَیِّئَةً اَذَاعَهَا۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جس میں خوبیاں ہوں۔ عاجز تو علی الاعلان خامیوں کا مجموعہ ہے۔ بس حق جل مجدہ ستاری و غفاری کا معاملہ فرمائے، آمین۔ یہ کہاں سے درمیان میں بات آگئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک موقع پر فرمایا تھا مسلمانوں کا یہ شعار ہو گیا ہے کہ برائیاں عقاب کی آنکھ سے چھتا اور صبا کی رفتار سے پکڑتا ہے۔ کبھی کبھی نیکیوں پر بھی نگاہ کر لیا کرو۔ تمہاری فطرتیں اس سے خوبصورت ہوتی چلی جائیں گی۔ ابو الکلام آزاد نے فرمایا وہ الفاظ جن پر کھر دراپن ہو، اور مقصود کسی کی اہانت یا تضحیک ہو ان سے طبیعت کی نفاست مجروح ہوتی ہے اور سماعت کا حسن مغموم ہوتا ہے۔ حق جل مجدہ موت سے قبل عیوب و نقائص کو محاسن سے اور ذنوب و سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائے، آمین۔ الغرض حق جل مجدہ نے محض اپنے فضل سے

تین جلدوں کا ترجمہ مکمل کرادیا۔ ذی علم علماء وراستخین عرفاء شیخ طریقت مرشدی حضرت مولانا قمر الزماں دامت برکاتہم اور محبوب العلماء والصالحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَ هُمَا کو دکھلایا۔ دونوں حضرات نے ترجمہ کو پسند فرمایا۔ ان حضرات نے ہمت دلائی اور پسند فرمایا تو مزید حوصلہ ہوا کہ کتابت و طباعت کا کام شروع کیا جائے۔

مخلص کرم فرما مولانا ثناء الہدیٰ، نائب ناظم امارت شرعیہ کو کتاب سپرد کیا کہ وہ پوری کتاب پر اگر نظر ثانی فرمادیں تو ترجمہ کی صحت کا ایک گونہ بھروسہ ہو جائے گا۔ مولانا نے کتنا دیکھا یہ تو ان کی تحریر میں آپ پڑھیں گے تاہم انھوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی کا کام مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری، مدرس دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد کو سپرد کر دیا۔ موصوف نے نظر ثانی ہی نہیں بلکہ تصحیح و ترتیب پر کام کیا ہے اور عربی اعراب و پروف کا بہ نظر غائر کام کیا۔ کتابت کی ذمہ داری بھی نائب ناظم کے توسط سے طے ہوئی۔

### اعترافِ تقصیر اور کچھ کتاب کے سلسلہ میں

اس سے قبل 'حق جل مجدہ کی باتیں' کتاب الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے اللہ تعالیٰ نے طبع کرائی اور اب اس وقت جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ شروع میں صرف ترجمہ کا ہی قصد و ارادہ تھا، پھر اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے توفیق بخشی تو بعض احادیث کے فائدہ کی سعادت میسر ہوئی۔ اس راہ میں اس بے بضاعت کی حق تعالیٰ نے غیر معمولی مدد فرمائی۔ جن کتابوں کی احادیث ہیں ان کی شرح کہیں نہیں ملتی بلکہ اصل کتاب بھی حقیر کو دستیاب نہ ہو سکی۔ کبھی کبھی بہت مشکلات کا سامنا ہوا۔ جن لوگوں کی طرف رجوع کیا وہاں بھی عدیم الفرستی کا عذر یا اعراض کے سوا کچھ طمانیت کا سامان نہ ملا۔ احادیث کے فوائد جو آپ کے سامنے موجود ہیں وہ عوامی و عمومی فائدہ کی غرض سے لکھے گئے ہیں اور محض فضلِ الہی ہے۔ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ کے قبیل سے ہے

اور جہاں کہیں خامیاں و نقص نظر آئے وہ اس آثم کے عیوب و ذنوب کا عکس و نقص ہے۔  
 اس وقت جو تحریر آپ کے سامنے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کی شکل میں موجود ہے، وہ تمام کی تمام کلامِ قدسی، یعنی حق سبحانہ و قدوس کے کلام کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے مؤلف جناب عصام الدین الصبا بطی مصری ہیں (اللہ تعالیٰ مؤلف اور مترجم دونوں کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے، آمین) کتاب تین جلدوں میں دارالحدیث قاہرہ سے طبع ہوئی ہے۔ تین جلدوں میں کل احادیث کی تعداد ۱۱۵۰ ہے۔

جلد اول میں تین سو سینتالیس (۳۲۷) احادیثِ قدسیہ ہیں۔

جلد ثانی میں ۳۲۸ سے ۷۸۵ تک

جلد ثالث میں ۷۸۶ سے ۱۱۵۰ تک

اس وقت آپ کے سامنے ۲۳۱ احادیثِ قدسیہ کا ترجمہ اور بہت ہی ضروری حاشیہ و فائدہ، 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے موجود ہے۔ ترجمہ میں آسان و سہل زبان استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم یہ دعویٰ تو بالکل ہی غلط اور چھوٹی منہ بڑی بات کے مترادف ہوگا کہ بہت ہی اچھا ترجمہ و تشریح ہے۔ ایک ناتواں و بے بضاعت بندہ جو پیش کر سکتا تھا، وہ آپ کے سامنے ہے۔ محض اس ارادے سے کہ خیر کا جو بھی قطرہ و بوند دامن میں سمیٹا جاسکتا تھا سمیٹ لیا جائے۔ شاید یہی نجات و مغفرت کا وسیلہ و ذریعہ بن جائے۔ اور انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام شمار ہو جائے۔ یا خریدارِ انِ یوسفؑ میں نام آجائے۔ قبول کرنے والا، اپنے ایک عاجز و ناتواں، بے مایہ و بے بضاعت بندہ کو توفیق دے کر بابِ رحمت پر لایا ہے، وہ خوب ہی ضامّر و سرائر کا واقف و باخبر ہے۔ انہی کی توفیق اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئی اور سعادت کا سایہ فگن ہوا تو سبوح و قدوس کے کلامِ قدسیہ کی خدمت کا شرف نصیب میں آیا۔ اخوانِ یوسفؑ نے عرض کیا تھا عزیز مصر (یوسف علیہ السلام) سے:

جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفٍ لَّنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا..... الخ

یہ حقیر ربِّ العلمین سے عرض کرتا ہے جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفٍ لَّنَا الْكَيْلَ وَ



تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.

تاہم یہ کام اگر کسی اہل علم کے قلم سے ہوتا تو زیادہ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا۔ کتاب میں ہر طرح کی احادیث صحیح و ضعیف بھی ہیں، جو عربی متن کے بعد نقل بھی کر دی گئی ہیں۔ ہر حدیث کی تخریج بھی اصل کتاب میں کی گئی ہے۔ اُردو میں اس کو نقل کرنے کا التزام نہیں کیا گیا کہ عوام کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اہل علم اصل کتاب کی طرف رجوع کر لیں۔ اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ بعض روایات ضعیف ہیں مگر عوامی فائدہ کے تحت کچھ لکھا گیا ہے۔ فضائل کے باب میں تمام محدثین نے ضعیف روایتوں کو ذکر کیا ہے۔ اگر اعمال کا داعیہ و رسوخ اور استقامت علی الطاعات کسی کی نصیحت و ترغیب سے پیدا ہو جائے تو یہ کوئی معیوب و قبیح نہیں، چہ جائیکہ ضعیف حدیث تو ہر حال میں عامۃ الناس کے اقوال و نصائح کے مقابلہ میں درجہ و رتبہ کے اعتبار سے ہزار درجہ فوقیت رکھتی ہیں۔ ہاں احکام و عقائد کے باب میں خوب ناپ تول کر روایتوں کا علماء راہنہ نے التزام کیا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر تمام محدثین نے ضعیف سے ضعیف تر روایت کو بھی نہیں چھوڑا اور علم روایت و درایت کے رسوخ کے باوجود اپنی اپنی کتابوں میں ضعیف روایت نقل کی ہے، اور اس سے امت میں کوئی بدعتیگی یا برائی و خرابی کو پیدا نہیں کیا گیا بلکہ رجوع الی اللہ اور انابت و اطاعت کا جذبہ و شوق جو امت میں تھا اس کو اور تیز سے تیز تر کیا گیا۔ عملی قوت کو ابھارا گیا، قدم کو جمایا گیا۔ عجیب بات ہے کہ ایک گروہ و جماعت ان روایات پر اپنے صبح و شام، رات و دن کو لایعنی حرکتوں سے بچا کر فضائل کی احادیث کو سامنے رکھ کر، ولایت و صدیقت کے مقام پر پہنچ گئی اور دوسرے بحث و تکرار اور فضول و لایعنی حرکتوں میں مشغول ہو کر کمال ایمان کو کھو چکی۔ حقیر کہا کرتا ہے ضعیف حدیث پر عمل کرنے والے مضبوط و قوی ایمان والے بن گئے۔ اور صحیح و قوی روایت ڈھونڈنے اور جستجو میں رہنے والے ضعیف ایمان والے بن گئے۔

امام بخاریؒ کے متعلق بہت ہی مشہور ہے کہ اپنی جامع صحیح میں روایت درج کرنے کے لیے غسل اور دو رکعت نفل کا اہتمام فرماتے تھے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی جامع میں



جب بھی کوئی روایت درج کرتے تو طہارت جسمانی اور طہارت روحانی دونوں کا التزام فرماتے۔ غسل سے طہارت جسمانی اور نماز نفل سے طہارت روحانی حاصل کر کے پھر بخاری میں روایت درج کرتے تھے، آج کچھ لوگوں کو زبان زد ہے کہ یہ روایت بخاری میں ہے؟ میں انہی سے پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کہ ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے غسل و دو رکعت کا التزام، یہ ان کا التزام کس حکم میں ہے۔ کیا یہ التزام مالا یلزم نہیں؟ یا اس التزام کی کون سی حدیث انھوں نے بخاری میں نقل کی ہے۔ ہمارے نزدیک تو بہت ہی آسان جواب ہے کہ تقرب و تعبد بندہ جس قدر اختیار کرے کم ہے مگر جن کو ہر بات پر بخاری کی حدیث درکار ہے میں ان سے بہت ہی ادب و احترام کے ساتھ پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کس حدیث صحیح کی بنیاد پر التزام مالا یلزم تھا؟ کیا ہمارے ان بھائیوں کے نزدیک امام بخاریؒ نے بدعت کیا یا کیا وہ بدعتی تھے؟ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ شیطان گمراہی کا راستہ بہت ہی خوبصورت بنا رہا ہے۔

### میرا ذاتی مشاہدہ و تجربہ

ہمارے دعوت کے ساتھیوں نے میخانہ و جام و مینا سے، بازاری و اوباش لوگوں پر قبر و حشر، موت و فکرِ آخرت کے احوال سنا کر مسجدوں کو آباد کیا۔ شرابی نے شراب سے توبہ کی، زانی نے بدکاری سے، جوا و قمار کے ریلے مسجد میں صوم و صلوٰۃ کے پابند ہو گئے۔ داڑھی سنت کے مطابق نورانی شکل و صورت، اشراق و اوابین، چاشت و تہجد کا پابند بنایا۔ اب دوسروں کو کھجلی ہوئی خارش ہوئی ان ساتھیوں کو کہا پتہ ہے کہ یہ سب روایت ضعیف ہے اور تم لوگ کس ضعیف روایت کے چکر میں پھنس گئے۔ ابلیس لعین کو موقع ملا۔ اب اعمال میں خلل آیا، داڑھی کٹی، نہ چاشت نہ اوابین نہ تہجد، پھر سنن مؤکدہ چھوٹی کہ بھائی فرض ہی پوری ہو جائے تو غنیمت۔ پھر نماز فرض چھوٹنے لگی اور پھر اب وہی جام و مینا۔ میں ذاتی طور پر ایسے لوگوں کو جانتا ہوں۔ گویا کہ دعوت کے ہمارے ساتھی باہر سے مسجد میں لاتے ہیں

اور یہ لوگ مسجد سے میخانہ لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا محافظ ہے۔ یہ ساری بددینی حدیث کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کر کے ہو رہی ہے۔ شیطان بہت ہی عیار و مکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

اس کا یہ مطلب بالکل ہی نہیں کہ ضعیف ہی روایت کو عمل کا مدار بنایا جائے یا دار و مدار ہمارا صرف ضعیف روایتوں پر ہی ہو، مقصد صرف یہ ہے کہ شدت و نفرت کو ختم کر کے محدثین کے اصول کو قبول کیا جائے کہ فضائل کے باب میں کسی ضعیف حدیث کی روشنی میں اگر کوئی عملی قدم اٹھا رہا ہو تو اس کو روکا نہ جائے، اور بس۔ ہاں آپ اگر عمل نہ کرنا چاہیں نہ کریں مگر دوسروں کے حق میں مناع للخیر نہ بنیں۔ راہ اعتدال پر رہیں اور شدت و نفرت سے دور رہیں۔ الغرض اس طرح حق جل مجدہ کے فضل و کرم سے جو ہوا وہ ہوا۔ عین ممکن ہے کہ اسلوب و تعبیرات، ترجمہ و ترجمانی، حسن و خوبی، کمال و جمال، تفہیم و تسہیل میں وہ بات پیدا نہ ہو جو ہونی چاہیے۔ اس کو اس حقیر کا نقص سمجھا جائے اور اگر کہیں ترجمہ میں غلطی نظر آئے تو خلوص و للہیت کے جذبہ کے تحت مطلع کیا جائے۔

میں ان تمام احباب کا ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اس کارِ خیر میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا۔ اور خاص کر مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری کا جنہوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی اور تصحیح میں حقیر کا تعاون کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولیٰ اس کتاب کی برکت سے سبھی لوگوں کی زندگیوں میں برکت ڈال دے اور کلام قدسی کے تقدس و طہارت سے دیدہ باطن کو تزکیہ اور طہارت قلب نصیب فرمائے اور ہم کو دنیوی و اخروی تمام راحت و عافیت عطا فرمائے اور سبوح و قدوس اپنی جناب میں اس کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے خلاق کے لیے نفع عام و تمام بنائے اور اس حقیر کے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

## احادیثِ قدسیہ سے حقیر کی مناسبت کا سبب

آج سے تقریباً ۲۸ سال قبل کی بات ہے جبکہ عاجز و آثم عمان میں بغرض ملازمت مقیم تھا، ملا علی قاری کی ایک کتاب اربعین احادیثِ قدسیہ ایک مکتبہ میں ملی۔ کتاب پڑھی، احادیث کا مطالعہ کیا، تو ایسا محسوس ہوا کہ آج پہلی بار ہم نے اپنے رب کو شعوری طور پر پایا ہے اور وجدان میں حق جل مجدہ کی محبت کی کشش جاگ اٹھی ہے۔ پھر حق تعالیٰ کی بندوں سے محبت اور بندوں کا حق تعالیٰ سے ربط و تعلق اور محبتِ خالق کا عظیم سرمایہ جس سے بندگی کا لطف و سرور آتا ہے اور بندہ اپنے معبود حقیقی و مسجود حقیقی، مقصود حقیقی، مطلوب حقیقی سے محبت کر کے حقیقت ایمان و ایقان کی شعوری و وجدانی کیفیت کو عبادات و طاعات میں حلاوت و شرح صدر کی کیفیات کے ساتھ ذوقی طور پر محسوس کرتا ہے یہ وہ مایہ و عطاء ربانی ہے جس کو الفاظ میں پرویا نہیں جاسکتا، ہاں ذوقی طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خالق کی عبادت محبت کے ساتھ کرنے کا مزہ و لطف ہی اور ہے۔ حق جل مجدہ کے کلام قدسی کی حلاوت و طراوت، ذوق و مٹھاس ہمارے وہم و گمان سے بہت ہی وراثم و راء الوراء ہے۔ تاہم جب میرے جیسا سیہ کا رو خطا کار پڑھتا ہے **يَا عِبَادِي اِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُ . يَاعْبِدِيْ اَدْخُلْ عَلٰى يَمِيْنِكَ الْجَنَّةَ وَ غَيْرَ ذَلِكَ**۔ تو ایسا محسوس ہوتا ہے آج تک بحر ظلمات میں تھا، اب کوئی میرا رب ہے جو شعور و وجدان اور دیدہ باطن میں نور عرفان کی شمع روشن کر رہا ہے۔ اور اپنی ذات رحیم و کریم سے قریب سے اقرب ترین کر رہا ہے، اس سے پہلے الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ حق جل مجدہ کی باتیں کے نام سے طبع ہوئی، الحمد للہ علی ہذا۔ پھر الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ و شرح 'نہجۃ قدسیہ' کے نام سے زیر طبع ہے۔ الحمد للہ۔ اب اس وقت 'تجلیاتِ قدسیہ' ترجمہ و شرح عوامی آپ کے سامنے ہے۔ احادیثِ قدسیہ کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گم شدہ نورِ ہدایت، نورِ عرفان، نورِ حق کا خزانہ مل گیا۔ احادیثِ قدسیہ پڑھتے ہی حق جل مجدہ سے باتیں ہونے لگتی ہیں۔ ہر کلام قدسی سے حضورِ حق کی

حضورِ حق آگاہی کا لطف و سرور، عبد و معبود اور رب و دود و شکور، عفو و غفور کی رحمتِ عام و تام کا سایہ محسوس ہونے لگا تو الجامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے شروع کیا۔ اُردو داں عوام تک حق تعالیٰ کے پیغام کو عام کرنے کی ضرورت تھی، تاکہ حق جل مجدہ کے کلام قدسی سے ہر شخص اپنے باطن کو منور کر لے اور اس طرح حق تعالیٰ کا پیغام عرفان عام ہو جائے۔ یہی سبب بنا اس فضلِ حق کے ظہور کا۔ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ۔

حدیثِ قدسی محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ قدوس کے معنی پاکیزہ اور طاہر کے ہیں۔ اسی معنی میں ارضِ مقدسہ اور بیت المقدس بھی بولا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ۔ حق جل مجدہ کی ذات تمام عیوب سے پاک اور تمام نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ اس لیے اس کے ناموں میں سے ایک نام قدوس بھی ہے اور احادیث کو قدس کی طرف منسوب کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اسی لیے احادیثِ قدسی کو احادیثِ الہی اور آثارِ الہی بھی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ حدیثِ قدسی کو جب بیان فرماتے تھے تو کبھی بواسطہ جبریلؑ بیان فرماتے تھے، اور کبھی براہِ راست حق جل مجدہ سے روایت کرتے تھے، یعنی کبھی یوں فرماتے تھے کہ جبریلؑ نے مجھ سے کہا، اور جبریلؑ سے حق جل مجدہ نے فرمایا اور کبھی یوں ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

### حدیثِ قدسی کی تعریف

اس لیے حدیثِ قدسی کی تعریف یہ ہے کہ حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو الہام یا خواب کے ذریعہ اطلاع دی ہو یا جبریلؑ علیہ السلام کے واسطے سے اطلاع دی ہو اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی عبارت اور اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو۔

## حدیثِ قدسی محدثِ اعظم ملا علی قاریؒ کے نزدیک

حدیثِ قدسی وہ ہے جس کو راویوں کے سردار اور ثقہ لوگوں کے چراغِ نبی کریم ﷺ حق تعالیٰ سے روایت کریں، کبھی بواسطہ جبریل اور کبھی بطریق الہام و وحی اور کبھی بذریعہ خواب۔ اور اس کے بیان کرنے میں آپ ﷺ مختار ہوں کہ جن الفاظ اور عبارت کے ساتھ چاہیں بیان کریں۔

## حدیثِ قدسی اور قرآن مجید میں فرق

قرآن مجید اور حدیثِ قدسی میں بڑا فرق ہے۔

(۱) قرآن مجید و فرقانِ حمید کا نزول صرف جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا معاملہ ایسا نہیں۔

(۲) قرآن مجید لوحِ محفوظ کے الفاظ کے ساتھ مقید و متعین ہے جبکہ حدیثِ قدسی میں ایسا نہیں ہے۔

(۳) قرآن مجید ہر وقت ہر زمانے میں ہر طبقہ میں 'تواترِ طبقات' کے ساتھ منقول ہوتا رہا ہے جبکہ حدیثِ قدسی خبرِ آحاد ہے۔

(۵) قرآن مجید کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا درست نہیں جبکہ حدیثِ قدسی کا یہ حکم نہیں ہے۔ حدیثِ قدسی کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز ہے۔

(۶) قرآن مجید کی ایک آیت کا انکار کفر کو لازم کر دیتا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

(۷) قرآن حکیم سورتوں اور آیتوں میں تقسیم ہے اور اس کے پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے حق جل مجدہ نے حفاظت کا اعلان کیا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کے لیے ایسا کوئی حکم ثابت نہیں ہے۔

## حدیثِ قدسی اور حدیث میں فرق

حدیثِ قدسی اور حدیثِ نبوی میں ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ حدیثِ قدسی کی نسبت حق جل مجدہ کی جانب ہوتی ہے یعنی جس حدیث کی سند اللہ جل مجدہ پر ختم ہو وہ حدیثِ قدسی ہے۔

اور حدیثِ نبوی ﷺ وہ ہے جس کی سند جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو۔ حدیثِ قدسی کے شروع میں یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضور ﷺ حق جل مجدہ سے روایت کرتے ہیں۔ یا پھر براہِ راست کہا جاتا ہے کہ حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے روایت کیا ہے۔

## احادیثِ قدسیہ کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا فرق

احادیثِ قدسیہ ان احادیث کو کہا جاتا ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا اور حق تعالیٰ سے روایت کیا ہو اس لیے متقدمین کے نزدیک احادیثِ قدسیہ کی تعداد کم ہیں جبکہ متاخرین نے اس میں وسعت سے کام لیا اور توسیع کی ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حق تعالیٰ کا قول مذکور و منقول ہو اس کو بھی حدیثِ قدسی کہیں گے۔

## قارئین سے التجا و دعا

ہمارے قارئین علماء، ادباء، خطباء، محققین، مفسرین و محدثین سبھی ہوں گے۔ اس عاجز و تہی دامن کو اعترافِ تقصیر ہے کہ حق تعالیٰ کے کلام کی ترجمانی کا حق ادا نہ ہوا۔ خوبصورت تعبیرات، حسین اسلوب، ترجمہ میں روانی و رعنائی پیدا نہ کر سکا۔ تاہم حسن نیت اور نفع عام کے سبب کوشش کی گئی ہے کہ آسان اور عام فہم زبان استعمال کی جائے تاکہ ہر شخص حق تعالیٰ کی بات کو آسانی سے سمجھ لے، دعویٰ علم تو مجھ جیسے کم مایہ کے لیے جہل ہی ہے۔ اپنے قارئین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں ترجمہ و ترجمانی میں فاش غلطی ہوگئی ہو یا سہو و نسیان سے تقدیم و تاخیر ہوگئی ہو تو خلوص نیت کے ساتھ مطلع کر دیں۔ انشاء اللہ اس کی

تصحیح ہو جائے گی اور آئندہ اس کی تلافی بھی کر دے جائے گی۔

آخر میں ربِّ سبوح و قدوس سے استغفار و ندامت کے ساتھ قبولیت کی درخواست ہے۔ میرا رب جس نے عاجز و آثم کو توفیق بخشی اپنی جناب میں اپنے کلام قدسی کو قبول کر کے اس بندہ عاجز و آثم کو مرحوم و مغفور بنا کر رحمتِ واسعہ کے سایہ میں لے لے۔ وَ هُوَ عَلَى مَا يَشَاءُ قَدِيرٌ وَ إِنَّهُ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ . سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ، وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ . سُبْحَانَ اللَّهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ ، سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ، وَ تُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ . اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْ صَلَاتِكَ شَيْءٌ . اللَّهُمَّ سَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْ سَلَامِكَ شَيْءٌ ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْ بَرَكَاتِكَ شَيْءٌ .

خاکپائے اولیاء نقشبند

العبد محمد ثمین اشرف ابن الحاج محمد ابراہیم نقشبندی

كان الله لهما و غفر و الدیہ

متوطن مادھو پور، سلطان پور

ضلع سیتا مڑھی، بہار

حال مقیم دہلی

المرقوم: یوم الاحد،

قبل صلاة الظهر

فی مصلی الحبثور، دہلی

ھ ۱۴۳۲/۸/۹

۲۰۱۱/۸/۸ء

# کتاب الفضائل

## فی فضل النبی ﷺ

باب : حدیث فی التبشیر بالنبی ا فی التوراة

باب : فضائل وخصائل اور تورات کی بشارت خاتم النبی ﷺ

(۹۴۱) عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما أن هذه الآية التي

فی القرآن:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ (الأحزاب / ۴۵)

قال فی التوراة:

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِلْأُمِّيِّينَ ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي ، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ ، لَيْسَ بِفِظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَابٍ بِالْأَسْوَاقِ ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ ، وَلَكِنْ يَغْفُو وَيَصْفَحُ ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعُوجَاءَ ، بَأَنْ يَقُولُوا 'لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ' ، فَيَفْتَحَ بِهَا أَعْيُنًا عُمِيًّا ، وَآذَانًا صُمًّا ، وَقُلُوبًا غُلْفًا.“

[صحيح] (أخرجه البخارى فى صحيحه ج ۶ ص ۱۶۹)

## رسول اللہ ﷺ کی شان امتیازی

(۹۴۱) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ یہ آیت جو قرآن مجید میں ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ (الأحزاب: ۴۵)

اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر

بھیجا ہے۔



تورات میں اس طرح ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو (قیامت میں) گواہی دینے والا اور (جنت کی) بشارت دینے والا اور (نارِ جہنم سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور ہم نے آپ کو حُرِّزاً للامیین یعنی حصناً للامیین اُمیوں اور اُن پڑھوں کے لیے باعثِ تحفظ اور جائے پناہ اور مانندِ قلع کے بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے ہیں اور میرے رسول، یعنی خالق کا پیغام مخلوق تک پہنچانے والے ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے اور وہ آنے والا نبی نہ بدخلق و بدخو ہوگا، نہ ہی قاسی القلب اور سخت مزاج ہوگا، نہ وہ بازاروں میں شور و غل کرنے والا ہوگا، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والا ہوگا، بلکہ اس نبی کریم کی شان امتیازی ہوگی، برائی کا بدلہ خُلقِ کریم کی وجہ سے حسنِ خوبی سے دے گا، بلکہ عفو و درگزر سے کام لے گا کہ وہ رؤف الرحیم کا مظہرِ اتم ہوگا۔

اور حق تعالیٰ اس کریم نبی کو اس وقت تک اس دارِ فانی سے نہیں اُٹھائے گا جب تک کہ (جملہ ادیانِ باطلہ کفر و شرک اور عقائدِ فاسدہ سے) ملتِ اسلام کو (دلائل و آیاتِ بینات اور معجزات سے) قائم و رائج نہ کر دے گا اور اس کی واضح دلیل ہوگی کہ تمام عالم میں لوگ لا الہ الا اللہ کی صدائیں بلند کرنے لگیں گے کیونکہ ایک اللہ عز و جل کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور اللہ اس نبی کی آمدِ مسعود کی برکت سے حق سے اندھی آنکھوں کو روشنی بخشے گا اور حق بات کے سننے سے بہرے کانوں کو حق کی ابدی سرمدی سماعت عطا کرے گا اور ظلمت و معصیت کے غلاف میں ڈھکے دلوں کو نور حق کی روشنی سے منور کرے گا۔

صداقت کا مینار خاتم النبیین ﷺ کی آمد سے مکمل ہو گیا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی بَدْرِ التَّمَامِ وَ صَلِّ عَلٰی نُورِ الظَّلَامِ وَ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ وَ صَلِّ عَلٰی الشَّفِيعِ فِيْ جَمِيعِ الْاَنَامِ

سچ میں صداقت کا مینار خاتم المرسلین و النبیین ﷺ کی آمد سے مکمل ہو گیا۔ لا الہ الا اللہ کی چابی نے صراطِ مستقیم کی راہ پر لا کھڑا کر دیا۔ باطل کے آستانوں سے اٹھا کر ربِّ

ذوالجلال کی بارگاہ کا قرآن و مناجات کے ذریعے ہم کلام کر دیا۔ وحی الہی کے تحفہ ایمان باللہ کی نعمت کے ذریعہ نابینا آنکھوں کو رؤیت باری کی لذت دید نصیب ہوئی، اذان کی صدا کے نعموں سے، حق تعالیٰ کی کبریائی، توحید و رسالت اور صلاۃ و فلاح کی تکبیر مسلسل سے باطل کا تارِ عنکبوت مٹ گیا۔ رسول اکرم ﷺ کی آمد بابرکت اور شریعت کے ہر حکم سے دل کا بند تالا کھل گیا۔ دل کا کھلنا حق کی آواز کا داخل ہو جانا۔ جس دل میں حق داخل ہو گیا وہ دل پھر دل کہلانے کا مستحق ہوگا۔ بقیہ سب کباڑ خانہ ہے۔

## اُمت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی گواہی و شہادت

ابن المبارک نے سعید بن مسیب کا قول بیان کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ صبح و شام رسول اللہ ﷺ کی امت کو آپ کے سامنے نہ لایا جاتا ہو، آپ اپنی امت کو ان کے چہروں سے (یا خصوصی علامات سے) پہچانتے ہیں اسی لیے آپ ان پر شہادت دیں گے (یعنی گواہی دیں گے کہ یہ میری امت ہے) یا شاہد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب امت محمدیہ شہادت دے گی کہ تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی تصدیق کریں گے۔

## انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے شہادت و گواہی

بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن نوحؑ کو بلوا کر پوچھا جائے گا کیا آپ نے ہمارا پیغام پہنچا دیا تھا، نوح عرض کریں گے کہ جی ہاں، پھر ان کی امت کو طلب فرما کر دریافت کیا جائے گا، کیا تم کو میرا پیغام نوح نے پہنچا دیا تھا، وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا۔ (ہمارے پاس کوئی نہیں آیا) اس پر نوحؑ سے کہا جائے گا تمہارا شاہد کون ہے؟ کون تمہاری گواہی دے سکتا ہے، حضرت نوحؑ عرض کریں گے محمد ﷺ اور ان کی اُمت گواہ ہے، بعض روایات میں ہے کہ وہ گواہی میں امت محمدیہ ﷺ کو پیش کریں گے۔

یہ امت ان کے حق میں گواہی دے گی، تو امت نوح علیہ السلام ان پر جرح کرے گی کہ یہ ہمارے معاملے میں کیسے گواہی دے سکتے ہیں، یہ تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، ہمارے زمانے سے بہت طویل زمانے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ اس جرح کا جواب امت محمدیہ ﷺ سے پوچھا جائے گا وہ یہ جواب دے گی کہ بیشک ہم اس وقت موجود نہیں تھے، مگر ہم نے اس کی خبر اپنے رسول ﷺ سے سنی تھی۔ جن پر ہمارا ایمان و اعتقاد ہے اس وقت رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کی امت کے اس قول کی تصدیق کے لیے شہادت لی جائے گی۔ لہذا رسول اللہ ﷺ اپنی شہادت کے ذریعہ اپنی امت کی تصدیق و توثیق فرمائیں گے کہ بیشک میں نے ان کو یہ اطلاع دی تھی۔ شاہد کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے۔

امت کے اعمال رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہر صبح و شام پیش ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برے اعمال کی شہادت دیں گے اور یہ شہادت اس بناء پر ہوگی کہ امت کے اعمال رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہر روز صبح و شام اور بعض روایات میں ہفتہ میں ایک روز پیش ہوتے ہیں، اور آپ ﷺ امت کے ایک ایک فرد کو اس کے اعمال کے ذریعہ پہچانتے ہیں اس لیے قیامت کے روز آپ ﷺ امت کے شاہد بنائے جائیں گے۔ (معارف القرآن)

## رسول اللہ ﷺ کی خاص صفات

قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی پانچ صفات کمال اور مناقب کا ذکر فرمایا ہے۔ شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج منیر۔ ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا وَ دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ

بِأَذْنِهِ وَ سِرَاجًا مُنِيرًا﴾ (احزاب: ۴۵)

شاہد کی تفصیل آپ نے پڑھ لی۔ مبشر کے معنی بشارت دینے والا، یعنی آپ اپنی امت کے نیک باشرع لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنانے والے ہیں۔ نذیر کے معنی ڈرانے

والا مراد یہ ہے کہ آپ امت کے لوگوں کو خلاف ورزی اور نافرمانی کے عذاب سے ڈرانے والے بھی ہیں۔ داعی الی اللہ سے مراد یہ ہے کہ آپ امت کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید اور اطاعت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

## داعی اور قوم کی مثال

حضرت ربیعہ جرشی کا بیان ہے کہ (خواب میں) کوئی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا تمہاری آنکھیں سوئیں (مگر) کان سنیں اور دل سمجھ۔ حضور ﷺ نے فرمایا چنانچہ میری آنکھ سو رہی تھی۔ دونوں کان سن رہے تھے اور دل سمجھ رہا تھا کہ کسی نے کہا ایک سردار نے ایک مکان بنوایا، اس میں دسترخوان لگوایا اور (دعوت عام دینے کے لیے) ایک بلانے والے کو بھیجا۔ پکارنے والے کی آواز پر جو آگیا اس نے مکان کے اندر داخل ہو کر دسترخوان پر (کھانا) کھالیا اور گھر والا سردار بھی اس سے خوش ہو گیا اور جس نے داعی کی دعوت قبول نہیں کی وہ نہ گھر میں آیا نہ دسترخوان سے کچھ کھاسکا اور سردار اس سے ناراض ہو گیا (اس کی تعبیر یہ ہے کہ) سردار اللہ ہے گھر (جو سردار نے بنایا ہے) اسلام ہے محمد ﷺ داعی ہیں اور دسترخوان جنت ہے۔ (رواہ الدارمی، گلدستہ ج ۵/۵۲۸)

لہذا جس نے داعی محمد ﷺ کی مان لی اسلام قبول کر لیا جنت میں جائے گا اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہیں اور جس نے داعی محمد ﷺ کی نہیں سنی اسلام قبول نہیں کیا وہ اپنے انجام بد کی طرف رواں دواں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَشْرَحْ صَدْرِيْ لِاِسْلَام۔

## خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ خاتم الامم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم

ابن ابی حاتم میں ہے، حضرت وہب ابن منبہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیا علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ، میں تمہاری زبان سے اپنی باتیں کہلو اوں گا۔

میں امیوں میں سے ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں نہ بدخلق ہے، نہ بدگو، نہ

بازاروں میں شور و غل کرنے والا، اس قدر سکیونہ والا ہے کہ اگر چراغ کے پاس سے گزر جائے تو وہ نہ بجھے اور اگر بانسوں پر بھی چلے تو پیر کی آہٹ و چاپ نہ معلوم ہو۔ میں اسے خوش خبریاں سنانے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا، اور بہرے کانوں کو شنوا کر دوں گا، اور زنگ آلود دلوں کو صاف کر دوں گا، ہر بھلائی کی طرف اس کی رہبری کروں گا، ہر نیک خصلت اس میں موجود رکھوں گا، دل جمعی اس کا لباس ہوگی، نیکی اس کا وطیرہ ہوگا، تقویٰ اس کی خمیر ہوگی، حکمت اس کی گویائی ہوگی، صدق و وفا اس کی عادت ہوگی، عفو و درگزر اس کا خلق ہوگا۔ حق اس کی شریعت ہوگی، عدل اس کی سیرت ہوگی، ہدایت اس کی امام ہوگی، اسلام اس کا دین ہوگا، احمد ﷺ اس کا نام ہوگا، گمراہوں کو میں اس کی وجہ سے ہدایت دوں گا، جاہلوں کو اس کی بدولت علماء بنادوں گا، تنزل والوں کو ترقی پر پہنچا دوں گا، انجانوں کو مشہور و معروف کر دوں گا، قلت کو اس کی وجہ سے کثرت سے، فقری کو امیری سے، فرقت کو الفت سے اختلاف کو اتفاق سے بدل دوں گا، مختلف اور متضاد دلوں کو متفق اور متحد کر دوں گا، جداگانہ خواہشوں کو یکسو کر دوں گا، دنیا کو اس کی وجہ سے ہلاکت سے بچا لوں گا، تمام امتوں سے اس کی امت کو اعلیٰ و افضل بنادوں گا۔ وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے دنیا میں پیدا کئے جائیں گے۔ ہر ایک کو نیکی کا حکم دیں گے، اور برائی سے روکیں گے، وہ موحد ہوں گے، مومن ہوں گے، اخلاص والے ہوں گے، رسولوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے سب کو سچ ماننے والے ہوں گے، وہ اپنی مسجدوں، مجلسوں اور بسترؤں پر چلتے پھرتے بیٹھتے اٹھتے میری حمد و ثناء بزرگی اور بڑائی بیان کرتے رہیں گے، کھڑے اور بیٹھے نمازیں ادا کرتے رہیں گے، دشمنانِ حق سے صفیں باندھ کر حملے کر کر کے جہاد کریں گے، ان میں سے ہزار ہا لوگ میری رضا مندی کی جستجو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں گے، منہ ہاتھ وضو میں دھویا کریں گے، تہبند آدھی پنڈلی تک باندھیں گے، میری راہ میں قربانیاں دیں گے، میری کتاب ان کے سینوں میں ہوگی، راتوں کو عابد اور دنوں کو مجاہد ہوں گے، میں اس نبی کی اہل بیت اور اولاد میں سبقت کرنے والے صدیق، شہید اور صالح لوگ پیدا کروں گا، اس

کی اُمت اس کے بعد دنیا کو حق کی ہدایت کرے گی، اور حق کے ساتھ عدل و انصاف کرے گی، ان کی امداد کرنے والوں کو میں عزت والا کروں گا، اور ان کو ملانے والوں کو میں مدد کروں گا، ان کے مخالفین اور ان کے باغی اور ان کے بدخواہوں پر میں برے دن لاؤں گا میں انھیں ان کے نبی کا وارث کر دوں گا، جو اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے، نیکیوں کی باتیں بتلائیں گے، برائیوں سے روکیں گے، نماز ادا کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، وعدے پورے کریں گے، اس خیر کو میں ان کے ہاتھوں پورا کروں گا جو ان سے شروع ہوا تھا، یہ ہے میرا فضل، جسے چاہوں دوں اور میں بہت بڑے فضل و کرم کا مالک ہوں۔  
(گلدستہ ج ۵/۵۲۹)

## حضور ﷺ کی زبان مبارک اور دل مبارک

بیہی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں فرمایا کہ آپ ﷺ کی صفت داعی الی اللہ تو ظاہر اور زبان کے اعتبار سے ہے اور سراج منیر آپ کی صفت آپ ﷺ کے قلب مبارک کے اعتبار سے ہے کہ جس طرح سارا عالم آفتاب سے روشنی حاصل کرتا ہے اسی طرح تمام مومنین کے قلوب آپ ﷺ کے نور قلب سے منور ہوتے ہیں اسی لیے صحابہ کرام جنھوں نے اس عالم میں آپ ﷺ کی صحبت پائی وہ ساری امت سے افضل و اعلیٰ قرار پائے کیونکہ ان کے قلوب نے قلب نبی ﷺ سے بلا واسطہ عیاناً فیض اور نور حاصل کیا، باقی اُمت کو یہ نور صحابہ کرام کے واسطے سے واسطہ در واسطہ ہو کر پہنچا۔ (اتہی کلام)

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تمام انبیاء خصوصاً رسول کریم ﷺ اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق و ممتاز ہوتی ہے، جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ بہر حال اس حیات کی وجہ سے قیامت تک مومنین کے قلوب آپ ﷺ کے قلب مبارک سے استفادہ نور کرتے رہیں گے اور جو جتنی محبت و تعظیم اور درود شریف کا زیادہ اہتمام کرے گا اس نور کا حصہ زیادہ پائے گا۔

## حیات النبی ﷺ

حیات کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں، جو بدرجہ اتم واکمل رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہیں۔

- ۱۔ امتناع عن التخریب، جسد اطہر ﷺ ہر قسم کے تغیر سے محفوظ ہے۔
- ۲۔ امتناع عن التزویج، امہات المؤمنین کی حرمت نکاح الی ابد الآباد، بعد وصال النبی ﷺ نص قطعی سے ثابت ہے۔

۳۔ امتناع عن التوریث، یہ تینوں باتیں ہمارے آقا و مولا خاتم النبیین ﷺ کی مبارک ذات اقدس کیلئے شریعت میں ثابت و مسلم ہے۔ مثال کے طور پر لائین جلتی کو بجھا دو تو کافی دیر تک شیشہ گرم رہتا ہے۔ یہ عام مومن کی حیات ہے۔ جلتی ہوئی لائین کی لو کم کر دو، یہ شہداء کی حیات ہے۔ اور لائین روشن ہی رہے اور خوب روشن ہو، صرف روشنی و شعاع اور لوگوں کے درمیاں پردہ و حجاب کر دیا جائے، یہ حیات النبی ﷺ ہے۔ کہ نبوت کی سراج منیر روشن ہے۔ حجاب لوگوں کے درمیان ہے۔ شمع نبوت، سراج منیر اسی طرح روشن ہے جس طرح تھی بس ہماری طرف غلاف ہے۔

تفصیل کے لیے اب حیات حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی طرف مراجعت کریں۔  
اَمْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّم عَلٰی السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ . وَاللّٰهُ اَعْلَمُ . (العبدین)

## حضور ﷺ کا نور اور چراغ کی روشنی

رسول اللہ ﷺ کے نور کو چراغ سے تشبیہ دی گئی۔ حالانکہ آپ ﷺ کا نور باطن آفتاب کے نور سے کہیں زیادہ ہے۔ آفتاب سے صرف دنیا کا ظاہر روشن ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ کے قلب مبارک سے سارے جہان کا باطن اور مومنین کے قلوب روشن ہوتے ہیں، وجہ اس تشبیہ کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ چراغ کی روشنی سے استفادہ اختیاری ہے، ہر وقت کر سکتے ہیں۔ اس تک رسائی بھی آسان ہے اس کا حاصل کرنا بھی آسان ہے، بخلاف آفتاب کے



وہاں رسائی بھی متعذر ہے اور اس سے استفادہ ہر وقت نہیں کیا جاسکتا۔  
(گلدستہ ۵/۵۳۰، معارف القرآن ۷/۱۷۸)

## مسئلہ حیات النبی ﷺ پر گفتگو کرنے کا طریقہ

گفتگو ہمیشہ حیات النبی ﷺ پر کریں۔ ان کا دھوکہ یہ بھی ہے کہ بات عام مردوں کے سماع پر کریں گے اور کہیں گے لہذا حضور ﷺ بھی وفات پا چکے ہیں تو وہ بھی اس مد میں شامل ہیں۔ یاد رکھیں یہ مسئلہ اجماعی اور وہ اختلافی ہے۔

## قبر کا مفہوم قرآن و حدیث کی روشنی میں

”مَقَرُّ الْجَسْمِ فَهُوَ قَبْرُهُ.“ (مفردات القرآن از امام راغب اصفہانی باب مادہ قبر،

مرقات از ملا علی قاری باب اثبات عذاب القبر)

خواہ جسم اس جگہ بحالہ قرار پکڑے یا بالا جزاء۔ اور اجزاء عام ہیں انسانی شکل میں ہوں یا راکھ وغیرہ کی شکل میں ہوں، لہذا کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جس کو قبر نہ ملے۔ ہر ایک کو قبر ملتی ہے۔ کسی کے لیے مدفن قبر ہے اور کسی کے لیے مقر الا جزاء قبر ہے۔ ﴿وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ (مَرْجِعُ الضَّمِيرِ الْإِنْسَانُ) ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ. وَ أَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾ ﴿ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ﴾ (مَرْجِعُ الضَّمِيرِ الْإِنْسَانُ) ﴿إِذَا بُعْثَرَ مَا فِي الْقُبُورِ﴾ چونکہ قیامت کے دن منتشر اجزاء اپنی اپنی جگہوں سے اٹھیں گے لہذا وہ مقر الا جزاء قبر ہے۔

جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ﴿رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى﴾ اب یہاں سوال میں ”موتی“ ہے تو جواب میں فرمایا جارہا ہے ﴿فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ﴾ معلوم ہوا کہ ’موتی‘ منتشر الا جزاء بھی ہوتا ہے اور ان منتشر اجزاء سے روح کا تعلق بھی ہوتا ہے، وگرنہ ﴿صُرْهُنَّ﴾ اور ﴿ادْعُهُنَّ﴾ کا کیا معنی؟ ”إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ لَعَنَ اللَّهُ



الْيَهُودَ وَ النَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ). عَنْ عُمَرُو بْنِ حَزَمٍ قَالَ رَأَى النَّبِيُّ بِقُبُورِ الْمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ. (مشکوۃ: ۱۴۹). مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقُبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ (بخاری ج: ۱، ص: ۱۸۲) مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقُبُورِ الْمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ. (مشکوۃ: ۱۴۹)

مذکورہ بالا تمام جگہوں پر قبر سے مراد زمینی قبر ہے جبکہ آپ قبر سے مراد علیین یا جبین لیتے ہیں، اس کے لیے صرف ایک آیت یا حدیث پیش کریں۔ قبر کا معنی بعض کتب میں عالم برزخ لکھا ہے لیکن یہ معنی قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کے لیے ہے، جائے تدفین کو نکالنے کے لیے نہیں کیونکہ ان میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، نیز اس میں مراد یہ ہے کہ جن کو جلا کر ان کی راکھ اڑادی جائے ان کی قبر عالم برزخ میں ہے اور جن کو دفن کیا جائے وہ قبر بھی عالم برزخ میں ہے۔ پس دفن عالم برزخ کا حصہ ہے، عالم برزخ سے باہر نہیں۔

## عالم کتنے ہیں؟ قرآن کی روشنی میں

عالم تین قسم کے ہیں: (۱) عالم دنیا (۲) عالم برزخ (۳) عالم آخرت

(۱) عالم دنیا: ولادت سے ورود موت تک۔

(۲) عالم برزخ: ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمُ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (پ: ۱۸، مومنون: ۱۰۰) یعنی موت سے یوم مبعوث تک عالم برزخ ہے۔ (برزخ تین چیزوں کا نام ہے: مکان، زمانہ، حال۔ مکان: قبر سے لے کر علیین، جبین تک۔ زمان: موت سے لے کر قیامت تک۔ حال: میت راحت یا عذاب کی حالت میں ہو۔ (الحادی، ج: ۲، ص: ۳۲۷، از علامہ سیوطی)

(۳) عالم آخرت: وقت مبعوث تا جنت و دوزخ

ان تینوں عالموں کے احکام و احوال مختلف ہیں۔ ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے عالم دنیا میں فرمایا ﴿رَبِّیْ اَرِنِیْ اَنْظُرُ اِلَیْکَ﴾ مگر تاب دید نہ لاسکے حالانکہ جنت (عالم آخرت) میں سب مومنین کو دیدار ہوگا۔

## تینوں عالموں کی موت و حیات میں فرق

عالم دنیا میں موت و حیات دونوں ہیں۔ عالم برزخ میں موت و حیات دونوں ہیں۔ البتہ عالم آخرت میں فقط حیات ہے، موت نہیں ہے۔ وہاں موت کو موت آجائے گی۔ عالم دنیا میں حیات: اَدْخَالُ الرُّوحِ فِی الْجَسَدِ۔ عالم دنیا میں موت: اَخْرَاجُ الرُّوحِ عَنِ الْجَسَدِ۔

عالم برزخ میں حیات: تَعَلُّقُ الرُّوحِ بِالْجَسَدِ اَوْ بِأَجْزَاءِ الْجَسَدِ جیسے ریموٹ سے بم دھماکہ، موبائل، خلائی سیارے وغیرہ۔

عالم برزخ کی موت کے متعلق دو قول ہیں: (۱) سوال و جواب کے وقت تعلق شدید ہوتا ہے، بعد میں اتنا تعلق رہتا ہے کہ ثواب و عذاب کا احساس ہو سکے گا مگر پہلے کی نسبت یہ تعلق ضعیف ہوتا ہے۔ یہی ضعف وہاں کی موت ہے۔ (۲) دوسرا قول یہ ہے: ﴿وَنُفِخَ فِی الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اٰخَرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ﴾ صَعِقَ اٰی مَاتَ۔ (جلالین، سورہ زمر: ۶۸)

## محل نزاع

چار چیزیں جدا جدا ہیں جن کو مخلوط کر کے دھوکہ دیا جاتا ہے (۱) موت الدنیویہ (۲) حیات الروح (۳) جسد النبی ﷺ محفوظ فی الروضة المبارکة (۴) جسد النبی حیات فی الروضة المبارکة۔ پہلی تین باتوں میں اتفاق ہے۔ چوتھی بات میں اختلاف ہے۔

## موت الدنیویہ

دنیوی موت میں کوئی نزاع نہیں۔ وہ بالاتفاق آپؐ پر واقع ہوئی، اگرچہ عام مُردوں اور انبیاء علیہم السلام کے وقوعِ موت میں فرق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اختیار دیا جاتا ہے جبکہ عام مُردوں کو اختیار نہیں دیا جاتا۔ لہذا درج ذیل آیات نہیں پڑھی جائیں گی کیونکہ ان میں دنیوی موت کا ذکر ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ .... إِنَّكَ مَيِّتٌ وَ إِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ... كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ... كُلُّ شَيْءٍ فَاَن ... كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ... أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ ... أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ... اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (يُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ یہ مختلف قرآنی آیات اس بات کی بھی دلیل بنتی ہیں کہ روح اگرچہ جسم سے باہر ہے لیکن جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔)

## حیات الروح

روح کی زندگی پر بھی اتفاق ہے کہ آپؐ کی روح اعلیٰ علیین میں ہے۔

## جسد النبی محفوظ فی الروضة المبارکة

نبیؐ کا جسدِ اطہرِ الان کما کان محفوظ ہے کیونکہ آپؐ کا فرمان ”إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ.“ (رواہ ابوداؤد)

## جسد النبیؐ حیات فی الروضة المبارکة

اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کے اجسادِ طیبہ اپنی قبورِ ارضیہ میں زندہ ہیں، جبکہ غیر مقلدین اور فرقہ مماتیہ کے نزدیک بے حس، بے جان، بے شعور، بے علم

اور تمام کمالاتِ حیات سے خالی محض دھڑ پڑے ہیں (معاذ اللہ)۔ ہم دلائل اس بات پر دیں گے کہ نبی پاک ﷺ اپنے روضہ اقدس میں اپنے اصلی دنیوی جسم کے ساتھ زندہ ہیں جبکہ غیر مقلدین اور مماتی اس بات پر دلائل دیں گے کہ روضہ اقدس میں آپ ﷺ کا جسد مبارک صفتِ حیات سے خالی ہے، لیکن وہ دنیوی موت والی آیات پڑھ کر فٹ کرتے ہیں۔ وفات فی القبر پر یہ بہت بڑا دھوکہ ہے۔ (فوراً گرفت کریں۔)

## قبر والی حیات کے مختلف نام

(۱) حیاتِ برزخی (کیونکہ برزخ کا معنی ہے پردہ اور وہ زندگی بھی پردے میں ہے۔) (۲) دنیوی زندگی (کیونکہ دنیوی جسم زندہ ہے۔) (۳) حیاتِ روحانی (کیونکہ قبر میں اولاً احوال و کیفیات کا ورود روح پر ہوتا ہے، ثانیاً جسم پر، جبکہ عالم دنیا میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔) (۴) حیاتِ حسی: (کیونکہ یہی دنیا والا حسی جسم زندہ ہے۔) (۵) حیاتِ معنویہ (کیونکہ وہ حیاتِ حواسِ ظاہرہ سے مخفی ہے، اس کے مخفی ہونے کی وجہ سے اس کو معنویہ کہا جاتا ہے۔)

## دلائل

غیر مقلدین اور مماتوں کے پاس اپنے اس مذکورہ دعویٰ کے متعلق ایک بھی دلیل نہیں۔ نہ قرآن سے نہ سنت سے نہ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور نہ ہی اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ سے۔ ان کا طریقہ استدلال یہ ہے کہ دعویٰ خاص کرتے ہیں اور دلیل مخلوط دیتے ہیں مثلاً یہ کہ دنیوی موت والی آیات پڑھ کر فٹ کریں گے وفات فی القبر پر۔ یہ ان کا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ لہذا پہلے محلِ نزاع خوب واضح کریں پھر دلیل اس کے مطابق مانگیں۔ مثلاً ایسی دلیل پیش کریں جس میں اس قسم کا مضمون ہو کہ عدم حیات النبی ﷺ فی الروضة المبارکہ۔ پھر ان کا دعویٰ ثابت ہوگا۔

نوٹ: اہل السنّت والجماعت کے دلائل، قبر کی زندگی، مصنفہ مولانا نور احمد تونسوی

صاحب دامت برکاتہم سے دیکھیں۔ اگر زیادہ تحقیق کرنی ہو تو یہ کتب بھی دیکھیں:

(۱) تسکین الصدور، مصنفہ مولانا شیخ الحدیث سرفراز صفدر صاحبؒ

(۲) سماع الموتی، مصنفہ مولانا شیخ الحدیث سرفراز صاحبؒ

(۳) مقام حیات کلاں، مصنفہ علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ

(۴) رحمت کائنات، مصنفہ مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ

(۵) جز حیات الانبیاء، مصنفہ امام بیہقی، م: ۴۵۸ھ

(۶) حیاۃ الانبیاء، مصنفہ امام تقی الدین سبکیؒ، م: ۵۵۶ھ

(۷) انباء الازکیاء فی حیات الانبیاء، مصنفہ علامہ سیوطیؒ، م: ۱۱۱۹ھ

(۸) آب حیات، مصنفہ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ

(خوشبو والا عقیدہ، عقیدہ حیات النبی ﷺ، ص: ۱۴۵)

## اہل مدینہ کو اذیت و تکلیف دینے والے پر لعنت

بخاری و مسلم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے:

(۱) فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَّثًا أَوْ آوَىٰ مُحَدِّثًا فَلَعْنَةُ اللَّهِ وَ

الْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ، لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا . وَ

لَفْظُ الْبُخَارِيِّ : لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ . (بخاری تحریم المدینہ، و کتاب فضائل

المدینہ. و فی الاعتصام بالکتاب و السنۃ و ایضاً فی المسلم)

جو مدینہ منورہ میں نئی بات پیدا کرے یا کسی بدعتی کے پاس جائے اس پر اللہ تعالیٰ

کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اس سے قیامت کے دن کوئی چیز قبول نہیں کی

جائے گی۔ (بخاری، مسلم)

(۲) مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ ظُلْمًا أَخَافَهُ اللَّهُ وَ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَ

الْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ، لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا . (ابن نجاز)

جو اہل مدینہ کو ناحق و بے قصور خوف زدہ کرتا اور ڈراتا دھمکاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو

ڈرائے گا اور اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ اس سے نہ کوئی معاوضہ قبول فرمائے گا اور نہ ہی اس سے راہِ نجات ہوگی۔

(۳) مَنْ آذَى أَهْلَ الْمَدِينَةِ إِذَا هُ الْلَّهُ وَ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَ الْمَلَائِكَةُ وَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ ، وَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَ لَا عَدْلٌ.

(مجمع الزوائد و الطبرانی۔ وفاء الوفاء، ص: ۱۷۳۔ الباب الثانی)

جواہلِ مدینہ کو اذیت و تکلیف دے گا اللہ تعالیٰ اس کو اذیت و تکلیف دے گا اور اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اس سے کچھ قبول نہ ہوگا نہ نجات ملے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۴) مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ ظَالِمًا لَهُمْ أَخَافَهُ اللَّهُ ، وَ كَانَتْ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ. (نسائی ، ابن حبان)

جواہلِ مدینہ کو ڈرائے یا خوف زدہ کرے ناحق و بے وجہ اس کو اللہ ڈرائے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

(۵) سعید بن مسیب سے روایت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ یہاں تک کہ آپ کے بغل کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر آپ نے فرمایا:

اللَّهُمَّ مَنْ أَرَادَنِي وَ أَهْلَ بَلَدِي بِسُوءٍ فَعَجِّلْ هَلَاقَهُ.

(ابن زبالة۔ وفاء الوفاء)

اے اللہ! جو میرے ساتھ یا میرے شہر مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کو جلد ہی تو ہلاک و برباد کر دے۔

(۶) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ نے دعا مانگی:

اللَّهُمَّ مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ وَ أَخَافَهُمْ فَخِفْهُ وَ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَ الْمَلَائِكَةُ وَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ. لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَ لَا عَدْلٌ.

(الطبرانی برجال الصحيح۔ وفاء الوفاء، ص: ۱۷۰۔ الباب الثانی)

اے اللہ! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں خوف زدہ کرے تو اسے خوفزدہ فرما اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کا کچھ بھی قبول نہیں ہوگا (یعنی نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل)۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۷) مَنْ أَرَادَ أَهْلَ هَذِهِ الْبَلَدَةِ بِسُوءٍ - يَعْنِي الْمَدِينَةَ - أَذَابَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

(صحیح مسلم، کتاب الحج۔ باب من اراد باهل المدينة بسوء)

جو اہل مدینہ کے ساتھ بدخواہی کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو اس طرح مٹا دے گا جس طرح نمک کا وجود پانی میں مٹ جاتا ہے۔ (مسلم، کتاب الحج)

(۸) أَيَّمَا جَبَّارٍ أَرَادَ الْمَدِينَةَ بِسُوءٍ أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي

الْمَاءِ. (فضائل المدينة للجندي و اخرجه الحميدي في مسنده، ج: ۲، ص: ۴۹۲)

جو بھی ظلم و زیادتی کرنے والا اہل مدینہ کے ساتھ برا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دے گا جیسا کہ نمک پانی میں مٹ جاتا ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۹) لَا يَكِيدُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا إِنْمَاعٌ كَمَا يُنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي

الْمَاءِ. (بخاری، کتاب فضائل المدينة۔ باب اثم من كاد اهل المدينة، ۱۸۷۷)

جو اہل مدینہ منورہ کے ساتھ دھوکہ دہی و فریب کا معاملہ کرے گا مگر وہ مٹ جائے گا جیسا کہ نمک پانی میں مٹ جاتا ہے۔

طبرانی میں روایت ہے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے :

(۱۰) مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَخَافَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ

لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ صَرْفًا وَ لَا عَدْلًا.

(طبرانی فی الکبری، ج: ۸، ص: ۱۴۴، رقم: ۶۶۳۷۔ مجمع الزوائد، ج: ۳، ص: ۳۰۶)

جو اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن خوف زدہ کریں گے اور اس پر ناراض ہوں گے اور اس سے کچھ بھی قبول نہ کریں گے۔ (طبرانی)

الغرض اس سلسلے میں روایتیں بہت ہیں جن کا احصاء مقصود نہیں۔ عظمتِ رسول ﷺ کے ارادے سے یہ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ شہرِ مدینہ کا رتبہ و مرتبہ ہمارے تصورات و تخیلات کی دنیا سے بہت ہی بلند ہے۔ اس سرزمین کی مقدس و مطہر تربت کو خاتم النبیین ﷺ کا لمس حاصل ہے جو عرشِ اعظم سے افضل و اعلیٰ ہے۔ (صلی اللہ علی نور الہدیٰ و سلم تسلیماً کثیراً)

بہر حال جو اہلِ مدینہ اور شہرِ رسول اللہ کے ساکنین و مکین کو کسی بھی طرح اذیت دے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی عذاب دیں گے کہ ہلاک کر دیں گے اور آخرت میں بھی عذابِ نار دیں گے۔ نہ دنیا میں پنپ سکے گا نہ ہی آخرت میں عذاب سے بچ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صاحبِ مدینہ ﷺ اور شہرِ مدینہ کی حرمت و عظمت کو ملحوظ رکھ کر لعنت و پھٹکار اور ہلاکت و عذاب سے بچائے۔ آمین۔

### لوگ آج بھی حضور ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں

وَرَوَى أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الصَّحِيحُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَمِيرًا مِنْ أُمَرَاءِ الْفِتْنَةِ قَدِمَ الْمَدِينَةَ ، وَكَانَ قَدْ ذَهَبَ بِصَرِّ جَابِرٍ ، فَقِيلَ لَجَابِرٍ : لَوْ تَنَحَيْتَ عَنْهُ . فَخَرَجَ يَمْشِي بَيْنَ ابْنَيْهِ ، فَنُكِبَ ، فَقَالَ تَعَسَ مَنْ أَخَافَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ : فَقَالَ ابْنَاهُ ، أَوْ أَحَدُهُمَا ، يَا أَبَتِ ، وَكَيْفَ أَخَافَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ”مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَقَدْ أَخَافَ مَا بَيْنَ جَنْبَيْ“ .

(المسند، ج: ۳، ص: ۳۵۴۔ مع قصۃ و بدوئھا۔ ج: ۳، ص: ۳۹۳۔ و اخرجه ابن ابی شیبۃ، ج: ۱۲،

ص: ۱۸۰۔ و قال الھیثمی فی المجمع، ج: ۳، ص: ۳۰۶۔ رواه احمد و رجاله رجال الصحیح۔

وفاء الوفاء۔ الباب الثانی، ص: ۱۷۱)



امام احمدؒ نے صحیح سند کے ساتھ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک امیر و گورنر، فتنہ و فساد کے حاکم کی طرف سے مدینہ منورہ میں آیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے آنکھ کی روشنی جا چکی تھی۔ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اگر آپ علیحدہ ہی رہیں تو اچھا ہو (یعنی ایسے حالات میں آپ الگ تھلگ ہی رہیں جبکہ آپ کی آنکھ کی روشنی بھی جا چکی ہے) تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے مدینہ منورہ سے چل پڑے تو ان کو راستے میں کوئی تکلیف ہوئی (یعنی راستے میں کوئی ٹھوکر لگی یا کوئی اور بات تکلیف کا سبب بنی) تو انھوں نے فرمایا برباد و تباہ ہو وہ شخص جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوف زدہ کرتا ہے۔ یہ سن کر ان کے دونوں بیٹوں نے یا ایک نے تعجب سے کہا کہ ابا جان! کوئی رسول اللہ ﷺ کو اب کس طرح تکلیف پہنچا سکتا ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے؟ یہ سن کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرتا ہے وہ میرے دل کو خوف زدہ کرتا ہے۔

(اس کو مسند احمد (ج: ۳، ص: ۳۵۴) میں پورے واقعے کے ساتھ نقل کیا ہے اور بغیر واقعہ کے (ج: ۳، ص: ۳۹۳) پر نقل کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے (ج: ۱۲، ص: ۱۸۰) میں نقل کیا ہے اور مجمع الزوائد (ج: ۳، ص: ۳۰۶) پر نقل کیا ہے۔ اور امام احمد کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تفصیل کے لیے وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ کا باب الثانی مطالعہ کریں۔ یہ رسالہ اس موضوع کا نہیں ہے۔ محض آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شہر مدینہ کی حرمت کی خاطر یہ حدیثیں آقا کی نقل کی گئی ہیں۔ پچھلے باب میں آپ نے پڑھا تھا کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دے گا اس پر لعنت تھی۔ اب آپ نے یہ بھی پڑھ لیا کہ جس شہر میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اس شہر کے باشندے کو بھی اذیت و تکلیف دینا لعنت کا سبب ہے اور اسی پر بات ختم نہیں ہوتی بلکہ روجی فداہ ابی وامی کے قلب اطہر و انور کو خوف زدہ کرنا اور تکلیف پہنچانا ہے۔ مسئلہ بہت نازک ہے۔ جو لوگ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے اور یہ حدیث رسول حیات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت واضح دلیل ہے کہ اذیت و تکلیف کا ہونا حیات کی دلیل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے

صاحبزادوں کو حیات کی بات معلوم نہ تھی تو والد سے وصالِ حق کی بات کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے لڑکوں کو سمجھا دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات باقی ہے اور وہ اتنی قوی و مستحکم ہے کہ اہلِ مدینہ کے ہر فرد و بشر سے اتصال و ربطِ قوی رکھتی ہے اور اُن کا دکھ درد آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے دکھ درد کا باعث بنتا ہے۔ اگر خالص برزخی حیات ہوتی تو اہلِ مدینہ کے ساتھ ربط و تعلق اور شہرِ مدینہ والوں کے درد و الم سے رنجیدہ کیوں ہوتی۔ ہم اجماعِ اُمت کے ساتھ حیاتِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو ایمان باللہ و بالرسول کی حقیقت جانتے اور مانتے ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِدْرِ التَّمَامِ وَ صَلِّ عَلَى نُورِ الظَّلَامِ وَ  
 صَلِّ عَلَى مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ وَ صَلِّ عَلَى فِيْ جَمِيعِ الْأَنَامِ بَعْدَ مَعْلُومَاتٍ  
 لَّكَ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو مبارک

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ ثُرْبَةَ أَحْمَدَ

إِنَّ لَا يَشُمُّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

ترجمہ: کوئی حرج نہیں اس شخص کے لیے کہ جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی خوشبو کو سونگھ لیا ہے۔ اس بات میں کہ اگر وہ زمانے کی بہترین خوشبو کو نہ سونگھ سکا۔

بوئے حق بسر برگ صدق بگیسو غنچہ دیں بدستار کل شرع بآیتیں گلدستہ نبوت و رسالت بہ حبیب اور گلزار کردار بد اماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نرگس جن کی سرمئی آنکھ کا غمزہ جعدِ بنفشہ و زعفران، جن کی زلفِ عنبرین کا صدقہ چنبیلی و گلاب، جن کے عارضِ قرآن کا عکس اور تتلیاں اس حسن و خوشبو پر مر مٹنے کا انمٹ استعارہ، وہ ذات اقدس امام کعبہ و بیت اللہ المقدس کہ جن کی شمیم جاں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے گلشنِ ازل کے پودے کا فوری ٹھہنیوں پر پھول اُٹھائے کھڑے ہیں اور اربابِ علم و عرفان ان کی مستانہ خوشبو کے استقبال میں علوم و معارف کو کوثر و تسنیم سے وضو کروا رہے ہیں۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کرنا چاہا تو حسبِ حکم حضرت جبریل علیہ السلام قبرِ اطہر والی جگہ سے سفید مٹی لائے، جس کو آبِ تسنیم سے گوندھا گیا اور بہشتی نہروں میں ڈبویا گیا۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے جو عجائبات دیکھے ان میں یہ بھی دیکھا کہ ولادت کے روز آپ ﷺ کو چاندی کے برتن میں بھری ہوئی کستوری سے سات مرتبہ غسل دے کر ایسے حریری کپڑے میں لپیٹا گیا جس میں مشک اذفر کے دھاگے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کوئی مشک عنبر اور کوئی خوشبودار چیز آپ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی۔ لوگ چاندنی کے موتیوں کی طرح چمکنے والے پسینہ مبارک کو جمع کر لیا کرتے تھے۔ ایک بار دورانِ استراحت عرقِ نبوت کے موتی سراپائے رسالت سے ڈھلک رہے تھے اور حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا شیشی میں محفوظ کر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو بولیں ہم اس کو عطر میں ملائیں گے کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔ مدینہ طیبہ میں ایک گھرانے کے پاس پسینہ مبارک تھا۔ وہ جب بھی استعمال کرتے شہر میں خوشبو پھیل جاتی۔ وہ گھر بیتِ المطیین سے مشہور ہو گیا تھا۔ جب شراب حرام ہوئی تو بعض نے غسل بھی کیا اور حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے عطر لے کر لگائی۔ آپ ﷺ جس سے مصافحہ کرتے وہ شخص سارا دن معطر رہتا۔ جس بچے کے سر پر دستِ اقدس پھیر دیتے وہ عطر بیزی میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے منہ پر آپ ﷺ نے ہاتھ پھیرا تو انھیں یوں محسوس ہوا کہ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک عطار کی عطر دان سے نکلے ہیں۔ ایک بار آپ ﷺ نے زم زم کے برتن میں لعاب مبارک ڈالا تو پورا برتن کستوری کی طرح مہکنے لگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مہرِ نبوت کو منہ میں لیا تو اس سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے عقبہ رضی اللہ عنہ کی کمر پر ہاتھ مبارک دم کر کے پھیرا تو ان سے اتنی خوشبو آتی تھی کہ ان کی چار پیبیاں نہایت تیز عطر لگاتی تھیں مگر حضرت عقبہؓ کی مہک ان پر غالب رہتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے برکت کی دعا دی۔ ان کا ایک باغ

سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ اور اس میں ریحان نامی ایک بوٹی تھی جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ شبِ معراج میں آپ ﷺ کی خوشبو دہنوں سے تیز تر تھی۔ آپ ﷺ نے نہر کوثر میں بہتی ہوئی مشکِ اذفر میں دستِ اقدس ڈالا تھا، مجسمِ خوشبو ہونے کے باوجود بکثرت عطر استعمال فرماتے، اس لیے کہ آپ ﷺ کی ہم جنس تھی۔ نیز مسلمانوں اور فرشتوں سے ملاقات اور نزولِ قرآن کی خاطر مبالغہ بھی مقصود تھا۔ آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ جس کو ریحان دی جائے تو واپس نہ کرے، اس لیے کہ اس کی اصل جنت سے نکلی ہے۔ اس باب میں ذوقِ مبارک عجیب تھا۔ فرماتے کہ مردوں کی عطر ایسی ہونی چاہیے کہ خوشبو پھیلے اور رنگِ نظر نہ آئے اور عورتوں کی ایسی کہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگِ نظر آئے۔ اپنے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو چومتے، ان کی خوشبو سونگھتے اور فرماتے کہ یہ میری جنت کے پھول ہیں۔ ذکر کے حلقوں کی نسبت ارشاد تھا کہ جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ کھا لیا کرو۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرماتی: میں نے آپ ﷺ کو نہایت پاک و صاف جنا۔ ڈھونڈنے والے نکہتوں سے جان لیتے تھے کہ آپ ﷺ اس جانب تشریف لے گئے ہیں۔ جب عالمِ بالا کا سفر شروع ہوا تو خوشبوؤں کے نواس قافلے بہشتِ بریں کے پتے دینے لگے۔ فکرِ آخرت کی کونپلوں سے بقائے مولیٰ کے غنچے چٹخنے لگے اور مبارک لبوں سے زفاقتِ اعلیٰ کے پیازی پھول جھڑنے لگے۔ وصالِ شریف کے وقت اور بعد ازاں خوشبوؤں کے انوکھے کارواں احساسِ اُمت کی تعزیت کرتے رہے۔ آپ ﷺ کی نورِ نظر لختِ جگر حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے تربتِ مبارک کی مٹی سونگھ کر فرمایا تھا: جس نے محمد ﷺ کی خاک (مزار) سونگھ لی ہے اسے چاہیے کہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔ جبکہ آپ ﷺ کا ارشاد تھا کہ ”جو حصہ میرے منبر اور قبر (شریف) کے درمیان ہے وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔“ حقیقت یہ ہے کہ تمام حویلیوں اور خوشبوؤں کا پہلا اور آخری مرکز یہی ہے۔ (السرمد ص ۱۵۵)

(خوشبو والا عقیدہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص ۱۵۵)

## عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی صداقت و شہادتِ رسول ﷺ

(۹۴۲) و لابن عساكر عن عبد الله بن سلام:

عن محمد بن حمزة بن عبد الله بن سلام عن جده عبد الله بن سلام أنه لما سمع بمخرج النبي ﷺ خرج فلقيه فقال له النبي ﷺ: ”أَنْتَ ابْنُ عَالِمٍ أَهْلٍ يَثْرَبُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَنَاشَدْتُكَ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَةَ عَلَى طُورِ سَيْنَاءَ، هَلْ تَجِدُ صِفَتِي فِي الْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللَّهُ عَلَى مُوسَى؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: أُنْسِبُ لَنَا رَبَّكَ يَا مُحَمَّدُ! فَارْتَجَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ لَهُ جَبْرِيلُ:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾

فَقَالَ ابْنُ سَلَامٍ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، وَأَنَّ اللَّهَ مُظْهِرُكَ وَ مُظْهِرُ دِينِكَ عَلَى الْأَدْيَانِ، وَإِنِّي لَا أَجِدُ صِفَتَكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ: ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا.“ أَنْتَ عَبْدِي وَ رَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ، وَ لَا غَلِيظٍ وَ لَا سَخَابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَ لَا يُجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ مِثْلَهَا، وَ لَكِنْ يَغْفُو وَ يَصْفَحُ، وَ لَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَ يَفْتَحَ بِهِ أَعْيُنًا عُمْيًا وَ آذَانًا صُمًّا، وَ قُلُوبًا غُلْفًا.“ [صحيح لغيره] (كما في كنز العمال ج ۱۲ / ۳۵۴۱)

(۹۴۲) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنی تو گھر سے باہر تشریف لائے۔ نبی اللہ ﷺ سے راہ میں ملاقات ہو گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: تم یثرب کے عالم کے بیٹا ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات کو طور سیناء پر نازل کیا۔ میری صفت اس کتاب میں تم نے نہیں دیکھی جو موسیٰ پر نازل ہوئی؟ عبداللہ بن سلام نے

جواب میں فرمایا: اے محمد ﷺ! اپنے رب کا نسب نامہ ہم سے بیان کرو، یہ سن کر نبی اللہ ﷺ گھبرا گئے۔ یہ کیفیت ہوتے ہی جبریل تشریف لائے اور فرمایا:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، اللَّهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا

أَحَدٌ﴾

آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کمال ذات و صفات میں ایک ہے، اللہ ایک ہے، اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں اور اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

یہ سن کر عبد اللہ بن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ دے گا اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غلبہ دے گا اور میں نے آپ کی صفت دیکھی ہے، کتاب اللہ میں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا﴾

اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا رکھا ہے۔ نہ تو آپ بدخلق و بدخو ہیں، نہ ہی آپ سخت دل و سخت مزاج ہیں، نہ بازاروں میں شور و غل کرنے والے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے، لیکن آپ کی شان امتیازی ہے، معاف و درگزر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ اس نبی (آپ ﷺ) کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا یہاں تک کہ وہ (آپ ﷺ) قانون الہی کو عملاً قائم و رائج کر کے گمراہی کے راستوں کو صراطِ مستقیم میں نہ بدل دیں۔ یہاں تک کہ لوگ کہہ دیں لا الہ الا اللہ اور اللہ تعالیٰ اس نبی مکرم کی آمد سے ہدایت سے اندھوں کو نور ہدایت دے دے گا اور حق کی صدا کو سننے سے بہرے کان کو کھول دے گا اور دل کے تالہ کو دور کر کے ہدایت کا دروازہ لگا دے۔ (کنز العمال ۱۲/۳۵۴)

## سورۂ اخلاص نمونہ توحید اور شرک کی تردید کا نسخہ اکسیر

ترمذی و حاکم میں ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا نسب پوچھا، بعض روایات میں ہے کہ یہ بھی پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کس چیز کا بنا ہوا ہے، سونا چاندی یا اور کچھ۔ اس روایت میں سوال کرنے والے عبد اللہ بن سلام جو اہل کتاب کے مدینہ میں بڑے عالم تھے، ان کی طرف سے تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب میں سورۂ اخلاص نازل فرمائی۔ اور صاف طور پر واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو واجب الوجود ہے، اور تمام کمالات کا جامع اور تمام نقائص سے پاک ہے، پھر پوری صورت میں صفات کا بیان ہے۔ قُل سے نبوت و رسالت کا ثبوت ہوا پھر اَحَد سے ان تمام اعتراضات و شکوک و شبہات کا جواب ہے جو مشرکین و یہود کی طرف سے کئے گئے تھے وہ جس طرح ذات کے اعتبار سے ایک ہے اپنی صفات میں بھی ایک ہے، اس کا بے مثل و مثال ہونا یہ اس کی شان بے نیازی ہے نہ کسی کا محتاج نہ کسی چیز کا محتاج ہے اور سب اپنے وجود و بقا میں اسی کے محتاج ہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں کیونکہ وہ حی و قیوم ہے وہ سب کو مارتا ہے اور خود حی لایموت ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے کہ سب کا تنہا خالق ہے۔ سب اس کی مخلوق ہیں تمام عالم کا رشتہ اس سے مخلوق ہونے کا ہے اور وہ تمام عالم کا خالق ہے اور بے مثل و مماثل ہے اس کے برابر کوئی نہیں۔

حق جل مجدہ کے ساتھ کسی کو شریک سمجھنے والے منکرین توحید کی دنیا میں مختلف اقسام ہوئی ہیں۔ سورۂ اخلاص نے ہر طرح کے مشرکانہ خیالات کی نفی کر کے مکمل توحید کا سبق دیا ہے، کیونکہ منکرین توحید میں ایک گروہ تو خود اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا منکر ہے بعض وجود کے تو قائل ہیں مگر وجوب وجود کے منکر ہیں۔ بعض دونوں کے قائل ہیں مگر کمال صفات کے منکر ہیں، بعض سب کچھ مانتے ہیں مگر پھر عبادت میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتے ہیں ان سب کے خیالات باطلہ کا رد، اللہ احد میں ہو گیا۔ بعض لوگ عبادت میں بھی کسی کو شریک نہیں کرتے مگر حاجت روا اور کارساز اللہ کے سوا دوسروں کو بھی سمجھتے ہیں ان کے



خیال کا ابطال لفظ صمد میں ہو گیا۔ بعض اللہ کے لیے اولاد کے قائل ہیں ان کا رد لم یلد میں ہو گیا۔ واللہ اعلم، (معارف القرآن ۸/۸۴۴)

## رسول اللہ ﷺ جامع کمالات ربانی کے نمونہ ہیں

جامع کمالات ربانی محمد ﷺ ہیں۔ آپ کی جامعیت کا غلغلہ قرآن مجید میں وحی ربانی بن کر نازل ہوا۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ رب العلمین نے محمد ﷺ کی سیرت تیس سال میں بیان کی ہے، تو پھر کس کی مجال کہ اس کا احاطہ کر لے، ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک ہی آیت میں حق تعالیٰ نے پانچ صفات کمال کا ذکر فرمایا ہے۔ حدیث قدسی بتلا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبد و رسول، متوکل وغیرہ نام سے تعارف کرایا، بیگانے بھی آپ ﷺ کے حسن سلوک، خلق عظیم، عفو و تسامح، خیر و بھلائی، داد و دہش کا بارہا موقع بہ موقع مشاہدہ کر چکے ہیں۔ بازار جیسی غفلت کی جگہ بھی آپ کا متاثر نہ ہونا اور کلام میں نمونہ انسانیت آپ کی جامعیت کی دلیل ہے، جہاں قدم کا سنبھالنا آسان نہیں اس خوبی کو علامت نبوت و رسالت بنایا گیا۔ عبادات و طاعات، ذکر و مناجات تو گوشہ تنہائی کی چیز ہے، جہاں ہر شخص کی رسائی ناممکن نہیں محال ہے۔ مگر بازار جہاں دوست و دشمن اپنے بیگانے، تمام ادیان و ملت کے شریف و رذیل، اچھے برے اور ناقدین و جاہلین کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے، ایسے مقام پر اس خاتم الرسل کی رسالت و نبوت کے اخلاق فاضلہ کو نمونہ بنا کر پیش کیا گیا ہے اور دنیا نے خوب آزمایا ہے، دیکھا اور پرکھا ہے۔ رب العزت نے ہی فرمایا ﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾

تمام خرافات و بدعات، کفر و شرک، اوہام پرستی کا خاتمہ محمد ﷺ کی آمد سے ہوا۔ اب اللہ تعالیٰ کا دین صاف و شفاف ہے، کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ وَ نُورِ الظَّلَامِ۔



## باب : حديث في علامات النبوة

### باب: علامات نبوت

(٩٤٣) عن عدي بن حاتم قال:

بينما أنا عند النبي ﷺ إذ أتاه رجل فشكا إليه الفاقة ، ثم أتاه آخر فشكا إليه

قطع السبيل فقال:

”يَا عَدِيُّ! هَلْ رَأَيْتَ الْحِيرَةَ؟ قُلْتُ: لَمْ أَرَهَا، وَقَدْ أُبْتُ عَنْهَا، قَالَ:  
فَإِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَنَّ الظُّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ  
لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ . قُلْتُ — فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِي — فَأَيْنَ دُعَارُ  
طَبِئِ الدِّينِ قَدْ سَعَرُوا الْبِلَادَ؟!

وَلَسْتُ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَفْتَحَنَّ كُنُوزَ كِسْرَى، قُلْتُ: كِسْرَى بَنُ  
هُرْمُزٍ؟!! قَالَ: كِسْرَى بَنُ هُرْمُزٍ.

وَلَسْتُ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلَّاءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ  
فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهُ مِنْ، وَ لَيَلْقَيْنَ اللَّهَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ  
يَلْقَاهُ وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ يَتَرَجَّمُ لَهُ فَيَقُولَنَّ: أَلَمْ أُبْعَثْ إِلَيْكَ رَسُولًا  
فَيُؤَلِّغَكَ؟ فَيَقُولُ: بَلَى. فَيَقُولُ: أَلَمْ أُعْطِكَ مَالًا وَ وَلَدًا، وَ أَفْضَلُ عَلَيْكَ؟  
فَيَقُولُ: بَلَى. فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا جَهَنَّمَ، وَ يَنْظُرُ عَنْ يَسَارِهِ فَلَا يَرَى  
إِلَّا جَهَنَّمَ.“

قال عدي: سمعتُ النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ” اتقوا النار ولو بشِقِّ

تمرّة، فمن لم يجد شِقَّةَ تمرّة فبكلمة طيبة.“

قال عدي : فرأيتُ الظُّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ إِلَّا  
اللَّهَ، وَ كُنْتُ فِيمَنْ افْتَتَحَ كُنُوزَ كِسْرَى بَنُ هُرْمُزٍ، وَلَسْتُ طَالَتْ بِكُمْ حَيَاةٌ لَتَرَوْنَ مَا قَالَ  
النبي أبو القاسم صلى الله عليه وسلم يخرجُ مِلَّاءَ كَفِّهِ.

[صحيح] (أخرجه البخاري في صحيحه جلد ٤ ص ٢٣٩)

## علاماتِ نبوت و شواہد رسالت

(۹۴۳) ترجمہ: عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں: ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے فقر و فاقہ کی شکایت کی، پھر ایک دوسرا شخص حاضر ہوا جس نے راستہ میں لوٹ مار کی شکایت کی۔ جس کو سن کر نبی اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عدی! تم نے کیا حیرہ (ایک مقام کا نام ہے یمن میں) دیکھا ہے، میں نے عرض کیا: نہیں دیکھا ہے؛ لیکن میں نے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو دیکھے گا کہ ایک (بوڑھی ضعیف) عورت سواری پر حیرہ یمن سے سفر کرے گی اور آ کر کعبۃ اللہ کا طواف کرے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی (یعنی جان یا مال میں کسی قسم کا خطرہ و خدشہ محسوس نہیں کرے گی اور یمن سے مکہ کا سفر مکمل کرے گی اور موت طبعی کے سوا کسی اور چیز کا خطرہ نہ ہوگا) عدی کہتے ہیں: یہ سن کر میں نے دل ہی دل میں کہا: پھر اس وقت راستہ کے لٹیرے اچکے کہاں چلے جائیں گے جو دنیا میں آگ لگائے ہوئے ہیں (یعنی لوٹ مار اور غارت گری کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، وہ کہاں چلے جائیں گے؟ یہ جواب تھا اس آدمی سے جس نے راستہ کی بدامنی کی شکایت کی تھی) اور اگر اے عدی! تیری عمر لمبی ہوئی تو کسریٰ کے خزانے تم فتح کرو گے، میں نے کہا کہ: کسریٰ بن ہرمز؟ تعجب میں، آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں کسریٰ بن ہرمز۔

اور اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو دیکھ لے گا کہ ایک آدمی مٹھی بھر کر سونایا چاندی لے کر نکلے گا اور ایسا آدمی تلاشے گا مگر ایسا کوئی اس کو نہیں ملے گا جو اس سے قبول کر لے (یہ جواب ہے اس آدمی کا جس نے فقر و فاقہ، تنگی و تنگدستی کی شکایت کی تھی)۔

اور تم میں سے ایک شخص سے اللہ تعالیٰ ملے گا قیامت کے دن اور اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، جو اس کی ترجمانی کرے یعنی اللہ خود ہم کلام ہوگا۔ ضرور اس سے کہا جائے گا۔ کیا تیرے پاس رسول نہیں آیا تھا؟ جس نے حکم ربی پہنچایا تھا تم کو؟ وہ عرض کرے گا: ہاں آیا تھا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم کو مال و اولاد نہیں دیا گیا تھا اور تم

پر اللہ کا بے شمار فضل نہ ہوا تھا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں! خوب ہوا تھا، وہ اب اپنے داہنی طرف دیکھے گا تو سواءِ جہنم کے اور کچھ نظر نہ آئے گا اور بائیں طرف دیکھے گا تو جہنم عدی کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ دوراہ حق میں، اگر کسی کے پاس کھجور کا ٹکڑا نہ ہو تو اچھی بات ہی لوگوں سے کر لے۔ یعنی صدقہ دینے کو نہ ہو تو اچھی بات کا تحفہ ہی دے دو۔

عدی راوی کہتے ہیں کہ: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک عورت حیرہ سے سفر کر کے آئی اور بیت اللہ کا طواف کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو اپنی جان و مال پر کوئی خوف و خطر نہ تھا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے کو جن لوگوں نے فتح کیا میں خود بھی اسی میں تھا اور لوگو! اگر اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو زندگی لمبی دے تو ضرور دیکھ لو گے جو نبی ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مٹھی بھر کر سونا، چاندی ایک شخص لے کر پھرے گا کہ کوئی لے لے، مگر لینے والا نہ ملے گا۔ (اخرجہ البخاری ۲۳۹/۴)

## درِ یتیم ﷺ کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی واضح دلیل آگئی ہے کہ درِ یتیم نے بے سرو سامانی اور بغیر کسی ظاہری قوت و شوکت کے یہ خبر دے دی کہ کسریٰ بن ہرمز اسلامی فوجوں اور نبی امی ﷺ پر ایمان لانے والے مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہوگا اور وہ خزانہ جو سالوں سے سنبھال کر غیروں نے رکھا تھا مسلمانوں کے لیے ہی تھا۔ ایمان لائے رب ذوالجلال پر اور اس کے نبی معصوم پر کے غیروں نے فقراء مسلمین کے لیے اموال کو محفوظ رکھا، یہ ان کا خزانہ اور اس کی حفاظت اپنے لیے نہ تھا بلکہ نبی آخر الزماں ﷺ کے غلاموں کے لیے تھا۔ جس کی بشارت لسان رسالت پر آئی اور عہد فاروقی میں یہ خزانہ جو نبوت کی پیش گوئی تھی پوری ہوگئی۔ الحمد للہ علی دین الاسلام والصلاة والسلام علی سید الشفیع فی جمیع الا نام۔

دوسری بشارت امن و امان کی تھی کہ یمن سے ایک عورت سوار ہو کر مکہ حرم الہی میں آئے گی اور بیت اللہ کا طواف کرے گی اور اس کو نہ جان کا، نہ مال کا اور نہ عزت و ناموس کا خدشہ ہوگا اور فراغت کے ساتھ یہ طویل سفر طے کرے گی۔ قربان جائیے اسلام کی صداقت و امانت اور شرافت و شجاعت پر کہ جہاں لوٹ کھسوٹ، قتل و غارت گری اور عفت و عصمت کی پامالی و بے حرمتی عام تھی، چند سالوں میں اُس قوم کی خو و خمیر کو یکسر بدل دیا اور کایا پلٹ دی۔ مزاج میں خوف و حق پرستی کا بلند معیار اتنا بلند کیا کہ ایک عورت یمن سے کعبۃ اللہ آتی ہے اور طواف کرتی ہے اور اس کو ذرہ بھی خدشہ دامن گیر نہیں۔ کہاں ہیں وہ جھوٹے دعوے دار جو دنیا کو اسلام کی طرف سے بدگمان کرنے میں منہمک و مشغول ہیں۔ سورج پر تھوک پھینکنے والو شرم کرو کہ سورج کی بلندی تمہارے ناپاک عمل سے پاک ہے اور یہ ناپاک کی تمہاری طرف لوٹ جائے گی اور یہ نظام امن، ضمیر کی طہارت، قلب کی نفاست و نظافت کی بنیاد پر تھا، شعور کی پاکیزگی اور ذوق کی سلامتی پر تھا۔ جس کی بنیاد نبی آخر الزماں ﷺ نے رکھی تھی۔ کل کا ڈاکو آج کا پاسبان و نگہبان بن گیا تھا جن کا وقت رات کی تاریکی میں لوگوں پر ظلم و ستم تھا، اب وہی رات کی تنہائی میں توبہ و استغفار کا مظہر تھا۔ جو کل تک لوگوں کو رلاتا تھا جبر و تشدد سے، آج وہ خود اپنے معاصی و ذنوب پر نادم اور آہ و بکا میں غفو و مغفرت کا طلب گار بن کر بارگاہ رب العزت میں حاضر تھا۔ نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت و رسالت نے انسانیت کو عزت بخشی اور ہر طرف رحمت ہی رحمت بن کر چھا گئی۔

فالحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على خاتم المرسلين رحمة للعالمين

و من فضله ﷺ أن يشهد هو و أمته لنوح عليه السلام

باب : حديث يدعى نوح يوم القيامة

نبی رحمت ﷺ کا عند اللہ مقام و مرتبہ

(۹۴۴) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

”يُدْعَى نُوحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ يَا رَبِّ ، فَيَقُولُ: هَلْ بَلَغْتَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ. فَيُقَالُ لِأُمَّتِهِ: هَلْ بَلَغَكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: مَا أَتَانَا مِنْ نَذِيرٍ. فَيَقُولُ: مَنْ يَشْهَدُ لَكَ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ، فَيَشْهَدُونَ أَنَّهُ قَدْ بَلَغَ وَ يَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا، فَذَلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقره: ۱۴۳)

[صحیح] (أخرجہ البخاری فی صحیحہ ج ۶ ص ۲۶)

رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اُمت کا امتیاز ہے کہ نوح علیہ السلام کی تبلیغ رسالت کی شہادت دے گی جو بارگاہ حق جل مجدہ میں قبول ہوگی (۹۴۴) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نوح علیہ السلام کو قیامت کے دن بارگاہ رب العزت میں بلایا جائے گا، وہ عرض کریں گے: لبیک و سعدیک۔ حاضر ہوں یا رب۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا آپ نے بات پہنچادی تھی؟ وہ عرض کریں گے: ہاں پہنچادی تھی، تو قوم سے عرض کیا جائے گا: کہ انھوں نے حق تعالیٰ کا پیغام تو حید تم کو پہنچایا تھا؟ قوم نوح جواب دے گی: ہم لوگوں کے پاس کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر نہیں آیا۔ حق تعالیٰ نوح سے فرمائیں گے: آپ کا گواہ کون ہے؟ (یعنی قوم تو تبلیغ رسالت سے انکار کر رہی ہے آپ کی جانب سے کون گواہی دے گا) وہ عرض کریں گے: محمد (ﷺ) اور ان کی امت۔ پھر یہ امت رحمت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انھوں نے رسالت کا فریضہ ادا کیا تھا اور امت رحمت کی شہادت پر صداقت کی مہر رسول اللہ ﷺ کی ہوگی۔ جس کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہے:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾

اور ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنادیا ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت اعتدال پر ہے، تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ گواہ ہوں۔ (اخرجہ البخاری ۲۶/۶)

## اُمت کی صداقت پر رسول اللہ ﷺ کی شہادت

ہم نے تم کو سب امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا، تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام امتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادة قرار دیے جاؤ۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ تمہاری عدالت و صداقت کی گواہی دیں، جیسا احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی اُمتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی، اس وقت آپ ﷺ کی اُمت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ ﷺ جو اپنے اُمتیوں کے پورے حالات سے واقف ہیں ان کی صداقت و عدالت پر گواہ ہوں گے، اس وقت وہ امتیں کہیں گی کہ: انھوں نے تو نہ ہمارا زمانہ پایا، نہ ہم کو دیکھا، پھر گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے؟ اس وقت آپ کی امت جواب دے گی کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کے بتلانے سے اس امر کا علم یقینی ہوا، اس کی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں۔ (فوائد عثمانی)

## ایک نبی امتی، دو اُمتی یا تین اُمتی

(۹۴۵) عن أبي سعيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

”يَجِيئُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَيَجِيئُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الثَّلَاثَةُ، وَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ وَ أَقَلُّ، فَيَقَالُ لَهُ: هَلْ بَلَغْتَ قَوْمَكَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ. فَيُدْعَى قَوْمُهُ، فَيَقَالُ: هَلْ بَلَغَكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: لَا، فَيَقَالُ: مَنْ شَهِدَ لَكَ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ وَ أُمَّتُهُ، فَتُدْعَى أُمَّةُ مُحَمَّدٍ فَيَقَالُ: هَلْ بَلَغَ هَذَا؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيَقُولُ: وَ مَا

عَلَّمَكُمْ بِذَلِكَ؟ فَيَقُولُونَ: أَخْبَرَنَا نَبِينَا بِذَلِكَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَغُوا فَصَدَّقْنَاهُ،  
قَالَ: فَذَلِكُمْ قَوْلُهُ تَعَالَى:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ

الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقرہ: ۱۴۳) [صحیح] (أخرجہ ابن ماجہ ج ۲ / ۲۸۴)

(۹۴۵) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن ایک نبی آئیں گے اور ان کے ہمراہ صرف ایک امتی ہوگا اور دوسرے کے ساتھ دو امتی اور تیسرے کے ساتھ صرف تین امتی ہوں گے، بعض کے ساتھ اس سے زیادہ، ان سے کہا جائے گا کہ: کیا آپ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہاں کی تھی، وہ قوم عرض کرے گی: نہیں، انھوں نے کوئی تبلیغ نہیں کی تھی، تو اس نبی سے کہا جائے گا: آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے: ہمارے گواہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہے، تو محمد ﷺ اور ان کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے ارشاد ہوگا: کیا فلاں نبی نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی؟ یہ عرض کریں گے، ہاں کی تھی، اب محمد ﷺ اور ان کی امت سے سوال ہوگا کہ: اس بارے میں تم کو علم کیسے ہوا؟ (جب کہ تم بعد میں آئے اور یہ لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں) اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ عرض کرے گی: ہمارے پاس نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور انھوں نے خبر دی کہ رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی، تو ہم نے ان کی باتوں کی تصدیق کی، جس کو اللہ رب العزت نے اپنے قول ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ میں بیان کیا ہے: اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں کی گواہی دو اور تمہاری شہادت رسول دیں۔ (بخاری شریف)

قیامت کے دن شہادتِ نوح کے لیے جب اُمت آئے گی

تو نور آگے آگے ہوگا

(۹۴۶) حدثنی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کلہم رفعوا الحدیث إلی رسول اللہ ﷺ:



”إِنَّ اللَّهَ يَدْعُو نُوْحًا وَ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوَّلَ النَّاسِ ، فَيَقُولُ : مَاذَا أَجَبْتُمْ نُوْحًا؟ فَيَقُولُونَ : مَا دَعَانَا وَ مَا بَلَّغَنَا وَ لَا نَصَحَنَا وَ لَا أَمَرَنَا وَ لَا نَهَانَا، فَيَقُولُ نُوْحُ : دَعَوْتُهُمْ يَا رَبِّ دُعَاءً فَاشِيًّا فِي الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِينَ أُمَّةً بَعْدَ أُمَّةٍ حَتَّى انْتَهَى إِلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ أَحْمَدَ فَانْتَسَخَهُ وَ قَرَأَهُ وَ آمَنَ بِهِ وَ صَدَّقَهُ فَيَقُولُ اللَّهُ لِلْمَلَائِكَةِ : ادْعُوا أَحْمَدَ وَ أُمَّتَهُ ، فَيَأْتِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَ أُمَّتُهُ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ، فَيَقُولُ نُوْحُ لِمُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ : هَلْ تَعْلَمُونَ أَنِّي بَلَغْتُ قَوْمِي الرِّسَالَةَ؟ وَ اجْتَهَدْتُ لَهُمْ بِالنَّصِيحَةِ وَ جَهَدْتُ أَنْ اسْتَنْقِذَهُمْ مِنَ النَّارِ سِرًّا وَ جَهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا؟ فَيَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَ أُمَّتُهُ : فَإِنَّا نَشْهَدُ بِمَا نَشَدْتَنَا بِهِ أَنَّكَ فِي جَمِيعِ مَا قُلْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ، فَيَقُولُ قَوْمُ نُوْحٍ : وَ أَيْنَ عَلِمْتَ هَذَا يَا أَحْمَدُ أَنْتَ وَ أُمَّتُكَ وَ نَحْنُ أَوَّلُ الْأُمَمِ وَ أَنْتَ وَ أُمَّتُكَ آخِرُ الْأُمَمِ؟ فَيَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ، ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلَى قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ قَرَأَ السُّورَةَ حَتَّى خَتَمَهَا فَإِذَا خَتَمَهَا قَالَتْ أُمَّتُهُ : نَشْهَدُ أَنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَ مَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَ إِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ . فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ عِنْدَ ذَلِكَ : ﴿امْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ﴾ . فَهُمْ أَوَّلُ مَنْ يُمْتَازُ فِي النَّارِ .“

[ضعيف] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج ۲ ص ۵۴۷)

(۹۴۶) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مروفاً رسول اللہ ﷺ سے روایت

کرتے ہیں کہ حق جل مجدہ نوحؑ اور ان کی قوم کو قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے پہلے طلب کریں گے اور حق جل مجدہ قوم نوحؑ سے سوال کریں گے کہ تم نے نوحؑ کو کیا جواب دیا تھا: (جب انھوں نے تم لوگوں کو توحید و رسالت کی دعوت دی تھی) قوم جواب میں کہے گی: ہم لوگوں کو کسی نے توحید و رسالت کی دعوت نہ دی، نہ ہی کوئی ہمارے پاس تبلیغ کے لیے آیا، نہ ہی کسی نے ہم لوگوں کو نصیحت کی، نہ ہی ہم لوگوں کو کسی نے بھلائی کا حکم



کیا، نہ ہی کسی نے ہم لوگوں کو کفر و شرک سے روکا اور نہ منع کیا۔ یہ سن کر نوح علیہ السلام بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گے: میں نے ان لوگوں کو کھلم کھلا، عام و تمام دعوت دی تھی۔ اولین و آخرین، ہر امت دوسری امت کے بعد میری دعوت و تبلیغ کو جانتی ہے۔ یہاں تک کہ محمد و احمد خاتم المرسلین و خاتم النبیین ﷺ تک میری دعوت و پیغام رسانی کی خبر مشہور ہوئی اور اس خبر کو لکھ کر محفوظ رکھا اور اس کی تلاوت کی اور اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی تصدیق کی، پھر حق جل مجدہ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ احمد ﷺ اور ان کی امت کو بلاؤ۔ پس رسول اللہ ﷺ بارگاہ رب العزت میں تشریف لائیں گے اور ان کی امت بھی جبکہ ان کے سامنے نور چمکتا ہوا آگے آگے ہوگا۔ اس وقت نوح علیہ السلام محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ان کی امت سے کہیں گے: کیا آپ لوگوں کو اس بات کی اطلاع ہے کہ میں نے اپنی قوم کو توحید و رسالت پہنچا دیا تھا؟ اور میں نے پوری کوشش کے ساتھ خیر خواہی کی نصیحت کی تھی اور پوری طاقت کے ساتھ کوشش کی تھی کہ ان کو نار جہنم سے نکال لوں، تنہائی اور مجمع میں نصیحت کے ذریعہ، مگر جب بھی میں نے ان کو عقیدہ کی سلامتی کی طرف بلایا وہ بھاگتے ہی گئے؟ اس وقت رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت بیک زبان ہو کر عرض کریں گے: ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ جو بھی آپ نے بارگاہ رب العزت میں بیان کیا ہے آپ اس میں سچے پکے ہیں۔ یہ سنتے ہی قوم نوح بول اٹھے گی: آپ کو کیسے معلوم ہوا اے احمد ﷺ اور امت رحمت؟ جبکہ ہم پہلے امتی ہیں اور آپ آخری امت ہیں (ہمارے اور آپ کے درمیان زمانہ طویل ہے آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کریں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾ اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲﴾

ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس (پیغمبر بنا کر) بھیجا تھا۔ کہ تم اپنی قوم کو (وہاں کفر سے) ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔

الغرض آپ پوری سورہ نوح آخر تک پڑھیں گے۔ جب سورہ ختم ہوگی تو امت احمد ﷺ بول اٹھے گی: ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ سچے واقعات ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے، اس وقت حق جل مجدہ فرمائے گا: علیحدہ ہو جاؤ آج کے دن، اے مجرمو!۔

پس قوم نوح سب سے پہلے وہ قوم ہوگی، جو جہنم میں علیحدہ کر دی جائے گی۔  
(اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۵۴۷/۲)

## اُمت کو رسول اللہ ﷺ کی معیت حاصل ہوگی

اس حدیث میں جہاں اس بات کا تذکرہ ہے کہ امت محمد ﷺ نبی رحمت ﷺ کی معیت میں بارگاہ رب العزت میں رسالت نوح علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت کی شہادت دے گی، وہیں اس بات کی بھی بشارت ملتی ہے کہ بوقت شہادت امت رحمت عالم رسول اللہ ﷺ کو معیت نبی بھی ہوگی۔

نیز حق جل مجدہ کا اُمت رحمت کو نبی رحمت کے ساتھ شہادت کے لیے طلب کرنا قیامت کے دن ایک غیر معمولی اعزاز و اکرام کا اعلان ہوگا اور کیوں نہ ہو کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہی اعلان کر دیا ہے: اُمَّةً وَ سَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا جس کا حاصل یہ ہوگا کہ صرف یہ امت ہی اللہ تعالیٰ کی جناب میں قابل شہادت ہوگی، بقیہ کسی امت کی شہادت قبول نہ ہوگی۔

اللہ اکبر کبیراً، یہ کتنی عمیق حقیقت و فضیلت ہے کہ نوح علیہ السلام کے دعویٰ کی شہادت امت رحمت سے بارگاہ رب العزت میں لی جائے گی اور قبول کی جائے گی۔

نیز اس بات کی بشارت بھی دے دی گئی کہ امت جب بارگاہ رب العزت میں معیت رسول کے ساتھ رواں دواں ہوگی، اس وقت ان کے آگے آگے نور بھی رواں دواں ہوگا اور سامنے دوڑتا ہوگا۔ جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے کہ اس وقت وہ لوگ کہیں گے: رَبَّنَا اَتَمِّمْ لَنَا نُورَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

اے ہمارے رب! ہمارے لیے اس نور کو اخیر تک رکھئے اور ہماری مغفرت فرما دیجیے، بلاشبہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

## باب : فی فضل الصلاة علی النبی ﷺ

### باب: فضائلِ درود و سلام

(۹۴۷) عن عبد الله بن أبي طلحة رضی اللہ عنہ عن أبيه: أن رسول الله ﷺ جاء ذات

يوم والبشر يرى في وجهه فقلنا: إنا لنرى البشر في وجهك؟ فقال:

”إِنَّهُ أَتَانِي مَلَكٌ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ: أَمَا يُرْضِيكَ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا.“ [صحيح لغيره] (أخرجه أحمد في المسند ج ۴ ص ۲۹)

### تحفہ درود و سلام اور نزولِ رحمت و رضوان

(۹۴۷) ترجمہ: عبد اللہ بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے چہرہ انور سے خوشی و مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم آج آپ کے روئے انور پر غیر معمولی بشارت و بشارت اور شادمانی محسوس کر رہے ہیں۔ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ابھی فرشتہ آیا تھا اور اس نے اطلاع دی کہ اے محمد ﷺ آپ کے رب نے فرمایا ہے کہ: کیا آپ اس بات سے خوش نہیں ہوں گے کہ جو بھی آپ کا امتی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا میں (اللہ) اس پر دس رحمت نازل کروں گا اور جب آپ کا امتی آپ کو سلام کرے گا میں اس پر دس سلامتی نازل کروں گا۔ (اخرجه احمد في المسند ج ۴ ص ۲۹)

### حق جل مجدہ رسول اللہ ﷺ پر درود و رحمت بھیجتے ہیں

رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ درود و رحمت بھیجتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ پر صلوة بھیجنا، یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ کی ثناء اور اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی

بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔  
 علماء نے لکھا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور  
 مؤمنین کی صلوٰۃ دعا کرنا ہے۔ لہذا اللہ نے مؤمنین کو حکم دیا ہے کہ تم بھی صلوٰۃ رحمت بھیجو  
 اسی کو ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ  
 سَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورۃ احزاب) اور اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر  
 اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

### مؤمنین کا حق تعالیٰ سے درخواست کرنا

حق تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو، نبی ﷺ نے  
 بتلایا کہ تمہارا بھیجنا یہ ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابد لا باد تک  
 نبی پر نازل فرماتا رہے، کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں یہ بھی اللہ کی رحمت ہے  
 کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب  
 کر دی جائیں۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں، حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے کسی  
 بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا ہے۔  
 حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ  
 ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اُترتی ہے اور ایک  
 دفعہ مانگے سے دس رحمتیں اُترتی ہیں مانگنے والے پر اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل  
 کر لے۔ (فوائد عثمانی)

امام بخاریؒ نے ابوالعالیہ سے روایت کی ہے کہ اللہ کا اپنے نبی پر درود بھیجنا اپنے  
 فرشتوں کے سامنے آپ کی ثناء و صفت کا بیان کرنا ہے۔ اور فرشتوں کا درود آپ کے لیے  
 دعا کرنا ہے۔ یعنی برکت کی دعا کرنا ہے۔ ابن عباسؓ اور اکثر اہل علم کا قول ہے کہ اللہ کا  
 درود رحمت ہے فرشتوں کا درود استغفار ہے۔ حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اللہ

تبارک وتعالیٰ کی صلوٰۃ ”سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي“ ہے۔

## درود و صلوٰۃ علی النبی واجب ہے یا مستحب

عمر بھر میں ایک مرتبہ آپ پر درود واجب ہے، پھر مستحب ہے۔ قاضی عیاض نے وجوب کے قول کی تائید کی ہے اور اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا یہی قول ہے۔ امام طحاویؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

## آخری قعدہ میں درود پڑھنا

ہر نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا واجب ہے۔ امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سنت ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔ اور مشہور ترین روایت میں امام احمدؒ کا قول آیا کہ درود کو ترک کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔

(۱) ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا تذکرہ آیا ہو اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھی ہو۔ (ترمذی)

(۲) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، وہ دوزخ میں چلا جائے، اللہ اس کو دور رکھے۔ (طبرانی)

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے کہا، جس شخص کے سامنے آپ ﷺ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے اور اس وجہ سے دوزخ میں چلا جائے پس اللہ اس کو دور رکھے۔ (طبرانی)

(۴) حضور ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھی وہ بدنصیب ہو گیا۔ (ابن سنی)

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ

پڑھے، وہ بخیل ہے۔ (ترمذی)

(۶) جس کے سامنے میرا تذکرہ آیا اور اس سے مجھ پر درود پڑھنی چھوٹ گئی اس سے جنت کا راستہ چھوٹ گیا۔ (طبرانی)

ایک درود پر تیس نعمتیں، دس رحمت، دس خطا معاف، دس درجے بلند

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو مجھ پر ایک درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس خطائیں ساقط کرے گا اور دس درجے بلند کرے گا۔ (احمد، البخاری فی الادب المفرد، نسائی، حاکم)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ایک بار مجھ پر درود پڑھے گا اللہ دس بار رحمت اس پر نازل فرمائے گا۔ (رواہ مسلم)

### درود شریف کی مشروعیت

حق جل مجدہ نے نبی الثقلین، خاتم المرسلین ﷺ پر درود شریف کی مشروعیت کو تقریب الی اللہ کا ذریعہ بنایا تاکہ جس عمل میں حق جل مجدہ کی ذات شریک ہے بندہ بھی شریک ہو جائے اور عالم سفلی اور عالم دنیا کا یہ عمل صلوٰۃ علی النبی عالم علوی اور عالم قدس سے مناسبت پیدا کر لے اور بارگاہ قدس سے ایک پر دس لے کر اپنے نبی کے صلوٰۃ ورحمت کے فیض سے طہارت قلب اور تزکیہ باطن میں ایسا استعداد و رسوخ ایمان و ایقان کا پیدا کر لے کہ قلب باطن میں شرح صدر اور جملہ حجابات ظلماتی یکسر ختم ہو کر فنا فی الرسول کا مقام حاصل کر لے۔ شریعت و سنت نبوی میں فرائض سے لے کر آداب و مستحبات تک میں فکر و نظر کا خاتم النبیین ﷺ سے اتحاد نصیب ہو جائے اور دوستو کیوں نہ ہو، ہمارے دامن میں، اسلام کے آنگن میں جتنی نعمتیں، اوامر ہوں یا نواہی، فرائض ہوں یا واجبات، سنن ہوں یا آداب، کتاب اللہ میں حدود ہوں یا تعزیرات، تقرب الی اللہ کا راستہ ہو یا تعبد کی منزلیں، حد تو یہ ہے کہ توحید باری کا تعارف بھی محمد رسول اللہ ﷺ نے کرایا۔ اللہ کی محبت، خالق کا

تعارف، ربّ العزّت کی قدرت و قوت کا کمال، اللہ کا بندوں سے ربط و تعلق، بندوں کا ذاتِ حق سے عبودیت کا مضبوط رشتہ، سائل کی خاموش زبان کا سوال جو ذاتِ بدرجہ اتم جانتی ہے اور بن بولے سائل کی مراد کو برلاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہی تمہارا رب، معبود و مسجود، اور اللہ ہے۔ اسی سے رشتہ جوڑو، تعلق استوار کرو، اور تمہارا رب کن کن عبدیت کے شاہِ راہ سے تم کو ملے گا، ہمارے آقا و مولا محمد ﷺ نے انھیں راستوں پر ہم کو لا کر ہمارا ہاتھ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اب اس محسنِ اعظم ﷺ کا حق آپ پر کیا ہے۔ اگر آپ کی ضمیر و فطرت سلیم و صحیح ہے تو اس کا جواب بہت ہی سہل و آسان ہے کہ ہم سے یہ حق ادا نہ ہوتا نہ ہی ممکن تھا کہ حق کی ادائیگی کے لیے ہمارے پاس الفاظ کی کوتاہ دنیا میں اس آمنہ کے لعل و گہر کے لیے کائناتِ عالم کے دریتیم کے لیے، مقامِ محمود کے امام کے لیے، کس اور کن اسالیب میں شکر ادا کیا جائے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا غَافِيَةً۔ ہمارے معبود و مسجود نے اپنے رسول احمد و محمد، و محمود ﷺ کے لیے خود سکھلایا کہ اے میرے بندو، جس نے تم کو عبادت و عبودیت کی راہ سکھائی میرا تعارف کرایا۔ تم ان کو کچھ نہیں پیش کر سکتے ہو، ان کا مقام کیا ہے تمہاری کوتاہ و محدود نگاہِ ناتمام، بدر تمام کا اندازہ نہیں لگا سکتی اور نہ ہی تم ان کی شانِ صفا، اور فیض و فاکونذرا نہ پیش کر سکتے ہو۔ بس تم تو یہ کرو کہ اپنے معبود سے مقامِ محمود کے امام کے لیے۔ جو رحمتِ الہی اترتی رہتی ہے، بس تم اس میں شرکت کر لو۔ اور رب سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابد الابد تک رسولِ محمود ﷺ پر نازل فرماتا رہے، کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے گا وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں گی، گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے۔ کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا ہے۔ یہ بھی رحمت کی فیاضی ہے کہ ربّ العزّت نے رسولِ معظم ﷺ کی شایانِ شان ہماری درخواست کو قبول کر کے رحمت نازل کر دیتا ہے اور پھر اس کو ہماری طرف



منسوب کر دیا جائے کہ ہم نے بھیجا ہے۔ یہ بھی اس کی رحمت کی فیاضی ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ اَحْمَدٍ وَ مَحْمُوْدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَ الْاَرْضُ۔ پھر ہم نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے سوال کیا صلوة علی النبی کا، اور اللہ تعالیٰ بیش از بیش رحمتیں رسول اللہ ﷺ پر نازل کرتا ہے اور سائل کو ہر بار سوال پر دس نیکیاں دیتا ہے تاکہ کسی صلوة علی النبی پڑھنے والے کے دل میں یہ بات نہ آئے کہ ہم نے رسول پر صلوة کا تحفہ پیش کیا ہے۔ کیونکہ اس نے ایک پیش کرنے کی درخواست اللہ تعالیٰ سے کی اور اللہ تعالیٰ نے رسول رحمت ﷺ کی جانب سے دس دیدی تو اس نے کچھ نہیں دیا، اور دس لے لیا کیونکہ اس نے تو محض اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی، دیا تو اللہ تعالیٰ نے۔

### خصوصیتِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مسجد الملائکہ بنایا۔ اور فرشتوں سے سجدہ کرایا مگر اس سجد میں خود شریک نہ تھا۔

اور جب حبیبِ مصطفیٰ ﷺ پر صلوة نازل فرمایا تو خود پہلے اللہ کی ذات اس عمل میں شریک ہوئی پھر ملائکہ کو اجازت ملی پھر عام مومنین کو۔ گویا صلوة علی النبی میں اللہ تعالیٰ کی ذات مقدم ہوئی۔ تمام ملائکہ و خلایق پر۔ یعنی ذات حق نے رسول حق پر پہلے صلوة کا تحفہ پیش کیا پھر ملائکہ و خلایق کو اجازت دیدی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو جب حکم دیا تو فرمایا اسجدوا لآدم، تم سب کے سب آدم کو سجدہ کرو۔ آدم کا نام لیا۔ ﴿يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ دوسرے انبیاء کا نام لیا۔ ﴿يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا، يَا اِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَقْتَ الرُّوْيَا، يَا دَاوُدُ وَاِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ، يَا عِيْسٰى اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ، يَا زَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ، يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ﴾ وَ غَيْرَ ذٰلِكَ اور جب حبیبِ مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ کیا تو فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ، يَاٰيْهَا النَّبِيُّ...﴾ نام نہیں لیا۔ صفت و لقب سے خطاب کیا، جو مقامِ مصطفیٰ کا پتہ دیتا ہے۔



## خلیل و حبیب کا فرق

سبحان اللہ! ایک موقع پر جب اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ کا ذکر جب حبیب اللہ کے ساتھ کیا تو خلیل اللہ کا نام لیا اور حبیب اللہ کا لقب، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ﴾، و هذا النبی پیار سے کہا، لقب و صفت کو بیان کیا تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ یہ نبی عند اللہ بھی سب میں محبوب و محمود ہیں لہذا خلیل اللہ کا نام لیا اور حبیب اللہ کا لقب و هذا النبی سے خطاب فرمایا۔

## درود کا حکم مومنین کو ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اہل ایمان کو مخاطب کیا ہے کہ تم رسول اللہ پر درود بھیجو، ارشاد فرمایا: یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ، اے ایمان والو تم درود بھیجو، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کیا کہ تم درود بھیجو نبی پر، کہ درود ذریعہ تقرب ہے، جو مومن کو ہی مل سکتا ہے۔ غیر مومن کو نہیں مل سکتا۔ اور درود بھیجنے کا حکم اہل ایمان کو اس لیے دیا گیا کہ تقرب الی اللہ کا مقبول ذریعہ ہے، جو رد نہیں ہوتا ہر حال میں مقبول ہے۔ اس لیے بارہا تجربہ ہوا کہ غیر اہل ایمان اگر کبھی نام مبارک لیتا بھی ہے تو درود کی توفیق نہیں ہوتی کہ درود کا حکم باری تعالیٰ نے اہل ایمان کو دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ درود کا توفیق ملنا بھی علامت ایمان کی دلیل ہے۔ الحمد لله علی نعمۃ الاسلام و علی نعمۃ الصلوۃ و السلام علی خیر الانام۔

## حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر بلا کر سلام کیا

ہمارے رسول اللہ ﷺ کو حق جل مجدہ نے آسمان پر بلا کر السلام علیک ایہا النبی کہا، اور ہر آنے والے امتی کو نماز میں السلام علیک ایہا النبی کہنے کا طریقہ سکھلایا، اور شب معراج میں رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ بے نیاز میں فرمایا تھا التحیات لله و الصلوات و الطیبات، تو بارگاہ رب العزت سے السلام علیک ایہا النبی سے

جواب دیا گیا، اور رسول اللہ ﷺ نے والصلوۃ بھی کہا تھا۔ تو بارگاہ رب العزت سے والصلوۃ کے جواب میں ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی کا مضارع کے صیغہ کے ساتھ استمراری صلوۃ علی النبی کا تحفہ رب العزت نے رسول رحمت کو عطا فرمایا تو ہمارے نبی کو صلوۃ کا تحفہ بھی ملا اور سلام کا تحفہ بھی ملا، دونوں ہی ہمارے نبی کو منجانب اللہ عطا ہوا ہے۔

دس درجات کی بلندی، دس نیکیوں کا لکھا جانا اور دس گناہوں کا مٹایا جانا

(۹۴۸) عن أبی طلحة الأنصاری رضی اللہ عنہ قال:

أصبح رسول الله ﷺ يوماً طيب النفس يرى في وجهه البشر قالوا: يا رسول الله ﷺ: أصبحت اليوم طيب النفس يرى في وجهك البشر؟! قال: "أجل أتاني آت من ربي عز وجل فقال: مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ صَلَاةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ، وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ، وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَهَا."

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد في المسند ج ۴ ص ۲۹)

(۹۴۸) ترجمہ: ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز بوقت صبح بہت ہی خوشی و مسرت کی حالت میں تھے کہ آپ کے چہرہ انور سے بشارت و بشارت کے آثار نمایاں تھے، ہم نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آج کی صبح آپ پر بشارت و بشارت اور مسرت و شادمانی کے آثار خوب نمایاں تھے، کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں بالکل درست بات کہی۔ ایک فرشتہ رب العلمین کی طرف سے آیا تھا، اس نے فرمایا: آپ ﷺ کی اُمت میں سے جو بھی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ دس نیکیاں لکھتے ہیں اور دس گناہ مٹا دیتے ہیں اور دس درجہ بلند کرتے ہیں اور اتنا ہی اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے۔ (اخرجه احمد في المسند ج ۴ ص ۲۹)

## رسول اللہ ﷺ پر درود نزولِ سلامتی و رحمت ہے

(۹۴۹) عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قال:

خرج رسول الله ﷺ فاتبعته حتى دخل نخلاً فسجد فأطال السجود حتى خفتُ أو خشيتُ أن يكونَ اللهُ قد توفاه أو قبضه قال: فجئتُ أنظرُ فرفَعَ رأسه فقال: ”مَا لَكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ؟ قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنَّ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِي: أَلَا أُبَشِّرُكَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ لَكَ: مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ.“

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج ۳ / ۱۶۶۲)

(۹۴۹) ترجمہ: عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز کہیں باہر نکلے، میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہولیا، یہاں تک کہ ایک کھجور کے باغ میں داخل ہوئے اور وہاں سجدہ کیا اور خوب لمبا و طویل سجدہ کیا، حتیٰ کہ میں ڈر گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات نہ دے دی ہو یا یہ کہ آپ ﷺ کی روح قبض ہو گئی ہو۔ میں آپ ﷺ کے قریب آیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: اے عبد الرحمن! تم کو کیا ہوا کہ تم آگئے ہو؟ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے عرض کر دیا کہ: مجھے آپ کے وصالِ حق کا خطرہ ہو گیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جبریل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ: آپ ﷺ کو بشارت نہ دیدوں؟ کہ حق جل مجدہ نے آپ کو فرمایا ہے جو بھی آپ ﷺ پر درود بھیجے گا میں (اللہ) اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو آپ ﷺ کو سلام کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر سلامتی نازل فرماتا ہے۔ (اخرجه احمد ج ۳ / ۱۶۶۲)

## درود شریف کے بارے میں چھپے خزانہ کی اطلاع

(۹۵۰) عن أم أنيس بنت الحسن بن علي رضي الله عنهما عن أبيها قال:

قالوا: يا رسول الله أرأيت قول الله عز وجل:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ قَالَ:

”إِنَّ هَذَا لَمِنَ الْمَكْتُومِ وَلَوْ لَا أَنَّكُمْ سَأَلْتُمُونِي عَنْهُ مَا أَخْبَرْتُكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ وَكَلَّ بِي مَلَكَئِينَ لَا أَذْكَرُ عِنْدَ عَبْدٍ مُسْلِمٍ فَيُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا قَالَ ذَانِكَ الْمَلَكَانِ : آمِينَ وَلَا يُصَلِّيَ عَلَيَّ أَحَدٌ إِلَّا قَالَ ذَانِكَ الْمَلَكَانِ : غَفَرَ اللَّهُ لَكَ، وَقَالَ اللَّهُ وَمَلَائِكَتُهُ جَوَابًا لِدَيْنِكَ الْمَلَكَئِينَ : آمِينَ.“

[ضعيف جداً] (أخرجه الطبرانی فی الكبير ج ۳ / ۲۷۵۳)

(۹۵۰) ترجمہ: ام انیس بنت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ! إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ آیت کا کیا مفہوم ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ: یہ چھپی ہوئی باتوں میں سے ہے۔ اگر تم لوگ سوال نہ کرتے تو میں تمہیں ہرگز نہ بتلاتا۔ حق جل مجدہ نے دو فرشتوں کو مجھ پر متعین کیا ہے، جب میرا نام محمد ﷺ کسی مسلمان بندہ کے پاس لیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر صلاۃ و درود بھیجتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے جس کے جواب میں اللہ جل مجدہ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں: آمین۔

اور جب کبھی کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو دونوں متعین فرشتے جواب میں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے، پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں جواب میں ان دونوں فرشتوں کے آمین۔ (أخرجه الطبرانی فی الكبير ج ۳ / ۲۷۵۳)

## آدم علیہ السلام کا محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعاء مانگنا

جب آدم علیہ السلام سے گناہ کا صدور ہو گیا تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ میں محمد ﷺ کے مقام و رتبہ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرمادے، ارشاد ہوا: محمد ﷺ کو تو نے کیسے جانا پہچانا؟ جبکہ ابھی میں نے ان کو پیدا بھی نہیں فرمایا، آدم نے عرض کیا: رب العالمین! جب آپ نے مجھ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے جسم میں اپنی قدرت سے روح ڈالی، جب میں نے سراٹھا کر دیکھا تو عرش اعظم کے ستونوں پر لکھا ہوا پایا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، جس سے میں جان گیا کہ آپ نے اپنے نام

کے ساتھ جس شخص کے نام کا اضافہ کیا ہے یقیناً وہ تمام مخلوقات میں آپ کا محبوب ہوگا، ارشاد ہوا: اے آدم تو نے سچ کہا، محمد ﷺ تمام مخلوقات میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، لہذا جب تو نے ان کے واسطے سے سوال کیا تو میں نے تیری مغفرت کردی اور اے آدم! اگر محمد ﷺ باعث کائنات نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

## صلوٰۃ النبی ﷺ کا مطلب

صلوٰۃ النبی ﷺ کا مطلب ہے نبی کی ثناء و تعظیم و رحمت و عطاوت۔ پھر جس کی طرف ’صلوٰۃ‘ منسوب ہوگی اسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم اور رحمت و عطاوت مراد لیں گے۔

اللہ بھی نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ ﷺ کی ثناء اور اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتہ بھی بھیجتے ہیں، مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو۔ اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہئے۔ علماء نے کہا ہے کہ: اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجتا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مومنین کی صلوٰۃ دعاء کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا یعنی نماز تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجیے۔ جو نماز میں پڑھا کریں آپ نے یہ درود شریف تلقین کی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهیمَ وَّ عَلٰی آلِ اِبْرٰهیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰهیمَ وَّ عَلٰی آلِ اِبْرٰهیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ۔

غرض یہ کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی ﷺ نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں

ابدالآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے، کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دیئے جائیں۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے، کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر ﷺ پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں۔ مانگنے والے پر اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کر لے۔ (فوائد عثمانی ۵۶۷)

## اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كِي حَكْمَتِ

سیدھی اور صاف واضح بات ہے ہم لوگ عیوب و معائب کے مجسمہ ہیں اور ہمارے آقا و مولا محمد ﷺ طاہر و اطہر ہیں ازکی و انور ہیں۔ ہم مجموعہ نقائص و معائب سے ممکن ہی نہیں تھا کہ ازکی و اطہر رسول مکرم پر درود کا تحفہ پاک و صاف پیش کر سکیں، اس لیے ہم بارگاہ رب العزت میں درخواست پیش کرتے ہیں، اے رب طاہر تو ہی میری جانب سے نبی طاہر و مطہر پر درود کا تحفہ پیش کر دے۔ اس میں دو حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ نبی مکرم ﷺ کے مقام علیا کا ہم گنہگاروں کو کیا علم کیونکہ ہمارا گناہ حجاب ہے مقام مصطفیٰ ﷺ کی معرفت سے اور اگر حجاب گناہ نہ ہو تو بھی وہ طہارت قلب نہیں جو مقام مصطفیٰ ﷺ کو محسوس کر سکے۔ اللہ اکبر کبیراً۔ ان کا رتبہ بلند دیکھو کہ حق تعالیٰ نے خود ان پر درود پڑھا اور تنہا مصطفیٰ ﷺ پر بھیجا اور يُصَلُّونَ عَلٰی النَّبِیِّ فرمایا اور اہل ایمان کو حکم دیا کہ رب العلمین نبی محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تم بھی اس عمل میں شریک ہو جاؤ۔ کہ مقام نبی سے تم ناواقف ہو۔ رب العلمین تمہاری درخواست کو قبول کر کے اپنی رحمت کے بقدر نبی رحمت پر رحمتوں کو نازل کرے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ عَدَدَ خَلْقِكَ وَاَمَدًا كَلِمَاتِكَ

وَزِينَةَ عَرْشِكَ وَعَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضَىٰ وَعَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضَىٰ.

## باب : حدیث لما اقتترف آدم الخطیئة...

باب: آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی تو محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا

(۹۵۱) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

”لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ: يَا رَبِّ! أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا غَفَرْتَ لِي، فَقَالَ اللَّهُ: يَا آدَمُ! وَكَيْفَ عَرِفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ، وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتَ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَيَّ اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ، فَقَالَ اللَّهُ: صَدَقْتَ يَا آدَمُ إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ، أَدْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ، وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ.“ [موضوع] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج ۲ ص ۲۱۵)

## عرش اعظم کا مکتوب لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

(۹۵۱) ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے گناہ کا صدور ہو گیا تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ میں محمد ﷺ کے مقام و رتبہ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرمادے، ارشاد ہوا: محمد ﷺ کو تو نے کیسے جانا پہچانا؟ جب کہ ابھی میں نے ان کو پیدا بھی نہیں فرمایا، آدم نے عرض کیا: رب العالمین جب آپ نے مجھ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے جسم میں اپنی قدرت سے روح ڈالی، جب میں نے سراٹھا کر دیکھا تو عرش اعظم کے ستونوں پر لکھا ہوا پایا، لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، جس سے میں جان گیا کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ جس شخص کے نام کا اضافہ کیا ہے یقیناً وہ تمام مخلوقات میں آپ کا محبوب ہوگا، ارشاد ہوا: اے آدم تو نے سچ کہا، محمد ﷺ تمام مخلوقات میں مجھ کو سب



سے زیادہ محبوب ہیں، لہذا جب تو نے ان کے واسطے سے سوال کیا تو میں نے تیری مغفرت کر دی اور اے آدم! اگر محمد ﷺ باعث کائنات نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

**باب : حدیث ان موسیٰ بن عمران علیہ السلام**

**کان یمشی ذات یوم فناداه الجبار**

**باب: رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک روز پکار کر کہا**

(۹۵۲) قال بن ابی عاصم من حدیث انس رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَمْشِي ذَاتَ يَوْمٍ فِي طَرِيقٍ فَنَادَاهُ الْجَبَّارُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَا مُوسَى فَالْتَفَتَ يَمِينًا وَشِمَالًا فَلَمْ يَرَ أَحَدًا، ثُمَّ نَادَاهُ الثَّانِيَةَ: يَا مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ! فَالْتَفَتَ يَمِينًا وَشِمَالًا فَلَمْ يَرَ أَحَدًا، فَارْتَعَدَتْ فَرَائِصُهُ، ثُمَّ نُودِيَ الثَّالِثَةَ: يَا مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ! إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا. فَقَالَ: لَبَّيْكَ. وَخَرَّ لِلَّهِ سَاجِدًا، فَقَالَ: ارْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ. فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ:

يَا مُوسَى إِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ تَسْكُنَ فِي ظِلِّ عَرْشِي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي. يَا مُوسَى! فَكُنْ لِلْيَتِيمِ كَالْأَبِ الرَّحِيمِ، وَكُنْ لِلْأَرْمَلَةِ كَالزَّوْجِ الْعَطُوفِ.

يَا مُوسَى ارْحَمْ تُرْحَمُ — يَا مُوسَى كَمَا تَدِينُ تُدَانُ. يَا مُوسَى نَبِيُّ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ لَقِينِي وَهُوَ جَا حِدٌ بِمُحَمَّدٍ أَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَلَوْ كَانَ خَلِيلِي إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى كَلِيمِي، فَقَالَ: إِلَهِي! وَمَنْ أَحْمَدُ؟ فَقَالَ: يَا مُوسَى! وَعِزَّتِي وَجَلَالِي مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْهُ كَتَبْتُ اسْمَهُ مَعَ اسْمِي فِي الْعَرْشِ قَبْلَ أَنْ أُخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ بِالْفِي أَلْفِ سَنَةٍ، وَعِزَّتِي وَجَلَالِي إِنَّ الْجَنَّةَ لَمُحَرَّمَةٌ عَلَيَّ جَمِيعُ خَلْقِي حَتَّى يَدْخُلَهَا مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ. قَالَ مُوسَى: وَمَنْ أُمَّةٌ مُحَمَّدٍ؟ قَالَ: أُمَّتُهُ الْحَمَادُونَ يَحْمَدُونَ



صُعُودًا وَهُبُوطًا وَ عَلَى كُلِّ حَالٍ يَشُدُّونَ أَوْسَاطَهُمْ وَيُطَهِّرُونَ أَطْرَافَهُمْ،  
صَائِمُونَ بِالنَّهَارِ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ أَقْبَلُ مِنْهُمْ الْيَسِيرَ وَ أَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِشَهَادَةِ أَنْ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. قَالَ: إِلَهِي! اجْعَلْنِي نَبِيَّ تِلْكَ الْأُمَّةِ. قَالَ: نَبِيَّهَا مِنْهُمْ. قَالَ:  
اجْعَلْنِي مِنْ أُمَّةٍ ذَلِكَ النَّبِيِّ. قَالَ: اسْتَقَدَّمْتُ وَ اسْتَأْخَرْتُ يَا مُوسَى، وَلَكِنْ  
يَا مُوسَى! سَأَجْمَعُ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ فِي دَارِ الْجَلَالِ.“

[موضوع] (أخرجه ابن أبي عاصم في كتاب السنة ج ١ / ٦٩٦)

عرش کے سایہ میں جگہ چاہتے ہو تو یتیم پر رحیم باپ اور

بیوہ عورتوں پر مہربان شوہر کی طرح ہو جاؤ

(۹۵۲) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، موسیٰ بن عمران علیہ السلام،  
ایک روز کہیں جا رہے تھے تو ان کو رب العزت نے آواز دی: اے موسیٰ! وہ دائیں بائیں  
دیکھنے لگے ان کو کوئی بظاہر نظر نہ آیا۔ پھر آواز آئی: اے موسیٰ بن عمران (جیسا کہ ان کو کوئی  
پکار رہا ہو) وہ پھر اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگے، ان کو کوئی نظر نہ آیا۔ تو ان کے جسم کا انگ  
انگ کاچنے لگا، پھر تیسری بار آواز آئی: اے موسیٰ بن عمران! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی  
معبود نہیں مگر میں، یہ سنتے ہی انھوں نے عرض کیا: لبیک حاضر ہوں اور رب العزت کی بارگاہ  
میں سجدہ ریز ہو گئے، حق تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ بن عمران! اپنا سر اٹھائیے۔ تو انھوں نے سجدہ  
سے سر اٹھایا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں چاہتا ہوں، پسند کرتا ہوں کہ تو میرے  
عرش کے سایہ میں قرار و پناہ حاصل کر لے جس دن میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اے موسیٰ! (اگر تو یہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو) یتیم کے لیے رحیم و ہمدرد باپ بن جا  
اور بیوہ عورت، مفلس و تنگدست کا مہربان شوہر کی طرح خیر خواہ بن جا۔

اے موسیٰ! تو لوگوں پر رحم و کرم کر، تجھ پر رحم و کرم کیا جائے گا۔ اے موسیٰ! جیسا  
کرے گا، ویسا بھرے گا۔

اے موسیٰ! بنی اسرائیل کو باخبر کر دو کہ جو محمد (ﷺ) کی نبوت و رسالت کا منکر ہوگا وہ جہنم رسید ہوگا، اگرچہ وہ میرا خلیل ابراہیمؑ اور میرا کلیم موسیٰؑ ہی کیوں نہ ہو (یہ بات رسالت و نبوت محمد ﷺ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے کہی گئی ہے اور ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی آمد محمد و احمد ﷺ کے لیے)

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: الہی احمد ﷺ کون ہیں؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: اے موسیٰ! مجھ کو عزت و جلال کی قسم، میں نے اپنی تمام مخلوقات میں ان سے زیادہ محترم، مکرم، معزز، منور، مجلیٰ، مطہر کسی کو پیدا ہی نہیں کیا۔ اس کا نام میں نے اپنے نام کے ساتھ عرش پر زمین و آسمان اور چاند و سورج کی پیدائش سے دس لاکھ سال پہلے لکھ دیا تھا۔

اور مجھ کو میری عزت و جلال کی قسم جنت حرام ہے میری تمام مخلوقات پر جب تک کہ محمد ﷺ اور ان کی امت داخل نہ ہو جائے۔

موسیٰ علیہ السلام نے پوچھ لیا: اُمت محمدیہ ﷺ کون ہے؟ (یعنی ان کی صفات کیا ہوں گی؟ وہ کیسے صفات کے حامل ہوں گے؟) حق جل مجدہ نے فرمایا: وہ لوگ حمادون۔ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا حمد کرنے والے لوگ ہوں گے۔ ہر حال میں حمد کریں گے، خواہ بلندی پر جا رہے ہوں یا پستی میں اتر رہے ہوں۔ بلندی سے مراد مکان بھی ہو سکتا ہے کہ بلندی مکان پر جیسے پہاڑ وغیرہ یا بلندی سے مراد مقام و احوال فراخی و خوشی اور ثروت و دولت بھی ہو سکتا ہے اسی طرح پستی سے مراد مکان، وادی اور مقام و احوال، تنگدستی و تنگی بھی ہو سکتا ہے۔ اُمت محمدیہ ﷺ دونوں حال میں حق جل مجدہ کی حمد کرتی ہے۔ الحمد للہ علی نعمۃ الاسلام و علی نبینا محمد علیہ الصلاۃ والسلام اور نصف و آدھی پنڈلی تک کپڑا باندھیں گے اور (وضوء میں) اعضاء جسم کو دھوئیں گے۔ (جیسے ہاتھ پاؤں، چہرے کو دھویا جاتا ہے) دنوں میں روزہ رکھیں گے اور راتوں کو اللہ کی عبادت میں مشغول ہوں گے۔ میں (اللہ) ان لوگوں سے تھوڑے ہی عمل کو قبول کر لوں گا اور جنت میں لا الہ الا اللہ کی شہادت پر داخل کروں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: الہی مجھے اسی اُمت کا نبی بنا دیجیے!

حق تعالیٰ نے فرمایا: وہ نبی انہی میں کا ہوگا۔ موسیٰ نے عرض کیا: پھر اس نبی کا اُمتی ہی بنا دیجیے! اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: تیری آمد و ظہور کا وقت پہلے ہے اور وہ تیرے بعد آئیں گے اے موسیٰ؛ لیکن اے موسیٰ ان کو اور تم کو میں دار جلال و اکرام میں اکٹھا کر دوں گا۔

(ابن ابی عاصم فی کتاب السنۃ ۶۹۶/۱، تخریجہ الشریعۃ ۲۴۴/۱)

## باب: یا عیسیٰ آمینُ بِمُحَمَّد

### باب: اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان لائیے

(۹۵۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال:

”أَوْحَى اللَّهُ إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا عِيسَى! آمِنْ بِمُحَمَّدٍ، وَأْمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ، فَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ، وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ، وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ، فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَسَكَنَ.“

[موضوع] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج ۲ ص ۶۱۴)

### اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان لائیے... عرش پانی پر تھا

(۹۵۳) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ

علیہ السلام پر وحی بھیجی: اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان لائیے اور آپ اپنی اُمت کو حکم کر دیجیے کہ جو بھی محمد ﷺ کو پائے ان پر ایمان لائے، کہ اگر محمد ﷺ کو بھیجنا نہ ہوتا تو آدم کو بھی پیدا نہ کرتا اور اگر محمد ﷺ کا وجود نہ ہوتا، تو جنت و جہنم کو بھی پیدا نہ کرتا اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو اس میں اضطراب تھا تو میں نے عرش پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ لکھ دیا تو وہ ٹھہر گیا۔ (اخرجه الحاكم في المستدرک ۶۱۴/۲)

## باب: لما عير المشركون رسول الله ﷺ بالفاقة مشركين كما فقر رسول ﷺ برطعنه

(٩٥٤) عن ابن عباس رضيهما الله عنهما قال:

”لَمَّا عِيرَ الْمُشْرِكُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِالْفَاقَةِ قَالُوا: مَا لِهَذَا الرَّسُولِ  
يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ، حَزَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَنَزَلَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ مَعْزِيًّا لَهُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! رَبُّ الْعِزَّةِ  
يُقَرِّتُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ: وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنَّهُمْ  
لِيَأْكُلُوا الطَّعَامَ وَيَمْشُوا فِي الْأَسْوَاقِ — أَى يَتَغَوَّنَ الْمَعَاشَ فِي الدُّنْيَا —  
قَالَ فَبَيْنَا جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَتَحَدَّثَانِ إِذْ ذَابَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ حَتَّى صَارَ مِثْلَ الْهَدْرَةِ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الْهَدْرَةُ؟ قَالَ:  
الْعَدَسَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا لَكَ ذُبْتَ حَتَّى صِرْتَ مِثْلَ الْهَدْرَةِ؟ قَالَ  
يَا مُحَمَّدُ! فَتَحَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ وَلَمْ يَكُنْ فَتَحَ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَإِنِّي  
أَخَافُ أَنْ يُعَذِّبَ قَوْمُكَ عِنْدَ تَغْيِيرِهِمْ إِيَّاكَ بِالْفَاقَةِ، وَأَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَجَبْرِيلُ  
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَبْكِيَانِ إِذْ عَادَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى حَالِهِ، فَقَالَ: أَبْشِرْ يَا  
مُحَمَّدُ هَذَا رِضْوَانُ خَازِنِ الْجَنَّةِ قَدْ أَتَاكَ بِالرِّضَا مِنْ رَبِّكَ، فَأَقْبَلَ رِضْوَانُ  
حَتَّى سَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! رَبُّ الْعِزَّةِ يُقَرِّتُكَ السَّلَامَ — وَمَعَهُ سَفْطٌ  
مِنْ نُورٍ يَتَلَأَلُ — وَيَقُولُ لَكَ رَبُّكَ: هَذِهِ مَفَاتِيحُ خَزَائِنِ الدُّنْيَا مَعَ مَا لَا  
يَنْتَقِصُ لَكَ مِمَّا عِنْدَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلَ جَنَاحِ بُعُوضَةٍ، فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى  
جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَالْمُسْتَشِيرِ بِهِ فَضَرَبَ جَبْرِيلُ بِيَدِهِ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَ:  
تَوَاضِعْ لِلَّهِ، فَقَالَ: يَا رِضْوَانُ لَا حَاجَةَ لِي فِيهَا، الْفَقْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ وَأَنْ أَكُونَ  
عَبْدًا صَابِرًا شَكُورًا. فَقَالَ رِضْوَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَصَبْتَ أَصَابَ اللَّهِ بِكَ وَ  
جَاءَ نِدَاءٌ مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأْسَهُ فَإِذَا السَّمَاوَاتُ قَدْ

فَتَحَتْ أَبْوَابُهَا إِلَى الْعَرْشِ وَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى جَنَّةِ عَدْنٍ أَنْ تُدْلِيَ غُصْنًا مِنْ أَغْصَانِهَا، عَلَيْهِ عَذْقٌ، عَلَيْهِ غُرْفَةٌ مِنْ زَبَرٍ جَدَّةٍ خَضِرَاءَ، لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ بَابٍ مِنْ يَاقُوتَةٍ حُمْرَاءَ، فَقَالَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا مُحَمَّدُ ﷺ! اِرْفَعْ بَصْرَكَ، فَرَفَعَ فَرَأَى مَنَازِلَ الْأَنْبِيَاءِ وَغُرَفَهُمْ، فَإِذَا مَنَازِلُهُ فَوْقَ مَنَازِلِ الْأَنْبِيَاءِ فَضْلًا لَهُ خَاصَّةً وَ مُنَادٍ يُنَادِي: أَرْضَيْتَ يَا مُحَمَّدُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: رَضِيتُ فَاجْعَلْ مَا أَرَدْتَ أَنْ تُعْطِيَنِي فِي الدُّنْيَا ذَخِيرَةً عِنْدَكَ فِي الشِّفَاعَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.“

قال الواحدی: ویرون أن هذه الآية أنزلها رضوان:

﴿تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا﴾ (الفرقان: ۱۰)

[موضوع] (أخرجه الواحدی فی أسباب النزول، الفرقان/ ۱۰)

مشرکین کے طعنہ پر رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو

دنیا کے خزانے کی چابیاں عطا فرمائیں

(۹۵۴) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ جب مشرکین نے

رسول اللہ ﷺ کو فقر و فاقہ پر طعنہ دیا اور کہا: یہ کیسا رسول ہے؟ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں گھومتا پھرتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ کو غم ہوا۔

جبریل علیہ السلام رب العزت کی طرف سے تشریف لائے دلاسا و تسلی دینے کے لیے اور عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ! رب العزت نے آپ ﷺ کو سلام کہلا بھیجا ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ، ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔ یعنی نبوت میں اور کھانا پینا کھانے پینے میں اور بازاروں میں جانے میں کوئی عیب یا نقص نہیں جو نبوت کے منافی ہو۔ دنیاوی زندگی گذر بسر کرنے کے لیے طلب معاش ضروری ہے۔ ابھی رسول اللہ ﷺ اور جبریل امین مصروف

گفتگو تھے کہ جبریل علیہ السلام ایک دم خوف سے پکھل کر مسور کے دانہ کے برابر ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے معلوم کیا: جبریلؑ کیا بات پیش آگئی تھی کہ پکھل کر الہدرۃ (العدسہ، مسور کے) دانہ برابر ہو گئے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یا محمد ﷺ آسمان کے دروازوں میں ایک دروازہ کھلا جو آج سے پہلے کبھی نہ کھولا گیا تھا تو مجھ کو خطرہ ہو گیا کہ کہیں آپ کی قوم کو عذاب نہ ہو جائے جب انھوں نے آپ کو فقر و فاقہ کا طعنہ دیا۔ یہ سنتے ہی دونوں حضرات رونے لگے تو جبریل علیہ السلام اپنی اصلی حالت میں لوٹ آئے اور فرمایا: یا محمد ﷺ! یہ رضوان جنت (جنت کا دربان فرشتہ) ہے، جو آپ کے پاس رب العزت کی رضا کے ساتھ آیا ہے۔ پس رضوان جنت آگے بڑھے اور آپ کو سلام کیا اور فرمایا: یا محمد ﷺ! رب العزت نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے اور ان کے ساتھ ایک ٹوکری تھی جس میں سے نور ہی نور چمکتا تھا اور آپ سے رب العزت نے فرمایا ہے کہ: یہ دنیا کے خزانوں کی چابیاں ہیں، ساتھ ہی آخرت میں جو کچھ ہے آپ کے لیے اس میں کوئی کمی نہ ہوگی اور یہ دنیاوی خزانوں کی چابیاں آخرت کے مقابلہ میں ایک مچھر کے پر کے برابر ہے۔ (یعنی یہ خزانہ بھی دنیاوی قبول کیجیے اور اس کے عوض آخرت کے نعمتوں میں کوئی کمی نہ کی جائے گی، جبکہ یہ دنیاوی خزانوں کی چابیاں آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں ایک مچھر کے پر کے برابر ہے) یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا گویا کہ آپ ﷺ جبریل سے مشورہ لے رہے ہیں، تو جبریل علیہ السلام نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور فرمایا کہ: آپ اللہ عزوجل کے لیے تواضع اختیار کیجیے۔ (یعنی دنیاوی خزانوں کو قبول نہ کیجیے اور ذات حق کی طرف متوجہ رہیے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے رضوان! مجھ کو ان خزانوں کی ضرورت نہیں، مجھ کو تو فقر بہت ہی زیادہ پسند ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کا بندہ، صبر کرنے والا، شکر کرنے والا رہوں (یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا بندہ بن کر طالب رہوں۔ فقر و فاقہ میں بندہ بن کر صبر کروں اور نعمتوں میں بندہ بن کر شکر کروں۔ عبدیت و بندگی میں جو مزہ ہے وہ فروتنی میں نہیں) یہ جواب سن کر رضوان علیہ السلام نے فرمایا: آپ ﷺ نے صحیح و درست راہ

اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو راہِ ثواب پر ہی رکھے اور ایک آواز آسمان سے آئی تو جبریل علیہ السلام نے سراٹھایا، تو دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھولا گیا ہے عرشِ اعظم تک، اور اللہ تعالیٰ نے جنتِ عدن کو وحی بھیجی کہ اپنی ایک پھلوں سے بھر پور خوشہ و گچھا دار شاخ و ٹہنی اپنی شاخوں و ٹہنیوں میں سے ان پر جھکا دو، جس پر سبز زبرجد کا حجرہ و غرفہ ہو، جس میں ستر ہزار سرخ یا قوت کے دروازے ہوں، سامنے کر دو، پس جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یا محمد ﷺ! اپنی نگاہ اٹھائیے۔ تو آپ ﷺ نے سراٹھایا تو انبیاء علیہم السلام کے مقامات و منازل اور ان کی آرام و رہائش گاہ کو دیکھا۔ جس میں سب سے بلند و بالا و اعلیٰ تمام انبیاء سے اوپر آپ ﷺ کی رہائش گاہ تھی۔ آپ کو خصوصی فضیلت کا مقام عطا کیا گیا ہے اور ایک آواز دینے والا پکار رہا ہے: کیا آپ خوش ہوئے یا محمد ﷺ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں راضی ہوں، خوش ہو گیا۔ یا اللہ جو کچھ آپ مجھ کو دنیا میں دینا چاہتے ہیں اس کو ذخیرہ و جمع کر دیجیے اپنے پاس قیامت کے دن کی شفاعت کے لیے۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلِّمْ و بارک تسلیماً ابداً۔

واحدی نے کہا کہ: آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

﴿وَتَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا﴾ (الفرقان: ۱۰)

وہ ذات بڑی عالیشان ہے، اگر وہ چاہے تو آپ ﷺ کو (کفار کی) اس (فرمائش) سے بھی اچھی چیز دے دے یعنی بہت سے غیبی باغات جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دے دیئے۔ (اخرجہ الواحدی فی اسباب النزول، الفرقان: ۱۰)

**معاندین، حق و صداقت کو قبول کرنے والے نہیں**

اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کیا کمی ہے؟ وہ چاہے تو ایک باغ کیا، بہت سے باغ اس سے بہتر عنایت فرما دے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں، بلکہ اس کو قدرت ہے کہ آخرت



میں جو باغ اور نہریں اور حور و قصور ملنے والے ہیں وہ سب آپ کو ابھی دنیا میں عطا کر دے؛ لیکن حکمتِ الہی بالفعل اس کو مقتضی نہیں اور معاندین کے سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی اگر پوری کر دی جائیں تب بھی یہ حق اور صداقت کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ باقی پیغمبر علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کے لیے جو دلائل و معجزات پیش کئے جا چکے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ (نوائد عثمانی ۴۸۱)

## رب العالمین سے رسول اللہ ﷺ کا سوال

(۹۵۵) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن النبی ﷺ قال:

”سَأَلْتُ اللَّهَ مَسْأَلَةً وَدَدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ سَأَلْتُهُ؛ ذَكَرْتُ رُسُلَ رَبِّي فَقُلْتُ: يَا رَبِّ! سَخَّرْتَ لِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ، وَكَلَّمْتَ مُوسَى، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَلَمْ أَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَيْتُكَ، وَضَالًّا فَهَدَيْتُكَ، وَعَائِلًا فَأَغْنَيْتُكَ؟ قَالَ: فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَوَدَدْتُ أَنْ لَمْ أَسْأَلْهُ.“ [صحيح] (أخرجه الحاكم ج ۲ ص ۵۲۶)

(۹۵۵) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے رب العالمین سے ایک سوال کیا مگر بعد میں میری تمنا ہوئی کہ کاش یہ سوال میں نہ کرتا، میرے سامنے رب العالمین کے رسولوں کا تذکرہ ہوا، تو میں نے عرض کیا رب العزت سلیمان (علیہ السلام) کے لیے آپ سے ہوا کو مسخر و تابع کر دیا تھا۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) کو ہم کلامی کا شرف بخشا۔ تو حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو آپ کو پناہ و ٹھکانہ دیا (کہ دادا اور چچا سے آپ کو پرورش کرایا) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر حیران و پریشان پایا تو آپ کو شریعت و دین حنیف کا راستہ بتلایا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا تو مالدار بنایا (کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے آپ کو نفع ہوا)۔ میں نے کہا: کیوں نہیں رب العالمین (پس میری تمنا و خواہش ہوئی کہ میں اللہ پاک سے سوال ہی نہیں کرتا۔

## درِ یتیم ﷺ

حضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ ﷺ کے والد وفات پا چکے تھے۔ چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ محترمہ نے رحلت کی پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں رہے۔ آخر اس درِ یتیم اور نابغہ روزگار کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ کے بے حد شفیق چچا ابوطالب کے حصہ میں آئی۔ انھوں نے زندگی بھر آپ ﷺ کی نصرت و حمایت اور تکریم و تبجیل میں کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھا، ہجرت سے کچھ پہلے وہ بھی دنیا سے رخصت ہوئے، چند روز بعد یہ امانت الہی اللہ کے حکم سے انصار مدینہ کے گھر پہنچ گئی۔ اوس، اور خزر ج کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ اور انھوں نے اس کی حفاظت اس طرح کی جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ یہ تھی ﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوٰى﴾ کی پہلی نعمت الہی۔

## سینہ مبارک میں عشق الہی کا چشمہ اُبل رہا تھا

دوسری نعمت ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى﴾ جب حضرت ﷺ جوان ہوئے قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم و راہ سے سخت بیزار تھے اور قلب میں اللہ واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا، عشق الہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی، وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مارتا تھا، لیکن کوئی صاف کھلا راستہ اور مفصل راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا، جس سے اس عرش و کرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی، اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ ﷺ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے آخر اللہ تعالیٰ نے غار حرا، میں فرشتے کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں، یعنی دین حق نازل فرمایا۔ مَا كُنْتَ تَدْرٰى

مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا.

ترجمہ: اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان (کا انتہائی کمال) کیا ہے لیکن ہاں ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا، جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ (شوریٰ رکوع-۵)

## ظاہری و باطنی غناء

### تیسری نعمت وَ وَجَدَكَ عَائِلًا فَاغْنِي

ظاہری و باطنی غناء اس طرح کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت میں آپ ﷺ مضارب ہو گئے۔ اس میں نفع ملا۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال حاضر کر دیا، یہ تو ظاہری غناء تھا باقی آپ کے قلبی اور باطنی غناء کا درجہ تو وہ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ایسے جانتا ہے کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکے، مطلب یہ ہے کہ ابتداء سے مورد انعام رہے ہیں آئندہ بھی رہیں گے۔ جس پروردگار نے اس نشان سے آپ ﷺ کی تربیت فرمائی کیا وہ خفا ہو کر آپ کو یونہی درمیان میں چھوڑ دے گا۔ (استغفر اللہ) (تفسیر عثمانی)

رسول اللہ ﷺ دنیوی مال و متاع کی وجہ سے غنی نہ تھے بلکہ آپ ﷺ کا دل غنی تھا، اور نفس کی غنا ہی اصل غنا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو نگری، مال و اسباب کی زیادتی سے نہیں، بلکہ حقیقی تو نگری وہ ہے جس کا دل بے پرواہ ہو۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اس نے فلاح پالی جسے اسلام نصیب ہوا، اور کافی ہو جائے اتنا رزق بھی ملا، اور اللہ کے دیئے ہوئے پر قناعت کی توفیق ملی۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۸/۵۳۰)

### باب: أَتَانِي جَبْرِيلُ فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي وَ رَبِّكَ...

(۹۵۶) لأبي يعلى وابن حبان والضياء — فى المختارة — عن أبي سعيد:

”أَتَانِي جَبْرِيلُ فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي وَ رَبِّكَ يَقُولُ لَهُ: تَذَرِي كَيْفَ رَفَعْتَ

لَكَ ذِكْرَكَ؟ قُلْتُ: اللَّهُ أَعْلَمُ. قَالَ: لَا أَذْكُرُ إِلَّا ذِكْرَتَ مَعِي.

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱۱/۳۱۸۹۱)

اللہ نے اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نام کو بلند کیا

(۹۵۶) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ: میرا اور آپ کا رب آپ سے ارشاد فرما رہا ہے کہ کیا آپ واقف ہیں کہ میں نے آپ کا نام طرح طرح کیسے بلند کیا؟، میں نے عرض کیا: اللہ اعلم۔ اللہ پاک اس کو بہتر جانتے ہیں۔ پھر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: میرا نام اللہ نہیں لیا جائے گا مگر اے رسول آپ کا نام محمد ﷺ بھی ضرور ساتھ لیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے نام کو بلند فرمایا

اللہ جل مجدہ نے پیارے رسول اللہ ﷺ کے نام کو بلند فرمایا کہ مؤذن اذان میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کے بعد اشہد ان محمد رسول اللہ بھی ضرور کہتا ہے، اگر نہ کہے تو اذان نہ ہو، بلکہ اسلام کا کلمہ جس کو پڑھتے ہی ہزار سال کا کافر جہنم سے نجات پا کر جنت کا مستحق ہو جاتا ہے، وہ کلمہ بھی بغیر محمد رسول اللہ کے نامکمل رہتا ہے۔ الغرض ہر ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کا قانون جناب رسول اللہ ﷺ کے واسطے ہی سے امت تک پہنچتا ہے اور اللہ پاک نے محمد رسول اللہ ﷺ کو عزت بخشی اور آپ کا ذکر مکمل طور پر بلند و برتر فرمایا۔  
اللہم صل علی محمد کما ینبغی لعظمتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

رفعت ذکر خاتم النبیین ﷺ

حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہی فرمادیا:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (سورة الشرح: ۴)

یعنی پیغمبروں اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند ہے۔ دنیا میں تمام سمجھدار انسان نہایت عزت و وقعت سے آپ ﷺ کا ذکر کرتے ہیں، اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ مطیبہ اور

التحیات وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے بعد آپ ﷺ کا نام لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں ساتھ کے ساتھ آپ کی فرماں برداری کی تاکید کی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

## بلندی ذکر کا مطلب

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے آیت وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے معنی پوچھے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تیرا بھی ذکر کیا جائے گا۔ (بخاری)

آیت وحدیث بخاری کا تقاضا ہے کہ (ملاء اعلیٰ) آسمانی ملائکہ جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں اس کے ساتھ حضور ﷺ کا بھی ذکر کرتے ہیں اور امام بغویؒ نے اپنی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ لوح محفوظ کے وسط میں لکھا ہوا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ دِينُهُ الْإِسْلَامُ وَمُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسلام اس کا دین ہے، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ الغرض محمد ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کی شہادت کے ساتھ رسالت کی شہادت کا اعلان۔ اقامت میں، تشہد والتحیات میں، خطبہ ممبر، خطبہ نکاح حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت اور تصدیق کرے اور خاتم النبیین ﷺ کی شہادت ختم نبوت کی شہادت کے ساتھ نہ دے تو اس کے لیے بالکل بے سود ہے۔ وہ کافر ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اگلوں پچھلوں میں خاتم النبیین ﷺ کے ذکر کو بلند کیا، تمام انبیاء علیہم السلام سے روزِ میثاق عہد لیا گیا، شبِ معراج ربِّ العزّت نے عرش کے قریب بلا کر، السلام علیکم ایہا النبی کا تحفہ دیا۔ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کا شرف بخشا تمام ادیان وشریعتوں کی تصدیق کے ساتھ تنسیخ کا اعلان کرا کے دین اسلام کو قیامت تک کے لیے اللہ کا ابدی و حتمی دین کا اعلان کرایا۔ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ، حمد کا جھنڈا عطا کیا۔ حمادون اُمت دی۔ اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود محمد

ﷺ پر درود و سلام کا تحفہ پیش کیا پھر فرشتوں سے درود پڑھوایا۔ پھر مومنین کو درود و سلام کا حکم دیا شافع محشر بنایا۔ کوثر عطا کی۔ مقام محمود پر فائز کیا۔ انگنت و لاتعداد خصوصیات و ممیزات سے سرفراز کیا اور آپ کے زمزمہ کو زمین و آسمان میں بلند کیا۔ خاتم النبیین ﷺ کی بلندی و رفعت کو معبود حقیقی ہی بہتر جانتا ہے بعد از خدا بزرگ تو ایں قصہ مختصر۔ حسان بن ثابت نے خوب کہا:

وَ أَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي      وَ أَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ  
ملائک نے آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، نہ ہی      اور آپ سے زیادہ جمیل مولود کسی عورت نے پیدا  
خالق نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین کو کو پیدا کیا۔      نہیں کیا۔  
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ      كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ  
حق تعالیٰ نے آپ کو تمام طیب سے پاک پیدا کیا۔      گویا کہ آپ کو حق تعالیٰ نے ایسا بنایا جیسا آپ  
نے خود انتخاب کیا۔

ایک موقع پر حضرت حسان بن ثابت ؓ نے کہا:

أَنْحَرَّ عَلَيْهِ لِلنَّبُوءَةِ خَاتَمٌ      مِنْ اللَّهِ مِنْ نُورٍ يَلُوحُ وَيَشْهَدُ  
اللہ نے مہر ختم نبوت کو اپنے پاس سے ایک نور      آپ پر چمکادی جو آپ کی رسالت کی گواہ ہے۔  
بنا کر۔

وَضَعَ إِلَالَهُ اسْمَ النَّبِيِّ إِلَى اسْمِهِ      إِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ  
اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا لیا      جبکہ پانچوں وقت مؤذن اشہد.. الخ کہتا ہے  
وَشَقَّقَ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيَجْلَهُ      فَذُوا الْعَرْشِ الْمَحْمُودِ وَهَذَا مُحَمَّدٌ  
آپ کی عزت و جلال کے اظہار کے لیے اپنے      دیکھو وہ عرش والا محمود ہے اور آپ ﷺ محمد ہیں۔  
نام سے آپ ﷺ کا نام نکالا۔

## باب: احادیث فی فضل النبی ﷺ

### بب: فضائل خاتم النبیین ﷺ

(۹۵۷) للبيهقي عن أبي هريرة رضي الله عنه:

”اتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَ مُوسَى نَجِيًّا، وَ اتَّخَذَنِي حَبِيبًا، ثُمَّ قَالَ: وَعَزَّتِي وَ جَلَالِي لَا أُوثِرَنَّ حَبِيبِي عَلَى خَلِيلِي وَ نَجِيِّي.“

(کما فی کنز العمال ج ۱۱/۳۱۸۹۳)

رتبہ امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

(۹۵۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے، اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، اور موسیٰ علیہ السلام کو سرگوشی کے لیے منتخب فرمایا اور مجھ (محمد ﷺ) کو اپنا حبیب بنایا پھر حق جل مجدہ نے فرمایا: مجھ کو میری عزت و جلالت شان کی قسم میں آپ ﷺ کو اپنے خلیل و نجی پر فوقیت دوں گا۔

ساتویں آسمان پر نور کا فرشتہ نور کے تخت پر بیٹھا تھا

(۹۵۸) وللخطيب — في تاريخه — عن ابن عباس رضي الله عنه:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَضَّلَ الْمُرْسَلِينَ عَلَى الْمُقَرَّبِينَ فَلَمَّا بَلَغَتْ السَّمَاءَ السَّابِعَةَ لَقِينِي مَلَكٌ مِنْ نُورٍ عَلَى سَرِيرٍ مِنْ نُورٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَأَوْحَى إِلَيَّ: يُسَلِّمُ عَلَيْكَ صَفِيِّ وَ نَبِيِّ فَلَمْ تَقُمْ إِلَيْهِ! وَ عَزَّتِي وَ جَلَالِي لَتَقُومَنَّ فَلَا تَقْعَدَنَّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.“

(کما فی السلسلة الضعيفة للألبانی ج ۲/۸۴۶)

(۹۵۸) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضي الله عنه سے روایت ہے، بیشک حق جل مجدہ نے مقربین پر مرسلین کو فضیلت دی ہے۔ جب میں (محمد ﷺ) ساتویں آسمان پر پہنچا تو ایک نور سے بنا ہوا فرشتہ ملا جو نور کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں (محمد ﷺ) نے اس کو سلام کیا



اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ پر وحی بھیجی کہ تم کو میرے صفی و نبی نے سلام کیا اور تو اس کے احترام میں کھڑا نہ ہوا۔ مجھ کو عزت و جلال کی قسم میں تم کو ضرور کھڑا کروں گا پھر تم کو قیامت تک نہ بیٹھنے دوں گا۔

(السلسلة الضعيفة للالباني ۸۴۶/۲)

## رسول اللہ ﷺ کے صلب، بطن اور حجر (گود) کی دوزخ سے نجات

(۹۵۹) وفي الفوائد المجموعة للشوکانی:

”هَبِطَ جَبْرِيلُ عَلَيَّ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ يُقَرِّئُكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: إِنِّي حَرَّمْتُ النَّارَ عَلَى صُلْبٍ أَنْزَلَكَ، وَبَطْنٍ حَمَلَكَ، وَحُجْرٍ كَفَلَكَ: أَمَّا الصُّلْبُ فَعَبْدُ اللَّهِ، وَأَمَّا الْبَطْنُ فَاِمْنَةُ بِنْتُ وَهَبٍ، وَأَمَّا الْحُجْرُ فَعَبْدٌ يَعْنِي عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ أَسَدٍ.“ (كما في الفوائد المجموعة ص ۳۲۱)

(۹۵۹) ترجمہ: حضرت جبریلؑ میرے پاس آئے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے: میں نے جہنم کو حرام کر دیا ہے اس صلب پر جس سے آپ کی آمد ہوئی ہے اور اس بطن پر جس نے آپ کو اپنے بطن میں حالت حمل میں اٹھایا ہے اور اس گود پر جس نے آپ کو پالا ہے۔ آپ کے صلب عبد اللہ ہیں اور بطن سے مراد بی بی آمنہ بنت وہب ہیں اور گود سے مراد عبد المطلب اور فاطمہ بنت اسد ہیں۔ (الفوائد المجموعة للشوکانی ۳۲۱)

## رسول اللہ ﷺ کے والدین

(۹۶۰) ولا بن الجوزي من حديث ابن عمر:

”كَلِمَةُ عُرْجِ بَيْ أَوْحَى إِلَيَّ مَا أَوْحَى فَقَالَ: وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا. فَقُلْتُ: يَا رَبِّ! أَيْنَ أَبَوَايَ؟ قَالَ: أَنَا أَبْعَثُهُمَا إِلَيْكَ فَأَنْشُرَهُمَا لِي، فَدَعَوْتُهُمَا إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمَا فَنَقَلَا مِنْ حُفْرِ النَّارِ إِلَى رِيَاضِ الْجَنَّةِ.“

(كما في تنزيه الشريعة، ج ۱ ص ۲۳۱)

(۹۶۰) ترجمہ: شب معراج اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مجھ پر وحی بھیجی اور فرمایا: آپ

سوال کیجیے میں نے عرض کیا: میرے والدین کہاں ہیں؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: میں ان دونوں کو آپ کی طرف بھیجتا ہوں؛ ان دونوں کو میری خاطر دوبارہ پیدا کیا گیا، تو میں نے دونوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہ دونوں ہی مسلمان ہو گئے تو ان دونوں کو جہنم کے گڑھے سے ریاض الجنۃ کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ (تزییہ الشریعہ ۲۳۱/۱)

## ’احمد ﷺ‘ اول و آخر اور شافع و مشفع ہیں

(۹۶۱) و لابن عساكر عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ:

”لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى آدَمَ خَبَرَهُ بِنَبِيِّهِ فَجَعَلَ يَرَى فَضَائِلَ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ، فَرَأَى نُورًا سَاطِعًا فِي أَسْفَلِهِمْ فَقَالَ: يَا رَبِّ! مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا ابْنُكَ أَحْمَدُ، هُوَ الْأَوَّلُ، وَهُوَ الْآخِرُ، وَهُوَ أَوَّلُ شَافِعٍ وَ أَوَّلُ مُشَفِّعٍ.“

[ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۱۱/۳۲۰۵۶)

(۹۶۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان سے پیدا ہونے والی ذریت کے بارے میں ان کو آگاہ کیا، آدم علیہ السلام نے اپنی بعض اولاد کو بعض دوسری اولاد پر صاحب حیثیت و فضیلت والا پایا، جس میں ایک نور نیچے سے چمکتا ہوا دیکھ کر عرض کیا: رب العالمین! یہ کون ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوا: یہ آپ کا بیٹا ’احمد‘ ہے، جو (عالم مثال میں وجود کے اعتبار سے) اول اور (بعثت و نبوت کے اعتبار سے آخر ہے) میدان محشر کا پہلا سفارشی ہے اور سب سے پہلے اسی کی سفارش قبول کی جائے گی۔

## اول و آخر نبی محمد ﷺ

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں جتنے انبیاء علیہم السلام آئے ہر ایک کی اپنی ایک نرالی شان امتیاز ہے اور منجانب اللہ سب کا ایک مقام اور رتبہ ہے۔ حق تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فوقیت بھی دی ہے، ان میں ادنیٰ کوئی بھی نہیں سبھی اعلیٰ ہی اعلیٰ ہیں اور سبھی مقدس و مقرب بارگاہ رب العزت ہیں البتہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ آپ حدیث میں پہلے

پڑھ چکے ہیں کہ گروہ انبیاء علیہم السلام میں حضرت داؤد علیہ السلام کا نور حضرت آدم علیہ السلام کو چمکتا نظر آیا۔ تو انھوں نے ان کو اپنی عمر سے چالیس سال عطا کر دیا تھا۔ یہاں پر ذکر ہے خاتم المرسلین کے نور نبوت کا، آدم علیہ السلام کو جواب دیا گیا کہ وہ نور جو دیکھ رہے ہو یہ آپ کے بیٹے احمد (ﷺ) کا ہے، وہ تعین نبوت میں سب سے پہلے ہیں۔ یعنی بارگاہ بے نیاز میں جب نبوت و رسالت کی تقسیم عمل میں آئی تو پہلے نور نبوت احمد و محمد (ﷺ) کے حصہ میں آئی اس اعتبار سے آپ اول نبی ہیں۔ بعض روایت میں کہ آدم ابھی آپ، آب و گل میں تھے اور میں اللہ کی طرف سے نبی تھا اور بعثت کے اعتبار سے آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، نبوت و رسالت کا دروازہ قیامت تک بند ہو چکا ہے، اب کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔ جو خود بنے گا وہ کذاب و دجال ہوگا، لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَذِبِينَ۔ چونکہ آپ نبوت و رسالت کے اعتبار سے اول ہیں اس لیے بروز قیامت آپ ہی باب شفاعت کھلوائیں گے، بارگاہ رب العزت میں آپ ہی حاضری دیں گے، آپ کو سجدہ کی اجازت ملے گی، مقام محمود آپ کے لیے خاص ہے، جنت کی چابی آپ کے ہاتھ میں ہوگی، حمد کا جھنڈا آپ کے پاس ہوگا، شافع محشر ہوں گے، اور آپ ہی کی شفاعت پہلے قبول ہوگی اور نہ معلوم رب العزت کی نبی رحمت پر اور کتنی عنایت خاص ہوگی۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى بَدْرِ التَّمَامِ وَ صَلِّ عَلَى نُورِ الظَّلَامِ وَ صَلِّ عَلَى مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ وَ صَلِّ عَلَى الشَّفِيعِ فِي جَمِيعِ الْأَنَامِ۔

رسول اللہ ﷺ کا حسن و جمال عرش کے نور سے تیار ہے

(۹۶۲) و للخطیب من محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم العنبری:

”هَبِطَ جِبْرَائِيلُ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: حَبِيبِي إِنِّي كَسَوْتُ حُسْنَ يُونُسَ مِنْ نُورِ الْكُرْسِيِّ، وَ حُسْنَكَ مِنْ نُورِ الْعَرْشِ.“

(کملفی میزان الاعتدال ج ۳ ص ۶۰۶)

(۹۶۲) ترجمہ: جبریل نازل ہوئے اور فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے

میرے حبیب ﷺ میں نے یوسفؑ کو حسن کا لباس کرسی کے نور سے عطا کیا ہے اور آپ ﷺ کا حسن عرش کے نور سے عطا کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ۶۰۶/۳ الفوائد المجموعۃ ص ۳۲۳)

جس کا نام محمد ہوگا اس کو دوزخ کا عذاب نہ ہوگا

(۹۶۳) وللدیلمی من طریق أبي نعیم:

”قال الله تعالى: يَا مُحَمَّدُ! لَا أُعَذِّبُ أَحَدًا تَسْمَى بِاسْمِكَ بِالنَّارِ.“

(کما فی الإتحافات ۱۶۶)

(۹۶۳) ترجمہ: حق جل مجدہ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! میں ایسے کسی شخص کو

عذاب نار نہیں دوں گا جو آپ کے نام (محمد) پر اپنا نام رکھے گا۔ (الاتحافات السنیۃ: ۱۶۶)

برکت و نجات والا نام

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں، اور اس نے ان میں سے کسی ایک کا نام بھی محمد (ﷺ) نہ رکھا ہو تو، وہ بڑا بے وفا ہے۔ وار جب تم اس کا نام محمد (ﷺ) رکھو تو اسے گالی نہ دو، برا بھلا نہ کہو، اور نہ اس کو مارو بلکہ اس کے ساتھ عزت و اکرام اور عظمت و شرافت کا سلوک کرو۔

(الحديث، حیوۃ الحیوان، ج ۱، ص ۳۷۴)

آج کل معاشرہ میں عجیب بیماری آگئی ہے، لوگ ایسے نام رکھنے کی کوشش میں ہوتے ہیں جو اڑوس پڑوس بلکہ گاؤں، خاندان میں کسی کا نہ ہو، خواہ وہ نام یہود و نصاریٰ کے کیوں نہ ہوں، یا ایسے نام رکھتے ہیں جس کی وجہ سے اس شخص پر بلائیں آتی ہوں۔ دیکھئے حدیث میں اللہ پاک نے کس قدر بشارت دی ہے کہ جس بچہ کا نام محمد (ﷺ) پر ہوگا، اللہ پاک اس کو جہنم میں داخل نہیں کریں گے۔ اپنے بچے بچیوں کا نام اسلامی نام رکھنا، والدین کا فرض ہے۔ کیا صحابہؓ و صحابیاتؓ کے نام کتب تاریخ میں کم ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی فکر و نظر کی اتباع کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

## احمد و محمد ﷺ نام کی برکت سے نارِ جہنم سے آزادی

(۹۶۴) و لابن بکیر — فی جزء من اسمہ محمد و أحمد — من حدیث أنس: ”يُوقَفُ عَبْدَانِ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ تَعَالَى فَيَأْمُرُ بِهِمَا إِلَى الْجَنَّةِ فَيَقُولَانِ: رَبَّنَا بِمَا اسْتَأْهَلْنَا الْجَنَّةَ وَ لَمْ نَعْمَلْ عَمَلًا تُجَازِينَا بِهِ. فَيَقُولُ لَهُمَا: عَبْدَيَّ أَذْخَلَا الْجَنَّةَ فَإِنِّي آلَيْتُ عَلَى نَفْسِي أَنْ لَا يَدْخُلَ النَّارَ مَنْ اسْمُهُ مُحَمَّدٌ وَ لَا أَحْمَدُ.“ (كما في تنزيه الشريعة، ج: ۱، ص: ۱۷۳)

(۹۶۴) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، دو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، حق تعالیٰ حکم دیں گے ان دونوں کو جنت میں لے جاؤ۔ وہ دونوں سوال کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کس سبب سے جنت کا اہل قرار دیا گیا، جب کہ ہم نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا کہ اس کی جزاء یہ ہو۔ حق تعالیٰ ان دونوں کو فرمائیں گے: میرے بندے! تم دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے اپنی طرف سے طے کر لیا ہے کہ جہنم میں اس شخص کو داخل نہیں کروں گا جس کا نام محمد (ﷺ) اور احمد (ﷺ) ہوگا۔

(تنزیہ الشريعة ۱/۱۷۳)

## شبِ معراج میں رسول اللہ ﷺ کی حق تعالیٰ سے قربت

(۹۶۵) و للخطیب عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعاً:

”لَمَّا أُسْرِيَ بِي إِلَى السَّمَاءِ انْتَهَى بِي جِبْرِيلُ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنتَهَى، فَغَمَسَنِي فِي النُّورِ غَمْسَةً ثُمَّ تَنَحَّى مِنِّي فَقُلْتُ: حَبِيبِي جِبْرِيلُ أَحْوَجُ مَا كُنْتُ إِلَيْكَ تَدْعُنِي وَ تَتَنَحَّى؟! فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّكَ فِي مَوْقِفٍ لَا يَكُونُ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَ لَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ سَيَقِفُ هَهُنَا، أَنْتَ مِنَ اللَّهِ أَذْنَى مِنَ الْقَابِ إِلَى الْقَوْسِ فَاتَانِي الْمَلَكُ فَقَالَ: إِنَّ الرَّحْمَنَ يُسَبِّحُ نَفْسَهُ فَسَمِعْتُ الرَّحْمَنَ يَقُولُ: سُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَعْظَمَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لِمَنْ

قَالَ هَكَذَا؟ قَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! لَا تَخْرُجْ رُوحُهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى يَرَانِي أَرِيَهُ مَوْضِعَهُ مِنَ الْجَنَّةِ. [ضعيف جداً] (كما في الفوائد المجموعة ص ۴۴۳)

(۹۶۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، جب شب معراج مجھ کو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو آسمان پر لے جایا گیا تو جبریل میرے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ تک گئے۔ تو وہاں مجھ کو نور میں چھپا لیا گیا، ایک بار پھر جبریل مجھ سے الگ ہو گئے تو میں نے کہا: جبریل میرے دوست ہیں، اس وقت آپ کی معیت کا زیادہ محتاج ہوں چہ جائے کہ آپ مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس وقت ایسے مقام پر ہیں کہ نہ تو نبی مرسل اور نہ ہی ملک مقرب یہاں کھڑا ہو سکا۔ جہاں آپ کو کھڑا کیا گیا ہے۔ اس وقت آپ حق تعالیٰ سے اتنے قریب ہیں جیسے کمان کنارہ سے۔ پس ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ: حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی تسبیح خود کر رہا ہے۔ تو اس وقت میں نے سنا: سبحان اللہ، ما اعظم اللہ، لا الہ الا اللہ میں نے عرض کیا: جو اس تسبیح کو پڑھے اس کے لیے کیا انعام ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! اس کی روح جسم سے پرواز ہونے سے پہلے وہ مجھے دیکھے گا اور میں اسے جنت میں اسکا ٹھکانہ دکھلاؤں گا۔ (الفوائد المجموعۃ ۴۴۳)

## خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، فاتح اسلام اور خاتم شریعت

(۹۶۶) وفي الشفاء من حديث الإسراء من طريق الربيع بن أنس عن أبي

هريرة رضي الله عنه :

”قِيلَ لِي هَذِهِ سِدْرَةُ الْمُنتَهَى يَنْتَهَى إِلَيْهَا كُلُّ أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِكَ خَلَا عَلَى سَبِيلِكَ وَهِيَ السِّدْرَةُ الْمُنتَهَى يَخْرُجُ مِنْ أَصْلِهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ أَسْنٍ، وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ، وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ، وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَهِيَ شَجَرَةٌ يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا سَبْعِينَ عَامًا وَإِنَّ وَرَقَةً مِنْهَا مُظِلَّةٌ الْخَلْقِ فَغَشِيَهَا نُورٌ وَغَشِيَتْهَا الْمَلَائِكَةُ قَالَ: فَهُوَ قَوْلُهُ: ﴿إِذْ

يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى) فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَهُ: سَلْ فَقَالَ:

إِنَّكَ اتَّخَذْتَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَ أَعْطَيْتَهُ مُلْكًا عَظِيمًا، وَ كَلَّمْتَ مُوسَى تَكْلِيمًا، وَ أَعْطَيْتَ دَاوُدَ مُلْكًا عَظِيمًا، وَ أَلَّيْتَ لَهُ الْحَدِيدَ، وَ سَخَّرْتَ لَهُ الْجِبَالَ، وَ أَعْطَيْتَ سُلَيْمَانَ مُلْكًا عَظِيمًا، وَ سَخَّرْتَ لَهُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ وَ الشَّيَاطِينَ وَ الرِّيَّاحَ، وَ أَعْطَيْتَهُ مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ، وَ عَلَّمْتَ عِيسَى التَّوَارَةَ وَ الْإِنْجِيلَ، وَ جَعَلْتَهُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَ الْأَبْرَصَ، وَ أَعَدْتَهُ وَ أُمَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُ عَلَيْهِمَا سَبِيلٌ، فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ: قَدْ اتَّخَذْتُكَ حَبِيبًا فَهُوَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوَارَةِ حَبِيبُ الرَّحْمَنِ، وَ أَرْسَلْتُكَ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَ جَعَلْتُ أُمَّتَكَ هُمْ الْأَوَّلُونَ وَ هُمْ الْآخِرُونَ، وَ جَعَلْتُ أُمَّتَكَ لَا تَجُوزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنَّكَ عَبْدِي وَ رَسُولِي، وَ جَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا، وَ آخِرَهُمْ بَعْثًا، وَ أَعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي، وَ لَمْ أُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ، وَ أَعْطَيْتُكَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ عَرْشِي لَمْ أُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ، وَ جَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَ خَاتِمًا. [ضعيف] (كما في الاتحافات / ٢٥١)

(٩٦٦) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا گیا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہے جہاں تک آپ کا ہر امتی جائے گا، بشرطیکہ وہ اتباع سنت میں آپ کے طریقہ پر ہو، یہ ایسا سدرۃ المنتہی ہے جس کی اصل جڑ سے صاف شفاف پانی کی نہریں جو کبھی بدبودار نہیں ہوتیں (کیوں کہ دنیاوی پانی اسی وقت تک قابل استعمال ہوتا ہے جب تک کہ، رنگ و بو اور ذائقہ خراب نہ ہو) اور اس کی اصل جڑ سے دودھ کی نہریں اُبلتی ہیں جس کا ذائقہ کبھی بدلے گا نہیں اور شراب کی نہریں جو فرحت بخش ہوں گی پینے والوں کے لیے اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی، اور یہ (سدرۃ المنتہی) پیری کا درخت ایسا ہوگا کہ جس کے سایہ میں ستر سال تک سوار چلتا جائے گا مگر ختم نہیں ہوگا، جس کا ایک ایک پتہ اتنا بڑا ہوگا کہ جس کے نیچے تمام مخلوق سایہ حاصل کر سکتی ہے، جس کو نور ہی نور چھپائے



ہوئے ہے اور پھر اس نور کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپے ہوئے ہیں، جو قرآن پاک کی آیت ”اذ یغشی السدرۃ ما یغشی“ جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپیٹ رہی تھیں جو چیزیں لپیٹ رہی تھیں میں بیان کی گئی ہیں، حق جل مجدہ نے حضور ﷺ سے فرمایا آپ کچھ مانگئے، آپ ﷺ نے فرمایا: رب العالمین آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل و دوست بنایا اور عظیم سلطنت عطا فرمائی اور حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر ہم کلامی کا شرف بخشا اور حضرت داؤد کو ملک عظیم عطا کیا اور لوہا کو ان کے لیے مسخر کر کے نرم بنایا اور پہاڑ کو مسخر کیا اور حضرت سلیمان کو ملک عظیم کے ساتھ جنات و انسان اور شیاطین و ہوا کو تابع اور غلام بنایا اور اتنی بڑی سلطنت دی کہ ان کے بعد کسی کو نہیں ملی اور حضرت عیسیٰ کو تورات و انجیل کا علم سکھایا، اور ان کے ذریعہ کوڑھی و جذامی کو شفا دیتے تھے، ان کو اور ان کی ماں کو شیطان لعین سے محفوظ فرمایا کہ ان دونوں پر شیطان کسی بھی طرح مجال نہیں پاتا تھا، اللہ پاک نے حضور ﷺ کو فرمایا: میں نے آپ کو اپنا خاص حبیب بنایا اور یہ بات تورات میں یوں لکھی ہوئی ہے کہ آپ حبیب الرحمن ہیں اور میں نے آپ کو تمام کائنات عالم کے انسانوں کا رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ کی امت کو اول (علم الہی کے اندر وجود کے اعتبار سے) بنایا اور بعثت و مبعوث ہونے کے اعتبار سے آخر امت اور آپ کی امت کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ خطیب اس بات کی شہادت نہ دے کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں اور میں نے آپ کو پہلانی بنایا ہے (کہ آپ کی نبوت کا علم ازلی میں فیصلہ کیا) اور بھیجنے کے اعتبار سے آپ کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد مبعوث فرمایا اور آپ کو سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں خزانہ عرش سے عطا کیں، جو کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئیں اور میں نے آپ کو فاتح اسلام اور خاتم شریعت بنایا۔

### سدرۃ المنتہیٰ کی حقیقت

سدرۃ لغت میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ منتہی کے معنی انتہا کی جگہ۔ ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے یہ بیری کا درخت ہے۔

مسلم کی روایت میں اس کو چھٹے آسمان پر بتلایا ہے، دونوں روایتوں کی تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان پر اور شاخیں ساتویں آسمان پر پھیلی ہوئی ہیں۔ (قرطبی) اور عام فرشتوں کی رسائی کی یہ آخری حد ہے، اسی لیے اس کو منتهی کہتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے، احکام الہیہ اول عرشِ رحمن سے سدرۃ المنتهی پر نازل ہوتے ہیں۔ یہاں سے متعلقہ فرشتوں کے سپرد ہوتے ہیں اور زمین سے آسمان پر جانے والے اعمال نامے وغیرہ بھی فرشتے یہیں تک پہنچاتے ہیں، وہاں سے حق تعالیٰ کے سامنے پیشی کی اور کوئی صورت ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ۸/۲۰۰)

جس طرح جنت کے انگور، انار وغیرہ کو دنیا کے پھلوں اور میووں پر قیاس نہیں کر سکتے محض اشتراک اسمی ہے، اس بیری کے درخت کو بھی یہاں کی بیروں پر قیاس نہ کیا جائے اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ بیری کس طرح کی ہوگی۔ بہر حال وہ درخت ادھر اور ادھر کی سرحد پر واقع ہے جو اعمال وغیرہ ادھر سے چڑھتے ہیں اور جو احکام وغیرہ ادھر سے اترتے ہیں سب کا منتهی وہ ہی ہے۔ مجموعہ روایات سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں اور پھیلاؤ ساتویں آسمان میں ہوگا، واللہ اعلم! (تفسیر عثمانی)

سدرۃ عرش کی جڑ میں ہے۔ مخلوقات (ملائکہ) کے علم کی رسائی بس وہیں تک ہے اس کے پرے غیب ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی واقف نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی شاخ کا سایہ ایسا ہے کہ ایک سوار سو برس اس کے نیچے چلتا رہے اور ایک لاکھ سوار اس کے سایہ میں آسکتے ہیں اس کا فرش سونے کا ہے اور اس کا پھل مشکوں کی طرح (مقدار میں) ہیں۔ (بخاری۔ گلدستہ ۶/۱۰۸۲)

مقاتل نے کہا وہ ایک درخت جو زیور اور لباس اور پھلوں سے اور تمام رنگوں سے آراستہ ہے، اگر اس کا پتہ زمین پر گر جائے تو زمین کے سارے رہنے والوں کو روشن کر دے یہ طوبیٰ ہے۔

سدرۃ المنتهی جو ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے، زمین سے جو چیز

اوپر جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر منتہی ہو جاتی ہے اور پھر اوپر اٹھائی جاتی ہے اور ملاء اعلیٰ سے جو چیز اترتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر آ کر کھڑی ہو جاتی ہے پھر نیچے اترتی ہے اسی لیے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔

اس مقام پر حضور ﷺ نے جبریل امینؑ کو اصلی صورت میں دیکھا اور حق تعالیٰ شانہ کی عجیب و غریب انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا اور بے شمار فرشتے اور سونے کے پتنگے اور پروانے دیکھے جو سدرۃ المنتہیٰ کو گھیرے ہوئے تھے۔ صحیحین میں ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا، جہاں عجیب و غریب الوان اور رنگین دیکھیں مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھیں پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو اس کے گنبد موتیوں کے تھے اور مٹی اس کی مشک کی تھی۔ (سیرت المصطفیٰ ۱/۲۵۵، فتح الباری ۷/۱۶۹)

### جنت میں دریا

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے جنت کے اندر پانی کا دریا ہے، اور شہد کا دریا ہے، اور دودھ کا دریا ہے، اور شراب کا دریا ہے، پھر ہر ایک سے نہریں نکالی گئی ہیں۔ (بیہقی و ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کی نہریں مشک کے پہاڑ سے پھوٹ کر نکلتی ہے۔ (رواہ ابن حبان والحاکم والبیہقی والطبرانی)

### جنت کی نہریں سطح زمین کے اوپر ہیں

مسروق کا بیان ہے کہ جنت کی نہریں بغیر گڑھے کے (ہموار سطح پر) بہتی ہیں۔

(رواہ ابن المبارک والبیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاید تم خیال کرتے ہو کہ جنت کی نہریں زمین کے گڑھے (میں بہتی) ہوں گی، نہیں؛ اللہ کی قسم وہ روئے زمین پر رواں ہوں گی اس کے دونوں کنارے موتیوں کے خیمے ہوں گے اور اس کی مٹی خالص مشک ہوگی۔

## جنت کا پانی

جنت کا پانی طولِ مکث یا کسی چیز کے اختلاط سے اس کی بو نہیں بدلتی، شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید، کسی طرح کے تغیر کو اس کی طرف راہ نہیں۔ (تفسیر عثمانی) جنت کے پانی اور دودھ اور شراب کے بارے میں بتلایا گیا کہ وہ سب تغیرات اور بد مزگی کی آفات سے خالی ہیں اور جنت کا دوسری مضرتوں اور مفسد سے خالی ہونا، سورہ صافات کی آیت میں آیا ہے: لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزِفُونَ (الصافات: ۴۷) اسی طرح دنیا کے شہد میں میل کچیل اور موم ملا ہوتا ہے، جنت کی نہر میں شہد کا پاک صاف ہونا بتلایا گیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ انہار جنت کی چار قسمیں پانی دودھ، شراب، شہد اپنے حقیقی معنی میں ہیں بلا وجہ مجازی معنی لینے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ جنت کی چیزوں کو دنیا کی چیزوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، وہاں کی ہر چیز کی لذت و کیف کچھ اور ہی ہوگا جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں۔ (معارف القرآن، جلد ستہ ۶/۲۳۸)

## جنت کا دودھ، شراب، شہد

ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نکلا ہوا نہیں، بلکہ قدرتی ہے، اور صاف شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں، دماغ کشادہ کریں، جو شراب نہ بدبودار ہے، نہ تلخی والی، نہ بد منظر ہے، بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی، پینے میں بہت لذیذ، نہایت خوشبودار، جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئیں نہ بھکیں نہ بھٹکیں۔ نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے۔

حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تیار ہوئی ہے۔ خوش ذائقہ خوش رنگ ہے۔ جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں جو بہت صاف ہے اور خوشبودار اور ذائقہ کا کہنا ہی کیا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں، مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ،

پانی، شہد، اور شراب کے سمندر ہیں۔ جن میں سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں۔ (ترمذی حسن صحیح)

## جنت کے نہروں کا نظام

ابن مردویہ کی حدیث میں ہے یہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں پھر ایک حوض میں آتی ہیں وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔

طبرانی میں حضرت لقیط بن عامر جب وفد میں آئے تھے تو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ جنت میں کیا کچھ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا صاف شہد کی نہریں اور بغیر نشے کے سردرد نہ کرنے والی شراب کی نہریں اور نہ بگڑنے والی دودھ کی نہریں اور خراب نہ ہونے والے شفاف پانی کی نہریں اور طرح طرح کے میوے جات عجیب و غریب بے مثل و بالکل تازہ اور پاک صاف بیویاں جو صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی، دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے، ہاں ہاں بال بچے نہ ہوں گے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں یہ خیال نہ کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین اور گڑھوں میں بہتی ہیں، نہیں نہیں۔ اللہ کی قسم وہ صاف و ہموار زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں ان کی مٹی مشک خالص ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۶/۹۴۹)

## سیحون، جیحون، فرات اور نیل

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیحون اور جیحون اور فرات اور نیل سب جنت کی نہروں سے ہیں۔ (رواہ مسلم)

حضرت عمرو بن عوفؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار (دریا) جنت کی نہریں ہیں، نیل، فرات، سیحون اور جیحون۔ اور چار پہاڑ جنت کے پہاڑ ہیں اُحد، طور، لبنان، اور درقان۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ نے کہا جنت کے اندر دریا ئے نیل شہد کا دریا ہے اور دریا ئے دجلہ دودھ کا دریا ہے، فرات شراب کا دریا ہے، اور دریا ئے سیحون پانی کا دریا ہے۔ (یعنی جنت کے اندر جن دریاؤں کے یہ دنیوی نام ہیں ان کی حقیقت شہد دودھ شراب اور پانی ہے۔  
(بیہقی)

بغوی نے کعب احبار کا قول اس طرح بیان کیا ہے:

دریا ئے دجلہ جنتیوں کے پانی کا دریا ہے، اور دریا ئے فرات دودھ کا دریا ہے اور نیل جنتیوں کی شراب کا دریا ہے۔ اور دریا ئے سیحون ان کے شہد کا دریا ہے۔ اور یہ چاروں (جنتی) دریا کوثر سے نکلتے ہیں۔ (تفسیر مظہری، گلدستہ ۶/۹۴۸)

### اعلیٰ ترین جنت کی دعا مانگو

ایک حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کے لیے دعا مانگو تو فردوس کا سوال کیا کرو کیونکہ فردوس جنت کا درمیانی اور اعلیٰ ترین مقام ہے جس سے تمام نہریں جنت کی بہہ رہی ہیں۔ اور اس کے اوپر عرشِ رحمن ہے۔  
(معارف القرآن کا نہدھلوی، گلدستہ ۶/۹۴۸)

رسول اعظم ﷺ کو حضور حق سے گونا گوں الطاف و عنایات سے

نوازا گیا اور طرح طرح کے بشارات سے مسرور کیا گیا

جیسا کہ ترجمہ میں آپ نے ابھی پڑھا ہے کہ حق جل مجدہ نے رسول اعظم ﷺ کو اپنا حبیب بنا کر توراۃ میں حبیب الرحمن کا لقب دیا، پوری کائنات عالم کا رسول اعظم ﷺ بنایا، آپ کی امت جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی، جبکہ آئی تمام امت کے بعد، جب کبھی امت خطبہِ ماثورہ پڑھے گی اس میں، خطبہِ نکاح، خطبہِ جمعہ تمام خطبوں میں آپ کی نبوت و رسالت کا زمزمہ ہوگا، آپ اول نبی ہیں، اور ظہور کے اعتبار سے آخر میں آئے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو سبع مثانی سورہ فاتحہ عطا کیا، جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ اور خواتیم

سورہ بقرہ عرش کے خزانے سے عطا ہوا جو کسی نبی کو آپ سے پہلے نہیں ملا۔ اور آپ کو فاتح و خاتم بنایا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حق جل شانہ نے انتہاء کلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا: آپ سے آپ کے پروردگار نے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا خلیل اور حبیب بنایا، اور تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، اور تیرا سینہ کھولا، اور تیرا بوجھ اتارا، اور تیری آواز کو بلند کیا، میری توحید کے ساتھ تیری رسالت اور عبدیت کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، اور تیری امت کو خیر الامم اور امت متوسطہ اور عادلہ اور معتدلہ بنایا، شرف اور فضیلت کے اعتبار سے اولین اور ظہور اور وجود کے حساب سے آخرین بنایا اور آپ کی اُمت میں سے کچھ لوگ ایسے بنائے کہ جن کے دل اور سینہ ہی انجیل ہوں گے، یعنی اللہ کا کلام ان کے سینوں میں اور دلوں میں لکھا ہوا ہوگا، اور آپ کو وجود نورانی اور روحانی کے اعتبار سے اول النبیین اور بعثت کے اعتبار سے آخر النبیین بنایا، اور آپ کو سورہ فاتحہ اور خواتیم سورہ بقرہ عطا کئے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے۔ اور آپ کو حوض کوثر عطا کی، اور آٹھ چیزیں خاص طور پر آپ کی امت کو دیں۔ اسلام اور مسلمان کا لقب، اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ اور آپ کو فاتح اور خاتم بنایا، یعنی اول الانبیاء اور آخر الانبیاء بنایا۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۱ صفحہ ۲۵۹)

ہمارے آقا مکی و مدنی فداہ ابی وامی رضی اللہ عنہ کی منجانب اللہ شان ہی نرالی ہے، آپ کا حضور حق میں مقام و مرتبہ اور قرب و اتصال، الطاف و عنایات، بشارات و عطیات، انوارات و تجلیات، فیضان فیوض و برکات کا عالم ہی ماوراء تصور و خیالات ہیں۔ عطا کرنے والا رب العرش العظیم ہے سیراب ہونے والا خاتم النبیین، امام الانبیاء، سید الاولین و آخرین ہیں۔ صلوٰۃ و سلام ہو اس دریتیم پر جس نے کون و مکان کے حدود سے گزر کر قباب قوسین پر فائز ہو کر عبدیت کا نعرہ فخر سے بلند کیا۔ فَلَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (نشین اشرف ۱۲ صفر ۱۴۳۳ھ)



## باب فی فضل ابراہیم علیہ السلام بب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت

(۹۶۷) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: قيل له ما المقام المحمود؟

قال:

”ذَاكَ يَوْمَ يَنْزِلُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى كُرْسِيِّهِ يُعْطُ كَمَا يُعْطُ الرَّحْلُ الْجَدِيدُ مِنْ تَضَائِقِهِ بِهِ وَهُوَ كَسْعَةٍ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَيَجَاءُ بِكُمْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا فَيَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُكْسَى إِبْرَاهِيمُ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: اكْسُوا خَلِيلِي فَيُوتَى بِرِيْطَتَيْنِ بِيْضَاوَيْنِ مِنْ رِيَاطِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أُكْسَى عَلَى أَثَرِهِ ثُمَّ أَقُومُ عَنْ يَمِينِ اللَّهِ مُقَامًا يَغْبِطُنِي الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ.“

[ضعيف] (أخرجه الدارمی ج ۲ ص ۳۲۵، ترجمان السنه ج ۳، ص ۴۹۲)

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا لباس عطا کیا جائے گا جبکہ عرش کے داہنی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے

(۹۶۷) ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سوال کیا گیا کہ مقام محمود کیا چیز ہے؟ (یہ ایک مقام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن نصیب ہوگا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس دن ہوگا کہ رب العزت عرش عظیم سے اپنی کرسی پر جلوہ افروز ہوگا یعنی تجلی فرمائے گا تو وہ اس طرح آواز کرے گی جیسا نیا کجاوہ کسی بڑی چیز کے وزن سے آواز کرنے لگتا ہے، حالانکہ اس کرسی کی وسعت آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ کی برابر ہے اسکے بعد پھر تم سب مخلوق کو حاضر کیا جائے گا۔ پھر تم سب ننگے پاؤں، ننگے جسم، بغیر ختنہ کئے ہوئے لائے جاؤ گے تو سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو جنتی لباس پہنایا جائے گا۔

حق جل مجدہ فرمائے گا: میرے خلیل کو لباس پہناؤ تو دوبار یک و سفید چادریں جنت

سے لا کر خلیل اللہ کو پہنائی جائے گی۔ پھر اس کے بعد مجھ کو (یعنی محمد ﷺ کو) جنتی لباس پہنایا جائے گا، پھر میں (محمد ﷺ) عرش اعظم کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا۔ یہ ایسا مقام ہے کہ دیکھ کر سب اولین و آخرین مجھ پر رشک کریں گے۔ (یعنی داہنی طرف عرش اعظم کے کھڑا کیا جانا مقام محمود کی تعیین ہوئی)۔ (اخرجہ الدارمی ۳۲۵/۲)

## اُولیاتِ ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (چند باتیں وہ ہیں جو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوئیں)

- \* سب سے پہلے مہمانی کی سنت انھوں نے شروع کی۔
- \* سب سے پہلے قیامت کے دن لباس زیب تن کرایا جائے گا۔
- \* سب سے پہلے انھوں نے مونچھیں تراشیں۔
- \* سب سے پہلے سر میں بڑھاپے کے آثار انھوں نے دیکھے۔
- \* سب سے پہلے ناخن انھوں نے تراشے۔
- \* سب سے پہلے کسالہ (کدال) لے کر اپنی ختنہ انھوں نے کی۔
- \* سب سے پہلے پا جامہ انھوں نے پہنا۔
- \* سب سے پہلے مانگ انھوں نے نکالی۔
- \* سب سے پہلے استرہ سے زیر ناف بال انھوں نے لیے۔
- \* سب سے پہلے منبر پر انھوں نے خطبہ دیا۔
- \* سب سے پہلے لشکر کے میمنہ، میسرہ، اور قلب کی تقسیم انھوں نے ایجا دی۔
- \* سب سے پہلے جھنڈے پر پرچم انھوں نے لگایا۔
- \* سب سے پہلے کمان انھوں نے بنائی۔
- \* سب سے پہلے معانقہ انھوں نے کیا۔

\* سب سے پہلے تریڈ کھانا انھوں نے تیار کیا۔

\* سب سے پہلے وہ روٹی جو قریہ ملقس کی طرف منسوب ہے انھوں نے تیار کی۔

(ترجمان السنہ، ج: ۳، ص: ۴۹۵)

یہ سب اشیاء ممکن ہے کہ سب سے پہلے ان سے ہی شروع ہوئی ہوں یا ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی خصوصیت ایسی ہو جس کی بناء پر ان کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب اولیٰ سمجھی گئی ہو۔

## کرسی کی وسعت اور حق تعالیٰ کی تجلی

اس حدیث قدسی میں سب سے پہلی جو بات واضح کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ حق جل مجدہ عرش عظیم سے اپنی کرسی پر تجلی فرمائے گا تو وہ اس طرح آواز کرے گی جیسا نیا کجاوہ کسی بڑی چیز کے وزن سے آواز کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ اس کرسی کی وسعت آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ کی برابر ہے۔

ابن کثیرؒ نے حضرت ابو ذر غفاریؓ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ کرسی کیا اور کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ساتویں آسمانوں اور زمینوں کی مثال کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک بڑے میدان میں کوئی حلقہ انگشتی ڈال دیا جائے۔

اور بعض دوسری روایات میں ہے کہ عرش کے سامنے کرسی کی مثال بھی ایسی ہی ہے جیسے ایک بڑے میدان میں انگشتی کا حلقہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے کہ کرسی عرش کے سامنے قائم ہے اور آیت وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کا مطلب یہ ہے کہ کرسی کی وسعت زمین اور آسمان کی وسعت کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول مروی ہے کہ کرسی کے اندر ساتویں آسمان ایسے ہیں جیسے کسی ڈھال میں سات درہم ڈال دیے جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور مقاتل رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کرسی کے ہر پایہ کا

طول ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے برابر ہے۔ کرسی عرش کے سامنے ہے کرسی کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں ہر فرشتے کے چار منہ ہیں ان فرشتوں کے قدم ساتویں نچی زمین کے نیچے پتھر پر ہیں، یہ مسافت پانچ سو برس کی راہ کے برابر ہے۔ ایک فرشتہ کی شکل ابوالبشر یعنی آدم علیہ السلام کی طرح ہے، جو سال بھر تک آدمیوں کے رزق کی دعا کرتا رہتا ہے دوسرے فرشتہ کی صورت چوپاؤں کے سردار یعنی بیل کی طرح ہے جو چوپایوں کے لیے سال بھر رزق کی دعا مانگتا رہتا ہے۔ لیکن جب سے گوسالہ کی پوجا کی گئی اس وقت سے اس کے چہرہ پر کچھ خراشیں ہو گئی ہیں۔

## کرسی کی اللہ کی طرف نسبت

کرسی اور عرش کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں ایک خاص قسم کے جلوہ الہی کے لیے مخصوص ہیں۔ یعنی بظاہر یہ کوئی خاص قسم کی تجلی ہے اور جس طرح تجلیات کی انواع اور اقسام میں ہر شے کی تجلی علیحدہ ہے اسی طرح عجب نہیں کہ کرسی اور عرش کی تجلیات علیحدہ علیحدہ ہوں اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوں۔ واللہ اعلم۔

(گلدستہ ۱/۴۱۲)

## قیامت کے دن انسان کی بے بسی کا منظر

دوسری چیز حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص ننگے پاؤں ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے ہوگا، جس طرح مادر شکم سے دنیا میں آیا تھا۔ قیامت کے دن اسی طرح حاضری ہوگی، حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا ایک دوسرے کو دیکھیں گے تو شرم و حجاب نہ ہوگا؟ آپؐ نے جواب دیا کس کو دیکھنے اور نہ دیکھنے کا ہوش ہوگا۔ نفسی، نفسی اور ایسی افراتفری ہوگی، ہر شخص اپنے احوال میں ایسا گرفتار اور پریشان ہوگا کہ دوسرے کے احوال سے بے گانہ اور غافل ہوگا۔ حق تعالیٰ ہم سب کی ستاری و غفاری فرمائیں۔ آمین

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنتی حلہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے جنتی حلہ زیب تن کرایا جائے گا کیونکہ

راہِ حق میں سب سے پہلے ربِّ العزّت کی توحید و کبریائی کی خاطر انہی کو ننگا کر کے آگ میں ڈالا گیا تھا۔ یا جسم سے لباس اتارا گیا تھا۔ جس کے اعزاز میں ربِّ العزّت کی جانب سے قیامت کے دن، سب سے پہلے ان کو جنتی حلّہ کا پوشاک عنایت ہوگا، اور سب کے سامنے ان کی فدائیت پر عزت بخشا جائے گا۔ یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو حضرت خلیل اللہ کو منجانب اللہ عطا ہوگی۔

## عرشِ رحمن کے داہنی طرف رسول اللہ ﷺ ہوں گے

دوسرا جنتی حلّہ و پوشاک جناب حضرت محمد ﷺ کو پہنایا جائے گا اور عرشِ عظیم کے داہنی جانب رسول اللہ کا مقام ہوگا جس کو دیکھ کر تمام اولین و آخرین غبطہ و رشک کریں گے، اس طرح مقامِ محمود کے امام، احمد و محمد ﷺ بارگاہِ ربِّ العزّت کے مقرب ہوں گے اور ان کے مقامِ قرب کو دیکھ کر سبھی رشک کریں گے۔ واللہ اعلم!

ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے مہمان کی ضیافت کی،  
ختنہ کیا اور بال کی سفیدی دیکھی

(۹۶۸) عن سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ قال:

”كَانَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوَّلَ النَّاسِ ضَيْفَ الضَّيْفِ، وَ أَوَّلَ النَّاسِ اخْتَنَ، وَ أَوَّلَ النَّاسِ رَأَى الشَّيْبَ فَقَالَ: يَا رَبِّ! مَا هَذَا؟ فَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى: وَقَارُ يَا إِبْرَاهِيمُ. فَقَالَ: رَبِّ! زِدْنِي وَقَارًا.“

[ضعيف] (أخرجہ مالک فی الموطأ / ص ۵۷۴، ترجمان السنہ ج ۴، ص ۴۹۴)

(۹۶۸) ترجمہ: سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے

سب سے پہلے مہمان کی ضیافت و مہمانی کی اور سب سے پہلے بال کی سفیدی دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے سوال کیا: یا رب! یہ سفیدی کیا ہے؟ تو حق تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: آپ کا وقار و احترام ہے۔ تو انھوں نے فرمایا: پھر میرے وقار و احترام میں اضافہ کر دیجیے۔

## سفید بال کا احترام کیجیے، کالا کرنے سے احتراز کیجیے

صحیح و سچی بات یہی ہے کہ سفید بال سے انسانی احترام میں اضافہ ہو جاتا ہے اور سفید بال والوں کا دوسرے لوگ احترام کرتے ہیں اور خود بھی وہ جوش و جوانی کا امنگ جاتا رہتا ہے۔ فکرِ آخرت کی پیشی کا پیشگی انتباہ منجانب اللہ ہو جاتا ہے، مگر آج کا بوڑھا بھی نہ معلوم کیوں اتنا غافل ہو گیا کہ سفیدی جو انسانی احترام کی منجانب اللہ علامت ہوتی ہے اس کو ختم کر کے قدرتی سیاہی سے زیادہ بالوں کی سیاہی کے پیچھے منہمک نظر آتا ہے، جبکہ وقار و احترام ہر شخص کی من کی چاہت ہے، ہر کوئی چاہتا ہے کہ میرا وقار لوگوں میں ہو، احترام ہو اور جب اللہ تعالیٰ وقار کی علامت ظاہر کرتے ہیں تو ہم باغی بن جاتے ہیں اور مختلف قسم کے خضاب کر کے اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ پہلے لوگ دوسروں کو دھوکہ دیتے تھے اب لوگ خود کو دھوکہ میں رکھتے ہیں۔ اگر کرنا ہی ہو تو مہندی کا خضاب کیجیے اور بس سیاہ خضاب کر کے آخرت سے غفلت پیدا نہ کیجیے، نور کو سیاہی سے نہ بدلیے۔

سیاہ اور کالا خضاب، جس سے بالوں کی سیاہی اصلی سیاہی معلوم ہو مکر وہ تحریمی ہے، البتہ مجاہد کو بحالتِ جہاد اِرْهَابِ اَعْدَاءِ (یعنی دشمنوں کو ڈرانے اور رعب ڈالنے) کے لیے فقہاء نے درست کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد کو مہندی کا خضاب لگانے کا مشورہ دیا تھا۔ فرمایا غَيِّرُوا بَشَائِءَ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ، خبردار کالا کرنے سے بچنا۔ (مسلم، کتاب اللباس، فتاویٰ محمودیہ، ج ۱۹، ص ۴۵۴)

## سیاہ و کالے خضاب کا حکم

سرخ و لال خضاب بالاتفاق جائز و درست ہے اور سیاہ خضاب جہاد میں ہیبت دشمن کے لیے بھی جائز ہے۔ اور محض زینت کے واسطے مختلف فیہ ہے۔ عام مشائخ کا قول کراہت ہے لیکن رائج نہ کرنا ہے۔

وَأَمَّا الْخَضَابُ بِالسَّوَادِ الْخَالِصِ فَغَيْرُ جَائِزٍ خَالِصٌ كَالْأَخْضَابِ دَرَسْتُ

نہیں جیسا کہ ابو داؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم میں روایت ہے۔ حاکم نے کہا کہ صحیح الاسناد ہے یكون قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحة الجنة حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث ہے کہ آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو کالا خضاب کریں گے جیسے کہ کبوتر کے گلے کے نیچے دانہ دان (کالا) ہوتا ہے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے۔ (استغفر اللہ، العیاذ باللہ)

علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب الزواجر میں کالا خضاب کرنے کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ الخضاب بالسواد من الكبائر کالا خضاب گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ اور اس کی تائید میں امام طبرانی کی مرفوع حدیث حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی نقل کی ہے۔

من خضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيامة حضرت ابو درداء کی مرفوع روایت ہے جس شخص نے کالا خضاب کیا اللہ تعالیٰ اس کی شکل کو قیامت کے دن کالا کر دیں گے۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے غیرو الشیب ولا تقربوا السواد۔ کالا خضاب میں اصلیت ہی ختم ہو جاتی ہے جبکہ لال میں اصلیت کا رنگ نمایاں ہوتا ہے اور کالے رنگ میں خداع اور دھوکہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: غیّر واهذا بشی واجتنبوا السواد۔ الامر للوجوب وترك الواجب الوعيد۔ واجب کو چھوڑنا وعید کا باعث ہے کیونکہ کالا نہ کرنے کا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ لہذا کالا خضاب نہ کرنا فرمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوا۔ احسن الفتاویٰ میں سیاہ خضاب لگانے والے کو فاسق لکھا ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ/۲۹۴)

تفصیل کے لیے امداد الفتاویٰ ۲/۲۱۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۸/۳۲۰، فتاویٰ محمودیہ ۱۹/۴۵۴ کی طرف مراجعت کریں۔



## حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنانے کی حکمت

(۹۶۹) و لأبي الشيخ— في الثواب عن عمر رضي الله عنه:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ جَبْرِيْلَ إِلَى إِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لَهُ: يَا إِبْرَاهِيْمُ إِنِّي لَمْ أَتَّخِذْكَ خَلِيْلًا أَنْكَ أَعْبُدُ عِبَادِي، وَلَكِنْ أَطْلَعْتُ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمْ أَجِدْ قَلْبًا أَسْخَى مِنْ قَبْلِكَ.“ (كما في كنز العمال ج ۱۱/۳۲۲۹۸)

(۹۶۹) ترجمہ: حضرت عمر رضي الله عنه سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے جبریل علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا اور فرمایا اے ابراہیم میں نے آپ کو خلیل اس لیے نہیں بنایا کہ آپ میرے بندوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں۔ البتہ میں نے تمام مومنین کے دلوں میں جھانک کر دیکھا تو آپ کے دل سے زیادہ سخی کسی کا دل نہیں پایا (اس لیے آپ کو خلیل بنایا ہے)۔ (کنز العمال ۱۱/۳۲۲۹۸)

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حکم الہی کی تعمیل میں سرعت و جلدی

(۹۷۰) ولأبي يعلي عن موسى بن علي عن أبيه:

”أَمَرَ إِبْرَاهِيْمُ فَاخْتَنَ بِقَدُومٍ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: عَجَّلْتَ قَبْلَ أَنْ نَأْمُرَكَ بِآلَتِهِ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! كَرِهْتُ أَنْ أُؤَخِّرَ أَمْرَكَ.“

[ضعيف] (كما في المطالب العالیه ج ۱/۷۸)

(۹۷۰) ترجمہ: موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختنہ کا حکم الہی ملا تو فوراً ہی کدال لیا اور اپنا ختنہ کر لیا۔ جب تکلیف کی شدت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی آپ نے جلدی کی، ابھی آپ کو حکم نہیں ملا تھا کہ کس چیز سے ختنہ کرنا ہے۔ حضرت ابراہیم نے عرض کیا: رب العزت آپ کا حکم ملا تو یہ بات مجھے پسند نہ آئی کہ امر ربی میں تاخیر کی جائے۔ (المطالب العالیه ۱/۷۸)

## خلیل اللہ کی اولیت و اتباع شریعت

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور مشاہدہ ملکوت کی نعمت سے خوب خوب محفوظ ہیں۔ یہ فطرت کی سلامتی اور طہارت قلب جو قرآن مجید کی زبان میں ملکوت السموات والارض سے تعبیر کی گئی ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ کو مہوب من اللہ تھی، توحید باری کا انوکھا اسلوب و پیرایہ مخلوقات کے ذرہ ذرہ سے خالق کی یافت اور وجدان کا تزکیہ و تہذیب مخلوقات کی بے بسی، خالق کی قدرت و قوت غیر متناہی کا شعوری مشاہدہ خلیل اللہ کو خوب ہو گیا تھا۔ اوامر الہی کے امتثال سے باب رحمت و تجلی کا نزول اور عبدیت کی راہ سے حضور حق کی حضوری کا شعوری و ذوقی لطف و سرور خلیل اللہ کو مشاہدہ ہو رہا تھا۔ حکم باری آیا ختنہ کر لو فوراً اٹھے کدال ہاتھ میں تھاما اور ختنہ کی تعمیل کر لی اور امر الہی کو پورا کرنے میں ادنیٰ تاخیر نہیں کی۔ اور اس میدان میں بھی اولیت کا طمعہ قیامت تک خلیل اللہ کے دامن میں ثبت ہو گیا۔ جب ختنہ کے بعد درد و تکلیف محسوس کرنے لگے تو حق تعالیٰ نے فرمایا ختنہ کس آلہ و ہتھیار سے کرنا چاہئے یہ تو ابھی بتلایا ہی نہیں گیا تھا اور آپ نے جلدی کر لی۔ کتنا عبدیت میں ڈوبا ہوا کلمہ ہے کہ رب العزت آپ کے حکم کی تعمیل میں تاخیر خلیل سے ہو یہ گوارہ و پسند نہ ہوا۔ اس لیے جلدی سے تعمیل حکم کر لیا۔ یہ ہیں خلیل اللہ۔

خلیل اللہ کو توحید باری کی سزا میں دخول نار کی اولیت حاصل ہے، جسم مبارک سے اللہ کی وحدانیت کے عقیدہ کی سزاء میں لباس اتارا گیا یہ اولیت انہی کو حاصل ہے، ختنہ کی عملی سنت کا بنی آدم میں قیامت تک کے لیے رواج ابراہیم خلیل کی سنت ہے، جنت میں اولین حُلّہ و پوشاک بھی ابراہیم خلیل کو پہنایا جائے گا۔

**باب : فی فضل اسحاق علیہ السلام**

**بدب : حضرت اسحاق علیہ السلام کی فضیلت**

(۹۷۱) عن العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ:

”قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ دَاوُدُ: يَا رَبِّ! أَسْمَعْ النَّاسَ يَقُولُونَ: رَبُّ إِسْحَاقَ!!  
قَالَ: إِنَّ إِسْحَاقَ جَادَ لِي بِنَفْسِهِ.“

[ضعیف] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج ۲ ص ۵۵۶)

## اسحاق علیہ السلام کی فدائیت، رب العزت کے لیے

(۹۷۱) ترجمہ: عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کے نبی داؤد نے فرمایا: رب العزت میں سنتا ہوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ رب اسحاق۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: اسحاق اپنے آپ کو میرے لیے فدا کیے ہوئے تھے (اسحاق رب العزت کی ذات کے لیے فدائیت کے مقام پر تھے، اس لیے لوگوں نے مثال بنا لیا کہ بندہ میں فدائیت ہو تو ایسی جیسی اسحاق میں رب کی ذات کے لیے فدائیت تھی)۔  
(اخرجه الحاكم في المستدرک ۵۵۶/۲)

## حضرت داؤد علیہ السلام کی بارگاہ رب العزت میں دعا اور اس کا جواب

(۹۷۲) وللبنار عن العباس رضی اللہ عنہ أيضا:

”قَالَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَسْأَلُكَ بِحَقِّ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَاسْحَاقَ وَ يَعْقُوبَ. فَقَالَ: أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَأُلْقِيَ فِي النَّارِ فَصَبَرَ مِنْ أَجْلِي، وَ تِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ، وَ أَمَّا إِسْحَاقُ فَبَذَلَ نَفْسَهُ لِيَذْبَحَ فَصَبَرَ مِنْ أَجْلِي وَ تِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ، وَ أَمَّا يَعْقُوبُ فَغَابَ عَنْهُ يُوسُفُ وَ تِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ.“

[ضعیف جداً] (كما في مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۲)

## آزمائش کے بعد نعمت ملتی ہے

(۹۷۳) ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے دعاء کی، اے اللہ! میں اپنے آباء ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے احترام و مقام کے وسیلہ سے جو آپ کے پاس ان کو حاصل ہے دعا کرتا ہوں۔

حق جل مجدہ نے فرمایا: ہاں ابراہیمؑ تو آگ میں ڈالے گئے تو میری رضا کے خاطر صبر کیا اور یہ ایک بلیہ و مصیبت تھی جو تجھے حاصل نہیں اور ہاں اسحاقؑ نے اپنی جان کی قربانی دی تاکہ ذبح ہوں تو میری خوشی کے لیے صبر کیا۔ یہ ایک آزمائش و بلیہ تھی جو آپ کو حاصل نہیں اور یعقوبؑ سے ان کا بیٹا یوسفؑ الگ تھلگ جدا ہو گیا تھا، یہ ایک غم و حزن تھا جو آپ کو حاصل نہیں۔ (مجمع الزوائد ۲۰۲/۸)

دیلی کی ایک روایت میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے دعاء مانگی تھی کہ یا اللہ مجھ کو ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ علیہما السلام جیسا بنادے، تو حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال کر آزمایا اور اسحاقؑ کو ذبح کے ساتھ اور یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جدائیگی پر آزمایا تو سبھوں نے صبر کیا، یعنی اے داؤد! تم کو تو آزمایا ہی نہیں گیا تو ان لوگوں جیسا مقام قرب کیسے ملے گا۔ ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ اسحاق علیہ السلام یہی صواب ہے۔ واللہ اعلم

تمام محدثین و مفسرین کا اتفاق ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ قرآن کریم کے اشارہ سے بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کی تعیین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿فَبَشِّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبُ﴾ (ہود۔ آیت: ۷۱)

ترجمہ: ہم نے بشارت دی انکو اسحاق کی، اور اسحاق سے پیچھے یعقوب کی۔

اس آیت سے واضح طور پر اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت ملتی ہے تو پھر اسحاق علیہ السلام کو ذبح کیونکر کہا جاسکتا ہے، کہ آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ بڑی عمر تک زندہ رہیں گے اور انکے صلب سے یعقوب علیہ السلام کی پیدائش مقدر و متعین ہے۔ لہذا ذبح کرنے کی صورت میں ذبح سے نہ تو موت آئے گی اور نہ ہی ابراہیم علیہ السلام کا امتحان ہوتا۔ اس لیے ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں، اور ویسے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، جنکو ذبح کرنے کا حکم

ملاحظہ۔ تمام تفصیل کے لیے معارف القرآن سورۃ الصافات دیکھ لیں۔

## باب : فی خبر عَزِیز بنی اسرائیل

بدب : حضرت عزیر علیہ السلام کی فضیلت

(۹۷۳) للدیلمی عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ :

”أَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ أَخِي الْعَزِيزُ: يَا عَزِيزُ! إِنَّ أَصَابَتَكَ مُصِيبَةٌ فَلَا تَشْكُنِي إِلَى خَلْقِي، فَقَدْ أَصَابَنِي مِنْكَ مَصَائِبُ كَثِيرَةٌ وَلَمْ أَشْكُكَ إِلَى مَلَائِكَتِي. يَا عَزِيزُ! اعْصِنِي بِقَدْرِ طَاقَتِكَ عَلَى عَذَابِي، وَ سَلْنِي حَوَائِجَكَ عَلَى مِقْدَارِ عَمَلِكَ، وَلَا تَأْمَنْ مَكْرِي حَتَّى تَدْخُلَ جَنَّتِي فَاهْتَزَّ عَزِيزٌ بِيَكِي، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ: لَا تَبْكْ يَا عَزِيزُ فَإِنَّ عَصِيَّتِي بِجَهْلِكَ غَفَرْتُ لَكَ بِحِلْمِي، لِأَنِّي حَلِيمٌ لَا أُعَجِّلُ بِالْعُقُوبَةِ عَلَى عِبَادِي، وَأَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ.“

[ضعیف] [کما فی کنز العمال ج ۱۱ / ۳۲۳۴۱]

## گناہ اتنا ہی کرو جتنا عذاب سہنے کی سکت ہو

(۹۷۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے میرے

بھائی عزیرؑ پر وحی نازل فرمائی، اے عزیرؑ! جب تم کو کوئی مصیبت و تکلیف پہنچے تو خبردار میری کسی مخلوق سے شکایت نہ کرنا، کیوں کہ مجھے بھی تیری جانب سے نامناسب باتیں پہنچتی ہیں جن کی شکایت میں نے فرشتوں سے نہیں کی، اے عزیرؑ! میری اسی قدر نافرمانی کرنا جتنا عذاب سہنے کی تیرے اندر طاقت و استطاعت ہو، اور اپنی حاجت و ضرورت کا اتنا ہی سوال کرنا جتنا میری ذات کا تجھے علم یقین حاصل ہو اور جنت میں جب تک داخل نہ ہو جانا میری پکڑ سے ڈرتے ہی رہنا، یہ کلام باری سنتے ہی عزیر علیہ السلام پر کپکپی طاری ہو گئی اور رونے لگے، اللہ پاک نے پھر وحی بھیجی: اے عزیرؑ! روؤ مت، اگر لاعلمی اور جہالت میں میری نافرمانی ہو جائے گی تو میں اپنے علم سے مغفرت کر دوں گا، اس لیے کہ میں کریم ہوں

اور اپنے بندوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا ہوں اور میں ارحم الراحمین بھی ہوں۔

## حضرت عزیر علیہ السلام کو چار خوبصورت نصیحت

احوال و مصائب آتے نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ کی جانب سے لائے جاتے ہیں۔ اور ایمان باللہ کا جب مضبوط رشتہ خالق و مالک ربّ ذوالجلال سے مستحکم ہوتا ہے تو یہ بات دل میں اترتی ہے۔ اور احوال و مصائب کے وقت بندہ اپنے معائب و معاصی، اور تقصیر و ذنوب کی طرف متوجہ ہو کر انابت و استغفار کا طریقہ اختیار کرتا ہے نہ کہ گلہ و شکوہ۔ کیونکہ شکوہ و شکایت، رسوخِ ایمان و ایقان کے منافی ہے اور مستحسن نہیں جانا گیا ہے۔

پھر انبیاء علیہم السلام جن کا ایمان و ایقان تمام امت سے بلند تر ہوتا ہے بلکہ ہمارے وہم و گمان سے بھی بالاتر ہوتا ہے، وہاں تو صرف تسلیم و رضا اور منشاء باری کی تکمیل کا جذبہ ہمہ وقت موجزن ہوتا ہے اور جن کی لمحہ بہ لمحہ ہر قدم پر تربیت الہی کا نگاہِ ربوبیت میں انتظام ہوتا ہے، یہ حدیث بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ انسان بہر حال انسان ہی تو ہے۔ انسانی صفات و خواص اس کی فطرت میں رکھی ہوئی ہے، جو حق تعالیٰ نے ودیعت کی ہے، جس سے علیحدگی نہ تو ممکن ہے نہ ہی اس سے جدا کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ انسانی فطرت کا کمال بھی تو یہی ہے کہ وہ بشری صفات و خواص کے باوجود تجلیات الہیہ اور مرضیات قدسیہ اور صفاتِ ملکوتیہ کو بدرجہ اتم و اکمل حاصل کر کے عالم ملکوت کے ملائکہ سے آگے نکل جاتا ہے اور صفاتِ منشاء باری سے ظاہر و باطن کو منور مزین کر لیتا ہے۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب جاننا چاہیے کہ اللہ ربّ العزّت نے حضرت عزیر علیہ السلام کو بارگاہِ احد و صمد، حی قیوم کا ادب سکھلا رہے ہیں کہ نہ معلوم ہماری جانب سے کتنی تقصیرات بارگاہِ ربّ العزّت میں صبح سے شام تک پیش ہوتی ہیں اور رحیم الرحماء، کریم الکرماء، ہماری تقصیرات و معاصی کا فرشتوں کے سامنے کوئی تذکرہ نہیں کرتے، اور ہم ہیں کہ ذرا سی کوئی تکلیف پہنچی فوراً احباب و اخوان، یارانِ مجلس سے اس کو بیان کرتے رہتے ہیں۔ یہ رضا بالقضا کے بھی

خلاف ہے اور تسلیم و عبدیت کے بھی۔ کمال ایمان یہ ہے کہ بندہ مکمل مہر سکوت کا نمونہ ہو۔  
حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا، انما اشکو ابّی و حزنی الی اللہ  
(ترجمہ: میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں) اور درد و غم کا تذکرہ ہو تو  
پھر اسی سے ہو جس نے دیا ہے کیونکہ درد کی دوا بھی انھیں کے پاس ہے۔

پھر ادبِ ربّانی سکھایا گیا کہ جتنا عذاب کو سہنے کی طاقت و قدرت ہو اتنا ہی انسان  
معصیت و نافرمانی کرے۔ اللہ اکبر، کس میں صلاحیت ہے کہ ادنیٰ عذاب الہی کو برداشت  
کر لے۔ اللہم قنا عذابک یوم تبعث عبادک۔ جب ادنیٰ عذاب کو سہنے کی تاب  
و طاقت نہیں تو بالکل ہی معصیت نہیں کرنی چاہئے۔ طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے تو  
پھر معصیت میں ہماری غفلت ہم کو کہاں لے جائے گی۔ بہت بلیغ نصیحت ربّانی ہے۔  
بوجھ تو ہم ہلکا بھی نہیں اٹھا سکتے اور گناہوں کے پہاڑوں تلے دبے جا رہے ہیں۔ اور تیسری  
نصیحت ربّانی اپنی ضرورت و حاجت کا اتنا ہی سوال کرو جتنا تمہارا عمل ہو، محنت و مجاہدہ  
طاعت و عبادت ذکر و فکر کے بقدر ہی مزدوری و حاجت روائی کی درخواست پیش کرو، انسان  
کی بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ محنت و مجاہدہ، طاعت و عبادت میں کمزور، سست و کاہل ہے  
اور حق جل مجدہ سے امیدیں عمل کے مقابلہ میں زیادہ رکھے ہوا ہے۔ یعنی محنت و مشقت کم  
اور مزدوری کا زیادہ خواہاں ہے۔ عبدیت تو یہ ہے کہ رضاء الہی کا ہی قصد ہو۔ حق طلبی بلا طلبی  
اور بس۔ چوتھی چیز یہ کہ انسان، کبھی بھی حق جل مجدہ کی پکڑ سے بے خوف نہ ہو نہ ہی اپنے  
کسی بھی عمل پر تکیہ کرے اور نفس کے فریب اور دھوکہ میں نہ آئے۔ اعتبار حسن خاتمہ اور  
حسن قبول کا ہے کس کو پتہ ہے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور اس کا انجام کار کیا ہے۔  
یہاں تو کالمین کا بھی خون خشک ہے اور سبھی دست دعا ہیں کہ انجام فضل رحمٰن سے خیر انجام  
ہو جائے۔ ایمان و ایقان کے ساتھ خاتمہ سلامتی ایمان پر ہو جائے۔ حضرت عزیر علیہ السلام  
بلبلا گئے۔ ہوش اڑ گئے، آہ و بکا میں مشغول ہو گئے، ارشاد باری ہوا اے عزیر رویئے نہیں  
اگر معصیت و گناہ کا سبب نادانی و ناواقفی ہے تو میں بندہ کے جہالت کو اپنے حلم و بردباری



کی صفت سے معاف کردوں گا کہ میں حلیم و بردبار ہوں۔ اپنے بندوں پر عذاب نازل کرنے میں عجلت نہیں کرتا۔ حلیم کے ساتھ رحم الراحمین ہوں، تمام رحم کرنے والے سے زیادہ مہربان و رحم کرنے والا ہوں، مجھ کو اپنی صفت حلم و رحم کا زیادہ پاس و لحاظ ہے۔ بندہ اگر اپنی گندی صفت معصیت کو نہیں چھوڑتا، تو میں اللہ، اپنی صفت مغفرت و رحمت کو کیوں کر چھوڑ دوں، وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ، وَهُوَ الرَّحِيمُ الرَّحْمَاءُ، وَهُوَ الْكَرِيمُ الْكَرْمَاءُ، اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْنِيْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ آمین

## باب : فی فضل یونس بن متی بدب : حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت

(۹۷۴) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ فیما یرویہ عن ربہ :  
”قَالَ : لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَقُوْلَ اِنَّهُ خَيْرٌ مِنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتَّى“ . وَ نَسَبَهُ اِلَى  
اَبِيْهِ . [صحيح] (أخرجه البخارى ج ۹ ص ۱۹۲)

تمام انبیاء و رسل علیہم السلام محترم و مکرم ہیں

(۹۷۴) ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رب العزت سے روایت کرتے ہیں کہ میرے کسی بندہ کے لیے مناسب نہیں کہ یوں کہے کہ : وہ (محمد ﷺ) بہتر ہیں یونس بن متی سے اور ان کی نسبت ان کے والد کی طرف کی۔  
(صحیح بخاری ۹/۱۹۲)

(۹۷۵) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ أنه قال — يعني الله تبارك وتعالى :  
”لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ لِيْ (وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى : لِعَبْدِي) اَنْ يَقُوْلَ : اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتَّى عَلَيْهِ السَّلَامُ.“ [صحيح] (أخرجه مسلم ج ۴ ص ۱۸۴۶)

سورہ صافات میں حق تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :

﴿وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ، إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ،  
فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ﴾

ترجمہ: اور تحقیق یونس ہے رسولوں میں سے۔ جب بھاگ کر پہنچا اُس بھری کشتی پر،  
پھر قرعہ ڈلوا یا تو نکلا خطا وار۔

کشتی دریا میں چکر کھانے لگی، لوگوں نے کہا کہ اس میں کوئی غلام ہے اپنے مالک  
سے بھاگا ہوا، سب کے ناموں پر کئی مرتبہ قرعہ ڈالا۔ ہر مرتبہ اُن کا نام نکلا۔ (تفسیر عثمانی)

### حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش

امام احمد نے زہد میں اور عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے طاؤس کی  
روایت سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب آنے کی دھمکی  
دی (اور نزول کا دن مقرر کر دیا اور اس مقرر وقت پر عذاب نہیں آیا عذاب آنے میں تاخیر  
ہو گئی) تو آپ اللہ کے حکم ملنے سے پہلے نکل کھڑے ہوئے اور بھاگ کر ایک کشتی پر  
جا کر سوار ہو گئے لیکن وہ کوشش کے بعد بھی (اڑ کر کھڑی ہو گئی۔ ملاحوں نے کہا کشتی میں کوئی  
بھاگا ہوا غلام موجود ہے، چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی اور یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ نکل آیا  
(اور آپ مفرور غلام قرار پا گئے۔)

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اور وہب بن منبہؓ کا قول آیا ہے کہ تین بار  
لوگوں نے قرعہ ڈالا اور ہر مرتبہ یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ بغوی نے لکھا ہے یہ بھی مروی ہے  
کہ جب آپ سمندر پر پہنچے تو آپ کے ساتھ بیوی اور آپ کے دولڑکے تھے۔ کشتی آئی،  
آپ نے پہلے سوار ہونے کے لیے بیوی کو آگے بڑھایا لیکن سوار کرتے کرتے ایک لہریچ  
میں آ گئی (جو بیوی کو بہا کر لے گئی)۔ پھر دوسری ایک لہر آئی جو بڑے بیٹے کو پکڑ کر لے  
گئی۔ چھوٹا بیٹا (کنارہ پر) اکیلا رہ گیا تھا اس کو بھیڑیا لے گیا۔ اتنے میں ایک اور کشتی  
آ گئی۔ آپ اس میں تنہا سوار ہو گئے اور لوگوں سے الگ ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ کشتی

روانہ ہوگئی لیکن بیچ سمندر میں پہنچ کر اڑ کر رُک گئی اور کشتی والوں نے قرعہ ڈالا۔ (تفسیر مظہری)

## قرعہ اندازی کا حکم

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرعہ اندازی کے ذریعے نہ کسی کا حق ثابت کیا جاسکتا ہے نہ کسی کو مجرم قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً قرعہ کے ذریعے کسی کو چور ثابت نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح اگر دو آدمیوں میں یہ اختلاف ہو کہ فلاں جائیداد کس کی ملکیت ہے تو قرعہ کے ذریعے اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، ہاں قرعہ اندازی اس موقع پر جائز بلکہ بہتر ہے جہاں ایک شخص کو شرعاً مکمل اختیار حاصل ہو کہ وہ چند جائز راستوں میں سے کسی بھی راستے کو اختیار کر لے، اب وہ اپنی مرضی سے کوئی راستہ متعین کرنے کے بجائے قرعہ ڈال کر فیصلہ کرے، مثلاً جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اُسے سفر میں جاتے وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس بیوی کو چاہے ساتھ لے جائے۔ اب وہ اپنی مرضی سے ایسا کرنے کے بجائے قرعہ اندازی کر لے تو بہتر ہے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کا یہی معمول تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں بھی قرعہ اندازی سے کسی کو مجرم ثابت کرنا مقصود نہیں، بلکہ پوری کشتی کو بچانے کے لیے کسی کو بھی دریا میں ڈالا جاسکتا تھا، قرعہ کے ذریعے اس کی تعیین کی گئی۔ (معارف مفتی اعظم)

﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ﴾

ترجمہ: پھر لقمہ کیا اُس کو مچھلی نے اور وہ الزام کھایا ہوا تھا۔

الزام: الزام یہی تھا کہ خطائے اجتہادی سے حکم الہی کا انتظار کیے بغیر بستی سے نکل پڑے اور عذاب کے دن کی تعیین کر دی۔ (تفسیر عثمانی)

## انبیاء علیہم السلام کا مقام

حضرات انبیاء کا درجہ سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے، اس لیے ان کی خطائے اجتہادی اور سہو و نسیان پر بھی مواخذہ اور ملامت ہوتی ہے۔ 'حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ'

یعنی ابرار کے مرتبہ میں جو امور حسنات ہیں وہ مقربین کے درجہ میں سیئات ہیں۔  
 اور ایک روایت میں ہے کہ عالم غیب سے مچھلی کو آواز آئی: اے مچھلی! ہم نے یونس کو تیرے لیے رزق نہیں بنایا بلکہ تجھ کو اس کے لیے مکان حفاظت اور مسجد بنایا۔ تفسیر قرطبی  
 (معارف کاندھلوی)

﴿فَلَوْ لَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ، لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾  
 ترجمہ: پھر اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ یاد کرتا تھا پاک ذات کو تو رہتا اُسی کے پیٹ  
 میں جس دن تک کہ مُردے زندہ ہوں۔

## تسبیح کی برکت

یعنی چونکہ مچھلی کے پیٹ میں بھی اور پیٹ میں جانے سے پہلے بھی اللہ پاک کو  
 بہت یاد کرتا تھا اس لیے ہم نے اس کو جلدی نجات دے دی۔ ورنہ قیامت تک اس کے  
 پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا۔ مچھلی کی غذا بن جاتا۔ ﴿لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ﴾ الی آخرہ کنایہ  
 ہے کبھی نہ نکلنے سے اور یہ واقعہ دریائے فرات کا ہے۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے  
 کہ ہم نے خود اس دریا میں بہت بڑی بڑی مچھلیاں مشاہدہ کی ہیں، تعجب نہ کیا جائے۔ پہلے  
 گزر چکا ہے کہ شکم ماہی میں ان کی تسبیح یہ تھی ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ  
 مِنَ الظَّالِمِينَ“۔

﴿فَبَذَلْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ، وَابْتَنَّا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِينٍ﴾  
 ترجمہ: پھر ڈال دیا ہم نے اس کو چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھا اور اُگایا ہم نے  
 اس پر ایک درخت بیل والا۔

## مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا

مچھلی کو حکم ہوا اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ سے نکال کر ایک کھلے  
 میدان میں ڈال دیا۔ غالباً کافی غذا و ہوا وغیرہ نہ پہنچنے کی وجہ سے بیمار اور نحیف ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ دھوپ کی شعاع اور مکھی وغیرہ کا بدن پر بیٹھنا بھی ناگوار ہوتا تھا۔ اللہ کی قدرت سے وہاں کدو کی بیل اُگ آئی۔ اس کے پتوں نے ان کے جسم پر سایہ کر لیا اور اسی طرح قدرت ربانی سے غذا وغیرہ کا سامان بھی ہو گیا۔ (تفسیر عثمانی)

## مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت

ابن جریج کا قول اور عبد بن حمید وابن المنذر کی روایت میں عکرمہ کا قول آیا کہ دن کے کچھ حصے میں یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں رہے، ابن ابی حاتم، حاکم اور بغوی نے شععی کا قول نقل کیا ہے کہ چاشت کے وقت (دن چڑھے) مچھلی نے نگلاتھا اور شام کو اُگل دیا۔

## کیا انبیاء کی کسی لغزش کا بیان کرنا جائز ہے؟

کسی نبی کی کسی لغزش کا ذکر جائز نہیں کیونکہ انبیاء کی لغزشیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید رجوع کرنے اور مراتب میں ترقی پانے کی موجب ہوتی ہیں۔ جس نے کسی نبی پر اعتراض کیا وہ کافر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے (مومنوں کو یہ کہنے کا حکم دیا اور) فرمایا ہے:

﴿لَا نَفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بندے کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ میں یونسؑ بن متی سے افضل ہوں۔ (متفق علیہ)  
بخاری کی روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے یہ کہا کہ میں یونسؑ بن متی سے افضل ہوں اس نے غلط کہا۔

## افضلیتِ انبیاء کا مسئلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں باہم گالی گلوچ ہوئی۔ مسلمان نے کہا قسم ہے اس کی جس نے محمد ﷺ کو سارے عالم والوں پر برتری عطا فرمائی۔ یہودی بولا: قسم ہے اس کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہان والوں پر فضیلت عنایت کی۔ یہ سنتے ہی مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے منہ پر ایک طمانچہ مار

دیا۔ یہودی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کیفیت واقعہ عرض کی۔ اس کے اور مسلمانوں کے درمیان جو ماجرا ہوا تھا بیان کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مسلمان کو طلب فرمایا اور واقعہ دریافت کیا۔ مسلمان نے بتا دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت مت دو کیونکہ قیامت کے دن جب (سب) لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا۔ پھر سب سے پہلے میں ہی ہوش میں آؤں گا اور دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا ایک کنارہ پکڑے (کھڑے) ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں شامل تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا اس مخلوق میں شامل تھے جن کو اللہ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ کر دیا ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ موسیٰ علیہ السلام کو طور کے اوپر والی بے ہوشی کی مجرائی دے دی گئی (اور قیامت کے دن صور کی آواز سے وہ بے ہوش نہیں ہوئے) یا مجھ سے پہلے اُٹھ کھڑے ہوئے اور میں نہیں کہتا کہ کوئی بھی یونس علیہ السلام بن متی سے افضل ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نبیوں کو باہم فضیلت نہ دو۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قائد المرسلین (پیغمبروں کا لیڈر) ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ میں ہی خاتم النبیین ہوں اور کوئی فخر نہیں، میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے مقبول الشفاعت ہوں گا اور کوئی فخر سنہیں۔ (رواہ الدارمی)

میں کہتا ہوں تفصیل بین الانبیاء کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ جب تک من جانب اللہ (وحی کے ذریعے سے) یقینی علم حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک اپنی رائے اور گمان

سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو لیکن جب وحی کے ذریعے سے ایک کی دوسرے پر فضیلت ثابت ہو جائے تو بعض کو بعض سے افضل قرار دینے میں کوئی حرج نہیں (تفسیر مظہری) کچھ تفصیل حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کی حدیث ۹۲۲ میں گزر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

## تخیر بین الانبیاء علیہم السلام کی ممانعت

(۹۷۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے کسی بندہ کے لیے مناسب نہیں کہ یوں کہے کہ میں (محمد ﷺ) بہتر ہوں یونس بن متی علیہ السلام سے۔ (صحیح مسلم ۱۸۴۶/۲)

## اسلام لایعنی چیزوں سے منع کرتا ہے

اس حدیث میں تخیر بین الانبیاء علیہم السلام کی ممانعت آئی ہے، جہاں تک فضیلت کا سوال ہے تو خود قرآن ناطق ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ یعنی ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے، غرض اس حدیث میں ایک تو واضح خاتم الرسل ﷺ کا بیان ہے، دوسرے اس میں اسلامی ادب کی تعلیم ہے کہ تم خواہ مخواہ کی لایعنی بحثوں میں مت پڑو کہ فلاں نبی فلاں سے اچھے ہیں۔ تیسرے ایک اہم تحذیر ہے جو بطور حفظِ ماقدم امت کو بتلائی گئی ہے کہ: دیکھو جب تم اس بحث میں الجھو گے تو ممکن ہے کہ تم ایک نبی کی فضیلت میں حد اعتدال کو پھاند کر دوسرے کی تنقیص کر بیٹھو، جو سراسر کفر ہے، بلکہ تمہارا مسلک و مشرب اور موقف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ کے مطابق ہونا چاہئے اور تمہارے لیے بس ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ﴾ (ترجمہ: اعتقاد رکھتے ہیں رسول (ﷺ) اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی، سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ، اور اس کے فرشتوں کے، اور



اس کی کتابوں کے ساتھ اور اسکے پیغمبروں کے ساتھ، کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔) کافی ہے۔ اللہ تم سے ہرگز یہ سوال نہیں کرے گا کہ کون نبی تمہاری نگاہ میں افضل ہے؟ اسلام دراصل اپنے ماننے والوں کی ہر شعبہ زندگی میں مکمل رہنمائی کرتا ہے، اس کی ایک کڑی مابین الانبیاء کی فضیلت کا مسئلہ تھا۔ جس کو اس حدیث میں مختصر مگر جامع اسلوب میں واضح کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب : ما ورد فی فضل اُمّة محمد ﷺ

#### باب : انما بقاء کم فی ما سلف قبلکم من الامم

#### بدب : اُمتِ رحمت کی فضیلت

(۹۷۶) عن سالم بن عبد الله عن أبيه أنه أخبره أنه سمع ﷺ يقول:

”إِنَّمَا بَقَاءُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ أُوتِيَ أَهْلُ التَّوْرَةِ التَّوْرَةَ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوا فَاغْطَوْا قِيرَاطًا قِيرَاطًا، ثُمَّ أُوتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ الْإِنْجِيلَ فَعَمِلُوا إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا فَاغْطَوْا قِيرَاطًا قِيرَاطًا، ثُمَّ أُوتِيَ الْقُرْآنُ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ فَاغْطَيْنَا قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ: أَيُّ رَبَّنَا أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ وَاعْطَيْنَا قِيرَاطًا قِيرَاطًا وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا!! قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: هَلْ ظَلَمْتُمْ مَنْ أَجْرَكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: فَهُوَ فَضْلِي أُوتِيَهُ مِنْ أَشَاءُ.“ [صحيح] (أخرجه البخاري ج ۱ ص ۱۴۶)

### آخری اُمت پر اللہ پاک کا فضل ہے

(۹۷۶) ترجمہ : حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: تمہاری دنیا میں رہائش و بقاء کی مثال دوسری سابقہ اُمتوں کے مقابلے میں فقط اتنی ہے جتنی کہ نماز عصر سے غروب شمس تک، تورات

والوں کو تورات دی گئی، انھوں نے اس پر عمل بھی کیا، جب آدھا دن ہوا تو عمل سے عاجز ہو گئے (شریعت موسوی کو یہود نے چھوڑ دیا) ان کو آدھے دن کا ثواب ایک ایک قیراط مل گیا، پھر نصاریٰ کو انجیل دی گئی انھوں نے عصر تک عمل کیا اور تھک کر، عاجز ہو کر عمل ترک کر دیا، ان کو بھی ایک ایک قیراط اجر و ثواب مل گیا، پھر ہم کو قرآن عطا کیا گیا ہم نے غروب آفتاب تک (یعنی قیامت تک حسب استطاعت عمل کیا) عمل پیرا رہے، حق تعالیٰ نے ہم کو دو دو قیراط اجر و ثواب دیا، جس کو دیکھ کر اہل کتاب نے کہا: اے رب العالمین آپ نے ان آخری لوگوں کو دو دو قیراط اجر و ثواب دیا اور ہم لوگوں کو صرف ایک ایک قیراط جب کہ ہمارے عمل و کام کرنے کے اوقات زیادہ ہیں (یعنی صبح سے آدھے دن جیسے یہود اور پھر آدھے دن سے عصر تک جیسے نصاریٰ) حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: کیا میں نے تم کو اجر و ثواب دینے میں ظلم و کمی کی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، یا رب العالمین، ارشاد ہوا: پھر یہ میرا فضل و انعام ہے، جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔

## اُمّتِ محمد ﷺ دوسری اُمتوں کے مقابلے میں

(۹۷۷) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ ﷺ:

”إِنَّمَا أَجْعَلُكُمْ فِي أَجَلٍ مَنْ خَلَا مِنَ الْأُمَمِ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ، وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُ الْيَهُودِ وَ النَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عَمَلًا فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ؟ أَلَا فَانْتُمْ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ، أَلَا لَكُمْ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ. فَغَضِبَ الْيَهُودُ وَ النَّصَارَى فَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَ أَقَلُّ عَطَاءً!! قَالَ

اللَّهُ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: فَإِنَّهُ فَضَّلِي أُعْطِيهِ مَنْ شِئْتُ. “ [صحيح] (أخرجه البخارى ج ٢ ص ٢٠٤)

(٩٤٤) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری زندگی دوسری امتوں کے مقابلہ میں بس اتنی ہے جتنی کہ عصر کے وقت سے غروب آفتاب تک اور تمہاری مثال یہود و نصاریٰ کے درمیان ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص نے چند لوگوں کو مزدوری پر لگایا اور کہا کہ: جو میرے لیے آدھے دن تک مزدوری کرے گا، اس کو ایک قیراط اجرت ملے گی، تو یہود نے یہ مزدوری ایک ایک قیراط پر کی، پھر اس نے کہا جو آدھے دن سے عصر تک مزدوری کرے گا اس کو ایک ایک قیراط اجرت ملے گی، تو نصاریٰ نے یہ مزدوری کی، پھر اس شخص نے کہا کہ: جو عصر سے غروب آفتاب تک کام کرے گا اس کو دو دو قیراط اجرت ملے گی، سو تم لوگ دو قیراط والے ہو، جس کو دیکھ کر یہود و نصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: ہم نے کام کیا زیادہ اور مزدوری ملی کم؟ ارشاد ہوا: کیا میں نے تمہارے حق میں کمی کی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، ارشاد ہوا: میرا فضل ہے جس کو چاہوں دوں۔

### اُمّت پر فضل کا تعلق بابِ رحمت سے ہے نہ کہ عدل سے

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ امتوں کی نسبت سے تمہاری دنیا میں بقاء و رہائش اتنی ہے جتنی کہ عصر سے مغرب تک مدت ہوتی ہے، اہل توراۃ کو عمل کے لیے حکم ہوا تو وہ دو پہر تک کام کر کے عاجز ہو گئے۔ لہذا مقررہ اجرت ایک ایک قیراط دے دی گئی۔ پھر اہل انجیل کو کام سپرد ہوا تو انھوں نے عصر کے وقت کام چھوڑ دیا اور پورا نہ کیا۔ ان کو بھی ایک ایک قیراط دے کر رخصت کر دیا گیا، تب ہمیں قرآن مجید دیا گیا، کہ اس پر عمل کریں اور ہم نے غروب تک عمل میں مشغول رہ کر دن پورا کر دیا۔ لہذا حق تعالیٰ نے کام کی تکمیل سے خوش ہو کر ہمیں دو دو قیراط عطا فرمائے۔ دونوں اہل کتاب نے شکایت کی کہ ربّ العزّت ہم نے تو زیادہ عمل کیا تھا (اجرت میں کمی کیوں ہوئی؟) حق تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہاری مقررہ اجرت سے کچھ کم کیا (حالانکہ تم نے پورے دن کام بھی نہ کیا) وہ بولے نہیں،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ تو میرا فضل و انعام ہے، جس کو چاہوں زیادہ دیدوں (یعنی کمی پر تو اعتراض کی گنجائش ہے، زیادہ پر نہیں)۔

حدیث سے بظاہر مسلمانوں کی بقاء یہود و نصاریٰ سے کم معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کی مدت زیادہ سے زیادہ دو ہزار سال ہے، اور نصاریٰ کی مدت تو زیادہ سے زیادہ چھ سو سال ہے اور یہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اب تک چودھ صدیاں گزرا چکی ہے۔ اور نامعلوم قیامت تک ابھی اور کتنا زمانہ باقی رہ گیا ہے، اور پھر یہود و نصاریٰ کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا گیا نَحْنُ كُنَّا أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقْلُ عَطَاءً کہ ہم نے زیادہ کام کیا اور عطاء بھی ہمیں کو کم ملی۔ تو امت مسلمہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مدت کا کم ہونا اور یہود و نصاریٰ کا زیادتی عمل کا شکوہ باعث اشکال ہے۔ اس کے جواب میں حضرات شراح فرماتے ہیں کہ یہاں امتوں کا تقابل نہیں ہے بلکہ افراد واحد امت کا تقابل دوسری امتوں کے افراد سے ہے۔ اس لیے کہ اس امت کی اوسط عمر ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ عُمْرُ أُمَّتِي مِنْ سِتِّينَ إِلَى سَبْعِينَ.

(جامع الترمذی ۵۹/۲)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی (اوسط) عمر ساٹھ سے ستر سال

تک ہے۔

اور پچھلی امتوں کے افراد کی عمریں نہایت طویل ہوا کرتی تھیں نیز ایک اور حدیث میں بھی افراد امت کا تقابل افراد امت سے بتلایا گیا ہے۔

مَا أَعْمَارُكُمْ فِي أَعْمَارِ مَنْ مَضَى إِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَفِيمَا مَضَى

مِنْهُ (احمد فی مسندہ ۱۱۶/۲)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہیں تمہاری عمریں گزری ہوئی امتوں کی عمروں

کے مقابلے میں مگر جیسا کہ گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں دن کا بقیہ حصہ۔

(کشف الباری کتاب الاجارہ ۱۸۳)

بعض نے کہا کہ پہلی امتوں کو مدت زیادہ ملی اور اس امت کو کم، پہلی امتوں کے لوگوں کی عمریں بڑی تھیں، ان کی تھوڑی ہیں، بعض نے کہا کہ مجموعی لحاظ سے زمانہ اور عمروں کی کمی بیشی مراد ہے۔

## حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ساری دنیا کو سالوں، مہینوں اور دنوں کے لحاظ سے ایک دن مان لیا جائے تو اس امت کا وقت مثل وقت عصر تا غروب ہوگا، یعنی بہ نسبت گزشتہ مدتِ مدید کے دنیا کی عمر بہت کم رہ گئی ہے، پھر فرمایا کہ اس امت کی ترقی کا دور ایک ہزار سال رہا۔ جیسا کہ شیخ اکبر حضرت مجددِ شاہ عبدالعزیزؒ اور قاضی ثناء اللہؒ کی رائے ہے اور اس کی تائید حدیث ابوداؤد سے بھی ہوتی ہے کہ میری امت کے لیے آدھا دن ہے اگر وہ مستقیم رہے تو باقی دن بھی استقامت کے ساتھ گزاریں گے ورنہ پہلوں کی طرح ہلاک ہو جائیں گے۔ (انوار الباری ۱۴/۱۵۴)

## مسلمانوں کے عروج کے پانچ سو سال

ابوداؤد باب قیام الساعة میں حدیث ہے کہ حق تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کے عروج سے عاجز یا محروم نہ کرے گا، دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ میری امت حق تعالیٰ کی جناب میں اتنی وجاہت ماننے سے عاجز نہیں ہے کہ وہ آدھے دن تک ان کو سر بلندی کا موقع میسر کرے، راوی حدیث حضرت سعد بن وقاصؓ سے پوچھا گیا کہ آدھان دن کتنا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ پانچ سو سال، حاشیہ میں صاحب فتح الودود نے محدث سہیل کا قول نقل کیا کہ اس حدیث میں زیادہ کی نفی نہیں ہے، بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ اگر میری امت کے احوال اچھے رہے تو اس کے عروج کا بقاء آخرت کے ایک دن کے برابر ہوگا ورنہ آدھے دن کے برابر رہے گا، لمعات میں ہے کہ عدم عجز کفایہ ہے حق تعالیٰ کے یہاں قرب و منزلت حاصل کرنے سے، یعنی اس کی وجہ سے امت

کو پانچ سو سال تک سر بلند رہنے کا موقع میسر ہوتا رہے گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ سب علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دن سے مراد آخرت کا دن ہے، جو قرآن مجید کی رو سے ایک ہزار سال کا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ بڑا واہیہ اور فتنہ عظیمہ تاتار والا پانچ سو سال کے بعد پیش آیا تھا، جس سے دین کی بنیادیں ہل گئی تھیں، مگر حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا کہ ایک ہزار سال کی مدت پوری فرمادی، اس مدت میں اسلام سارے ادیان و ملل پر شرق و غرب میں غالب رہا، اور اس کی شان و شوکت باقی رہی، کسی حکومت کو سراٹھانے کی ہمت نہ تھی، یہی دور غلبہ امت محمدیہ کا تھا، اس کے بعد عالم اسلام پر یورپ کا تسلط ہوا اور زوال شروع ہو گیا، سریمور نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کیا کہ گیارہویں صدی کے پہلے سال میں انگریزوں نے بلاد اسلام کا رخ کیا ہے، شیخ اکبر کا بھی کشف یہی تھا کہ ایک ہزار سال تک اسلام کا دبدبہ رہے گا، غالباً شیخ مجدد، شاہ عبدالعزیز اور قاضی ثناء اللہ نے بھی شیخ سے ہی لیا ہوگا۔

## حاصل تشبیہیں

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں کی تشبیہوں کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعتبار مجموعہ اور خاتمہ کا ہے، جو شخص آخر دن میں داخل ہوگا وہ اول دن میں داخل ہونے والے کے برابر اس دن کا اجر پائے گا اور باب اجتماع میں یہی اصول چلتا ہے، کیونکہ جن امور میں شرکت کے لیے بہت سے لوگوں کو بلایا جاتا ہے ان میں سب کی شرکت یک دم ممکن نہیں، لہذا آگے پیچھے ہی داخل ہوتے ہیں، نفس دخول میں سب برابر سمجھے جاتے ہیں اگرچہ اجر و انعام میں متفاوت ہوں، اس کو یوں سمجھو کہ حق تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا اور اس میں ایک ضیافت کا اہتمام فرمایا اور سب کو دعوت دی، پھر کسی نے اجابت کی، کسی نے اعراض کیا اور ہم نے آخر میں داخل ہو کر پورے دن کا اجر موعود حاصل کیا، پس ساری دنیا اللہ کے نزدیک ایک دن کے برابر ہے اور اس میں آنے والوں کے ذمہ آخر دن کا کام بتلا دیا گیا ہے، جو عاجز و در ماندہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کا اجر کم ہو گیا اور جو کام میں لگا رہا

وہ پورے اجر کا مستحق ہو گیا، آخر دن تک کام کرنے والوں کے لیے دو قیراط ازل سے لکھے ہوئے تھے، اور اتفاق سے ہمیں آخر دن میں بلا کر کام پر لگایا اور ہم نے کام آخر رات تک پورا کر دیا تو ہمیں پورے دو قیراط مل گئے، کیونکہ اللہ کے یہاں تو مجموع عمل اور خاتموں کا اعتبار تھا، اس پوری تفصیل سے ان دونوں حدیثوں کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بھی معلوم ہو گئی کہ نظر شارع میں رکوع کا مدرک رکعت کا مدرک ہوتا ہے اور رکعت کا مدرک نماز کا مدرک ہوتا ہے جس طرح ایک شخص آخر دن میں شریک عمل ہونے والا ہے، اول دن میں شریک عمل ہونے والے کی طرح ہوتا ہے۔

اس تحقیق کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ یہاں ایک بحث اور باقی رہی کہ پہلی امتوں نے کیا کمی چھوڑی تھی اور ہم نے کس چیز کو مکمل کیا، اگر شریعت مراد ہو تو اس کی اطاعت میں کمی و تقصیر ہم سے بھی ہوئی ہے جیسے پہلوں سے ہوئی تھی، کہ ہم میں بھی عاصی و مطیع ہیں، پھر اگر مقابلہ اس امت کے افاضل کا سابقین کے افاضل سے ہو تو یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اس امت کے افاضل و خیار اور برگزیدہ حضرات کی تعداد بہ نسبت سابقین افاضل کے ضرور زیادہ اور بہت زیادہ ہے اور اگر مقابلہ کمتر وارذل سے کیا جائے تو برابری معلوم ہوتی ہے اور حضور علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ برائیوں میں پہلوں کا بھر پورا اتباع کرو گے تو بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس امت کا مقابلہ پہلی امتوں سے بحیثیت مجموعی کیا جائے کہ ان میں ان سے زیادہ بہتر قسم کے لوگوں میں ہیں، کیونکہ اتباع والی حدیث میں بھی قلت و کثرت کا کوئی ذکر نہیں ہے، غرض کم و کیف دونوں لحاظ سے یہ امت پہلی امتوں پر خیر میں بڑھ گئی ہے۔

(انوار الباری ج ۱۴ صفحہ ۱۵۵)

**باب : انا سنر ضیک فی أمتک ولا نسوءک**

**بدب: امت کے سلسلہ میں خوش آئند بدتیں**

(۹۷۸) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلا قول اللہ

عز وجل فی إبراہیم:



﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضَلَّلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ إبراهيم: ۳۶

وقال عيسى عليه السلام:

﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ وَإِنْ تُغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ

الْحَكِيمُ﴾ المائدة: ۱۱۸

فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ:

”اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبَكِي فَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ:

يَا جَبْرِيلُ! اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ — وَرَبُّكَ أَعْلَمُ — فَسَلْهُ مَا يُبْكِيكَ؟

فَاتَاهُ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَسَأَلَهُ، فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ — وَهُوَ أَعْلَمُ — فَقَالَ اللَّهُ: يَا جَبْرِيلُ! اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ

فَقُلْ: إِنَّا سَنَرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ.“

[صحیح] (أخرجه مسلم ج ۱ ص ۱۹۱)

رسول اللہ ﷺ کو خوش کرنے کا وعدہ

(۹۷۸) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھا۔

﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضَلَّلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ إبراهيم: ۳۶

ترجمہ: اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا، پھر جو

شخص میری راہ چلے گا وہ تو میرا ہے ہی۔ (تھانوی)

اور حضرت عیسیٰ نے کہا:

﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ وَإِنْ تُغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ

الْحَكِيمُ﴾ المائدة: ۱۱۸

ترجمہ: اگر آپ ان کو سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو

معاف فرمادیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

اے اللہ! میری امت، میری امت اور روئے۔ تو اللہ عز و جل نے فرمایا: اے جبریلؑ، محمد ﷺ کے پاس جاؤ! اور آپ کے رب کو خوب معلوم ہے۔ ان سے پوچھئے کہ کس چیز نے آپ کو رُلا یا؛ لہذا جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور مصطفیٰ ﷺ سے معلوم کیا، آپ ﷺ نے جبریلؑ کو بتلایا اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم تھا حق جل مجدہ نے جبریلؑ کو فرمایا: جائیے محمد ﷺ کے پاس اور ان سے کہئے ہم ضرور آپ کو امت کے بارے میں خوش کر دیں گے، راضی کر دیں گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔ (اخرجہ مسلم ۱۹۱/۱)

## خلیل اللہ کی حکیمانہ دعاء

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کے کلمات کی آیت میں تلاوت فرمائی:

﴿رَبِّ اِنَّهُمْ اَضَلُّنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ وَمَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ابراہیم: ۳۶

اے رب انھوں نے گمراہ (گمراہی میں ڈالا) کیا بہت لوگوں کو سو (جو کوئی میرے رستہ پر چلا) جس نے پیروی کی میری سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا سو تو بخشش والا مہربان ہے۔

﴿رَبِّ اِنَّهُمْ اَضَلُّنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ یعنی یہ پتھر کی مورتیاں بہت آدمیوں کی گمراہی کا سبب ہوئیں، اس لیے فوراً یہ بھی فرمایا ﴿فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ﴾ یعنی جس نے توحید خالص کا راستہ اختیار کیا اور میری بات مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے، جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستہ سے علیحدہ ہو گیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں، آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لا کر اپنے کو رحمت خصوصی اور نجات ابدی کا مستحق بنا سکتا ہے یا یہ مطلب ہو کہ آپ کو قدرت ہے اسے بھی بحالت موجودہ بخش

---

دیں گو آپ کی حکمت سے اس کا وقوع نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

## حکیمانہ دعاء کا سلیقہ

دعاء تو ہر انسان مانگتا ہے، مگر مانگنے کا سلیقہ ہر ایک کو نہیں ہوتا انبیاء علیہم السلام کی دعائیں سبق آموز ہوتی ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ کیا چیز مانگنے کی ہے، اس دعائے ابراہیمی کے دو جز ہیں، ایک شہر مکہ کو خوف و خطر سے آزاد جائے امن بنا دینا، دوسرے اپنی اولاد کو بُت پرستی سے ہمیشہ کے لیے نجات دلانا۔

## صلاح و فلاح کے دو بنیادی اصول

غور سے کام لیا جائے تو انسان کی صلاح و فلاح کے یہی دو بنیادی اصول ہیں، کیونکہ انسانوں کو اگر اپنے رہنے سہنے کی جگہ میں خوف و خطر اور دشمنوں کے حملوں سے امن و اطمینان نہ ہو تو نہ دنیوی اور مادی اعتبار سے ان کی زندگی خوشگوار ہو سکتی ہے اور نہ دینی اور روحانی اعتبار سے، دنیا کے سارے کاموں اور راحتوں کا مدار تو امن و اطمینان پر ہونا ظاہر ہی ہے جو شخص دشمنوں کے زخموں اور مختلف قسم کے خطروں میں گھرا ہوا ہو اس کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت، کھانے پینے، سونے جاگنے کی بہترین آسانیاں، اعلیٰ قسم کے محلات اور بنگلے، مال و دولت کی بہتات سب تلخ ہو جاتی ہیں۔

دینی اعتبار سے بھی ہر طاعت و عبادت اور احکام الہیہ کی تعمیل انسان اسی وقت کر سکتا ہے جب اس کو کچھ سکون و اطمینان نصیب ہو۔

اس لیے حضرت خلیل اللہ ﷺ کی پہلی دعاء میں انسانی فلاح کی تمام ضروریات معاشی و اقتصادی اور دینی و اخروی سب داخل ہو گئیں۔ اس ایک جملہ سے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے لیے دنیا کی تمام اہم چیزیں مانگ لیں۔

## اولاد کی معاشی راحت

اس دعاء سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاد کی ہمدردی اور ان کی معاشی راحت کا انتظام

بھی حسب قدرت باپ کے فرائض میں سے ہے، اس کی کوشش زہد اور ترک دنیا کے منافی نہیں۔

دوسری دعاء میں بھی بڑی جامعیت ہے کیونکہ وہ گناہ جس کی مغفرت کا امکان نہیں، وہ شرک و بت پرستی ہے اس سے محفوظ رہنے کی دعاء فرمادی، اس کے بعد اگر کوئی گناہ سرزد بھی ہو جائے تو اس کا کفارہ دوسرے اعمال سے بھی ہو سکتا ہے، اور کسی کی شفاعت سے بھی معاف کئے جاسکتے ہیں، اور اگر عبادتِ اصنام کا لفظ صوفیائے کرام کے اقوال کے مطابق اپنے وسیع مفہوم میں لیا جائے کہ ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ سے غافل کرے وہ اس کا بت ہے۔ اور اس کی محبت سے مغلوب ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اقدام کر لینا ایک طرح سے اس کی عبادت ہے تو اس دعاء یعنی عبادتِ اصنام سے محفوظ رہنے میں تمام گناہوں سے حفاظت کا مضمون آجاتا ہے، بعض صوفیائے کرام نے اسی معنی میں اپنے نفس کو خطاب کر کے غفلت و معصیت پر ملامت کی ہے۔

سودہ گشت از سجدہٴ راہِ بتاں پیشانیم

چند بر خود تہمت دینِ مسلمانی نہم

اور عارفِ رومیؒ نے فرمایا ہے۔

ہر خیالِ شہوتے در رہ بتے ست

حق تعالیٰ قادر، غالب، اور حکیم ہیں

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام محشر کے دن فرمائیں گے:

﴿إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ

الْحَكِيمُ﴾ (سورہ مائدہ، آیت ۱۱۸)

جس کا مفہوم یہ ہے:

یعنی آپ اپنے بندوں پر ظلم اور بے جا سختی نہیں کر سکتے۔ اس لیے اگر ان کو سزا دیں گے تو عین عدل و حکمت پر مبنی ہوگی، اور فرض کیجیے معاف کر دیں تو یہ معافی بھی ازراہ

عجز نہ ہوگی، کیونکہ آپ عزیز (زبردست اور غالب) ہیں، اس لیے کوئی مجرم آپ کے قبضہ قدرت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتا، کہ اس پر آپ قابو نہ پاسکیں، اور چونکہ حکیم (حکمت والے) ہیں، اس لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ کسی مجرم کو یونہی بے موقع چھوڑ دیں، بہر حال جو فیصلہ آپ ان مجرمین کے حق میں کریں گے وہ بالکل حکیمانہ اور قادرانہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام چونکہ محشر میں ہوگا جہاں کفار کے حق میں کوئی شفاعت اور استدعاء رحم وغیرہ نہیں ہو سکتی، اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ”عَزِيزٌ حَكِيْمٌ“ کی جگہ ”غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ“ وغیرہ صفات کو اختیار نہیں فرمایا، برخلاف اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں اپنے پروردگار سے عرض کیا تھارَبِّ اِنَّهُمْ اَضَلُّنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اے پروردگار ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر دیا تو جو اُن میں سے میرے تابع ہوا وہ میرا آدمی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو پھر تو غفور رحیم ہے) یعنی ابھی موقع ہے کہ تو اپنی رحمت سے آئندہ اُن کو توبہ اور رجوع الی الحق کی توفیق دے کر پچھلے گناہوں کو معاف فرما دے۔ (فوائد عثمانی)

## اُمّتِ رحمت کے لیے جنت کی بشارت

ابن کثیرؒ نے بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ پوری رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے، اور وہ آیت ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ﴾ ہے، پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ یہی آیت پڑھتے رہے، رکوع اسی سے اور سجدے اسی سے کرتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، تو فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی، اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والی ہے۔ ایسے شخص کے واسطے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔

مسلم کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے مذکورہ آیت پڑھ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ یعنی میرے پاک پروردگار میری امت کی طرف نظر رحمت فرما، اور آپ ﷺ رونے لگے، اس پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبریل امینؑ رونے کی وجہ

دریافت فرمائی تو آپ ﷺ نے جبریل امینؑ کو اپنے مذکورہ قول سے آگاہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریلؑ سے فرمایا کہ جاؤ اور حضرت محمد ﷺ سے کہہ دو کہ ہم عنقریب تیری امت کے بارے میں تم کو رضامند کر دیں گے اور تم کو ناخوش نہ کریں گے۔ (معارف القرآن ۳/۲۷۲)

ابن مردویہ کی روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ رات آپ ﷺ نے نماز کے اندر قیام کی حالت میں قرآن کی ایک آیت (بار بار) اتنی پڑھی کہ اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم اس پر غصہ کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنی امت کے لیے دعا کی تھی، راوی نے پوچھا پھر کیا جواب ملا، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسا جواب ملا کہ اگر اس کی اطلاع لوگوں کو ہو جائے تو بہت لوگ نماز چھوڑ دیں۔ راوی نے عرض کیا کیا میں اس کی بشارت لوگوں کو نہ دیدوں، آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ پیغام آپ ﷺ لوگوں کو بھیج دیں گے تو وہ عبادت کو چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے آواز دے کر راوی کو واپس بلا لیا۔ (گلدستہ ج ۲ صفحہ ۳۶۳)

## حق تعالیٰ کی جانب سے اُمت کا اکرام و اعزاز اور سجدہ شکر

(۹۷۹) أخبرنی سعيد أنه سمع حذيفة بن اليمان يقول:

غاب عنا رسول الله ﷺ يوماً فلم يخرج حتى ظننا أنه لن يخرج، فلما خرج

سجد سجدة فظننا أن نفسه قد قبضت منها، فلما رفع رأسه قال:

”إِنَّ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى اسْتَشَارَنِي فِي أُمَّتِي مَاذَا أَفْعَلُ بِهِمْ. فَقُلْتُ:

مَا شِئْتَ أَيُّ رَبِّ! هُمْ خَلْقُكَ وَعِبَادُكَ، فَاسْتَشَارَنِي الثَّانِيَةَ فَقُلْتُ لَهُ

كَذَلِكَ فَقَالَ: لَا أُحْزِنُكَ فِي أُمَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ، وَبَشَّرَنِي أَنَّ أَوَّلَ مَنْ

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا لَيْسَ عَلَيْهِمْ

حِسَابٌ، ثُمَّ أُرْسِلَ إِلَيَّ فَقَالَ: ادْعُ تُجِبْ وَ سَلْ تُعْطَ، فَقُلْتُ لِرَسُولِهِ: أَوْ

مُعْطَى رَبِّي سُؤْلِي؟ فَقَالَ مَا أُرْسَلَنِي إِلَيْكَ إِلَّا لِيُعْطِيَكَ. وَلَقَدْ أَعْطَانِي رَبِّي

عَزَّوَجَلَّ وَلَا فَخْرَ، وَغَفَرَ لِي مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِي وَ مَا تَأَخَّرَ وَ أَنَا أُمْسِي حَيًّا صَحِيحًا، وَ أَعْطَانِي أَنْ لَا تَجُوعَ أُمَّتِي وَ لَا تُغْلَبَ، وَ أَعْطَانِي الْكَوْثَرَ فَهُوَ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ يَسِيلُ فِي حَوْضِي، وَ أَعْطَانِي الْعِزَّ وَ النَّصْرَ، وَ الرَّعْبُ يَسْعَى بَيْنَ يَدَيِ أُمَّتِي شَهْرًا، وَ أَعْطَانِي أَنِّي أَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ أَدْخُلُ الْجَنَّةَ، وَ طِيبَ لِي وَ لِأُمَّتِي الْغَيْمَةُ، وَ أَحَلَّ لَنَا كَثِيرًا مِمَّا شَدَّدَ عَلَيَّ مِنْ قَبْلُنَا، وَ لَمْ يَجْعَلْ عَلَيْنَا مِنْ

حَرَاجٍ. “ [ضعيف] (أخرجه أحمد ج ٥ ص ٩٣)

(۹۷۹) ترجمہ: سعید نے مجھے خبر دی کہ انھوں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا، رسول اللہ ﷺ ایک دن ہم سے اوجھل رہے، اور نہیں نکلے، یہاں تک کہ ہم لوگوں نے گمان کیا کہ نہیں نکلیں گے، تو جب نکلے تو ایک لمبا سجدہ کیا، ہم لوگوں نے گمان کیا کہ روح قبض ہوگئی، تو جب سراٹھایا تو فرمایا: رب العالمین نے مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ اُمت کے ساتھ میں کیسا معاملہ کروں؟ میں نے عرض کیا: رب العالمین آپ کو اختیار ہے کہ وہ آپ کی مخلوق اور بندے ہیں، پھر دوبارہ حق تعالیٰ نے مشورہ مانگا، میں نے وہی پہلی بات عرض کی، ارشاد ہوا: اے لاڈلے رسول احمد ﷺ آپ کو امت کے بارے میں غمگین ہونے نہیں دوں گا، ساتھ ہی یہ بشارت دی گئی کہ سب سے پہلے جنت میں میرے ساتھ ستر ہزار امت داخل ہوگی، جب کہ ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار داخل ہوگی، جن کا حساب و کتاب نہیں ہوگا، پھر حق تعالیٰ کا ایک قاصد میرے پاس آ کر کہے گا: دعا کیجیے قبول ہوگی، سوال کیجیے دیا جائے گا، میں اس قاصد سے کہوں گا: کیا میرا رب میرے سوال کو پورا فرمائے گا؟ وہ فرشتہ عرض کرے گا: آپ ﷺ کے پاس بھیجنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا، اور حق جل مجدہ نے مجھ کو عطاء کیا میں فخر نہیں کرتا، میری اگلی پچھلی تمام نامناسب باتیں معاف کر دی گئیں اور میں پاک و صاف زندگی بسر کر رہا ہوں اور حق تعالیٰ میری امت کو رسوا نہیں کرے گا، یہ صرف مجھ کو عطا کیا گیا اور نہ میری امت بھوکوں مرے گی اور نہ ہی اس پر کوئی اور امت غالب آئے گی (نہ تعداد میں نہ اعمال میں نہ مقام



جنت میں) اور حق تعالیٰ نے مجھ کو کوثر عطا کیا جو جنت میں ایک نہر ہے، وہ نہر میرے حوض سے نکلے گی اور حق تعالیٰ نے مجھ کو قوت و غلبہ، نصرت و مدد اور غیروں پر رعب و دبدبہ ایک ماہ کی مسافت کی دوری سے عطا کیا اور میں سب سے پہلا نبی ہوں گا جو جنت میں داخل ہوں گا اور اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو میرے لیے اور میری امت کے لیے حلال کیا اور بھی بہت سی چیزیں اللہ پاک نے ہماری امت پر حلال کی ہیں جو پہلی امت پر سختی کے ساتھ روکی گئی تھیں اور میری شریعت و دین میں تنگی نہیں رکھی گئی، تو میں نے اللہ پاک کے شکر کے لیے سجدہ سے افضل کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (اس لیے سجدہ کیا، تو سجدہ والی نماز عطا ہوئی)۔

## ستر ہزار بغیر حساب اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار جنتی بغیر حساب

حضور ﷺ کا مقام عند اللہ کتنا بلند و برتر ہے کہ رب العزت نے امت رحمت کے بارے میں صاحب امت کی خواہش اور تمنا معلوم کی گئی، کہ امت کے ساتھ کیا اور کیسا برتاؤ کیا جائے۔ قربان جائے رسول اعظم ﷺ کی عبدیت پر کہ اپنی چاہت کو رب العزت کی مشیت و چاہت پر موقوف فرما کر بارگاہ ذوالجلال سے ستر ہزار امت کے بغیر حساب کا پروانہ حاصل کیا جبکہ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کی تعداد بغیر حساب جنت میں جائے گی۔ اور یہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، یہ تعداد پچاس لاکھ بنتی ہے۔ اس طرح کل تعداد ۴۹,۷۰,۰۰۰ (انچاس لاکھ ستر ہزار) بنتی ہے۔ یعنی اولین ستر ہزار جو بغیر حساب جنت میں جائے گی ان میں سے ہر جنتی کے ساتھ رب العزت ستر لوگوں کو جنت میں بھیج دیں گے۔ یعنی ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار، اور ہر ایک جنتی کے ساتھ ستر۔ اس طرح اصل تو ہوں گے ستر ہزار اور جو ان کی برکت سے جنت میں بھیجے جائیں گے وہ ہوں گے ۴۹,۷۰,۰۰۰ انچاس لاکھ۔ اس طرح اصل اور طفیلی ہو جائیں گے ۴۹,۷۰,۰۰۰ (انچاس لاکھ ستر ہزار)۔

## کون لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے

بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طویل حدیث کا ٹکڑا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب و عذاب جنت میں جائیں گے، آپ نے ان کی تعیین فرمائی کہ هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا تَكْتُمُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ دم کراتے ہیں نہ علاج کی غرض سے اپنے جسم کو داغتے ہیں اور نہ فال نکالتے ہیں۔ اور فقط اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

(بخاری، الطب)

## توکل علی اللہ، مشکلات سے نجات کی کلید ہے

توکل و اعتماد علی اللہ ایقان و ایمان کا اصل سرمایہ ہے، اور اسی کی بنیاد پر حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے بندہ کا یقین راسخ ہوتا ہے توکل و بھروسہ ہر مشکل سے نجات کی کلید ہے اور ہر کامیابی و کامرانی کا زینہ ہر شخص کا توکل اس کے ایمان و اعمال کے بقدر اللہ سے ہوتا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم کو اللہ پر توکل ہو جائے جیسا کہ توکل کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح روزی بہم پہنچائے جیسا کہ پرندوں کو پہنچاتا ہے کہ صبح کو اپنے گھونسلے سے خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذات و صفات باری کے لحاظ کا توکل عطا فرمائے، آمین

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو حق جل مجدہ نے اور بھی انعامات و عطیات سے نوازا۔  
(۱) حضور ﷺ کے مناجات و سوالات کو بارگاہ رب العزت میں مقام قبولیت سے نوازا جائے گا۔ اس کی اطلاع دی گئی۔

(۲) آپ ﷺ کی اگلی چھپلی نامناسب خلاف اولی باتیں بھی بخشی بخشائی ہیں۔ یعنی کسی بھی بات پر منجانب اللہ حضور ﷺ سے رب العزت کی جناب میں پرشش اور حساب و کتاب نہیں لیا جائے گا۔ بالکل ہی پاک و صاف زندگی نہری ہوئی۔ آقا ﷺ کی ہوگی۔ اور آپ ﷺ اس باب میں وحید و فرید ہوں گے آپ ﷺ فرماتے ہیں میں

اس پر فخر نہیں کرتا یہ فضل کی باتیں ہیں۔ فضل پر فخر نہیں کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہوتی ہے۔ الحمد للہ

(۳) حضور ﷺ زندہ سلامت، صحت و عافیت کے ساتھ پاک و صاف زندگی گزاریں گے۔ اور آج بھی آپ ﷺ پر امت صلاۃ و سلام کا تحفہ پیش کر رہی ہے۔ اور قیامت تک اللہ و ملائکہ و مومنین آپ ﷺ پر درود و سلام پیش کرتے رہیں گے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ یہ نعت خاص کسی کو نہ ملی۔

(۴) اور حضور ﷺ کی امت قحط سالی، اور رزق کی تنگی و قلت میں گرفتار نہیں کی جائے گی۔ یہ اکثریت کا احوال ہے اگر کسی علاقہ میں ایسا ہو ممکن ہے مگر پوری امت قحط سالی کے عذاب میں مبتلا نہیں کی جائے گی۔

(۵) حضور ﷺ کی امت مغلوب و مقہور نہیں ہوگی کہ کوئی اس امت کا وجود ختم کر دے۔ آج سے نہیں طلوع اسلام اور ابتداء اسلام سے نہ معلوم کتنے فرعون اور طاغوتی طاقتیں اٹھیں، سفاک و فساق اور فجار و کفار نئے نئے پروگرام کے ساتھ اہل اسلام اور اسلام کو مٹانے آئے اور خود گور غریباں میں دفن ہو گئے، ان کے منحوس ارادوں کی ظلمت ان کو خود ہی قعرِ ہلاکت میں دھکیل کر فنا کر چکی ہیں۔ اور ہمارے آقا کے دشمن مغلوب ہوئے آقا غالب ہی رہے۔ آقا کا دین بھی غالب ہے۔

(۶) حضور ﷺ کو حق تعالیٰ نے حوض کوثر عطا فرمایا، کوثر ایک جنت کی نہر ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ شفاف ہے۔ کوثر اس حوض کا نام ہے جو میدانِ حشر میں ہوگا جس سے حضور ﷺ اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے جس کے کناروں پر پیالے، آنچورے اتنی کثرت سے رکھے ہوں گے جتنے آسمان پر ستارے ہیں تاکہ

در حبیب پر آ کر کسی پیاسے کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

(۷) حضور ﷺ کو حق تعالیٰ نے عزت و نصرت اور رعب و دبدبہ ایک ماہ کی مسافت کے بقدر دوری سے عطا فرمایا۔

(۸) حضور ﷺ اول نبی ہوں گے جو جنت میں داخل ہوں گے۔

(۹) مال غنیمت کو آپ ﷺ کے لیے اور امت کے لیے حلال کیا گیا۔

(۱۰) اور بے شمار چیزیں اس امت پر حلال کی گئیں جو پہلو پر سختی کے ساتھ منع تھیں۔

(۱۱) اور حضور ﷺ کے دین رحمت و شریعت میں تنگی نہیں رکھی گئی۔ احکام میں سہولت

و آسانی رکھی گئی ہے۔ اعتدال و انسانی مزاج کا پورا پورا خیال رکھا گیا کہیں بھی حرج

اور تنگی میں نہیں ڈالا گیا۔ واللہ اعلم!

## تقرّب الی اللہ کا افضل طریقہ سجدہ ہی ہے

(۹۸۰) عن عبد اللہ بن أبی قتادة عن أبیہ عن جدہ عن أبی قتادة قال:

خرج معاذ بن جبل لطلب رسول الله ﷺ فلم يجدّه فطلبه في بيوته فلم يجدّه، فأتبعه في سكة حتى دُلَّ عليه في جبلٍ ثوابٍ، فخرج حتى رقى جبلٍ ثوابٍ فنظرَ يمينًا وشمالًا فبصر به في الكهف الذي اتخذ الناس إليه طريقًا إلى مسجد الفتح. قال معاذ: فإذا هو ساجدٌ فهبطت من رأس الجبل وهو ساجدٌ فلم يرفع رأسه حتى اسأْتُ به الظنّ فظننتُ أن قد قبضَ فلما رفع رأسه قلتُ: يا رسول الله لقد أسأْتُ بك الظنّ وظننتُ أنك قد قبضت فقال:

”جاءني جبريل عليه السلام بهذا الموضع، فقال: إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يُقَرِّبُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ: مَا تُحِبُّ أَنْ أَصْنَعَ بِأُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: اللَّهُ أَعْلَمُ، فَذَهَبَ ثُمَّ جَاءَنِي فَقَالَ: إِنَّهُ يَقُولُ: لَا أَسْوءُكَ فِي أُمَّتِكَ، فَسَجَدْتُ فَأَفْضَلُ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى اللَّهِ السُّجُودُ.“

[ضعيف] (أخرجه الطبرانی في المعجم الصغير ج ۲ ص ۱۱۷)

(۹۸۰) ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کی تلاش و جستجو میں نکلے تو جب کہیں نہ ملے تو گھر گھر، گلی گلی تلاش شروع کر دی تو کسی نے بتلایا کہ آپ ﷺ جبل ثواب میں موجود ہیں، تو وہ جبل ثواب پر چڑھے۔ داہنے بائیں ہر طرف دیکھا تو ان کی نگاہ اس غار میں پڑی جس راستہ سے لوگ مسجد فتح میں جاتے تھے، تو معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حالت سجدہ میں تھے، میں پہاڑ سے نیچے اتر گیا اور آپ ﷺ سجدہ میں ہی تھے کہ مجھے یہ خطرہ ہونے لگا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب سجدہ سے آپ ﷺ نے سر اٹھایا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو خطرہ ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے ہوں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام اسی مقام پر تشریف لائے تھے اور فرمایا کہ: اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو سلام کہلا بھیجا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا: آپ کیا پسند فرماتے ہیں امت کے بارے میں یعنی ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ میں نے عرض کیا: اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ جبریل واپس گئے اور پھر آئے میرے پاس اور فرمایا حق جل مجدہ نے فرمایا ہے: وہ آپ کو امت کے بارے میں غمگین نہیں فرمائے گا۔ تو شکر کے طور پر میں نے سجدہ کیا۔ تو سب سے افضل اللہ تعالیٰ سے تقرب کا طریقہ سجدہ ہے (یعنی حالت سجدہ میں بندہ اللہ تعالیٰ سے اچھے طریقے سے قریب ہوتا ہے)۔

(اخرجه الطبرانی فی المعجم الصغیر ۲/۱۱۷)

## رسول اللہ ﷺ کا سجدہ طویل اور دعا

(۹۸۱) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال: أقبلت إلى رسول الله ﷺ فإذا رسول الله ﷺ

قائم يصلي فلم يزل قائماً حتى أصبح فسجد سجدة ظننت أن نفسه قبضت فيها فنظر إلي فقال:

يا معاذ رأيت؟ فقلت: يا رسول الله ﷺ نعم رأيتك سجدت سجدة ظننت أن

نفسك قد قبضت، فقال: تدري لم ذاك؟ قلت: الله ورسوله أعلم. قال:

”إِنِّي صَلَّيْتُ مَا كَتَبَ لِي رَبِّي وَآتَانِي رَبِّي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَا أَفْعَلُ

بِأَمَّتِكَ؟ قُلْتُ: رَبِّي أَنْتَ أَعْلَمُ، فَأَعَادَهَا عَلَيَّ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا، فَقَالَ لِي فِي

آخِرَهَا: مَا أَفْعَلُ بِأُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: أَنْتَ أَعْلَمُ يَا رَبِّ، قَالَ: إِنِّي لَا أُحْزِنُكَ فِي أُمَّتِكَ فَسَجَدْتُ لِرَبِّي، وَرَبُّكَ شَاكِرٌ يُحِبُّ الشَّاكِرِينَ.“

[ضعیف] (أخرجه الطبرانی فی الکبیر ج ۲۰ / ۱۹۹)

(۹۸۱) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے اور اتنی لمبی و طویل نماز تھی کہ صبح ہو گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے خطرہ ہونے لگا کہ آپ کا وصال حق ہو گیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ تو نے مجھے دیکھا؟ میں نے عرض کیا: ہاں! دیکھا تھا یا رسول اللہ کہ آپ طویل سجدہ کی حالت میں تھے کہ مجھے خطرہ ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھے معلوم بھی ہے ایسا کیوں کیا؟ میں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی بہتر معلوم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے نماز ادا کی جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے مقدر کیا تھا اور حق جل مجدہ میرے پاس تشریف لائے اور ارشاد حق ہوا: اے محمد میں آپ کی امت کے بارے میں کیا معاملہ کروں گا؟ (کچھ معلوم بھی ہے) میں نے عرض کیا: میرے رب آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ یہ بات رب العزت نے تین یا چار بار مجھ کو کہی اور آخری مرتبہ مجھ سے کہا: میں کیا معاملہ کروں گا، آپ کو معلوم ہے؟ میں نے عرض کیا: رب العزت آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں آپ کو امت کے بارے میں حزین و غمگین نہیں کروں گا۔ میں نے فوراً (شکر کے طور پر) رب العزت کی جناب میں سجدہ کیا، اور آپ کا رب شاکر ہے شکر کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔ (أخرجه الطبرانی فی الکبیر ج ۲۰ / ۱۹۹)

بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل سجدوں کا تذکرہ مختلف احادیث میں آیا ہے، شعبان کی روایت میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہی خدشہ ہوا کہ سرتاج رب تبارک و تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔ جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مناجات و دعا میں منہمک اور

مشغول تھے اور معروف و مشہور دعا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ الْخ  
بار بار تکرار فرما رہے تھے، بدر کے میدان میں مسجد عریس کے مقام پر بھی آپ نے  
بہت ہی طویل سجدے میں یا حییٰ یا قیوم بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ کا عبدیت سے پُر کلمہ  
اسم اعظم کے ساتھ بار بار دہرایا۔ مدینہ پاک میں نماز رغبت و رہبت جب آپ نے ادا کی  
تو اس موقع پر بھی آپ نے طویل دعاء کا اہتمام کیا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو تذکرہ ہے لمبے سجدے کا غالباً یہ خندق کے  
قریب کا واقعہ ہے۔ آج بھی یہ جگہ اہل مدینہ کے نزدیک اسی تعیین و تفصیل کے ساتھ  
معروف و مشہور اور جانی پہچانی جاتی ہے۔ رب العزت نے جبریل علیہ السلام کو بھیج کر امت  
کے سلسلہ میں خوشخبری دی کہ آپ ﷺ کو راضی کیا جائے گا۔ اور ناخوش اور غمگین ہونے نہیں  
دیا جائے گا۔

اس خوشی میں رسول اللہ ﷺ نے طویل سجدہ کیا کہ شکر الہی کے لیے سب سے اعلیٰ  
وافضل بندہ کی جانب سے جو حالت پیش کی جاسکتی ہے وہ سجدہ کی حالت ہے۔ اور سجدہ اللہ  
تعالیٰ کے قرب کا اقرب ترین راستہ ہے۔

### سجدہ اور قبولیت دعاء

ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
اَقْرَبَ مَا یَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَ هُوَ سَاجِدٌ فَاکْثِرُوا الدُّعَاءَ  
یعنی بندہ اپنے رب سے قریب تر اس وقت ہوتا ہے اس لیے سجدہ میں بہت دعا کیا  
کرو۔ اور ایک دوسری صحیح حدیث میں آیا ہے فَانَّهُ قُمْنَ اَنْ یُسْتَجَابَ لَكُمْ یعنی سجدہ کی  
حالت میں دعا قبول ہونے کے لائق ہے۔

نفل نمازوں کے سجدوں میں دعا کرنا ثابت ہے۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا  
ہے کہ شکر کی اعلیٰ ترین صورت سجدہ ہے یا تو کہہ لیں کہ سجدہ کے ذریعہ شکر اعلیٰ ترین ادا



ہو جاتا ہے۔ اللہ ہمیں ساجدین و شاکرین میں ہی استقامت کے ساتھ رکھے۔ آمین

## باب : عُرِضَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِأُمَمِهَا

### باب : مجھے تمام اُمّتیں دکھائی گئیں

(۹۸۲) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال : أكثرنا الحديث عند رسول الله ﷺ ذات ليلة

ثم غدونا فقال :

”عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ اللَّيْلَةَ بِأُمَمِهَا فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَمُرُّ وَمَعَهُ  
الثَّلَاثَةُ ، وَ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الْعَصَابَةُ ، وَ النَّبِيُّ وَمَعَهُ النَّفَرُ ، وَ النَّبِيُّ وَ لَيْسَ مَعَهُ  
أَحَدٌ ، حَتَّى مَرَّ عَلَى مُوسَى وَمَعَهُ كُبْكَبَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَأَعَجَبُونِي فَقُلْتُ :  
مَنْ هَؤُلَاءِ ؟ فَقِيلَ : هَذَا أَخُوكَ مُوسَى وَمَعَهُ بَنُو إِسْرَائِيلَ قَالَ : قُلْتُ : فَأَيْنَ  
أُمَّتِي ؟ قَالَ : فَقِيلَ : انْظُرْ عَنْ يَمِينِكَ فَانْظُرْتُ فَإِذَا الظَّرَابُ قَدْ سَدَّ بَوِجُوهُ  
الرِّجَالِ . ثُمَّ قِيلَ لِي : انْظُرْ عَنْ يَسَارِكَ . فَانْظُرْتُ فَإِذَا الْأُفُقُ سَدَّ بَوِجُوهُ  
الرِّجَالِ . فَقِيلَ لِي : أَرْضَيْتَ ؟ فَقُلْتُ : رَضِيتُ يَا رَبِّ ! رَضِيتُ يَا رَبِّ . قَالَ :  
فَقِيلَ لِي : مَعَ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :  
فِدَاكُمْ أَبِي وَ أُمِّي إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَكُونُوا مِنَ السَّبْعِينَ أَلْفًا فَافْعَلُوا . فَإِنْ  
قَصَرْتُمْ فَكُونُوا مِنْ أَهْلِ الظَّرَابِ ، فَإِنْ قَصَرْتُمْ فَكُونُوا مِنْ أَهْلِ الْأُفُقِ ، فَإِنِّي  
رَأَيْتُ ثُمَّ نَاسًا يَتَهَاوَشُونَ قَالَ : فَقَامَ عُكَاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ الْأَسَدِيُّ فَقَالَ : أَدْعُ  
اللَّهَ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنَ السَّبْعِينَ قَالَ : فدَعَا لَهُ . قَالَ : فَقَامَ رَجُلٌ  
آخَرُ فَقَالَ : أَدْعُ اللَّهَ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ . قَالَ : قَدْ سَبَقَ بِهَا  
عُكَاشَةُ قَالَ : ثُمَّ تَحَدَّثْنَا . فَقُلْنَا : مَنْ تَرَوْنَ هَؤُلَاءِ السَّبْعِينَ أَلْفِ قَوْمٍ وَلِدُوا  
فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا حَتَّى مَاتُوا فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ : فَقَالَ :  
هُمْ الَّذِينَ لَا يَكْتُوبُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَ عَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ .“

[صحيح] [أخرجه عبدالرزاق في المصنف ج ۱۰/ ۱۹۵۱۹]

## خاتم المرسلین ﷺ کو تمام انبیاء اور ان کی امتیں دکھلائی گئیں

(۹۸۲) ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات لوگ

رسول اللہ ﷺ کے پاس خوب باتیں کر رہے تھے۔ پھر ہم لوگ وہاں سے چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھے تمام انبیاء اور ان کی امتیں دکھلائی گئیں۔ تو

میرے سامنے سے ایک نبی گذرے تو ان کے ساتھ تین امتی، ایک نبی گذرے تو ان کے

ساتھ ایک جماعت اور ایک نبی تو ان کے ساتھ صرف ایک آدمی اور ایک نبی تنہا، ان

کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام میرے سامنے سے گذرے تو ان

کے ساتھ لوگوں کی ایک کثیر جماعت تھی بنی اسرائیل کی، جو مجھے دیکھ کر تعجب ہوا تو میں نے

سوال کیا: یہ کون لوگ ہیں؟ مجھ کو جواب ملا کہ یہ آپ کے بھائی موسیٰ اور ان کی امت بنی

اسرائیل ان کے ساتھ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کہاں ہے؟ آپ ﷺ کو حکم ہوا

کہ دہنی طرف دیکھیں تو میں نے دیکھا کہ پہاڑوں پر سر ہی سر نظر آ رہا ہے۔ پھر مجھ کو حکم ہو

کہ بائیں طرف دیکھیں۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو دنیا جہان لوگوں سے بھری ہوئی ہے

(یعنی ہر طرف انسانوں کا سیلاب ہی سیلاب ہے۔ یہ امت محمدیہ علی صاحبہا الف

الف ازکی الصلاة والسلام تھی) مجھ کو کہا گیا: آپ ﷺ راضی ہیں؟ میں نے عرض کیا:

راضی ہوں یا رب! میں راضی ہوں یا رب! پھر مجھ کو کہا گیا کہ ان لوگوں کے ساتھ ستر ہزار

جنت میں داخل ہوں گے بغیر حساب و کتاب کے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے ماں

باپ تم پر قربان ہوں تم لوگ کوشش کرو کہ اس ستر ہزار میں داخل ہو سکتے ہو تو اس ستر ہزار

میں داخل ہو جاؤ اور اگر نہ ہو سکے، تو پہاڑوں پر جن کو میں نے دیکھا اس میں کوشش کرو کہ تم

داخل ہو جاؤ اور اگر یہ مقام بھی حاصل نہ کر سکو تو پھر اُفتی، دنیا جہان لوگوں سے بھری ہوئی

تھی اسی میں داخل ہو جاؤ؛ اس لیے کہ میں نے دیکھا کہ پھر لوگوں میں گڑ بڑی و فساد و بگاڑ

پیدا ہو جائے گی۔ یہ سن کر عکاشہ بن محسن الاسدی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول

اللہ ﷺ میرے لیے دعاء فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے انہیں ستر ہزار بغیر حساب و کتاب والے

میں داخل فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمادی۔ یہ ماجرا دیکھ کر ایک دوسرے شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے بھی دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ انہی میں مجھے بھی شامل کر لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ رضی اللہ عنہ سبقت لے گئے۔ پھر ہم لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے تو ہم لوگوں نے کہا کہ: یہ ستر ہزار وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور حالت اسلام میں ہی وفات پائے۔ یہ بات آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو گئی یعنی داغنے کا عمل نہیں کرتے، نہ تعویذ و گنڈا کرتے ہیں۔ نہ مرض کے لگنے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور بالکل مکمل بھروسہ و اعتماد اللہ تعالیٰ پر کرتے ہیں۔ (اخرجہ عبدالرزاق فی المصنّف ۱۰/۱۹۵۱۹)

### ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جانے والوں کا عقیدہ توحید

اس حدیث میں ان ستر ہزار بندوں کی خبر دی گئی ہے جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور قیامت کے دن ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ کون لوگ ہوں گے؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپس میں ان کی تعیین اس طرح کی کہ وہ بحالت اسلام پیدا ہوئے اور شرک کی گندگی سے اپنے کو بچائے رکھا اور پھر وہ حالت اسلام میں ہی ربّ ذوالجلال سے جا ملے۔ یہ بات جب خاتم المرسلین ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے جسمانی علاج کے لیے داغنے کے عمل (جسے کی کہتے ہیں) سے بچے۔ تعویذ و گنڈا غیر شرعی اور مرض کے چھو اچھات کی بدعت کی سے ضمیر کو پاک رکھا۔ ضمیر کی پاکیزگی اور طبیعت و طینت کی طہارت کی منجانب اللہ یہ قدر و قیمت ہے کہ بغیر حساب کے مغفرت کا پروانہ ملتا ہے۔ حالات جو بھی ہوں، آفات و بلیات جس قسم کے ہوں، مصائب و آلام جیسے ہوں، بیماری و آزاری کیسی خطرناک ہو۔ ایسے وقت میں ایک اللہ تعالیٰ سے تعلق کا اُستوار رہنا اور رکھنا کمال تعلق مع اللہ کی قوی دلیل ہے، ورنہ اچھے اچھے لوگوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور حالات کے دباؤں میں آکر ربّ ذوالجلال کی قوت و کمال قدرت سے ذہول ہو کر، فانی و غیر مؤثر بالذات اسباب کا سہارا تلاشتے

ہیں اور ایمان باللہ، تعلق مع اللہ کے ربط کو کمزور سے کمزور تر کرتے ہیں۔ ہوتا تو وہی ہے جو مقدر تھا، پھر ایمان کو مکدر کیوں کرتے ہو۔

بعض امراض کے لیے لوگوں کا تصور یہ ہے کہ ایک کا دوسرے کو لگ جاتا ہے۔ آخر سب سے پہلے شخص کو کس کا لگ گیا۔ اسلام میں چھو اچھات کا عقیدہ بالکل ہی بے بنیاد ہے اور توکل کی بنیاد کو ہلا دیتا ہے اور ایمان باللہ کو کمزور کر دیتا ہے۔

## باب : یا عیسیٰ اِنِّیْ باعث من بعدک اُمّة

### باب: اے عیسیٰ! میں آپ کے بعد ایک اُمت لانے والا ہوں

(۹۸۳) عن أبي الدرداء رضی اللہ عنہ يقول: سمعت أبا القاسم رضی اللہ عنہ يقول — ما سمعته يَكْنِيه قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا — يقول:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ: يَا عِيسَى! إِنِّي بَاعِثٌ مِنْ بَعْدِكَ أُمَّةً إِنْ أَصَابَهُمْ مَا يُحِبُّونَ حَمِدُوا اللَّهَ وَشَكَرُوا، وَإِنْ أَصَابَهُمْ مَا يَكْرَهُونَ احْتَسَبُوا وَصَبَرُوا وَلَا حِلْمَ وَلَا عِلْمَ، قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ هَذَا لَهُمْ وَلَا حِلْمَ وَلَا عِلْمَ؟ قَالَ: أُعْطِيَهُمْ مِنْ حِلْمِي وَعِلْمِي.“

[حسن] (أخرجه أحمد في مسنده ج ٦ ص ٤٥٠)

## اُمتِ رحمت کو حق جل مجدہ اپنے حلم و علم سے عطا کریں گے

(۹۸۳) ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں آپ کے بعد ایک امت پیدا کرنے والا ہوں، جب ان کو خوشی و مسرت اور محبوب چیز ملے گی تو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کریں گے اور جب ان کو تکلیف و مصیبت کا سامنا ہوگا تو ثواب کی امید میں صبر کریں گے اور نہ اس میں حلم ہوگا نہ علم۔ عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: رب العزت یہ کیسے ہوگا؟ کہ نہ حلم ہو نہ علم (اور نعمت پر حمد و شکر اور مصیبت پر صبر و تحمل) حق جل مجدہ نے فرمایا: میں ان کو اپنے حلم و علم سے عطا کروں گا۔ (اخرجه احمد في مسنده ج ۶ ص ۴۵۰)

## نعمت پر اترانا اور مصیبت پر گھبرانا شیوہ ایمان نہیں

رسول اللہ ﷺ کی امت بھی خوب رحمت والی امت ٹھہری کہ حق تعالیٰ نعمت و راحت پر شکر و حمد کی توفیق دیں گے اور یہ توفیق حمد و شکر منجانب اللہ علم و کمال کی وجہ سے ہوگا۔ اسی طرح مصائب پر صبر و تحمل کی توفیق بھی منجانب اللہ علم و حلم کی وجہ سے ہوگا۔ الغرض یہ امت منجانب اللہ علم و حلم کی جامع امت ہوگی جس کی خمیر و ضمیر میں حق تعالیٰ علم و حلم کو ودیعت کر چکے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ نعمت میں اترانا اور مصیبت میں گھبرانا اس امت رحمت کا شیوہ نہ ہوگا۔ کیونکہ رب العزت کی جانب سے حلم و بردباری، صبر و تحمل، رضا بالقضاء، تسلیم و تفویض کی عظیم نعمت سے امت کو نوازا جائے گا۔ امت پر کیسے کیسے سنگین حالات اور ناگفتہ بہ احوال مسلط کئے جا رہے ہیں، ملعونین و کذابین و دشمنان اسلام، سفید فام نت نئے منصوبوں کے تحت مسلمانوں کو کس قدر اذیتوں سے دوچار کر رہے ہیں، مگر رب العزت کا عطا کیا ہوا علم و حلم ہی تو ہے، کہ امت ایمان باللہ اور قضاء و قدر کے فیصلے پر راضی ہے، اور وعدہ ربّانی پر اعتماد و بھروسہ کر کے صبر کر رہی ہے۔ الغرض علم و حلم دونوں اس امت کو عطاء الہی و ربّانی ہے۔ یا ربّ زِدْنِي عِلْمًا وَ حِلْمًا حق تعالیٰ محض اپنے فضل سے نوازے آمین۔

### باب : ان اللہ زوی لی الارض

### باب: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا

(۹۸۴) عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ:

”إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيَتْ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ، وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةِ عَامَّةٍ، وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَإِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي

إِذَا قُضِيَتْ قَضَاءٌ فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ، وَإِنِّي أُعْطِيْتُكَ لِأُمَّتِكَ: أَنْ لَا أَهْلِكَهُمْ بِسَنَةِ عَامَّةٍ، وَأَنْ لَا أَسْلَطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ يَسْتَبِيحُ بِيُضَتَّهُمْ وَلَوْ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا أَوْ قَالَ مِنْ بَيْنِ أَقْطَارِهَا، حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يَهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا. [

صحیح] (أخرجه مسلم فی صحیحہ ج ۴ ص ۲۲۱۵)

## اُمت قیامت تک آپس میں لڑے گی

(۹۸۴) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے مشرق و مغرب کی تمام اشیاء کو دیکھا اور میری امت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کی زمین سکیر کر مجھے دکھائی گئی، اور مجھ کو دو خزانے عطاء کئے گئے ایک سرخ ایک سفید، یعنی سونا اور چاندی، اور میں نے رب العالمین سے اپنی امت کے لیے یہ سوال کیا کہ عام قحط سالی سے یہ ہلاک نہ کی جائے اور یہ کہ میری امت پر غیر مسلم حاکم ایسا مسلط نہ ہو جو امت کی ہلاکت و بربادی کا سبب بن جائے اور امت کے شیرازہ کو منتشر کر دے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: محمد ﷺ جب میں کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اس میں رد و بدل نہیں کرتا، تو میں آپ ﷺ کے سوال پر آپ ﷺ کی امت کو عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور آپ ﷺ کی امت پر غیروں میں سے کوئی ایسا ظالم حاکم مسلط نہیں کروں گا جو امت کے شیرازہ کو بکھیر دے، اگرچہ پوری دنیا کے دشمنان اسلام اس کے لیے جمع ہو جائیں اور امت محمد (ﷺ) کی ہلاکت کے خواہ کتنے ہی سنگین پروگرام بنائیں، مگر ہاں! آپس میں ہی امت اسلام لڑے گی اور قتل و غارت کا بازار گرم کرے گی اور ایک دوسرے کو قید و بند میں ڈال دے گی۔

## حضور ﷺ کو مشرق و مغرب دکھلایا گیا

اس حدیث میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشرق و مغرب دکھلانے کا ذکر آیا ہے۔ حق جل مجدہ عظیم قدرت کا مالک دکھلانے والا ہے اور خاتم النبیین ﷺ دیکھنے والے ہیں۔ اس

دید کی شکل یہ بنی کے حق تعالیٰ نے پوری زمین جمع کردی اور پوری زمین کو ایک چھوٹے سے نقشہ کی شکل میں حضور ﷺ کو دکھلایا گیا۔ اس طرح حضور ﷺ نے مشرق و مغرب کو دیکھا اور اس دید کا مقصد یہ تھا کہ امام الہدیٰ کو امت کے وسعت سلطنت اور حکومت و قیادت کی آخری سرحد سے باخبر کیا گیا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی حکومت عنقریب ان مقام تک پہنچے گی جہاں تک کہ زمین میرے سامنے جمع کی گئی۔ یعنی مشرق و مغرب تک، اللہ اکبر۔ در یتیم جن کو اہل مکہ نے حرم کعبہ سے ہجرت پر آمادہ کیا وہ بشارت سنا رہے ہیں کہ ان کی امت صاحب قرآن بحالت ایمان، پیغام وحی و عرفان لے کر مشرق و مغرب تک حکمراں بن کر غالب تمام ادیان پر رہیں گے۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو دو خزانے سرخ و سفید، یعنی سونے اور چاندی دیے گئے ہیں۔ عرب کی سرزمین سے ملے ہوئے دو ملک ایران اور روم تھے، اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ سا لہا سال کے جمع شدہ دشمنوں کے خزانے اسلام اور مسلمانوں کے قدموں میں ڈال دے گا، یہ بھی ایک نبوت کی حتمی و یقینی پیش گوئی تھی۔ کہ وہ سونا و چاندی جو ایرانیوں نے اور رومیوں نے آباء و اجداد کے زمانے سے خزانوں میں محفوظ و مقفل کر کے رکھا ہوا تھا یہ ان کا عمل اپنی ذات کے لیے نہ تھا۔ اپنی سلطنت و حکومت کے لیے نہ تھا یہ تو تقدیر میں کاتب تقدیر نے غلامان اسلام و ایمان کے لیے رکھوایا ہوا تھا۔ اور صاحب قرآن محمد ﷺ کی زبان مقدس و مطہر پر بشارت بن کر ظاہر ہوا (صلی اللہ علی سیدنا خاتم النبیین) اور دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ ان دونوں ملکوں کے خزانے، ان حکومتوں کی دولتیں رب ذوالجلال نے مذہب اسلام کے سپاہیوں میں تقسیم کرائی اور نبوت کی پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ صلی اللہ علی سیدنا محمد وبارک وسلم۔

### دعاء خاتم النبیین ﷺ

حضور ﷺ نے حق جل مجدہ سے کچھ دعائیں مانگیں۔ جس کی تفصیل ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے نماز رغبت و رہبت ادا کی یعنی اس نماز میں کچھ دعائیں مانگیں یہ امید



باندھ کر کہ حق تعالیٰ قبول فرمائیں گے یہ رغبت ہوئی اور اس ڈر کے ساتھ کہ وہ بے نیاز ذات قبول نہ فرمائیں یہ رہبت ہوئی۔ اس طرح اس نماز میں رغبت و امید اور رہبت و عدم قبول دونوں ہی شان جمع ہو گئی۔ لہذا محدثین کے یہاں یہ نماز رغبت و رہبت سے معروف و مشہور ہے۔ وہ دعا یہ تھی۔

(۱) میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا کہ وہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کریں۔ یہ دعا قبول ہو گئی۔

(۲) اور میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا کہ وہ ان پر کوئی دشمن ان کے غیر سے مسلط نہ کریں جو ان کو اصل اور جڑ سے اکھاڑ دے یہ دعا بھی قبول ہو گئی کہ اگر دشمن اسلام و مسلمین پوری طاقت و قوت کے ساتھ ایک جگہ جمع ہو کر متحد ایک یونٹ بن کر بھی اسلام و مسلمان کو جڑ سے مٹانا چاہیں ناممکن و محال ہے۔ مسلمانوں کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ ساری دنیا مل کر بھی مسلمانوں کو نہ مٹا سکے گی۔ ۱۴۳۲ سال کی تاریخ اس پر شہادت دے رہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَالصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ۔

(۳) تیسری دعا رد کردی گئی۔ جس کی حکمت اللہ ہی حکیم وخبیر جانتا ہے ہم تو اس پر اور اس کے رسول ﷺ پر اس کی کتاب پر اس کے فرشتوں پر اچھی بری تقدیر پر ایمان لاتے ہیں اور بس۔ جو دعا رد کردی گئی یہ تھی کہ لَا یُذِیْقُ بَعْضُہُمْ بَاسَ بَعْضٍ اور میں نے سوال کیا کہ ان کا بعض بعض کو سختی کا مزہ نہ چکھائیں، جو حق تعالیٰ نے منع کر دیا۔

یعنی مسلمان آپس میں نہ لڑیں بھڑیں۔ قتل و خونریزی نہ کریں۔ ایک دوسرے کو نہ ستائیں ظلم و زیادتی کلمہ والا کلمہ والوں پر نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا۔ یعنی مسلمان آپس میں لڑیں گے، بھڑیں گے۔ قتل کریں گے اور یہی فتنہ خطرناک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل سے جاری ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے کہ مظلوم اسلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت

جو تلوار میان سے نکلی اب قیامت تک میان میں داخل نہیں ہوگی۔ اللہ اکبر کبیراً۔ مسلمانوں کے زوال کی داستان اگر آپ مطالعہ کریں تو خانہ جنگی اور آپس کے تباغض و تفرک کا باب بہت ہی سنگین ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خارجی دشمنوں کی نفی فرمادی کہ پوری دنیا کے کونے کونے سے دشمن اسلام جمع ہو جائیں اور مسلمانوں کو مٹانا چاہیں ان کی اصل کو اکھاڑ پھینکنا چاہیں تو بھی ناممکن ہے۔ مگر آپس میں خود ہی مسلمان اپنی قوتوں کو پامال کر کے غیروں کو اپنے اوپر تسلط کا موقع بہم پہنچائیں گے۔ دشمن اسلام کو بھی یہ بات معلوم ہے، اس لیے وہ بد بخت بھی ہمارے لوگوں کو ملت اور امت کی تباہی کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ بعض دوسری روایت میں دعایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو غرق نہ کر دیں۔ یہ دعا بھی قبول فرمائی۔ جیسا کہ مسلم میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

### سرخ و سفید خزانہ کی پیش گوئی

(۹۸۵) عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إنما أخاف على أمتي الأئمة

المضلين وبه قال: قال رسول اللہ ﷺ:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ أَوْ قَالَ إِنَّ رَبِّي زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ مُلْكَ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مَا زَوَى لِيَ مِنْهَا، وَإِنِّي أُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ، وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي: أَنْ لَا يَهْلِكُوا بِسَنَةِ بَعَامَةٍ، وَلَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ يَسْتَبِيحُ بِيَضَّتَهُمْ، وَإِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ، وَقَالَ يُونُسُ لَا يُرَدُّ، وَإِنِّي أُعْطِيتُكَ لِأُمَّتِكَ؛ أَنْ لَا أَهْلِكَهُمْ بِسَنَةِ بَعَامَةٍ، وَلَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ يَسْتَبِيحُ بِيَضَّتَهُمْ، وَلَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِ أَقْطَارِهَا أَوْ قَالَ مَنْ بِأَقْطَارِهَا، حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يَسْبِي بَعْضًا، وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ، وَإِذَا وُضِعَ فِي أُمَّتِي السَّيْفُ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُلْحَقَ قَبَائِلُ

مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، حَتَّى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ، وَ إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَ أَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ . [صحيح] (أخرجه أحمد ج ٥ ص ٢٤٨)

(۹۸۵) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر گمراہ اماموں یعنی حکمرانوں سے خوف کھاتا ہوں، اور انھوں نے ہی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے مشرق و مغرب کی تمام اشیاء کو دیکھا اور میری امت کی سلطنت عنقریب وہاں تک ہوگی جہاں تک کی زمین میرے لیے لپیٹی گئی اور مجھ کو دو خزانے عطاء کئے گئے سرخ و سفید، سرخ و سونا سفید چاندی اور میں نے رب العالمین سے سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط سالی سے ہلاکت و برباد نہ کیا جائے اور غیروں سے ان پر ایسا حاکم مسلط نہ کیا جائے جو پوری امت کو تباہ و برباد کر دے، حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم جب میں کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اس کو بدلتا نہیں ہوں، میں آپ کے سوال کو پورا کرتے ہوئے آپ کی امت کو عام قحط سالی سے ہلاک و برباد نہیں کروں گا اور نہ ہی غیر اقوام کے حاکم مسلط کر کے آپ کی امت کا امت پنا ختم کروں گا (یعنی جمعیت امت کو ختم نہیں ہونے دوں گا)، اگرچہ دشمنان اسلام پوری دنیا کے جمع ہو جائیں، مگر ہاں! امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں ہی ایک دوسرے کو ہلاک و برباد کرے گی اور میں تو اپنی امت پر گمراہ حکمراں اور گمراہ ائمہ سے ڈرتا ہوں، اور جب میری امت میں ایک دفعہ تلوار نکل پڑے گی تو قیامت تک میان میں نہیں جائے گی، یعنی جنگ و جدال جاری رہے گا اور اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی، جب تک کہ میری امت کا ایک قبیلہ و گروہ مشرکین کے ساتھ نہ ہو لے اور جب تک کہ میری امت کا ایک گروہ اوٹان و اصنام کی عبادت نہ کر لے اور میری امت میں تیس جھوٹے نبی ہوں گے جو یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، نبوت مجھ پر ختم

ہو چکی ہے اور میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہوگا اور میری امت کا ایک گروہ مسلسل حق پر قائم و دائم رہے گا جس کو مخالفین تکلیف و اذیت نہیں پہنچا سکتے، یہاں تک کہ اللہ پاک کا حکم یعنی قیامت آجائے (جو لوگ حق پر ہوں گے ان لوگوں کو باطل قوتیں حق سے کسی بھی طرح ہٹا نہیں سکتیں، خواہ ظلم و ستم کریں، قتل و غارت گری کریں، کوڑے لگوائیں یا بازاروں میں رسوا کریں۔ صاحب حق، دنیا کی تمام راحت و آرام، عیش و عشرت سب کو چھوڑ سکتا ہے، مگر حق کو نہیں چھوڑ سکتا، آج دنیا کے مختلف ممالک میں اس کا معائنہ کیا جا رہا ہے، کہ صاحب حکومت ان بورینشینوں سے، صوم و صلاۃ کے پابند مساجد کے مؤذن و امام سے جن کے پاس ظاہراً کسی قسم کی قوت نہیں، اپنے ملکوں میں ڈرتے ہیں اور رات میں آرام کی نیند ان پر حرام ہے اور اسی طرح اللہ والوں کی سحر گاہی اور دعاؤں سے کانپتے ہیں، اللہ اکبر و اللہ الحمد۔)

### رسول اللہ ﷺ کی ایک دعاء رد کردی گئی

اس حدیث میں بھی وہی سابق حدیث کا مضمون وارد ہوا ہے مگر بعض باتیں پہلی حدیث سے زاید ہیں۔ جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھا، حضور ﷺ نے تین دعائیں مانگی جس میں دو تو قبول ہوئی اور ایک رد کردی گئی۔ امت عام قحط سالی سے ہلاک نہیں ہوگی۔ نہ امت پر غیر مسلموں سے کوئی ایسا دشمن مسلط ہوگا جو مسلمانوں کو اصل جڑ سے مٹا دے، بنیاد ہی ختم کر دے گرچہ پوری دنیا کے کنارے سے دشمنان اسلام سفید فام جمع ہو جائیں۔

تیسری بات حق جل مجدہ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) میں جب کوئی فیصلہ کرتا ہوں تو وہ ادلتا بدلتا نہیں۔ یعنی آنے والے وقت و زمانہ کے حساب سے جو فیصلہ میں نے کر دیا وہ اب بدلے گا نہیں، وہ یہ کہ امت کے بعض بعض کو قید کریں گے۔ اور بعض بعض کو ہلاک کریں گے۔ گویا امت کے اتحاد و اتفاق کی دعا حضور ﷺ کی رد کردی گئی۔ اسی کو حدیث میں اِنِّیْ قَضِیْتُ قَضَاءً فَاِنَّہٗ لَا یُرَدُّ سے آقا نے تعبیر فرمایا۔ یعنی اس کا حاصل یہ ہوا کہ امت آپس میں ضرور لڑے گی۔ ایک دوسرے کو جانی و مالی نقصان پہنچائے گی اور ایسے اسباب پیدا ہوتے رہیں گے کہ مسلمانوں میں خلفشار اور جنگ و جدال، اور مسلمانوں کی تلواریں

آپس میں ٹکراتی رہیں گی۔ کہیں عقیدہ کے نام پر تو کہیں مسلک کے نام پر تو کہیں قومیت کے جاہلیت کے نعرے کی بنیاد پر تو کہیں علاقائیت و زبان نسل کی بنیاد پر تو کہیں پارٹی اور سیاسی بنیاد پر۔ حالانکہ امت کو ملت کا ایک کلمہ عطا کیا گیا تھا اور پوری ملت کو کلمہ کی بنیاد پر متحد و متفق رہنا چاہئے۔ کہ اللہ ایک، کلمہ ایک، قرآن ایک، دین اسلام ایک، کعبۃ اللہ ایک، رسول اللہ ایک۔ یہ تھا زندگی کا اصول، مگر افسوس کہ مسلمانوں نے مختلف بنیادوں کو سامنے رکھ کر زندگی کے قیمتی لمحات کو خانہ جنگی اور خلفشار کی بھینٹ چڑھا دیا۔

## گمراہ کرنے والے حکمراں و سربراہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمادیا:

إِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ

مجھے اپنی امت کے حق میں گمراہ کرنے والے حکمرانوں کا خطرہ ہے۔ اگر حکومت کی قیادت و سیادت اور انتظام انصرام، گمراہ حکمراں و سربراہ کے ہاتھوں میں چلی جائے تو پھر رشد و ہدایت کا چرچا بھی باعث تعجب اور دار و رسن کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا، کیونکہ جب گمراہ حکمراں و صاحب اقتدار ہوگا تو گمراہی و ضلالت کی اشاعت کی مہم چلائے گا اور لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا، دین حنیف اور شریعت و سنت سے اس کی طبیعت کو عدم مناسبت کی وجہ سے بُعد ہوگا، دین سے تنفر و تکدر کی بناء پر اپنی سربراہی میں گمراہی کو عام کرے گا، اس طرح خود تو گمراہ تھا ہی لوگوں کو بھی گمراہی و تاریکی میں دھکیل دے گا۔ الغرض طاغوتی نظام کو ملک و قوم پر قانونی دستور کے ذریعہ بالجبر مسلط کر دے گا۔ ایسا حکمراں و سربراہ جو شرعی نظام قانون، شریعت و سنت کی جگہ طاغوتی نظام نافذ کر دے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی زبان مبارک میں ائمہ مصلین ہے یعنی خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ وہ پورے ملک و قوم کو لے ڈوبے گا۔ یعنی رحمت الہی اس قوم اور ملک سے دور ہو جائے گی، ایمان و قرآن کی برکت سے محروم ہو جائے گی۔ نت نئے عذاب سے ملک اور قوم کو دوچار ہونا پڑے گا۔ مختلف مصائب و بلیات سے پورا ملک دوچار ہوگا، تدبیریں تو بہت ہوں گی

مگر سب ناکام۔ وجہ یہ ہوگی کہ ہم نے جو اللہ و رسول کے قانون کے خلاف نظام وضع کیا ہے دراصل یہی سبب ہے تباہی و بربادی کا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حَتَّى تَعُوذُوا بِاللّٰهِ دِينَكُمْ جب تک تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹو گے عزت نہ ملے گی۔ ذلت و ضلالت دور نہیں ہوگی۔

## تلوار واپس نہ ہوگی

حضور ﷺ نے یہ بھی پیش گوئی فرمادی کہ جب امت کی تلوار آپس کے خلفشار و جنگ و جدال میں ایک بار میان سے نکل جائے گی تو پھر قیامت تک اندر نہیں جائے گی، یعنی پھر آپس میں امت کا اتفاق و اتحاد بحال نہ ہوگا اور خانہ جنگی ہوتی ہی رہے گی۔ کلمہ والوں کا احترام اور حرمت پامال ہوتا ہی رہے گا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مدینۃ الرسول میں قتل ہوا، ذی النورین کا احترام ملحوظ نہ رکھا گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہوا، محمد بن قاسم کا سانحہ پیش آیا، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قید و بند کا واقعہ پیش آیا، امام ابن تیمیہؒ کو جیل کی زندگی بسر کرنی پڑی، امام احمد بن حنبلؒ کا امتحان آہنی سلاخوں اور کوڑوں سے لیا گیا اور دنیا میں نہ معلوم کتنے اہل حق کا خون بہایا گیا۔ یہ سب واقعہ مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں ہوا۔ اور آج بھی اہل حق کو درپیش ہے، اور مسلمان سربراہوں کے سر پر بدنما داغ لگا ہوا ہے۔ افسوس کہ غیر مسلموں نے آلہ کار ہمارے مسلم حکمرانوں کو بنایا ہوا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

## فتنہ ارتداد کی پیش گوئی

حضور ﷺ نے یہ بھی پیش گوئی کر دی تھی کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے۔ اور یہاں تک کہ وہ مورتیوں کی پوجا کریں گے، یعنی ارتداد کا فتنہ رونما ہوگا، حضور ﷺ کے وصال حق کے بعد ارتداد کا فتنہ پھیلا اور کچھ قبیلے مشرکین کے ساتھ مل گئے۔ اور انھوں نے مورتیوں کی پوجا شروع کر دی۔

جس کی سرکوبی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور اس فتنے کا خاتمہ ہوا۔ تاہم قیامت تک جو بھی ارتداد کا فتنہ رونما ہوگا وہ سب کا سب اس عموم میں داخل ہوگا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیش گوئی کی صداقت و شہادت کا واضح ثبوت نبوت ہوگا۔ واللہ اعلم!

## حق کا غلبہ قیامت تک رہے گا

ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ ائمہ مضلین ایسے حکمران و امراء ہوں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے یعنی خالق کے نظام و قانون کو چھوڑ کر مخلوق پر مخلوق کا بودا، فرسودہ، شر و فساد والا نظام مسلط کریں گے۔ وہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل حق اور حق کی سر بلندی کی خوشخبری اور بشارت بھی سنائی کہ دین حق، دین و شریعت نظام الہی، قانون کتاب و سنت کی حفاظت و حراست کے لیے اللہ تعالیٰ کچھ مردان حق کو کھڑا کر دے گا، جو باطل و طاغوتی طاقت کے مقابلہ میں آہنی دیوار سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہوگا اگرچہ طاغوتی طاقت کے ساتھ تمام ابلیس و شیاطین کا جھگڑا و جم غفیر ہوگا مگر حزب اللہ، اور جند اللہ کے ساتھ تمام غیبی نظام اور رحمانی والہی تائید و نصرت ہوگی یہی قوت الہی اور ملکوتی تائید و نصرت سے طاغوتی نظام پر اہل حق کا غلبہ ہوگا، حضور ﷺ نے واضح فرمادیا: لا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاہرین لا یضرہم من خالفہم حی یتامی امر اللہ عز و جل۔

میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر غالب رہے گا جو لوگ ان کے مخالف ہوں گے وہ ان کو نقصان و ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ عز و جل کا فیصلہ آجائے۔ یعنی قیامت آجائے۔ یا دین کے دنیا سے اٹھ جانے کا وقت آجائے یا وہ فتنہ ہی امر الہی سے ختم ہو جائے اور حق کا بول و بالا ہو جائے ہر عہد و زمانہ میں طاغوتی فرعون پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کے لیے اہل حق میں رجال پیدا کئے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خلق قرآن کے فتنہ کی سرکوبی اور حق کے غلبہ کے لیے منتخب فرمایا۔ اکبر کے دین الہی کے خاتمہ کے لیے مجدد الف ثانی سید احمد سرہندی جیسا مرد نر، علم و عمل کا ثریا، صفت احسان و خلوص کا



امام، عزم و ہمت کا پہاڑ، زبان و قلم کا نابغہ روزگار، ادب و اسلوب کا انوکھا دلنشین انداز شریعت و سنت کا داعی، صحابہ کی صفات کا حامل، یہی تو ہیں طائفة من امتی علی الحق۔ الغرض ہر عہد کے فتنے کے لیے غیب سے رجال بھیجے جاتے ہیں۔ عقیدہ کی تطہیر کے لیے قاسم نانوتویؒ آیا، فقہی نکھار کے لیے رشید احمد گنگوہیؒ آیا، بدعت کے خاتمہ اور تجدیدِ دین و ملت کے لیے اشرف علی تھانویؒ آیا، قادیانی مرد و کذاب و مفتری برطانوی دم بریدہ کتے مدعی نبوت کے دجل و فریب کو بے نقاب کرنے انور شاہ کشمیریؒ آیا۔

الغرض اہل حق کو حق تعالیٰ کی نصرت و تائید حاصل ہوگی اس لیے باطل و طاغوت ان کا نقصان نہ کر سکیں گے۔ باطل سمندر کی جھاگ ہے، وہ موتیوں اور لؤلؤ و مرجان کو کیا نقصان پہنچا سکیں گی جو سمندر کی گہرائیوں میں مکین ہیں۔ ﴿أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾ عہد رسالت و نبوت سے آج ۱۴۳۲ھ تک نہ معلوم کتنے طوفان اٹھے اور کہاں دفن ہوئے خود باطل کو بھی اتہ پتہ نہیں اور اسلام اللہ کا دین ہے، قرآن اس کی کتاب ہے، محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، مسلمان اس کے ماننے والے ہیں، باطل کی حیات و زندگی بھی مسلمانوں کی مرہونِ منت ہے جس دن مسلمان اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا، باطل کی موت ہو جائے گی۔ مسلمان ہی بقاءِ عالم کے سبب ہیں۔ اللہ کا نام مسلمان ہی لیتا ہے۔ اس لیے غالب وہی ہوگا جو اللہ اللہ کہے گا۔ واللہ اعلم!

## جھوٹے و کذاب نبوت کا دعویٰ کرنے والے کی اطلاع

حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ نبوت و رسالت کا دروازہ قیامت تک بند ہو چکا ہے۔ آپ نے بے شمار فتنے کی نشاندہی فرمائی وہیں جھوٹے کذاب اور جھوٹی نبوت کے فتنے سے بھی امت کو باخبر کیا۔ جھوٹی نبوت کے دعوے دار قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور یہ فتنہ امت کے ساتھ قیامت تک لگا رہے گا اور جس طرح سچی نبوت رحمت اور جھوٹی زحمت ہے۔ تیس کی تعداد سنگین فتنہ پردازوں کی ہے۔ یعنی ایسے متنبی جن کی پارٹیاں ہوں گی جن کا سلسلہ چلے گا وہ تقریباً تیس ہوں گے اور لوگوں کے لیے فتنہ بنیں گے۔

رہے برساتی مینڈک تو ان کا کوئی شمار نہیں، ہر زمانہ میں ایسے متنبی پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور نبی ﷺ نے امت کو دو ٹوک بتا دیا ہے کہ آخری پیغمبر آپ ﷺ ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کی کوئی نئی نبوت (کی ضرورت) نہیں، اگر مسلمان اس حقیقت کو سمجھ لیں تو جھوٹی نبوت کے فتنے سے محفوظ ہو جائیں۔ (تحفۃ اللمعی ج ۵/ ۵۸۹)

صاحب معارف القرآن تحریر فرماتے ہیں:

﴿وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (احزاب: ۴۰)

یہاں جبکہ آنحضرت ﷺ کی رسالت و نبوت کا ذکر آیا، اور اس منصب نبوت میں آپ ﷺ تمام دوسرے انبیاء سے خاص امتیازی فضیلت رکھتے ہیں تو آگے آپ کی مخصوص شان اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ ﷺ کا فائق ہونا اس لفظ سے واضح کیا گیا وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ لفظ خاتَم میں دو قرأتیں ہیں، امام حسن رحمہ اللہ اور عاصم کی قرأت خاتَم بفتح تاء ہے اور دوسرے ائمہ قرأت خاتِم بکسر تاء پڑھتے ہیں۔ حاصل معنی دونوں کا ایک ہی ہے، یعنی انبیاء کو ختم کرنے والے، کیونکہ خاتم خواہ بکسر التاء ہو یا بفتح التاء دونوں کے معنی آخر کے بھی آتے ہیں، اور مہر کے معنی میں بھی۔ یہ دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں، اور نتیجہ دوسرے معنی کا بھی وہی آخر کے معنی ہوتے ہیں، کیونکہ مہر کسی چیز پر بند کرنے کے لیے آخر ہی میں کی جاتی ہے۔ لفظ خاتم بکسر و لفتح دونوں کے دونوں معنی لغت عربی میں تمام کتابوں میں مذکور ہیں۔ قاموس، صحاح، لسان العرب، تاج العروس وغیرہ اسی لیے تفسیر روح المعانی میں خاتم بمعنی مہر کا حاصل بھی وہی معنی آخر کے بتلائے ہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں وَالْخَاتِمُ اسْمُ الْاَلَةِ لِمَا يُخْتَمُ بِهِ كَالطَّابِعِ لِمَا يُطْبَعُ بِهِ فَمَعْنَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ الَّذِي خَتَمَ النَّبِيُّونَ بِهِ وَ مَأْلُهُ اٰخِرُ النَّبِيِّينَ۔ یہ مضمون تفسیر بیضاوی اور احمد میں بھی مذکور ہے۔ اور امام راغب نے مفردات القرآن میں فرمایا خاتم النبوة لانه ختم النبوة اى تممها بمجيئه، یعنی آپ ﷺ کو خاتم نبوت اس لیے کہا گیا کہ آپ ﷺ نے نبوت کو اپنے تشریف لانے سے ختم اور مکمل کر دیا ہے۔

اور محکم ابن سیدہ میں ہے وَخَاتِمُ كُلِّ شَيْءٍ وَخَاتِمَتُهُ عَاقِبَتُهُ وَآخِرُهُ لَیْسَ ہر چیز کا خاتم اور خاتمہ اس کے انجام اور آخر کو کہا جاتا ہے۔  
 خلاصہ یہ ہے کہ قرأت خواہ بفتح تاء کی لی جائے یا بکسر تاء کی، معنی دونوں صورتوں میں یہ ہیں کہ آپ ختم کرنے والے ہیں انبیاء کے، یعنی سب کے آخر اور بعد میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے ہیں۔

## اعلیٰ صفت و فضیلت

صفت خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت و رسالت میں آپ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ عموماً ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے، اور انتہاء پر پہنچ کر اس کی تکمیل ہوتی ہے، اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے وہی اصل مقصود ہوتا ہے، قرآن کریم نے خود اس کو واضح کر دیا ہے ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ یعنی آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے۔

انبیائے سابقین کے دین بھی اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل تھے، کوئی ناقص نہ تھا، لیکن کمالِ مطلق اسی دین مصطفوی ﷺ کو حاصل ہوا جو اولین و آخرین کے لیے حجت اور قیامت تک چلنے والا دین ہے۔

اس جگہ صفت خاتم النبیین کے اضافہ سے اس مضمون کی بھی اور زیادہ وضاحت اور تکمیل ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ کو مقطوع النسل کہنا جہالت ہے، جبکہ ساری امت کے باپ ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ متصف ہیں کیوں کہ لفظ خاتم النبیین ﷺ نے یہ بھی بتلادیا کہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک آنے والی سب نسلیں اور قومیں آپ ﷺ ہی کی امت میں شامل ہوں گی، اس وجہ سے آپ ﷺ کی امت کی تعداد بھی دوسری امتوں سے زیادہ ہوگی اور آپ ﷺ کی روحانی اولاد دوسرے انبیاء کی نسبت سے بھی زیادہ ہوگی۔

صفت خاتم النبیین ﷺ نے یہ بھی بتلادیا کہ آنحضرت ﷺ کی شفقت اپنی اولاد

روحانی یعنی پوری امت پر دوسرے تمام انبیاء سے زائد ہوگی، اور آپ ﷺ قیامت تک پیش آنے والی ضرورتوں کو واضح کرنے کا پورا اہتمام فرمائیں گے، کیونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور کوئی وحی دنیا میں آنے والی نہیں، بخلاف انبیاء سابقین کے کہ ان کو اس کی فکر نہ تھی وہ جانتے تھے کہ جب قوم میں گمراہی پھیلے گی تو ہمارے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام آکر اس کی اصلاح کر دیں گے، مگر خاتم الانبیاء ﷺ کو یہ فکر لاحق تھی کہ قیامت تک امت کو جن حالات سے سابقہ پڑے گا ان سب حالات کے متعلق ہدایات امت کو دے کر جائیں، جس پر رسول اللہ ﷺ کی احادیث شاہد ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد جتنے لوگ قابل اقتداء آنے والے تھے اکثر ان کے نام لے کر بتلادیا ہے، اسی طرح جتنے گمراہی کے علمبردار ہیں ان کے حالات اور پتے ایسے کھول کر بتلادیئے ہیں کہ ذرا غور کرنے والے کو کوئی اشتباہ باقی نہ رہ جائے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اِنِّیْ تَرٰکْتُکُمْ عَلٰی شَرِیْعَةٍ بَیضَاءٍ لَّیْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ، یعنی میں نے تم کو ایسے روشن راستے پر چھوڑا ہے جس میں رات دن برابر ہیں کسی وقت بھی گمراہی کا خطرہ نہیں۔

### محمد ﷺ خاتم الرسل اور خاتم النبیین ہی ہیں

اس آیت میں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ اوپر آنحضرت ﷺ کا ذکر بہ صفت رسول آیا ہے، اس کے لیے بظاہر مناسب یہ تھا کہ آگے ’خاتم الرسل‘ یا ’خاتم المرسلین‘ کا لفظ استعمال ہوتا مگر قرآن حکیم نے اس کے بجائے ’خاتم النبیین‘ کا لفظ اختیار فرمایا۔

وجہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک نبی اور رسول میں ایک فرق ہے، وہ یہ کہ نبی تو ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ اصلاح خلق کے لیے مخاطب فرمائیں۔ اور اپنی وحی سے مشرف فرمائیں، خواہ اس کے لیے کوئی مستقل کتاب اور مستقل شریعت تجویز کریں، یا پہلے ہی کسی نبی کی کتاب و شریعت کے تابع لوگوں کو ہدایت کرنے پر مامور ہو، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب و شریعت کے تابع ہدایت کرنے پر مامور تھے۔

اور لفظ رسول خاص اس نبی کیلئے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب و شریعت دی گئی ہو، اسی طرح لفظ نبی کے مفہوم میں بہ نسبت لفظ رسول کے عموم زیادہ ہے، تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ انبیاء کے ختم کرنے والے اور سب سے آخر میں ہیں خواہ وہ صاحب شریعت نبی ہوں یا صرف پہلے نبی کے تابع۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی جتنی قسمیں اللہ کے نزدیک ہو سکتی ہیں وہ سب آپ پر ختم ہو گئیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا:

فَهَذِهِ الْآيَةُ فِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَإِذَا كَانَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ فَلَا رَسُولَ  
بِالطَّرِيقِ الْأُولَى لِأَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَةِ أَخْصُّ مِنْ مَقَامِ النَّبُوءَةِ فَإِنَّ كُلَّ رَسُولٍ نَبِيٌّ وَ  
لَا يَنْعَكِسُ بِذَلِكَ وَرَدَتْ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِيثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ۔

”یعنی یہ آیت نص صریح ہے اس عقیدہ کے لیے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور جب نبی نہیں تو بدرجہ اولیٰ رسول بھی نہیں، کیونکہ لفظ نبی عام اور لفظ رسول خاص ہے، اور یہ عقیدہ ہے جس پر احادیث متواترہ شاہد ہیں، جو صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کی روایت سے ہم تک پہنچی ہیں۔“

## قادیانیوں کی تحریفات اور ان کا رد

اس آیت کی لفظی تشریح میں کسی قدر تفصیل سے اس لیے کام لیا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں مرزا قادیانی مدعی نبوت نے اس آیت کو اپنے راستہ کی رکاوٹ سمجھ کر اس کی تفسیر میں طرح طرح کی تحریفات اور احتمالات پیدا کئے ہیں، مذکور الصدر تقریر سے الحمد للہ ان سب کا جواب ہو جاتا ہے۔

## مسئلہ ختم نبوت

رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اور آپ ﷺ کا آخری پیغمبر ہونا، آپ ﷺ کے بعد

کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا اور ہر مدعی نبوت کا کاذب و کافر ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع و اتفاق رہا ہے۔ اس لیے ضرورت نہ تھی کہ اس پر کوئی تفصیلی بحث کی جائے، لیکن قادیانی فرقہ نے اس مسئلہ میں مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے بڑا زور لگایا ہے، سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں شائع کر کے کم علم لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے احقر نے اس مسئلہ کی پوری تفصیل ایک مستقل کتاب ”ختم نبوت“ میں لکھ دی ہے، جس میں ایک سو آیات اور دوسو سے زائد احادیث اور سینکڑوں اقوال و آثار سلف و خلف سے اس مسئلہ کو پورا واضح کر دیا ہے، اور قادیانی دجل کے شبہ کا مفصل جواب دیا ہے، یہاں اس میں سے چند ضروری باتیں لکھی جاتی ہیں۔

آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا آخر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے

## منافی نہیں

چونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دنیا میں تشریف لائیں گے، اور دجال اعظم کو قتل کریں گے اور اس وقت ہر گمراہی کو ختم کریں گے، جس کی تفصیل احقر کے رسالہ ”التصريح بما تواتر في نزول المسيح“ میں مذکور ہے۔

مرزائی قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان میں اٹھایا جانا اور پھر آخر زمانہ میں تشریف لانا جو قرآن و سنت کی بے شمار نصوص سے ثابت ہیں ان کا انکار کر کے خود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، اور استدلال میں یہ پیش کیا کہ اگر حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نبی بنی اسرائیل کا پھر دنیا میں آنا تسلیم کیا جائے تو یہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہوگا۔

جواب بالکل واضح ہے کہ خاتم النبیین اور آخر النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ

کے بعد کوئی شخص عہدہ نبوت پر فائز نہ ہوگا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ سے پہلے جس کو نبوت عطا ہو چکی ہے ان کی نبوت سلب ہو جائے گی، یا ان میں سے کوئی اس عالم میں پھر نہیں آسکتا، البتہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو بھی آپ ﷺ کی امت میں اصلاح و تبلیغ کے لیے آئے گا وہ اپنے منصب نبوت پر قائم ہوتے ہوئے اس امت میں اصلاح کی خدمت آنحضرت ﷺ کی تعلیمات ہی کے تابع انجام دے گا، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے۔

امام ابن کثیرؒ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا:

و المراد بكونه عليه السلام خاتمهم انقطاع حدوث وصف النبوة في احد من الثقليين بعد تحليته عليه السلام بها في هذه النشأة ولا يقدح في ذلك ما اجمت عليه الامة واشتهرت فيه الاخبار و لعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوي و نطق به الكتب على قول و وجب الايمان به و اكفر منكره كالفلألسفة من نزول عيسى عليه السلام آخر الزمان لانه كان نبياً قبل ان يحلينا نبينا صلى الله عليه وسلم بالنبوة في هذه النشأة۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے سے یہ مراد ہے کہ وصف نبوت آپ ﷺ کے بعد منقطع ہو گیا، اب کسی کو یہ وصف اور منصب نہیں ملے گا، اس سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا جس پر امت کا اجماع ہے، اور قرآن اس پر ناطق ہے اور احادیث رسول ﷺ جو تقریباً درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اس پر شاہد ہیں وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں نازل ہوں گے، کیونکہ ان کو نبوت اس دنیا میں ہمارے نبی ﷺ سے پہلے مل چکی تھی۔

## نبوت کے مفہوم کی تحریف ظلی اور بروزی نبوت کی ایجاد

اس مدعی نبوت نے دعویٰ نبوت کا راستہ ہموار کرنے کے لیے ایک نئی چال یہ چلی کہ نبوت کی ایک نئی قسم ایجاد کی، جس کا قرآن و سنت میں کوئی وجود و ثبوت نہیں اور پھر کہا کہ یہ قسم نبوت کی حکم قرآنی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس نے نبوت کے مفہوم میں وہ راستہ اختیار کیا جو ہندوؤں اور دوسری قوموں میں معروف ہے کہ ایک



شخص کسی دوسرے کے جنم میں دوسرے کے روپ میں آسکتا ہے، اور پھر یہ کہا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے مکمل اتباع کی وجہ سے آپ ﷺ کا ہم رنگ ہو گیا ہو اس کا آنا گویا خود آپ ﷺ ہی کا آنا ہے۔ وہ درحقیقت آپ ﷺ ہی کا ظل اور بروز ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے دعوے سے عقیدہ ختم نبوت متاثر نہیں ہوتا۔

مگر اوّل تو خود یہ نوا ایجاد نبوت اسلام میں کہاں سے آئی، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس کے علاوہ مسئلہ ختم نبوت چونکہ عقائد اسلامیہ کا ایک بنیادی عقیدہ ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو مختلف عنوانات سے مختلف اوقات میں ایسا واضح کر دیا ہے کہ کسی تحریف کرنے والے کی تحریف چل نہیں سکتی۔ اس جواب کی پوری تفصیل تو احقر کی کتاب ختم نبوت ہی میں دیکھی جاسکتی ہے، یہاں چند چیزیں بقدر ضرورت پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

## ایک بلغ تمثیل

صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں تمام کتب حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت اسناد صحیح کے ساتھ آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَاجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لُبْنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيُعْجِبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وَضَعَتْ هَذِهِ اللَّبْنَةَ وَ أَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ (رواه احمد والنسائي والترمذی) وَ فِي بَعْضِ الْأَفَاظِهِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبْنَةِ وَ خَتَمَ بِي الْبُيَّانُ -

”میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک مکان بنایا ہو اور اس کو خوب مضبوط اور مزین کیا ہو مگر اس کے ایک گوشہ میں دیوار کی ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی ہو تو لوگ اس کو دیکھنے کے لیے اس میں چلیں پھریں اور تعمیر کو پسند کریں مگر سب یہ کہیں کہ اس مکان بنانے والے نے یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی جس سے تعمیر بالکل مکمل ہو جاتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (قصر نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں، اور بعض الفاظ حدیث میں ہے کہ میں نے اس خالی جگہ کو پُر کر کے قصر نبوت کو

مکمل کر دیا۔“

اس تمثیل بلیغ کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل کی طرح ہے، جس کے ارکان انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے یہ محل بالکل تیار ہو چکا تھا اور اس میں صرف ایک اینٹ کے سواء کسی اور قسم کی گنجائش تعمیر میں باقی نہیں تھی، آنحضرت ﷺ نے اس جگہ کو پُر کر کے قصر نبوت کی تکمیل فرمادی۔ اب اس میں نہ کسی نبوت کی گنجائش ہے نہ رسالت کی، اگر نبوت یا رسالت کی کچھ اقسام مان لی جائیں تو اب ان میں سے کسی قسم کی گنجائش قصر نبوت میں نہیں ہے۔

## آنے والی اُمت کی ہدایت کا انتظام

صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تُسَوِّسُهُمُ الْآنِبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَ سَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ (الْحَدِيثُ)

”بنی اسرائیل کی سیاست اور انتظام خود انبیاء کے ہاتھ میں تھا، جب ایک نبی کی وفات ہو جاتی تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا تھا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ میرے خلیفہ ہوں گے جو بہت ہوں گے۔“

اس حدیث نے یہ بھی واضح کر دیا کہ آنحضرت ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، تو امت کی ہدایت کا انتظام کیسے ہوگا؟ اس کے متعلق فرمایا کہ آپ ﷺ کے بعد امت کی تعلیم و ہدایت کا انتظام آپ ﷺ کے خلفاء کے ذریعہ سے ہوگا، جو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے مقاصد نبوت کو پورا کریں گے، اگر ظلی بروزی کوئی نبوت کی قسم ہوتی یا غیر تشریعی نبوت باقی ہوتی، تو ضرور تھا کہ یہاں اس کا ذکر کیا جاتا کہ اگرچہ عام نبوت ختم ہو چکی مگر فلاں قسم کی نبوت باقی ہے جس سے اس عالم کا انتظام ہوگا۔

## نبوت کی تمام قسمیں ختم ہو گئیں

اس حدیث میں صاف واضح الفاظ میں بتلادیا کہ نبوت کی کوئی قسم آپ ﷺ کے بعد باقی نہیں، اور ہدایتِ خلق کا کام جو پچھلی امتوں میں انبیاء بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا، وہ اس امت میں آپ ﷺ کے خلفاء سے لیا جائے گا۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے:

لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّبُوءَةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ۔

”یعنی نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا بجز مبشرات کے“۔

مسند احمد وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام کرز کعبیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النَّبُوءَةِ شَيْءٌ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ (طبری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے کذا فی الكنز)

”میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا، بجز مبشرات کے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مبشرات کیا چیز ہے؟ فرمایا سچے خواب جو مسلمان خود دیکھے یا اس کے متعلق کوئی دوسرا دیکھے۔“

اس حدیث نے کس قدر وضاحت سے بتلادیا کہ نبوت کی کوئی قسم تشریحی یا غیر تشریحی اور بقول مرزا قادیانی ظلی یا بروزی آنحضرت ﷺ کے بعد باقی نہیں، صرف مبشرات یعنی سچے خواب لوگوں کو آئیں گے جن سے کچھ معلومات ہو جائیں گی۔

اور مسند احمد اور ترمذی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوءَةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيٍّ۔

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث صحیح)

”بیشک رسالت اور نبوت میرے بعد منقطع ہو چکی ہے، میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔“

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ غیر تشریحی نبوت بھی آپ ﷺ کے بعد باقی نہیں، اور ظلی بروزی تو نبوت کی کوئی قسم ہی نہیں نہ اسلام میں اس طرح کی کوئی چیز معروف ہے۔

### قادیانی کے من گھڑت عنوانات

اس جگہ مسئلہ ختم نبوت کی احادیث جمع کرنا مقصود نہیں، وہ تو دوسو سے زیادہ رسالہ ختم ”نبوت“ میں جمع کر دی گئی ہیں، صرف چند احادیث سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ مرزائی قادیانی نے جو بقاء نبوت کے لیے ظلی اور بروزی کا عنوان ایجاد کیا ہے، اول تو اسلام میں اس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں، اور بالفرض ہوتی بھی تو ان احادیث مذکورہ نے واضح طور پر یہ بتلا دیا کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کی کوئی قسم کسی طرح کی باقی نہیں ہے۔

اسی لیے صحابہ کرام سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے سب طبقات کا اجماع اس عقیدہ پر رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی یا رسول نہیں ہو سکتا، جو دعویٰ کرے وہ کاذب، منکر قرآن اور کافر ہے۔ اور صحابہ کرام کا سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ پر ہوا جس کی رو سے مسلمہ کذاب مدعی نبوت سے خلیفہ اول صدیق اکبر کے عہد میں جہاد کر کے اس کو اور اس کے ماننے والوں کو قتل کیا گیا۔

### منکر ختم نبوت کافر ہے

ائمہ سلف اور علماء امت کے اقوال و تصریحات بھی اس معاملہ میں رسالہ ”ختم نبوت“ کے تیسرے حصہ میں بڑی تفصیل سے لکھ دیے گئے ہیں، اس جگہ چند کلمات نقل کیے جاتے ہیں۔ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے:

اخبِرِ اللّٰهَ تَعَالٰی فِی کِتَابِ وَّرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِی السَّنَةِ الْمَتَوَاتِرَةِ عَنْهُ اَنْهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهُ لِيَعْلَمُوْا اَنْ کُلَّ مَنْ ادْعٰی هٰذَا الْمَقَامَ بَعْدَهُ فَهُوَ کَذٰبٌ اَفَاکٌ دَجَّالٌ ضَالٌّ مُّضِلٌّ وَلَوْ حَرَّقَ وَشَعْبَذَوَاتِیْ بِاَنْوَاعِ السَّحْرِ وَالتَّلَاسُمِ وَالنِّیرِ نَجِیَّاتِ

فكلها محال وضلال عنداولى الالباب كما اجرى الله، سبحانه على  
يدا الاسود العنسى باليمين ومسيلمة الكذاب باليمامة من الاحوال الفاسدة  
والاقوال الباردة ما علم كل ذى لب وفهم وجحى انهما كاذبان ضالان لئنهما  
الله تعالى وكذلك كل مدع لذلك الى يوم القيامة حتى يخطموا بالمسيح  
الدجال . (ابن كثير)

”اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے احادیث متواترہ میں خبر دی  
ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ آپ ﷺ کے بعد جو شخص اس  
مقامِ نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب، مفتری، دجال، گمراہ، گمراہ کرنے والا ہے، اگرچہ وہ  
کتنی ہی شعبہ بازی کرے اور قسم قسم کے جادو اور طلسم اور نیرنگیاں دکھلائے کہ سب کے  
سب محال اور گمراہی ہیں۔ عقل والوں کے نزدیک جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود عنسی (مدعی  
نبوت) کے ہاتھ پر یمن میں اور مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) کے ہاتھ پر یمامہ میں اس  
طرح کے حالاتِ فاسدہ اور بیہودہ اقوال ظاہر کرائے، جن کو دیکھ کر سن کر ہر عقل و فہم والے  
نے سمجھ لیا کہ یہ دونوں کاذب اور گمراہ ہیں، اللہ ان پر لعنت فرمائے اسی طرح جو شخص بھی  
قیامت تک نبوت کا دعویٰ کرے وہ کاذب و کافر ہے، یہاں تک کہ مدعیانِ نبوت کا یہ سلسلہ  
مسیح دجال پر ختم ہوگا۔“

امام غزالی نے اپنی کتاب ”الاقتصاد فی الاعتقاد“ میں آیت مذکورہ کی تفسیر  
اور عقیدہ ختم نبوت کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں:

إِنَّ الْأُمَّةَ فَهِمَتْ بِالْإِجْمَاعِ مِنْ هَذَا اللَّفْظِ وَمِنْ قَرَأَنِ أَحْوَالِهِ أَنَّهُ فُهِمَ  
عَدَمُ نَبِيِّ بَعْدَهُ أَبَدًا وَعَدَمُ رَسُولِ اللَّهِ أَبَدًا وَإِنَّهُ لَيْسَ فِيهِ تَأْوِيلٌ وَلَا تَخْصِصٌ.  
”بیشک امت نے اس لفظ (یعنی خاتم النبیین اور لا نبی بعدی) سے اور قرآن  
احوال سے باجماع یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد ابد تک نہ کوئی نبی ہوگا، اور نہ کوئی  
رسول، اور یہ کہ نہ اس میں کوئی تاویل چل سکتی ہے نہ تخصیص۔“ (ص ۱۲۸)

اور قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب الشفا میں نبی کریم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کافر اور کذاب اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والا اور آیت مذکورہ کا منکر کہہ کر یہ الفاظ لکھے ہیں:

واجمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره وان مفهومه المراد به دون تاويل ولا تخصيص فلا شك في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعاً اجماعاً و سمعاً.

’امت نے اجماع کیا ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اور اس پر کہ اس آیت کا نفس مفہوم ہی مراد ہے۔ بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے اس لیے ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں، (جو کسی مدعی نبوت کی پیروی کریں) بلکہ ان کا کفر قطعی طور سے اجماع امت اور نقل یعنی کتاب و سنت سے ثابت ہے۔“

رسالہ ختم نبوت کے تیسرے حصہ میں ائمہ دین اور ہر طبقے کے اکابر علماء کے بہت سے اقوال جمع کر دیے گئے ہیں، اور جو یہاں نقل کیے گئے ہیں ایک مسلمان کے لیے وہ بھی کافی ہیں۔ واللہ اعلم! (معارف القرآن ج ۷ صفحہ ۱۶۰ تا ۱۷۰)

## خانہ جنگی و قتال کی پیش گوئی

(۹۸۶) عن ثوبان رضی اللہ عنہ أنه سمع رسول الله ﷺ يقول:

”إِنَّ رَبِّي زَوَى لِي الْأَرْضَ حَتَّى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَأَعْطَانِي الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيُلْغُ مَا زَوَى لِي مِنْهَا، وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي: أَنْ لَا يَهْلِكَهَا بَسَنَةٍ عَامَّةٍ فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُذِيقَ بَعْضُهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنْعَنِهَا، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءَ لَمْ يُرَدَّ، إِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ: أَنْ لَا أَهْلِكَهَا بَسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَلَا أَظْهَرَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَيَسْتَبِيحُهُمْ بِعَامَّةٍ وَلَا اجْتَمَعَ مَنْ بَاقَطَارَهَا، حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ هُوَ يَهْلِكُ بَعْضًا، وَبَعْضُهُمْ هُوَ

يسبى بَعْضًا، وَإِنِّي لَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي إِلَّا الْأَيُّمَةَ الْمُضِلِّينَ، وَلَنْ تَقُومَ  
السَّاعَةُ حَتَّى تُلْحِقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتَّى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي  
الْأَوْثَانَ، وَإِذَا وُضِعَ السِّيفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَ أَنَّهُ  
قَالَ كُلُّ مَا يُوجَدُ فِي مِائَةِ سَنَةٍ، وَ سَيُخْرَجُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ  
يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَ أَنَا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَلَكِنْ لَا تَزَالُ فِي أُمَّتِي طَائِفَةٌ  
يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ قَالَ: وَ  
زَعَمَ أَنَّهُ لَا يُنْزَعُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ ثَمَرِهَا شَيْئًا إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ مَكَانَهَا  
مِثْلَهَا، وَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ دِينَارٌ يُنْفَقُهُ رَجُلٌ بِأَعْظَمِ أَجْرًا مِنْ دِينَارٍ يُنْفَقُهُ عَلَى  
عِيَالِهِ، ثُمَّ دِينَارٌ يُنْفَقُهُ عَلَى فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ دِينَارٌ يُنْفَقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَ وَ زَعَمَ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ سَلَّمَ عَظَمَ شَأْنُ  
الْمَسْأَلَةِ، وَ أَنَّهُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَاءَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَحْمِلُونَ أَوْثَانَهُمْ عَلَى  
ظُهُورِهِمْ، فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ عَزَّ وَجَلَّ: مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا لَمْ  
تُرْسَلْ إِلَيْنَا رَسُولًا، وَلَمْ يَأْتِنَا أَمْرٌ وَ لَوْ أُرْسِلَتْ إِلَيْنَا رَسُولًا لَكُنَّا أَطْوَعُ  
عِبَادِكَ لَكَ، فَيَقُولُ لَهُمْ رَبُّهُمْ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ أَتَطِيعُونِي، قَالَ:  
فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. قَالَ فَيَأْخُذُ مَوَائِقَهُمْ عَلَى ذَلِكَ، فَيَأْمُرُهُمْ أَنْ يَعْمَدُوا لِجَهَنَّمَ  
فَيَدْخُلُونَهَا، قَالَ: فَيَنْطَلِقُونَ حَتَّى إِذَا جَاءَ وَهَا رَأَوْا لَهَا تَغِيظًا وَ زَفِيرًا، فَهَابُوا  
فَرَجَعُوا إِلَى رَبِّهِمْ، فَقَالُوا: رَبَّنَا فَرَّقْنَا مِنْهَا، فَيَقُولُ: أَلَمْ تُعْطُونِي مَوَائِقَكُمْ  
لِتَطِيعُونِي، اْعْمَدُوا لَهَا فَادْخُلُوا، فَيَنْطَلِقُونَ حَتَّى إِذَا رَأَوْهَا فَرَقُوا فَرَجَعُوا،  
فَقَالُوا: رَبَّنَا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَدْخُلَهَا، قَالَ: فَيَقُولُ: ادْخُلُوهَا دَاخِرِينَ قَالَ: فَقَالَ  
نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ لَوْ دَخَلُوهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ كَانَتْ عَلَيْهِمْ بَرْدًا وَ سَلَامًا.

[صحيح] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج ٤ ص ٤٩٩)

(٩٨٦) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ



ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے مشرق و مغرب کو دیکھا اور حق تعالیٰ نے مجھ کو دو خزانے دیئے سرخ یعنی سونا اور سفید یعنی چاندی، اور میری امت کی سلطنت و حکومت وہاں تک ہوگی جہاں تک مجھ کو دکھلایا گیا ہے اور میں نے حق جل مجدہ سے سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط سالی و بھوک کی شدت سے ہلاک نہ کیا جائے۔ حق تعالیٰ نے قبول کر لیا اور حق تعالیٰ سے میں نے یہ بھی سوال کیا کہ میری امت پر غیر مسلم حاکم ایسا مسلط نہ ہو جو امت کی ہلاکت و بربادی کا ذریعہ و سبب بن جائے۔ حق تعالیٰ نے یہ بھی قبول کر لیا اور حق تعالیٰ سے میں نے سوال کیا کہ میری امت آپس میں جنگ و جدال نہ کرنے لگیں۔ حق تعالیٰ نے یہ دعاء رد فرمادی اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے محمد ﷺ میں جب کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اس کو پھر اذلتا بدلتا نہیں ہوں۔ میں آپ ﷺ کو امت کے سلسلہ میں خوشخبری سناتا ہوں کہ میں ان کو عام قحط سالی کے ذریعہ ہلاک نہیں کروں گا اور نہ ہی ان پر کوئی دوسرا غیر مسلط کروں گا جو ان کو بالکل ہی ہلاک و برباد کر دے۔ اگرچہ دشمنان اسلام و مسلمین پوری دنیا سے جمع ہو جائیں۔ البتہ آپس میں جنگ و جدال اور قتل و غارت کے ذریعہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ہلاک کرے گا اور خود ہی ایک دوسرے کو قید و بند میں ڈالے گا اور میں اپنی امت پر صرف گمراہ کن حکمران کا خوف زیادہ محسوس کرتا ہوں اور قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت کے کچھ گروہ و جماعت مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں، (یعنی عقیدہ توحید سے پلٹ کر شرک میں مبتلا ہو جائیں گے) اور قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت کے کچھ لوگ اوٹان و بتوں کی عبادت و پرستش نہ کرنے لگیں گے اور جب میری امت میں خانہ جنگی و جدال کے لیے تلوار نکل جائے گی تو قیامت تک پھر یہ تلوار میان میں واپس نہیں جائے گی۔ قیامت تک (جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل پر نکلی اور قیامت تک مسلمانوں میں خانہ جنگی و قتل و غارت گری رہے گی۔)

اور یہ سب مذکورہ بلائیں تم سو سال کے اندر دیکھو گے (ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ

کے وصال کے بعد لوگ مرتد ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا، جنگِ جمل و جنگِ صفین کا معرکہ پیش آیا۔ معرکہ حرہ پیش آیا۔ قتلِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا حادثہ پیش آیا۔ گمراہ حکمراں بھی آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی اور رسالت کی دلیل بن کر سامنے آگئی، واللہ اعلم۔) اور میری امت میں تمیں جھوٹے و کذاب نبوت کا دعویٰ کرنے والے آئیں گے، جو جھوٹا دعویٰ نبوت کریں گے۔ دماغ کے خلل ہونے سے گمان کریں گے کہ وہ نبی ہیں حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (نہ بروزی نہ ظلی)

اور البتہ میری امت کی ایک جماعت حق کے دفاع کے لیے مسلسل لڑتی رہے گی غلبہ و رعب کے ساتھ۔ ان کا مخالفین کچھ بال بیکانہ کر سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور جنت میں جب بھی اہل جنت کوئی جنتی پھل توڑیں گے تو اس کی جگہ فوراً ایک دوسرا پھل حق جل مجدہ وہاں اسی جیسا لگا دیں گے اور اجر و ثواب میں وہ روپیہ پیسہ بہت بڑھا ہوا ہے جو اپنی اولاد پر آدمی خرچ کرتا ہے (اہل و عیال پر خرچ کرنا عند اللہ اجر و ثواب میں بہت ہی بڑھا ہوا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم جان کر ان پر صرف کرے دل گیر نہ ہو۔ کشادہ دلی سے ان پر خرچ کرے۔)

پھر وہ روپیہ پیسہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑے پر صرف کرے۔ پھر وہ روپیہ پیسہ جو اپنے ساتھی پر اللہ کے راستے میں خرچ کرے۔ راوی کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو بہت ہی اہمیت دی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اہل جاہلیت آئیں گے اور وہ اپنے پشت پر اپنے بتوں کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ حق جل مجدہ ان سے سوال کرے گا: تم لوگ کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول و فرستادہ بھیجا ہی نہیں، نہ ہی ہمارے پاس آپ کا کوئی حکم آیا، رب العزت! اگر آپ ہمارے پاس کوئی رسول بھیجے ہوئے ہوتے تو ہم لوگ بہت ہی زیادہ اطاعت گزار بندے ہوتے۔ یہ سن کر رب العزت ان سے ارشاد فرمائے گا: اگر میں تم لوگوں کو کوئی حکم

دوں تو کیا تم میری بات مانو گے؟ وہ عرض کریں گے: ہاں! ضرور مانیں گے۔ حق تعالیٰ ان لوگوں سے اس بات پر پختہ عہد و پیمان لے گا۔ پس ان کو حکم الہی ملے گا کہ جہنم میں داخل ہو جائیں۔ وہ لوگ حکم ملنے پر جہنم کی طرف آئیں گے، دیکھیں گے کہ جہنم غضبناک ہے اور غصہ سے بھڑک رہی ہے، جس کو دیکھ کر یہ لوگ خوف کھا جائیں گے اور رب العزت کی بارگاہ میں واپس آجائیں گے اور عرض کریں گے: ہمارے رب ہمارا انگ انگ کانپ اٹھا، جب ہم نے جہنم کو غضبناک دیکھا، حق جل مجدہ فرمائیں گے: کیا تم لوگوں نے مجھے عہد و پیمان نہیں دے دیا تھا کہ میری بات مانو گے؟ جاؤ جاؤ جہنم میں داخل ہو جاؤ، حکم الہی ملتے ہی وہ چل پڑیں گے، یہاں تک جب وہ جہنم دیکھیں گے تو خوف کھائیں گے، پس واپس لوٹ جائیں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمارے اندر استطاعت و قدرت نہیں کہ اس میں داخل ہوں۔ حق جل مجدہ پھر فرمائیں گے: جاؤ، جہنم میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ ہمیش کے لیے داخل ہو جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ پہلی بار داخل ہو جاتے تو جہنم کی آگ ان پر ٹھنڈی و سلامتی بن جاتی۔ (خرجہ الحاکم فی المستدرک ۴/۴۳۹)

## وسعت سلطنت کی پیش گوئی

(۹۸۷) عن شداد بن أوس رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ زَوَى لِيَ الْأَرْضِ حَتَّى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَ إِنَّ مَلِكَ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَ إِنِّي أُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَبْيَضَ وَ الْأَحْمَرَ، وَ إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ لَا يُهْلِكُ أُمَّتِي بِسَنَةِ بَعَامَةٍ، وَ أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا فَيُهْلِكُهُمْ بَعَامَةٍ، وَ أَنْ لَا يُلْبِسَهُمْ شَيْعًا وَ لَا يُذِيقَ بَعْضُهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ، وَ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ، وَ إِنِّي قَدْ أُعْطِيتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أَهْلِكُهُمْ بِسَنَةِ بَعَامَةٍ، وَ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَاهُمْ، فَيُهْلِكُوهُمْ بَعَامَةٍ حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا، وَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا وَ بَعْضُهُمْ يَسْبِي بَعْضًا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ: وَ إِنِّي

لَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي إِلَّا الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ، فَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. [صحیح] (أخرجه أحمد ج ۴ ص ۱۲۳)

(۹۸۷) ترجمہ: حضرت شہاد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حق جل مجدہ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا یہاں تک میں نے مشرق و مغرب کی تمام چیزوں کو دیکھا اور یقیناً میری امت کی سلطنت وہاں تک ہوگی جہاں تک مجھ کو دکھلایا گیا ہے اور مجھ کو دو خزانے سفید و سرخ دیے گئے، اور میں نے حق جل مجدہ سے سوال کیا کہ عام قحط سالی کے ذریعہ میری امت کو ہلاک نہ کیا جائے اور میں نے حق جل مجدہ سے سوال کیا کہ میری امت پر ایسا ظالم حاکم مسلط نہ کرنا جو پوری امت کو ہلاک و برباد کر دے اور میری امت کو آپس میں نہ ٹکرانا اور آپس میں نہ الجھانا کہ ایک دوسرے کو قید و بند میں ڈال کر عذاب دیں۔

حق جل مجدہ نے فرمایا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں جب کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو پھر ادلتا بدلتا نہیں ہوں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خاطر خوش کر دیا کہ ان کو عام قحط سالی کے ذریعہ ہلاک نہیں کروں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ان کے سوا دوسروں کو مسلط نہیں کروں گا جو ان کی عمومی ہلاکت کا ذریعہ بن جائے۔ ہاں! وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک و برباد کریں گے اور ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے اور ایک دوسرے کو قید و بند میں ڈال دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر گمراہ کن حاکم کا ہی خوف محسوس کرتا ہوں اور میری امت میں جب تلوار جنگ و جدال کے لیے نکل جائے گی تو پھر قیامت تک میان میں واپس نہیں لوٹے گی۔ (أخرجه أحمد ۴/۱۲۳)

**خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قطعیت کے ساتھ ثابت ہے**

نبی آخر الزماں خاتم المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و خاتمیت، قطعیت کے ساتھ ثابت ہے۔ انسانیت میں جو اس کی قطعیت کا قائل نہیں وہ تو ابلیس سے زیادہ بڑا

ابلیس ہے کہ ابلیس لعین نے بھی خاتم النبیین ﷺ کی حتمی و یقینی طور پر خاتمیت کو تسلیم کیا ہے اور عالم غیب کی خبر کی چوری سے محرومی پر اس کا اعلان کیا تھا، مگر افسوس کہ جس حتمی و یقینی قرآن کی شہادت کو ابلیس نے تسلیم کیا اس کی پیروی کرنے والے بعض خبیث النفس انسان نے نہ تو اپنے رب کریم کی مانی نہ ہی اپنے پیشوا ابلیس لعین کی مانی اور لعنت میں ابلیس سے آگے نکل گئے کہ ان پر ابلیس بھی انگشت بدنداں ہے۔ عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک کچھ بد بخت و بدنصیب نفوس نے عباء رسالت و نبوت پر نقب لگانے کی کوشش کی اور نبی آخر الزماں ﷺ کی پیش گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی کہ میری امت میں تیس جھوٹے نبوت کا دعویٰ کریں گے اور ان جھوٹوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوایا..... علماء نے ان ملعون جھوٹوں کے اسماء بھی محفوظ کر رکھے ہیں۔ جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

### جھوٹے مدعیان نبوت اور سن دعویٰ و مقام ظہور

(۱)	صاف صیاد	۲ ہجری	مدینہ منورہ
(۲)	اسود بن کعب بن عوف عسی	۶ ہجری	یمن
(۳)	طلیحہ بن خویلد اسعدی	۸ ہجری	خیبر
(۴)	مسلمہ کذاب بن کبیر بن حبیب	۱۰ ہجری	یمامہ
(۵)	سجاح بن حارث بن سوید	۱۲ ہجری	الجزائر
(۶)	مختار بن ابو عبیدہ ثقفی	۲۴ ہجری	کوفہ
(۷)	بیان بن سمعان تمیمی	۹۶ ہجری	کوفہ
(۸)	ابو منصور عجمی	۱۲۰ ہجری	کوفہ
(۹)	مغیرہ بن سعید عجمی	۱۲۹ ہجری	کوفہ
(۱۰)	صالح بن طریف برغواطی	۱۳۰ ہجری	اندلس
(۱۱)	محمد بن فضلاس الخطاب	۱۳۴ ہجری	کوفہ
(۱۲)	اسحاق اخرس مغربی	۱۳۵ ہجری	شمالی افریقہ

ایران	۱۲۸ ہجری	(۱۳) حکیم مقنع خراسانی
ایران	۱۵۲ ہجری	(۱۴) استاد سیس خراسانی
اصفہان	۲۱۸ ہجری	(۱۵) ابوعیسیٰ اسحاق بن یعقوب
بحرین	۲۴۹ ہجری	(۱۶) علی بن محمد بن عبدالرحیم
بحرین	۲۶۰ ہجری	(۱۷) یہود بن ریان
یمن	۲۹۳ ہجری	(۱۸) علی بن فضل یمنی
کوفہ	پیدائش ۲۰۳ ہجری	(۱۹) ابوالطیب احمد بن حسین متنبی
افریقہ	۳۱۳ ہجری	(۲۰) حامیم بن من اللہ محکسی
باسند	۳۲۲ ہجری	(۲۱) عبدالعزیز باسندی
مصر	۴۱۱ ہجری	(۲۲) حمزہ زروقی
نصیبین	۴۳۹ ہجری	(۲۳) اصغر بن ابوالحسن تغلبی
نیشاپور	۴۴۲ ہجری	(۲۴) بہا فرید بن ماہ فروزین
مراکش	۵۵۰ م ہجری	(۲۵) ابوالقاسم احمد بن قسی
عراق	۶۵۶ م ہجری	(۲۶) حسین بن حمدان خصبی
دمشق	۶۸۰ ہجری	(۲۷) قطب الدین احمد بن ہلال
پیدائش ۹۳۱ھ جالندھر، پنجاب، انڈیا		(۲۸) بایزید بن عبداللہ انصاری
۱۹۰۲ء گرداس پور، پنجاب، انڈیا		(۲۹) مرزا غلام احمد قادیانی
۱۹۰۳ عیسوی جموں کشمیر، انڈیا		(۳۰) چراغ دین
۱۹۰۴ عیسوی حیدرآباد، دکن، انڈیا		(۳۱) عبداللہ تیماپوری
۱۹۰۷ عیسوی چیچہ وطنی		(۳۲) عبداللہ پٹواری
۱۹۱۱ عیسوی سیالکوٹ		(۳۳) نبی بخش مرزائی
۱۹۱۸ عیسوی سمجھریالی		(۳۴) احمد سعید قادیانی

پنجاب	۱۹۱۸ عیسوی	(۳۵) احمد مخر کا بلی سرمہ فروش
گیا، بہار، انڈیا	۱۹۲۰ عیسوی	(۳۶) یحییٰ عین اللہ بہاری
لندن	۱۹۳۰ عیسوی	(۳۷) خواجہ اسماعیل لندنی
لاٹینی امریکا	۱۹۲۶ عیسوی	(۳۸) ٹمو ہی عرف کارڈ بوعلی
شیخوپورہ، پاکستان	۱۹۸۲ عیسوی	(۳۹) محمد علی غازی پوری
کشکشاہ ہزارہ، پاکستان	۱۹۸۳ء	(۴۰) غلام فرید

(ہفت روزہ ختم نبوت، جلد ۲۸، ۱۰ تا ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ/

مطابق ۸ تا ۱۵ اپریل ۲۰۰۹ء اپریل، شمارہ ۱۴)

خود بھی عقیدہ ختم نبوت پر جان و مال قربان کر کے ثابت قدم رہے اور اپنی اولاد کو عقیدہ ختم نبوت پر جمنے و مرنے کی وصیت کر جائے۔ اس وقت مرزائی و قادیانی برطانوی دم بریدہ کتے سے چوکنا رہے۔ ملعون و کذاب قادیانی و مرزائی نے عام مسلمانوں کو ظلی و بروزی کی ریک و باطل بحثوں میں الجھا کر عقیدہ ختم نبوت پر نقب لگا کر لوگوں کو گمراہ کر کے ابلیس کی فوج میں داخل کر کے جہنم میں اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ لعنت ہو ظلی و بروزی جھوٹے مدعی نبوت پر اور ان کے ماننے والوں پر۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ. اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ .



---

ومن فضل امة محمد ﷺ قبول شهادة بعضها على بعض

باب : فى قبول شهادة امة محمد ﷺ بعضها لبعض

(۹۸۸) عن أنس رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال:

”مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَشْهَدُ لَهُ أَرْبَعَةُ أَهْلِ أَبْيَاتٍ مِنْ جِيرَانِهِ الْأَدْنِيِّينَ إِلَّا قَالَ: قَدْ قَبِلْتُ عِلْمَكُمْ فِيهِ وَغَفَرْتُ لَهُ مَا لَا تَعْلَمُونَ.“

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج ۳ ص ۲۴۲)

فضيلتِ اُمتِ محمد ﷺ اور قبولِ شہادت بہ بارگاہِ ربِّ العزّت

(۹۸۸) ترجمہ: حضرت انس رضي الله عنه سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب کوئی مسلمان مرجاتا ہے اور چار پڑوسی گھر والے اس کی بھلائی کی گواہی دے دیتے ہیں تو اللہ پاک فرماتے ہیں: میں نے تم لوگوں کی باتیں اس کے حق میں قبول کر لی اور اس کے ان تمام گناہوں کی مغفرت کر دی جو تم نہیں جانتے ہو۔

میت کے حق میں تین پڑوسی کی گواہی پر مغفرت ہو جاتی ہے

(۹۸۹) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال:

”مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَشْهَدُ لَهُ ثَلَاثَةُ أَهْلِ أَبْيَاتٍ مِنْ جِيرَانِهِ الْأَدْنِيِّينَ بِخَيْرٍ إِلَّا قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: قَدْ قَبِلْتُ شَهَادَةَ عِبَادِي عَلَى مَا عِلْمُوا، وَغَفَرْتُ لَهُ مَا أَعْلَمُ.“ [صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج ۲ ص ۴۰۸)

(۹۸۹) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان بندہ مرجاتا ہے اور اس کے پڑوسی تین گھر والے بھلائی کی شہادت دے دیتے ہیں، تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندوں کی گواہی ان کے علم کے مطابق مردہ کے حق میں قبول کر لی اور مردہ کے تمام خطاؤں کی مغفرت کر دی جن کو میں جانتا ہوں (یعنی تین گھر والے پڑوسی اگر کسی مردہ کے حق میں اچھے کلمات کا

اقرار کرتے ہوں تو مردہ کی مغفرت ہو جاتی ہے، خواہ علم الہی میں وہ جیسا کیسا ہو، لوگو! دیکھ لو مرنے کے بعد لوگ کیا کہیں گے؟)۔

## میت کی خوبیاں ہی بیان کرو

(۹۹۰) للبخاری فی التاریخ الکبیر من حدیث الربیع بنت معوذ:  
”إِذَا صَلُّوا عَلَى جَنَازَةٍ فَأَثْنُوا خَيْرًا يَقُولُ الرَّبُّ: أَجَزْتُ شَهَادَتَهُمْ فِيمَا يَعْلَمُونَ، وَاعْفِرُ لَهُمْ مَا لَا يَعْلَمُونَ.“

[صحیح لغیرہ] (کما فی کنز العمال ج ۱۵ / ۴۲۲۸، وفی الإتحافات / ۲۹۵)

(۹۹۰) ترجمہ: ربیع بن معوذ سے روایت ہے، جب لوگ نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور میت کی اچھی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: لوگوں کی اپنے معلومات کے اعتبار سے میت کی بھلائی کی گواہی دینا میرے نزدیک کافی ہے، اور جن چیزوں کو لوگ نہیں جانتے (یعنی خطاء و معصیت) میں اس کی مغفرت کر دوں گا۔

## میت کو رحمت حق سے قریب کر دو

اللہ جل مجدہ کی ذات بندوں کو عذاب و عقاب سے بچانے کی تعلیم دے رہی ہے، کہ میت کی جنازہ کے بعد اچھی توصیف و تعریف کرو کہ تمہارا اچھے کلمات سے مردہ کو یاد کرنا اسے رحمت حق سے قریب کر دے گا اور تیری بدزبانی عذاب و عقاب کا سبب بن جائے گی، اس لیے تعزیت جنازہ میں شرکت کرنے والے لوگوں کو یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ وہ میت کے ان احوال اور ان خوبیوں کو بیان کریں جن کی بنیاد پر اللہ جل مجدہ اپنی مغفرت و رحمت سے نواز دیں؛ کیوں کہ لوگوں کی اچھی شہادت عند اللہ نیک و صالح ہونے کی دلیل ہے اور لوگوں کی بدگوئی و بدزبانی بھی عند اللہ آدمی کے برے ہونے کی دلیل ہے۔

حق جل مجدہ بندوں کی شہادت قبول کر کے بندہ کی مغفرت فرماتے ہیں

(۹۹۱) عن عبد الله بن عامر بن ربيعة عن ابيه قال: قال رسول الله ﷺ:

”إِذَا مَاتَ الْعَبْدُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مِنْهُ شَرًّا وَيَقُولُ النَّاسُ خَيْرًا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَلَائِكَتِهِ: قَدْ قَبِلْتُ شَهَادَةَ عِبَادِي عَلَى عَبْدِي وَغَفَرْتُ لَهُ عِلْمِي فِيهِ.“  
[ضعيف] (أخرجه البزار ج ٨٦٥/١ — كشف الأستار)

(۹۹۱) ترجمہ: عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ مر جاتا ہے اور حق جل مجدہ اس بندہ کی بُرائی کو جانتے ہیں، اور لوگ اس بندہ کے حق میں اچھے کلمات کہتے ہیں۔ تو حق جل مجدہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندوں کی گواہی اس بندے کے حق میں قبول کر لی اور میرے علم میں جو اس کی بُرائی تھی اس کی مغفرت کر دی۔ سبحان اللہ و بجمہ۔  
(آخرجه البزار: ۸۶۵/۱)

## کلمہ گو کی شہادت کا عند اللہ رتبہ

(۹۹۲) لابن النجار عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ:  
”إِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ وَقَالَ رَجُلَانِ مِنْ جِيرَانِهِ مَا عَلِمْنَا مِنْهُ إِلَّا خَيْرًا — وَهُوَ فِي عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ — قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِلْمَلَائِكَةِ: اقْبُلُوا شَهَادَةَ عَبْدِي فِي عَبْدِي وَتَجَاوَزُوا عَنْ عِلْمِي فِيهِ.“  
[ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۱۵/۲۷۴۲)

(۹۹۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب کوئی مومن شخص وفات پا جاتا ہے اور اس کے دو پڑوسی شخص یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں تو اس مرنے والے شخص کے اندر نیکی و بھلائی کے سواء کچھ جانتا ہی نہیں حالاں کہ وہ اللہ پاک کے علم میں بھلا و نیک نہ تھا، (مگر دو پڑوسیوں کی گواہی پر) اللہ پاک فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندوں میں سے دو بندے کی گواہی اس مرنے والے کے حق میں قبول کر لو اور میرے علم میں جو اس کا جرم و گناہ ہے اس کو معاف و درگزر کر دو۔

## قدرت کی فیاضی و ستاری تو دیکھو

حدیث پاک میں آیا ہے کہ مردہ کے پاس کھڑے ہو کر اس کی تعریف و ثنا کرو کہ فرشتے شاہد و گواہ ہوں گے اور دعائیں دو کہ اس پر آمین کہیں گے۔ اللہ پاک کے نزدیک مسلمان کلمہ گو کی بڑی قدر و منزلت ہے اور جب دو کی گواہی پر اسلام نے حقوق کا فیصلہ کیا ہے تو پھر حق جل مجدہ کی ذات دو شخصوں کی اچھی گواہی پر کیوں کر نہ بخشے گی اور قدرت کی ستاری تو دیکھو کہ اپنے علم ازلی و حتمی و یقینی کے باوجود بندہ کے حسن ظن پر درگزر فرماتے ہیں اور مجرم کو بھی گمان مومن پر اکرام و اعزاز کا مقام عطاء فرماتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں اکرام کی حقیقت عطاء فرمادے آمین۔ مرنے والے کا حقیقی اکرام یہی ہے کہ اس کی خوبیوں کو یاد کیا جائے اور برائیوں کا کوئی تذکرہ نہ کیا جائے، ایک حدیث میں آں حضور ﷺ نے فرمایا: ”اذکروا موتاکم بالخیر“ اپنے مردوں کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرو، مردہ کے پاس خاص کر اس کا اہتمام کیا جائے کہ آپ کی زبان مردہ کی اچھی عافیت کا سبب بن جائے اور آپ کی چشم پوشی احکم الحاکمین کی ستاری کا ذریعہ اور آپ کی زبان عدالت الہی کی محکم سچی پکی شہادت، اللہ ہمیں ان پر چلنا آسان کر دے۔ آمین ثم آمین!

### باب : لما بلغ ولد معد بن عدنان اربعین رجلاً

#### باب : معد بن عدنان کی تعداد جب چالیس ہو گئی

(۹۹۳) عن أبي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ :

”لَمَّا بَلَغَ وَلَدُ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ أَرْبَعِينَ رَجُلًا، وَقَعُوا عَلَى عَسْكَرِ مُوسَى فَانْتَهَبُوهُ، فَدَعَا عَلَيْهِمْ مُوسَى، قَالَ: يَا رَبِّ! هَؤُلَاءِ وَلَدُ مَعَدِّ قَدْ أَغَارُوا عَلَى عَسْكَرِي. فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: يَا مُوسَى! لَا تَدْعُ عَلَيْهِمْ فَإِنَّ مِنْهُمْ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ النَّذِيرُ الْبَشِيرُ نُحْبَتِي، وَ مِنْهُمْ الْأُمَّةُ الْمَرْحُومَةُ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ الَّذِينَ يَرْضُونَ مِنَ اللَّهِ بِالْيَسِيرِ مِنَ الرِّزْقِ وَيَرْضَى اللَّهُ مِنْهُمْ بِالْقَلِيلِ مِنَ الْعَمَلِ، فَيَدْخُلُهُمْ

الْجَنَّةَ بِقَوْلٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لِأَنَّ نَبِيَّهُمْ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ،  
الْمُتَوَاضِعِ فِي هَيْبَتِهِ ، الْمُجْتَمَعِ لَهُ اللَّبُّ فِي سُكُوتِهِ يُنْطِقُ بِالْحِكْمَةِ ، وَ  
يَسْتَعْمِلُ الْحِكْمَ ، أَخْرَجْتُ مِنْ خَيْرِ جِيلٍ مِنْ أُمَّتِهِ قُرَيْشًا ، ثُمَّ أَخْرَجْتُهُ مِنْ  
هَاشِمٍ صَفْوَةَ قُرَيْشٍ ، فَهُوَ خَيْرٌ مِنْ خَيْرٍ إِلَى خَيْرٍ يَصِيرُ هُوَ وَ أُمَّتُهُ إِلَى حِينٍ  
يَصِيرُونَ . [ضعيف جداً] (أخرجه الطبراني في الكبير ج ٨ / ٢٩٧٤)

## اُمّتِ رحمت کا مقام خاص

(۹۹۳) ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول  
اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: جب معد بن عدنان کی اولاد چالیس کے قریب ہوگئی تو ان لوگوں  
نے موسیٰ علیہ السلام کے فوجیوں پر حملہ کر دیا اور اس کو لوٹ لیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے ان  
لوگوں کے لیے بددعا کرنی شروع کی کہ رب العالمین یہ معد کی اولاد ہمارے فوجیوں پر حملہ  
کر کے تباہ کر رہی ہے۔

اللہ پاک نے وحی بھیجی، اے موسیٰ! ان لوگوں پر بددعا نہ کرو، اس لیے کہ ان ہی  
لوگوں کی اولاد میں نبی آخر الزماں نبی امی، نذیر و بشیر، میرا محبوب و پسندیدہ رسول مبعوث  
ہوگا اور انھیں لوگوں کی اولاد سے امت مرحومہ وجود میں آئے گی۔ محمد (ﷺ) کے مقام کا  
کیا کہنا اور ان کی امت کا کیا پوچھنا؟ یہ ایسے لوگ ہوں گے جو اللہ پاک کی جانب سے  
تھوڑے رزق پر راضی ہو جائیں گے اور اللہ پاک ان لوگوں سے تھوڑے ہی عمل پر خوش  
ہو جائیں گے اور ان لوگوں کو محض لا الہ الا اللہ کے کہنے پر جنت میں داخل فرمادیں گے؛ اس  
لیے کہ ان کے نبی عبد اللہ بن عبد المطلب کے بیٹے متواضع اور صاحب ہیبت ہوں گے  
(یعنی دیکھنے والا دور سے مرعوب ہو جائے گا، مگر وہ ہوں گے کریم و متواضع، جب قریب  
آئے گا تو دل کے قریب پائے گا، کرم و رحم کا معاملہ دیکھے گا) جب خاموش ہوں گے تو تمام  
دانائی و شعور ان پر نچھاور ہونے کو جمع ہو جائے گی، (یعنی آپ کی خاموشی عقل و بصیرت،  
تدبر و تفکر، شعور و تيقظ کی بنیاد پر ہوگی نہ کہ کسی کے رعب میں یا کسی سے لا جواب ہو کر)

باتیں کریں گے تو حکمت کی، جس میں اسرار و حکم ہوں گے، میں ان کو قریش کے اختیار و اشرف افراد سے پیدا کروں گا، پھر قریش میں کے بنی ہاشم جو قریش کے منتخب و چیدہ ہیں ان سے پیدا کروں گا، سو وہ بہتر لوگوں میں سے بہتر ہیں، خیار میں سے خیار ہیں، جو خیار امت کی طرف بھیجے جائیں گے، وہ اور ان کی امت ابھی تک خیار و خیار سے گزر رہی ہے؛ (یعنی پاک و صاف اصلا ب سے گزر رہی ہے، لہذا اے موسیٰ ان کو بددعا نہ دو)۔

### نذیر و بشیر کی اُمتِ مرحومہ

حضور ﷺ نذیر و بشیر کے صفات سے کتب سابقہ میں بھی متعارف ہیں اور اہل کتاب کے یہاں آپ کا اسی نام سے تعارف کرایا گیا تھا۔ اور آپ کی آمد کا شدت سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ اور جب آپ کی آمد ہوگئی تو ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ﴾ پہچاننے سے انکار کر دیا اور منکر و کافر بن گئے۔ بہر حال آپ نذیر ڈرانے والے، یعنی معاصی و منکرات کے برے انجام جہنم و عذاب نار سے ڈرانے والے ہیں اور عبادات و طاعات پر جنت کی بشارت سنانے والے ہیں۔ حضور ﷺ کی اُمت کے نصیب میں ازل سے طے شدہ امر ہے کہ قابلِ رحم و کرم الہی ہوگی، امت پر رحمتِ واسعہ سایہ فگن ہوگی، حق جل مجدہ کی نگاہ میں قابلِ عفو و تسامح ہوگی۔

بروزِ قیامت امت کا حساب و کتاب لینے سے قبل، عرش پر ایک تختی لگا دی جائے گی رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ رحمتہ للعالمین ﷺ کی امت کا حساب و کتاب آئینِ رحمت کے تحت ہوگا۔ عدل نہیں فضل کے تحت ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

أُمَّتِي أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ مَغْفُورٌ لَهَا ، مُتَابٌ عَلَيْهَا۔ (حاکم، فیض القدر، رقم ۱۶۲۱)

میری اُمت رحمتِ الہی سے مرحوم و مغفور یعنی امت پر رحمت ہوگی، رب العزت کی جانب سے امت کی مغفرت ہوگی، اور حق جل مجدہ امت کو گناہ و معاصی پر جمنے نہیں دے

گا، توبہ کا الہام کرے گا اور اُمت کے اہلِ معاصی سے موت سے پہلے اپنی قدرتِ کاملہ سے توبہ و استغفار کا افاضہ کر کے رحمتِ واسعہ میں داخل فرمائے گا۔ گویا رحمت و مغفرت کا تحفہ منجانب اللہ توفیقِ توبہ کے ساتھ عطا ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أُمِّي هَذِهِ أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ ، لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْآخِرَةِ إِنَّمَا عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا ؛ الْفِتْنُ ، وَ الزَّلَازِلُ وَ الْقَتْلُ وَ الْبَلَايَا . (فيض القدر، نمبر حدیث: ۱۶۲۲)

میری یہ اُمت موجودہ اور قیامت تک آنے والی امتِ اجابتِ رحم کی ہوئی ہے (یعنی روز ازل سے حق تعالیٰ نے خاص کر دیا ہے کہ امتِ رحمت و مغفرت جن پر اتمامِ نعمت کا فیضان ہوگا امت محمد ﷺ ہوگی)۔ آخرت میں امتِ رحمت و مغفرت کو عذاب نہیں ہوگا یعنی جب حق تعالیٰ نے مغفرت کر دی تو عذاب کیسے ہوگا؟ عذاب تو جب ہوتا کہ مغفرت و معافی نہیں ملتی۔ پہلے ہی اعلان باری ہو گیا کہ مرحوم ہیں، پھر ممکن ہے جہنم میں اگر کوئی داخل بھی کیا گیا تو اس کو احساسِ الم و دوزخ کا نہ ہو۔ اور دوزخ کی تکلیف کا احساس ہی ختم کر دیا جائے۔ یا پھر حدیث میں اس طرح اشارہ ہو کہ اعضاء وضو کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی۔ اور مسلمان کے اعضاء وضوء دوزخ میں صحیح و سلامت رہیں گے، دوزخ پر حرام ہے کہ ان اعضاء کو کھائے۔ واللہ اعلم

اُمت کے گناہ کی تطہیر دنیا میں ہی ہو جاتی ہے

حضور ﷺ نے فرمادیا، إِنَّمَا عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا انسان بہر حال خطا کار و خطا دار ہے، مرضی مولیٰ پر بالکل سونی صد کون اتر سکتا ہے، معصوم تو محض رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہاں خطا کی ظلمت و نحوست کو دور کرنے کا وظیفہ استغفار عطا ہوا۔ مگر سبھی تو استغفار نہیں کرتے، پھر استغفار جو کرتے ہیں وہ بھی بسا اوقات بعض باتوں کو قابلِ استغفار نہیں جانتے اور بعض باتیں جو عند اللہ از قبیلِ معاصی و گرفت ہوتی ہیں بندہ اس کو ہلکا پھلکا جان کر ذنب و معصیت نہیں سمجھتا اور بسا اوقات گناہ کو نیکی بھی خیال کر بیٹھتا ہے۔ غرض یہ کہ ہلکا پھلکا سب کے



ساتھ کچھ نہ کچھ چپکا ہوا ہے پھر ہمارے معاشرے میں کتنے فیصد لوگ پابند شریعت و سنت ہیں، بہت ہی اقل قلیل۔ ادھر سے اتنی عمیق ظلمتیں اور ادھر سے ان گنت متعین رحمتیں۔ مگر اصول اصول ہے، وسیع رحمتیں آغوش میں لینا چاہتی ہیں مگر معصیت کی ظلمتیں حجاب بن کر رکاوٹ ہیں۔

اب حق جل مجدہ کی نظر عنایت سے ظلمتیں ہٹائی جائیں گی اور اس تطہیر معاصی و ذنوب کے لیے۔ دنیا میں کئی طرح کی سزا دی جائے گی۔ گویا کہ اصل عذاب تو آخرت میں ہونا تھا مگر قضاء و قدر کے فیصلہ سے آخرت کا عذاب ہٹا کر دنیا میں ہی سزا تجویز کر دی گئی جو بہت ہی مناسب تطہیر کا طریقہ ہوا کہ ارذل کو اسہل میں تبدیل کر کے رحمت و مغفرت کا ذریعہ بنادیا۔ کہ سزا بھی مل گئی اصول بھی باقی رہا۔ اور امت مغفرت و رحمت کے ساتھ جنت میں بھی چلی گئی۔ اور حضور ﷺ کی بات بھی بن گئی۔ اور امتی امة مرحومة کو آئین و قوانین کے تحت مرحوم قرار دیا گیا۔ اور معاصی کی ظلمتوں کو امت پر فتن زلازل قتل بلایا میں ڈال کر دنیاوی عصیان و طغیان کا کفارہ بنادیا اور غفران و رضوان کا پیغام سنادیا۔ وہ فتن کیا ہوں گے، آپس کے خلفشار و جنگیں، جدال و قتال، زلازل، شدید حالات، دل دہلا دینے والے واقعات، سنگین صورتحال اور زلزلے بھی آئیں گے۔ قتل و بلایا، قتل و مصائب الغرض اُمت مختلف حالات سے دوچار ہوں گی۔ یہ ان پر عذاب نہیں ہوگا بلکہ رحمت بشکل زحمت ہوگی۔ مقصود باری ہوگا کہ آخرت کے عذاب سے نجات پا جائے کیونکہ امت مرحومة ہے۔

### زبور میں اُمت رحمت کا تعارف اور نور

وہب بن منبہ کی روایت ہے کہ زبور میں لکھا ہوا ہے، اے داؤد ایک نبی تیرے بعد آنے والا ہے، اس کا نام احمد، محمد سید، صادق، ہوگا۔ میں اللہ اس پر ناراض نہیں ہوں گا نہ ہی وہ مجھ کو ناراض کرے گا اور ان کی امت مرحومة ہوگی، ان کو ذوقِ نوافل ایسا عطا ہوگا جیسا کہ میں نے انبیاء کو عطا کیا، اور ان پر فرائض ایسا فرض کیا جیسا کہ انبیاء پر فرض کیا، یہاں تک کہ جب وہ قیامت کے دن میرے پاس آئیں گے تو ان کا نور ایسا تام و اکمل ہوگا

جیسا کہ انبیاء کا نور ہوگا، یعنی انبیاء کے نور جیسا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا نور تام و مکمل ہوگا، زرکشیؒ نے خوب خوبصورت بات کہی ہے کہ مصطفیٰ ﷺ میں جتنے معجزات اور اخلاق فاضلہ جمع تھے وہ سب کے سب امت رحمت میں متفرق طور پر منتقل ہو گئے کیونکہ ان کا نبی معصوم ہوگا اور نبی کی معصومیت کا فیض اتنا عام ہوا کہ حق تعالیٰ نے اپنی نعمت کو اکمل و اتم کر دیا، ان کی امت پر اور ان کی امت کو شہداء علی الامم، شہداء علی الناس، بنایا اور خود حق تعالیٰ نے خیر امت کا فیصلہ کر دیا۔

یعنی نبی کے فیض نبوت نے امت کو خیر امت بنا کر شہداء علی الناس کے مقام و مرتبہ پر لاکھڑا کر دیا۔ لہذا جو امت شہادت کے لیے پیش ہوگی ضروری تھا کہ وہ پہلے سے مرحوم و مغفور اور متاب ہو۔ اس فضل الہی کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ پس کوئی دوسری امت، امت رحمت و مغفرت اور خیر امت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم العبدِ ثمین

## اُمت کو تھوڑے عمل پر اللہ کی رضا حاصل ہوگی

اس حدیث میں امت رحمت کی ایک بہت ہی خوبصورت خوبی کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہلکے پھلکے رزق پر قناعت کر کے حق جل مجدہ سے راضی ہو جائے گی اور کیسے نہ ہوگی کہ ہمارے قائد محمد ﷺ کے گھر تین چاند آگ نہیں روشن ہوا، کھجور و پانی پر گزر رہا، امت بھی تو انھیں کی ہے، بہت کم اور یسیر پر قناعت کر کے اللہ کا شکر بجالائے گی اور اللہ کی تقسیم اور ملے ہوئے رزق پر رب سے راضی رہے گی۔ حق تعالیٰ بھی اس کی قدر کریں گے اور جس طرح امت یسیر پر راضی رہی اللہ تعالیٰ بھی امت رحمت کے تھوڑے اور قلیل عمل پر راضی ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا یسیر پر بندہ کی رضا دلیل ہے کہ اس کو اللہ کی جانب سے قلیل عمل پر اللہ کی رضا کا پروانہ ملنے والا ہے۔ اور جنت کا داخلہ کلمہ لا الہ الا اللہ کو بنا دیا۔

## تاریخ انسانیت کا اچھا دور

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بنی آدم کے اچھے قرن یکے بعد

دیگر آتے رہے حتیٰ کہ وہ اچھا قرن بھی آگیا جس میں میں ہوں۔ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت منبر پر چڑھ کر فرمانے لگے کہ بتاؤ میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں محمد بن عبد اللہ بن المطلب ہوں۔ اللہ نے مخلوقات پیدا کی اور مجھ کو اپنی مخلوقات میں سب سے بہتر پیدا کیا اور لوگوں کو دو فریق میں تقسیم کیا اور مجھ کو اچھے فرقہ میں سے قرار دیا، اور جب اس نے قبائل پیدا کیے تو سب سے اچھے قبیلہ میں سے مجھے پیدا کیا۔ میں ازروئے خاندان تم میں سب سے اچھا ہوں، نیز ازروئے ذات تم میں سب سے اچھا ہوں۔ سچ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نیز حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل نے مجھ سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دنیا بھر میں مشرق و مغرب سب میں نے چھان ڈالے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر میں نے کسی کو افضل نہیں پایا اور سارے مشرق و مغرب ڈھونڈ ڈالے تو کوئی خاندان بن ہاشم کے خاندان سے زیادہ فضیلت رکھنے والا نہ ملا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ نے سب کے دلوں پر نظر ڈالی تو اصحاب کے قلوب کو سب کے دلوں سے اچھا پایا۔ چنانچہ انھیں کو نبی کے وزراء اور مددگار بنایا جو نبی کے ساتھ دین کے لیے قتال کرتے ہیں۔ پس مسلمان جس کو اچھا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے پاس سے اچھا ہوتا ہے اور جس کو مسلمان برا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے پاس بھی برا ہوتا ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمان! مجھ سے بغض نہ رکھنا اور ناراض نہ رہنا ورنہ تم اپنے دین سے جدا ہو جاؤ گے۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے بغض رکھوں گا، آپ ہی کے ذریعہ تو اللہ نے ہماری ہدایت فرمائی ہے۔ تو فرمایا تم قوم عرب سے بغض رکھو گے تو گویا مجھ سے بغض رکھو گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

## اُمت کو اللہ پاک کا سلام اور عند اللہ مقام

(۹۹۴) للخطیب والدیلمی وابن الجوزی عن أنس رضی اللہ عنہ:

”لَمَّا أُسْرِيَ بِي إِلَى السَّمَاءِ قَرَّبَنِي رَبِّي تَعَالَى حَتَّى كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ

تَعَالَى كَقَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى لَا بَلْ أَدْنَى قَالَ: يَا حَبِيبِي يَا مُحَمَّدُ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَبِّ . قَالَ: هَلْ غَمَّكَ أَنْ جَعَلْتُكَ آخِرَ النَّبِيِّينَ؟ قُلْتُ: يَا رَبِّ لَا . قَالَ: حَبِيبِي هَلْ غَمَّ أُمَّتُكَ أَنْ جَعَلْتَهُمْ آخِرَ الْأُمَمِ؟ قُلْتُ: يَا رَبِّ لَا . قَالَ: أَبْلِغْ أُمَّتَكَ عَنِّي السَّلَامَ وَ أَخْبِرْهُمْ أَنِّي جَعَلْتَهُمْ آخِرَ الْأُمَمِ لِأَفْضَحِ الْأُمَمَ عِنْدَهُمْ، وَلَا أَفْضَحَهُمْ عِنْدَ الْأُمَمِ.

[ضعیف جداً] (کما فی کنز العمال ج ۱۱/۳۲۱۱۱)

(۹۹۴) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب معراج میں آسمان پر لے جایا گیا تو حق جل مجدہ نے مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے سے قریب کیا، یہاں تک کہ حق جل مجدہ کے درمیان اور میرے درمیان دو کمان کے بقدر فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم بلکہ اور بھی کم۔ ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے عرض کیا: لَبَّيْكَ يَا رَبِّ۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: کیا آپ اس پر غمگین ہیں کہ آپ کو میں نے آخری نبی بنایا؟ میں نے عرض کیا: نہیں یا رب، پھر ارشاد ہوا: اے میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ اس سے غمگین ہیں کہ میں نے آپ کی اُمت کو آخری اُمت بنایا؟ میں نے عرض کیا: نہیں یا رب۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنی اُمت کو میرا سلام پہنچا دیجیے اور بتلا دیجیے کہ میں نے ان کو آخری امت بنایا ہے، دوسری امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں گا، مگر ان کو دوسری امت کے سامنے رسوا نہیں کروں گا۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ كِي حَكَمَت

شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جل مجدہ کے سلام کا تذکرہ ہر نمازی قعدہ اولیٰ و آخریٰ میں بطور اخبار و حکایت تو کرتا ہی ہے۔ اور آقائے بھی السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَکَاتُهُ کے جواب میں اُمت کو فراموش نہ کیا۔ عرض کیا السَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلَی عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِیْنَ، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رب العزت عز وجل نے نبی رحمت کو امت رحمت و مغفرت کو سلام پہنچانے کی ہدایت کی تھی تو گویا شب معراج رسول

اللہ کو اَلْسَلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہا گیا اور اُمت کو بواسطہ رسول اللہ ﷺ پہنچایا گیا۔ غالباً نماز کے بعد اسی لیے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ پڑھا جاتا ہے۔ اور اُمت کو دارالسلام کی دعوت دی گئی ہے وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ۔ تو جس اُمت کو حق تعالیٰ کا سلام آیا ہو اس کو رسوا کیوں کر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی سلامتی جس پر نازل ہوگی اس کی فضیحت کا سوال ہی نہیں۔ حق تعالیٰ کی جانب سے سلام کا آنا اسلام کے لیے سینہ کا کھل جانا ہے۔ ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَّبِّهِ﴾ سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے (عطاء کیے ہوئے) نور پر ہے۔ (الزمر) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَهْدِيْهِ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ﴾ سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ رستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو (یعنی قلب کو) اسلام کے لیے کشادہ کر دیتے ہیں (انعام: ۱۲۵) اللہ پاک کی جانب سے سلام کا پیغام ہدایت و سلامتی کا پیام ہے۔ یہ تو دنیا میں ملے گا اور پھر آخرت میں، لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ انہی کے لیے ہے سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں۔ یعنی جو اسلام و فرمانبرداری کے سیدھے راستے پر چلے گا وہی سلامتی کے گھر جنت میں پہنچے گا۔ حدیث میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ کا سلام آچکا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

## اُمتِ رحمت پر رحمن و رحیم کی رحمتِ عام

(۹۹۵) وللدیلمی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

”سَأَلْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَجْعَلَ حِسَابَ اُمَّتِيْ اِلَيَّ لِئَلَّا تَفْتَضِحَ اُمَّتِيْ عِنْدَ الْاُمَمِ فَاَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَيَّ: يَا مُحَمَّدُ! اَنَا اَحَاسِبُهُمْ، وَ اِنْ كَانَ شَيْءٌ سَرَتْهُ عَلَیْكَ لَا يَفْتَضِحُ بِهِ عَبْدِي.“

[موضوع] (أخرجه الديلمی فی مسند الفردوس ج ۲/۳۲۲۸)

(۹۹۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں (محمد ﷺ) نے

رب العالمین سے سوال کیا کہ میری امت کا حساب میرے ذمہ سپرد کر دیا جائے (کہ میں ہی اپنی امت کا حساب لوں) تاکہ میری امت دوسری امتوں کے سامنے رسوا نہ ہو، حق تعالیٰ نے مجھ کو وحی بھیجی کہ نہیں میں خود آپ کی امت کا حساب لوں گا، اگر کوئی لغزش یا بھول چوک ہوگی تو میں اس پر پردہ ڈال کر آپ کی نگاہ سے بھی چھپا دوں گا، تاکہ آپ کا امتی آپ کے سامنے بھی رسوا نہ ہو۔

## اُمّتِ رحمت کے گناہوں کو خلاق سے چھپایا جائے گا

حضور ﷺ کی اُمّت خیر اُمّت ہے۔ لہذا خیر اُمّت کو خیر کے مناسب ہی مناصب پر فائز کیا جائے گا اور اسی خیر کو غالب رکھنے کے لیے حق جل مجدہ عام خلاق کے سامنے اور خود رسول اعظم کے سامنے امت کو رسوائی سے بچائے گا۔ حق تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ بندے اس کے غیروں کے سامنے رسوا ہوں، رب کب چاہتا ہے کہ اس کو پکارنے والے غیروں کے سامنے ذلتِ نعمت کی رسوائی میں ہوں۔ امام غزالیؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رب العزت سے اپنی امت کے گناہوں کے بارے میں سوال کیا تو عرض کیا رب العزت میری امت کا حساب میرے ذمہ لگا دیجیے تاکہ میری امت کے گناہوں پر میرے علاوہ کوئی دوسرا مطلع نہ ہو (اور میری اُمّت کی برائیوں کا اتہ پتہ دوسروں کو نہ ہو صرف میں جانوں یا میری امت) تو حق جل مجدہ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل کی۔ ہاں بیشک وہ آپ کی امت ہے تاہم بندے تو میرے ہی ہیں۔ اور میں بذات خود آپ سے زیادہ ان پر غیر معمولی ارحم الراحمین ہوں۔ میں ان کا حساب اپنے سوا کسی دوسرے کے حوالہ و ذمہ نہ لگاؤں گا تاکہ ان کی برائیوں پر آپ کی یا کسی دوسرے کی نگاہ پڑے یعنی حق تعالیٰ یہ بھی نہیں چاہتا کہ امت کی غیر مناسب حرکات و سکنات، سیئات و سوءات خود محمد ﷺ کے سامنے آئیں۔ اور امت کا عیب صاحب امت جانیں۔ اللہ ستار ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے امت کو رسوا نہیں کرے گا تو دوسروں کے سامنے کیسے رسوا کرے گا۔ یہ امت بہت ہی خوش نصیب و بخت والی امت

ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ  
الذَّاكِرُونَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُونَ.

تمام انبیاء سے پہلے نبی ﷺ اور تمام امتوں سے پہلے  
امت محمد ﷺ جنت میں جائے گی

(۹۹۶) و فی الإحياء للغزالی من حدیث جابر رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ:

روی أنه صلى الله عليه وسلم قال لجبريل عليه السلام عند موته:

”مَنْ لَأُمَّتِي بَعْدِي؟ فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى جِبْرِيلَ أَنْ بَشِّرْ حَبِيبِي أَنِّي لَا  
أُخْذِلُهُ فِي أُمَّتِهِ، وَبَشِّرُهُ بِأَنَّهُ أَسْرَعُ النَّاسِ خُرُوجًا مِنَ الْأَرْضِ إِذَا بُعِثُوا، وَ  
سَيِّدُهُمْ إِذَا جُمِعُوا، وَأَنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْأُمَمِ حَتَّى تَدْخُلَهَا أُمَّتُهُ، فَقَالَ:  
الآنَ قَرَّتْ عَيْنِي.“ [ضعيف] (كما في الإحياء ج ۴ ص ۴۵۴)

(۹۹۶) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے وفات کے وقت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: میرے وفات پا جانے کے بعد  
میری امت کے ساتھ کیا ہوگا؟ تو حق جل مجدہ نے وحی نازل فرمائی جبریل کو، کہ میرے  
حبیب کو خوشخبری سنادیں کہ امت کے بارے میں ان کو رسوا نہیں ہونے دوں گا اور یہ  
بشارت و خوشخبری بھی دے دو کہ ان کی امت بعث کے دن قبر سے پہلے اٹھائی جائے گی اور  
میدان محشر میں تمام امتوں کی سردار ہوگی جب سب اولین و آخرین جمع ہوں گے اور جنت  
میں داخلہ تمام امتوں کا حرام ہوگا جب تک کہ امت محمد ﷺ داخل نہ ہو جائے۔ یہ پیغام  
مسرت سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب میری آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔ (احیاء العلوم ۴/۴۵۴)

نوٹ: حافظ عراقی نے اپنی تخریج میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے  
روایت نقل کیا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے ان کے بعد کیا ہوگا؟ تو حق



جل مجرہ نے فرمایا: اے اللہ کے حبیب، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جنت کو تمام انبیاء اور تمام امتوں پر حرام کر دیا ہے جب تک کہ آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اب میرا جی خوش ہو گیا۔

(۹۹۷) وفي الإحياء ايضاً: روى في تفسير قوله تعالى:

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مَعَهُ﴾ (التحریم: ۸)

أن الله تعالى أوحى إلى نبيه عليه الصلاة والسلام:

”إِنِّي أَجْعَلُ حِسَابَ أُمَّتِكَ إِلَيْكَ. قَالَ: لَا، يَا رَبِّ أَنْتَ أَرْحَمُ بِهِمْ

مِنِّي، فَقَالَ: إِذْنُ لَا نُخْزِيكَ فِيهِمْ.“ [ضعيف] (كما في الإحياء ج ۴ ص ۱۴۴)

## رسول اللہ کے ساتھ ساتھ امت کی قدر و منزلت

(۹۹۷) ترجمہ: ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مَعَهُ﴾

(التحریم: ۸) جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اور جو مسلمان دین کے رو سے ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا۔

کی تفسیر میں احیاء العلوم میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر وحی نازل کی کہ آپ کی امت کا حساب میں آپ ہی کے سپرد کر دوں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے رب نہیں، آپ ہی مجھ سے بہت زیادہ ان پر مہربان ہیں۔ پس حق جل مجدہ نے فرمایا: پھر میں آپ کو امت کے بارے میں رسوا نہیں کروں گا۔ (احیاء العلوم ۴/۱۴۴)

## اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ساتھیوں کو فضل و شرف سے نوازے گا

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مَعَهُ﴾ (التحریم: ۸)

جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اور جو مسلمان دین کے رو سے ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا۔

آیت بالا میں حق تعالیٰ نے بشارت دے دی ہے کہ نبی کا تو کہنا کیا، ان کے ساتھیوں

کو بھی ذلیل نہ کرے گا، بلکہ نہایت اعزاز و اکرام سے فضل و شرف کے بلند مناصب پر سرفراز فرمائے گا۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان کو رسوا نہ کروں گا، اور جب ہمارے رسول رحمت کا ذکر آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ نبی رحمت کا تو کہنا کیا، انکے اوپر ایمان لانے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رسوا نہ کرے گا۔ یہی فرق ہے حبیب و خلیل کا، کہ اللہ تعالیٰ نے خلیل کو تنہا فضل عطا کیا۔ اور حبیب کو امت کے ساتھ فضل و شرف بخشا کہ حق جل مجدہ کی نگاہ میں حبیب کی امت بھی مقام فضل و شرف پر ہے۔ اس لیے اپنے رسول کو اطلاع دے دی کہ قیامت کی دن جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر کیا احوال ہونگے وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ امت پر بھی حق تعالیٰ کی وہی رحمت ہوگی، جو حبیب اللہ پر نظر رحمت ہوگی۔ وہی اکرام و اعزاز ہوگا، جو حبیب کا ہوگا۔ اور آگے آگے نور کا رواں دواں ہونا بھی ظاہر کر دیا گیا۔ الغرض نور نبوت کے فیض کے ساتھ ساتھ معیت محمد ﷺ بھی ہوگی، اور حق تعالیٰ کی رحمت خاص کا سایہ جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگا وہی سایہ رحمت الہی امت رحمت پر عام و تمام ہوگا۔ اور آقا پورے مومنین کے ساتھ قیامت کی رسوائی سے بچا لیے جائیں گے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلَیْنَا مَعَهُم۔

### بدرپین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت

(۹۹۸) عن عبد الله بن أبي رافع يقول: سمعت علياً رضي الله عنه يقول: بعثني رسول الله ﷺ أنا والزبير والمقداد فقال: انطلقوا حتى تأتوا روضة خاخ، فإن بها ظعينة معها كتاب، فخذوا منها، قال: فانطلقنا تعادى بنا خيلنا، حتى أتينا الروضة فإذا نحن بالظعينة، قلنا لها: أخرجي الكتاب قالت: مامعي كتاب فقلنا: لتُخرجي الكتاب أو لنلقين الثياب، قال: فأخرجته من عقاصها، فأتينا به رسول الله ﷺ، فإذا فيه: من حاطب بن أبي بلتعة إلى ناس بمكة من المشركين يخبرهم ببعض أمر رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ: ”يا حاطب ما هذا؟!!“ قال: يا رسول الله لا تعجل علي؛ إني كنت امرئاً مُلصقاً في قريش — يقول: كنتُ حليفاً ولم أكن من أنفسِها — وكان من

معك من المهاجرين مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ، فَأَحْبَبْتَ إِذَا فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ اتَّخَذْتُ عَنْدهُمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي، وَلَمْ أَفْعَلْهُ ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي، وَلَا رِضًا بِالْكَفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ”أَمَّا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ“. فقال عمر: يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعْنِي أَضْرِبَ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ:

”إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ أَطَّلَعَ عَلَى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ: اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ.“

فَأَنْزَلَ اللَّهُ السُّورَةَ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ

إِلَى قَوْلِهِ: فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾

[صحيح] (أخرجه البخارى ج ٥ ص ١٨٤)

(۹۹۸) ترجمہ: عبید اللہ بن رافع سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ:

حضرت علیؓ سے میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو اور زبیرؓ کو اور مقداد کو روانہ کیا کہ جاؤ جب روضہ خاخ (مقام وجگہ کا نام ہے) آئے تو وہاں ایک عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے کر آ جاؤ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ہم نے تیزی کے ساتھ اپنے گھوڑے دوڑا دیئے یہاں تک کہ روضہ خاخ پر پہنچ گئے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے، ہم نے اس سے کہا کہ: وہ خط نکالو جو تمہارے پاس موجود ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ: میرے پاس کوئی خط وغیرہ نہیں ہے، پھر ہم نے کہا: تجھے ضرور وہ خط نکال دینا چاہیے، ورنہ پھر ہم تیرا کپڑا اتار دیں گے، یہ سنتے ہی اس عورت نے اپنی چوٹی کے نیچے سے خط نکال کر دے دیا۔ پس ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے۔ جب اس خط کو کھولا گیا تو یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کی جانب سے مشرکین مکہ کے نام

تھا۔ جس میں نبی اللہ ﷺ کے بعض راز کی باتوں کی اطلاع اہل مکہ کو دی گئی تھی۔ جس کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کہ اے حاطب یہ کیا ماجرا ہے؟ انھوں نے جواب میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر گرفت میں جلدی نہ کریں۔ میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ قریش مکہ کے ساتھ رہتا تھا اور میں قریشی نہیں ہوں؛ بلکہ میں ان کا حلیف تھا۔ جبکہ آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین ہیں ان کی رشتہ داری و قرابت داری ان سے ہے، جس کی وجہ سے اہل مکہ ان کے بیوی بچوں کی نگرانی رکھتے ہیں اور مال کی حفاظت کرتے ہیں (اور میرا ایسا کچھ بھی نہیں جس کا وہ خیال رکھیں) اس لیے میں نے چاہا جب میرا ایسا کوئی ان سے رشتہ ناتا نہیں تو میں ان پر کچھ احسان کروں جس کی پاسداری میں وہ میرے بیوی بچوں کی دیکھ رکھ رکھیں (بس یہ مقصد تھا اور کچھ بھی نہیں) نہ تو میں نے دین اسلام سے مرتد ہو کر اور نہ ہی کفر سے راضی ہو کر اسلام کے بعد یہ کام کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سنتے ہی فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔ لوگو! انھوں نے سچی پکی بات بتلا دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ آپ اجازت دے دیں میں اس منافق کی گردن مار دوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حاطب بدر میں شریک رہے اور تم کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے شرکائے بدر (بدریین) کو جھانک کر دیکھا اور پھر فرمایا تم لوگ جو چاہو کرو تحقیق کہ تمہاری مغفرت کر دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ ممتحنہ نازل فرمائی:

اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو۔ حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔ رسول کو اور تم کو اس بناء پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے شہر بدر کر چکے ہیں۔ اگر تم میرے راستہ پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضا مندی ڈھونڈھنے کی غرض سے اپنے گھروں سے نکلے ہو، تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا خوب علم ہے، تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو (اور آگے اس پر وعید

ہے کہ) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا۔ (اخرجہ البخاری ۵/۱۸۴)

اللہ کے دشمن سے دوستی سخت دھوکہ و غلطی ہے

مذکورہ آیت سے چند باتیں خوب واضح ہو گئیں۔

کفار اللہ کے دشمن ہیں اور مسلمان کے بھی، ان سے دوستی ممکن نہیں، جب تک وہ حالت کفر میں ہیں، لہذا اللہ کے دشمن سے دوستی کی توقع بھی سخت دھوکہ اور غلطی ہے؛ کیونکہ کافر جب تک کافر ہے وہ کسی مسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا، تو معلوم ہوا کہ نہ تو مسلمان کسی کافر کو دوست بنا سکتا ہے اور نہ ہی کافر کا دوست مسلمان ہو سکتا ہے۔ موالات، مواسات، مواخات کی بحث حضرت تھانویؒ کی دیکھ لیں۔ وہ الگ چیز ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کی عداوت کا اصل سبب مسلمانوں تمہارا ایمان ہے، تو یہ بات واضح ہو گئی کہ جب تک تم مومن ہو وہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے؛ لہذا کافر پر احسان کر کے یہ امید رکھنا کہ وہ آپ کے بیوی بچوں کا خیال رکھیں گے دوسرا دھوکہ ہے؛ کیونکہ وہ تمہارے دشمن، ایمان کی وجہ سے ہیں۔ جب تک تم سے اللہ نہ کرے ایمان سلب نہ ہو جائے۔ العیاذ باللہ اس وقت تک کسی دوستی کی توقع رکھنا دھوکہ ہے۔ اس سے بچو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ جو ایسا کرے گا اور یہ سمجھے کہ ان کی یہ حرکت رب العزت پر پوشیدہ رہے گی اس کی بھی تردید کر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو سب چیزوں کا تفصیلی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے نہ چھپا سکو گے جب تم ہی نہیں چھپ سکتے تو اپنے اعمال کو کیسے چھپا لو گے۔ سن لو! جب کبھی ان کفار کو تم پر غلبہ حاصل ہوگا تو ان کے ہاتھ اور زبان تمہاری برائی و خرابی کے سوا کسی چیز کی طرف نہ اٹھیں گے۔ ان کی دوستی صرف تمہارے ایمان کے بدلہ کفر کی لعنت پر ہو سکتی ہے۔ جب تک تم کفر میں مبتلا نہ ہو جاؤ گے وہ کبھی تم سے راضی نہ ہوں گے۔

اللہ کا ارشاد حتمی ہے ﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ﴾

دوستو! ایمان بچاؤ۔ اللہ کی رضا کے طالب رہو۔ قرآن کی تلاوت کرو۔ رب العزت نے یہ آیت اس وقت نازل فرمائی جب مسلمان خوب غیروں کی دوستی کے مستحق

تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حاطب رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو سبب بنا کر قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کر دی۔

## کافروں سے دوستانہ تعلقات نہ کرو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَرَىٰ أَوْلِيَاءَ ﴿٥١﴾ (المائدہ : ۵۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست، وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے۔

اولیاء ولی کی جمع ہے ولی دوست کو بھی کہتے ہیں قریب کو بھی ناصر اور مددگار کو بھی غرض یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ بلکہ تمام کفار سے جیسا کہ سورہ نساء میں تصریح کی گئی ہے مسلمان دوستانہ تعلقات قائم نہ کریں اس موقع پر یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ موالات مروت و حسن سلوک، مصالحت، رواداری اور عدل و انصاف یہ سب چیزیں الگ الگ ہیں۔ اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اور عہد و پیمان مشروع طریقہ پر کر سکتے ہیں۔ ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ (انفال رکوع ۸)۔ عدل و انصاف کا حکم جیسا کہ گذشتہ آیات سے معلوم ہو چکا مسلم و کافر ہر فرد بشر کے حق میں ہے۔ مروت اور حسن سلوک یا رواداری کا برتاؤ ان کفار کے ساتھ ہو سکتا ہے جو جماعت اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اور عناد کا مظاہرہ نہ کریں۔ جیسا کہ سورہ ممتحنہ میں تصریح ہے۔ باقی موالات یعنی دوستانہ اعتماد اور برادرانہ مناصرت و معاونت تو کسی مسلمان کو حق نہیں کہ یہ تعلق کسی غیر مسلم سے قائم کرے۔ البتہ صوری موالات جو، الا ان تتقوا منهم تقاہ، کے تحت میں داخل ہو اور عام تعاون جس کا اسلام اور مسلمانوں کی پوزیشن پر کوئی برا اثر نہ پڑے اس کی اجازت ہے۔ بعض خلفائے راشدین سے اس بارہ میں جو غیر معمولی تشدید و تنصیق منقول ہے اس کو محض سد ذرائع اور مزدی احتیاط پر مبنی سمجھنا چاہئے۔

## کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں

﴿بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (المائدہ ۵۱)

یعنی مذہبی فرقہ بندی اور اندرونی بغض و عداوت کے باوجود باہم ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں یہودی یہودی کا، نصرانی نصرانی کا دوست بن سکتا ہے اور جماعت اسلام کے مقابلہ میں سب کفار ایک دوسرے کے دوست اور معاون بن جاتے ہیں۔ الکفر ملۃ واحد۔

یعنی ان ہی کے زمرہ میں شامل ہے یہ آیتیں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے باب میں نازل ہوئی تھیں۔ یہود سے اس کا بہت دوستانہ تھا اس کا گمان تھا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑی اور پیغمبر ﷺ کی جماعت مغلوب ہو گئی تو یہود سے ہماری یہ دوستی کام آئے گی۔ اسی واقعہ کی طرف اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ تو فی الحقیقت یہود کے ساتھ منافقین کی موالات کا اصلی منشا یہ تھا کہ یہود جماعت اسلام کے مد مقابل اور مذہب اسلام کے بدترین دشمن تھے۔

## کافروں کا دوست اسلام کا دشمن ہے

ظاہر ہے کہ جو شخص یہود و نصاریٰ یا کسی جماعت کفار کے ساتھ اس نیت اور حیثیت سے موالات کرے کہ وہ دشمن اسلام ہے۔ اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ منافقین میں کچھ لوگ اور بھی تھے جنہوں نے جنگ احد میں لڑائی کا پانسہ بدلا ہوا دیکھ کر کہنا شروع کیا تھا کہ ہم تو اب فلاں یہودی یا فلاں نصرانی سے دوستانہ گانٹھیں گے اور ضرورت پیش آنے پر ان ہی کا مذہب اختیار کر لیں گے اس قماش کے لوگوں کی نسبت بھی، وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ کا ظاہری مدلول علانیہ صادق ہے۔ رہے وہ مسلمان جو اس قسم کی نیت اور منشا سے خالی ہو کر یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں چونکہ ان کی نسبت بھی قوی خطرہ رہتا ہے کہ وہ کفار کی حد سے زیادہ ہم نشینی اور اختلاط سے متاثر ہو کر رفتہ رفتہ ان ہی کا مذہب اختیار کر لیں۔ یا کم از کم شعائر کفر اور رسوم شرکیہ سے کارہ اور نفور نہ رہیں۔ اس



اعتبار سے فانہ منہم کا اطلاق ان کے حق میں بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث المرمع من احب نے اس مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ان الله لا يهدي القوم الظالمين.

ترجمہ: اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو۔

یعنی جو لوگ کہ دشمنان اسلام سے موالات کر کے خود اپنی جان پر اور مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور جماعت اسلام کے مغلوب و مقہور ہونے کا انتظار کر رہے ہیں ایسی بد بخت معاند اور دغا باز قوم کی نسبت یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ کبھی راہ ہدایت پر آئے گی۔ پھر علامہ عثمانی اگلی آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

## منافقوں کی دل کی بیماری

وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد اور مسلمانوں کی حقانیت پر یقین نہیں اسی لیے دوڑ دوڑ کر کافروں کی آغوش میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان کے موہوم غلبہ کے وقت ثمرات فتح سے متمتع ہو سکیں۔ اور ان کے زعم میں جو گردشیں اور آفات جماعت اسلام پر آنے والی تھیں ان سے محفوظ رہیں۔ ﴿نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ﴾ کے یہی معنی ان کے دلوں میں مکنون تھے۔ لیکن یہ ہی الفاظ ﴿نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ﴾ جب پیغمبر ﷺ اور مخلص مسلمانوں کے سامنے یہود سے دوستانہ رکھنے کی معذرت میں کہتے تھے تو گردش زمانہ کا یہ مطلب ظاہر کرتے کہ یہود ہمارے سا ہو کار ہیں ہم ان سے قرض و دام لے لیتے ہیں۔ اگر کوئی مصیبت قحط وغیرہ کی پڑی تو وہ ہمارے دوستانہ تعلقات کی وجہ سے آڑے وقت میں کام آجائیں گے۔ ان ہی خیالات کا جواب آگے دیا گیا ہے۔

اسلام کا غلبہ اور منافقوں کی رسوائی قریب ہے

وہ وقت نزدیک ہے کہ حق تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو فیصلہ کن فتوحات اور غلبہ عطا فرمائے

اور مکہ معظمہ میں بھی جو تمام عرب کا مسلمہ مرکز تھا حضور ﷺ کو فاتحانہ داخل کرے یا اس کے ماسوا اپنی قدرت اور حکم سے کچھ اور امور بروئے کار لائے جنہیں دیکھ کر ان منافقین کی ساری باطل توقعات کا خاتمہ ہوا اور انہیں منکشف ہو جائے کہ دشمنان اسلام کی موالات کا نتیجہ دنیوی ذلت اور رسوائی اور اخروی عذاب الیم کے سوا کچھ نہیں۔ جب فضیحت و خسران کے یہ نتائج سامنے آجائیں گے اس وقت بجز پچھتانے اور کف افسوس ملنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

الآن قد ندمت وما ينفع الندم چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسلام کے عام غلبہ اور فتح مکہ وغیرہ کو دیکھ کر تمام اعدائے اسلام کے حوصلے پست ہو گئے۔ بہت سے یہود مارے گئے۔ بہت سے جلاوطن ہوئے۔ منافقین کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ مسلمانوں کے سامنے صریح طور پر جھوٹے ثابت ہوئے۔ موالات یہود میں جو کوششیں کی تھیں وہ اکارت گئیں اور خسران دنیوی اور ہلاکت ابدی کا طوق گلے میں پڑا۔ اگلی آیت ۵۳ اور ۵۴ میں اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

### اسلام قائم رہے گا

اس آیت میں اسلام کی ابدی بقا اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیشگوئی کی گئی ہے۔ پچھلی آیات میں کفار کی موالات سے منع کیا گیا تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی شخص یا قوم موالات کفار کی بدولت صریحاً اسلام سے پھر جائے جیسا کہ ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ میں تنبیہ کی گئی ہے۔ قرآن کریم نے نہایت قوت اور صفائی سے آگاہ کر دیا کہ ایسے لوگ اسلام سے پھر کر کچھ اپنا ہی نقصان کریں گے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں یا ان کے مقابلہ پر ایسی قوم لے آئے گا جن کو اللہ کا عشق ہو اور اللہ ان سے محبت کرے وہ مسلمانوں پر شفیق و مہربان اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں غالب اور زبردست ہوں گے۔ یہ پیشن گوئی بحول اللہ و قوتہ ہر قرن میں پوری ہوتی رہی۔

## سب سے پہلے فتنہ ارتداد کا انسداد

ارتداد کا سب سے بڑا فتنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں پھیلا۔ کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایمانی جرأت اور اعلیٰ تدبیر اور مخلص مسلمانوں کی سرفروشانہ اور عاشقانہ خدمات اسلام نے اس آگ کو بجھایا اور سارے عرب کو متحد کر کے از سر نو اخلاص و ایمان کے راستہ پر گامزن کر دیا۔

## آج کی صورتحال

آج بھی ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ جب کبھی چند جاہل اور طامع افراد اسلام کے حلقہ سے نکلنے لگتے ہیں تو ان سے زیادہ اور ان سے بہتر تعلیم یافتہ اور محقق غیر مسلموں کو اسلام فطری کشش سے اپنی طرف جذب کر لیتا ہے اور مرتدین کی سرکوبی کے لیے اللہ ایسے وفادار اور جان نثار مسلمانوں کو کھڑا کر دیتا ہے جنہیں اللہ کے راستہ میں کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع کی پروا نہیں ہوتی۔

آگے چل کر علامہ عثمانیؒ آیت نمبر ۵۵ میں لکھتے ہیں:

یہود و نصاریٰ کی موالات اور رفاقت سے مسلمانوں کو منع کیا گیا تھا جس کو سننے کے بعد طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں کے تعلقات محبت و داد اور معاملات رفاقت کن سے ہونے چاہئیں۔ اس آیت میں بتلادیا گیا کہ ان کا رفیق اصلی اللہ تعالیٰ اور پیغمبرؐ اور مخلص مسلمانوں کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

## کمزور دل والوں اور ظاہر بینوں کی تسلی

کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلتِ عدد کو دیکھتے ہوئے ممکن تھا کہ کوئی ضعیف القلب اور ظاہر بین مسلمان اس تردد میں پڑ جاتا کہ تمام دنیا سے موالات منقطع کرنے اور چند مسلمانوں کی رفاقت پر اکتفا کر لینے کے بعد غالب ہونا تو درکنار کفار کے حملوں سے اپنی

زندگی اور بقا کی حفاظت بھی دشوار ہے ایسے لوگوں کی تسلی کے لیے فرما دیا کہ مسلمانوں کی قلت اور ظاہری بیسرو سامانی پر نظر مت کرو۔ جس طرف اللہ اور اس کا رسول اور سچے وفادار مسلمان ہوں گے وہ ہی پلہ بھاری رہے گا۔

## حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

یہ آیتیں خصوصیت سے حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کی منقبت میں نازل ہوئی ہیں۔ یہود بنی قینقاع سے ان کے بہت زیادہ دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر اللہ اور رسول کی موالات اور مومنین کی رفاقت کے سامنے انہوں نے اپنے سب تعلقات منقطع کر دیے۔

## ترکِ موالات کی تاکید

گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو موالات کفار سے منع فرمایا تھا۔ آیت ۵۷ میں ایک خاص مؤثر عنوان سے اسی ممانعت کی تاکید کی گئی اور موالات سے نفرت دلائی گئی ہے۔ ایک مسلمان کی نظر میں کوئی چیز اپنے مذہب سے زیادہ معظم و محترم نہیں ہو سکتی۔ لہذا اسے بتایا گیا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تمہارے مذہب پر طعن و استہزاء کرتے ہیں اور شعائر اللہ (اذان وغیرہ) کا مذاق اڑاتے ہیں اور جوان میں خاموش ہیں وہ بھی ان افعال شنیعہ کو دیکھ کر اظہار نفرت نہیں کرتے، بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ کفار کی ان احمقانہ اور کمینہ حرکات پر مطلع ہو کر کوئی فرد مسلم جس کے دل میں خشنیہ الہی اور غیرت ایمانی کا ذرا سا شائبہ ہو، کیا ایسی قوم سے موالات اور دوستانہ راہ و رسم پیدا کرنے یا قائم رکھنے کو ایک منٹ کے لیے گوارا کرے گا۔ اگر ان کے کفر و عناد اور عداوت اسلام سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو دین قیم کیساتھ ان کا یہ تمسخر و استہزاء ہی علاوہ دوسرے اسباب کے ایک مستقل سبب ترکِ موالات کا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

الحمدُ لِلّٰہِ عَلٰی دینِ الاسلامِ وَعَلٰی رِسَالَةِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
وَعَلٰی نِعْمَةِ الْقُرْآنِ۔

## اہل بدر کی عمومی مغفرت

(۹۹۹) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى اِطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ

لَكُمْ.“ [صحيح] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج ۲ ص ۷۷)

(۹۹۹) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو جھانک کر دیکھا تو ارشاد فرمایا: تمہارا جو جی چاہے کرو تحقیق کہ میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔

جنت کے ہر دروازے سے فرشتے داخل ہو کر

جن کو سلام کریں گے وہ کون لوگ ہوں گے؟

(۱۰۰۰) عن عمرو بن العاص رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ أنه قال:

”هَلْ تَدْرُونَ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ

أَعْلَمُ. قَالَ: أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ الْفُقَرَاءُ وَالْمُهَاجِرُونَ الَّذِينَ

تَسَدُّ بِهِمُ الشُّغُورُ، وَيَتَّقَى بِهِمُ الْمَكَارِهِ، وَيَمُوتُ أَحَدُكُمْ وَحَاجَتُهُ فِي صَدْرِهِ

لَا يَسْتَطِيعُ لَهَا قَضَاءً، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ مَلَائِكَتِهِ: ائْتُوهُمْ

فَحْيُوهُمْ، فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: نَحْنُ سُكَّانُ سَمَائِكَ وَخَيْرُتِكَ مِنْ خَلْقِكَ،

أَفَتَأْمُرُنَا أَنْ نَأْتِيَ هَؤُلَاءِ فَنُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمْ كَانُوا عِبَادًا يَعْبُدُونَنِي لَا

يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَتَسَدُّ بِهِمُ الشُّغُورُ، وَيَتَّقَى بِهِمُ الْمَكَارِهِ، وَيَمُوتُ

أَحَدُهُمْ وَحَاجَتُهُ فِي صَدْرِهِ لَا يَسْتَطِيعُ لَهَا قَضَاءً، قَالَ: فَتَأْتِيهِمُ الْمَلَائِكَةُ

عِنْدَ ذَلِكَ فَيَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ:

﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

(أخرجه أحمد ج ۱۰ / ۶۵۷۰)

## پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی

(۱۰۰۰) ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں کو کچھ معلوم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کون لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا:

حق جل مجدہ کی مخلوق میں سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی یہ وہ فقراء اور مہاجرین لوگ ہوں گے جن کو اسلامی سرحدوں اور بارڈروں کی حفاظت کے لیے استعمال کیا گیا ہوگا اور سنگین حالاتِ معرکہ میں جن کے ذریعہ برے حالات کو ٹالا گیا ہوگا، وہ دنیا سے اس حال میں گئے ہوں گے کہ ان کی حاجتیں دلوں میں رہ گئی ہوں گی، پوری نہ ہو سکی ہوں گی، حق جل مجدہ فرشتوں میں سے جس سے چاہے گا فرمائے گا: ان کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کرو۔ فرشتے عرض کریں گے: ہم ملا اعلیٰ کے سکان اور آپ کی مخلوقات میں سے بھلے لوگ ہیں، کیا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں ہم ان کے پاس جائیں؟ اور ان کو سلام کریں ارشاد ہوگا: یہ وہ بندے ہیں جنہوں نے میری عبادت کی، شرک نہیں کیا اور جن کے ذریعہ اسلامی بارڈروں کی حفاظت کی گئی اور خطرناک حالات جنگ میں جن کے ذریعہ برے حالات کو ٹالا گیا اور یہ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ ان کی حاجتیں ان کے دلوں میں تھیں، کبھی کوئی خواہش پوری نہ ہو سکی، اب ان کے پاس فرشتے جنت کے ہر دروازے سے داخل ہوں گے کہتے ہوئے: تم پر سلامتی ہو کہ تم دین حق پر مضبوط جمے رہے سو اس جہاں میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔

## جنت کے ہر دروازے سے سلام

(۱۰۰۱) عن عبداللہ بن عمرو یقول: سمعتُ رسول اللہ ﷺ یقول:

”إِنَّ أَوَّلَ ثَلَاثَةِ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ لِفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ يُتَّقَىٰ بِهِمْ“

الْمَكَارِهِ، وَإِذَا أُمِرُوا سَمِعُوا وَأَطَاعُوا وَإِذَا كَانَتْ لِرَجُلٍ مِنْهُمْ حَاجَةٌ إِلَى السُّلْطَانِ لَمْ تُقْضَ لَهُ حَتَّى يَمُوتَ وَهِيَ فِي صَدْرِهِ، وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَدْعُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْجَنَّةَ فَتَأْتِي بِزُخْرُفِهَا وَزِينَتِهَا، فَيَقُولُ:

أَيُّ عِبَادِي الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِي وَفُتِلُوا، وَأُذُوا فِي سَبِيلِي، وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِي، أَذْخُلُوا الْجَنَّةَ فَيَدْخُلُونَهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ.

وَذَكَرَ الْحَدِيثُ. [صحيح] (أخرجه أحمد ج ١٠ / ٢٥٤١)

## فقراء مہاجرین کی فضیلت

(۱۰۰۱) ترجمہ: عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی وہ فقراء مہاجرین کی ہوگی، جن کے ذریعے برے حالات کو ٹالا جاتا جب ان کو حکم ملتا تو سنتے اور اس پر عمل کرتے، اگر ان میں سے کسی کو بادشاہ وقت کے پاس حاجت و ضرورت ہوتی تو اس کو سینہ سے ظاہر نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ موت آجاتی (اور اپنی ضرورت و حاجت کو سینہ میں لیے چلے جاتے) سو قیامت کے دن اللہ پاک جنت کو پکاریں گے، تو جنت اپنی تمام بہاروں اور زینتوں کے ساتھ حاضر ہوگی۔ ارشاد ہوگا: میرے وہ بندے کہاں ہیں؟ جنہوں نے میری رضا کے لیے قتال و جہاد کیا اور میرے راستے میں ستائے گئے اور میرے راستے میں قربانی دی۔ وہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں، بغیر عذاب و حساب کے (یہ ارشاد سنتے ہی فرشتے حاضر ہو کر سجدہ ریز ہو جائیں گے اور عرض کریں گے: ہمارے رب ہم لوگ رات و دن آپ کی تسبیح کرتے رہے اور آپ کی بزرگی و پاکی کا گیت گاتے رہے، ان لوگوں کے مقابلے میں جن کو آپ نے ہم پر فوقیت و فضیلت دی ہے، حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور میرے راستے میں ستائے گئے، اب فرشتے ان پر جنت کے ہر دروازے سے داخل ہوں گے۔ مبارک باد دینے کے لیے اور



کہیں گے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (الرعد پارہ ۱۴) اور فرشتے ان کے پاس ہر سمت کے دروازے سے آتے ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم دین حق پر مضبوط رہتے تھے، سو اس جہاں میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔

## مجاہدین کا اعزاز

صحیح حدیث میں جنت کے آٹھ دروازے بیان ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا ملین کی تعظیم و تکریم کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس فرشتے ہر طرف سے تحائف و ہدایا لے کر حاضر ہوں گے۔ احادیث میں ہے کہ خلق اللہ میں سے اوّل وہ فقراء مہاجرین جنت میں داخل ہوں گے جو سختیوں اور لڑائیوں میں سینہ سپر ہوتے اور رخنہ بندی کے وقت کام آتے تھے، جو حکم ان کو ملتا اس کی تعمیل کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے، دنیا کی حاجتیں اور دل کے ارمان دل ہی میں لے کر یہاں سے رخصت ہو گئے۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ فرمائے گا میرے وہ بندے کہاں ہیں (حاضر ہوں) جو میرے راستے میں لڑے، میرے لیے تکلیفیں اٹھائیں، اور جہاد کیا۔ جاؤ جنت میں بے کھٹکے داخل ہو جاؤ۔ پھر ملائکہ کو حکم ہوگا کہ میرے ان بندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کرو، وہ عرض کریں گے، ربّ العزّت ہم تیری بہترین مخلوق ہیں کیا ہم بارگاہ قرب کے رہنے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ ان زمینی باشندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کریں۔ ارشاد ہوگا، ہاں یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے توحید پر جان دی، دنیا کے سب ارمان اپنے سینوں میں لے کر چلے آئے، میرے راستے میں جہاد کیا اور ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے رہے۔ یہ سن کر فرشتے ہر طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے سَلِّمْ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد: ۲۴) حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال کے آغاز میں قبور شہداء پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سَلِّمْ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ یہی طرز عمل ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا رہا۔ (تفسیر عثمانی)

## مومن کا اعزاز

حضرت ابوامامہ کا بیان ہے کہ جنت کے اندر اپنی مسند و مسہری پر مومن راحت اندوز ہوگا خادموں کی دو قطاریں اس کے سامنے ہوں گی دونوں قطاروں کے سرے پر ایک بند دروازہ ہوگا دروازے پر فرشتہ اندر آنے کا طلب گار ہوگا، مومن اپنے قریبی خادم سے اور وہ خادم اپنے برابر والے خادم سے اور یونہی سلسلہ وار ہر خادم اپنے متصل خادم سے کہے گا وہ دروازہ کھول دے گا فرشتہ اندر آ کر سلام کرے گا اور واپس چلا جائے گا۔

(رواہ البغوی، گلدستہ ۳/۴۷۷)

آج بھی دنیا میں بے شمار اہل ایمان محض رضاء الہی کے خاطر جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ ہر قسم کی پابندیوں کے باوجود بے سروسامانی اور محض اعتماد علی اللہ اور توکل علی اللہ کے ساتھ باطل کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ باطل اپنی تمام تر مادی قوتوں اور جدید سے جدید تر آلات جنگ کے باوجود ان کا مقابلہ نہیں کر پا رہا ہے۔ اور وہ مجاہدین اسلام اپنی تمام تر خواہشات اور چاہتوں کو چھوڑ کر ایمانی قوتوں کے ساتھ دین اسلام اور حدود شریعت کا پاسبان بنا ہوا ہے، ان کے شہداء کو کل قیامت میں حق جل مجدہ کی جانب سے فرشتوں کے ذریعہ سلام کا پیام ملے گا۔ ملائکہ بیشک سگان آسمان ہیں، مانا کہ ہمہ تن تسبیح و تقدیس کے ذریعہ بارگاہ بے نیاز کے حمد و ثنا خواں ہیں مگر اسلامی حدود، قانون شریعت، قرآنی حلت و حرمت، خواہشات و آرزوؤں کی قربانی، دین اسلام کی پاسداری و پاسبانی کا فریضہ تو یہ سگان ارض ادا کر رہے ہیں۔ رب العزت کے حکم سے فرشتے شہداء اسلام کو پھر سلام کرنے، مبارکباد دینے، تبریک و تہنیت کا پیغام مسرت دینے آئیں گے۔ اور کیوں نہ دیں گے کہ دین کی سلامتی انہی غریب و مسکین مسلمانوں سے وابستہ کی تھی رب العزت نے۔ دین کی سلامتی کی خاطر جان کی قربانی دینے والے جیالو! تم پر لاکھ لاکھ سلام، اسلام کا سلام، مسلمانوں کا سلام، فرشتوں کا سلام اور اللہ کا ملائکہ کے ذریعہ سلام، السلام، السلام السلام۔

﴿سَلِّمْ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ (الرعد: ۲۴)

## مدینہ کا نام اللہ تعالیٰ نے طابہ رکھا

(۱۰۰۲) عن جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى سَمَّى الْمَدِينَةَ: طَابَةَ.“ [صحيح] (أخرجه مسلم، ج: ۲، ص: ۱۰۰۷)

(۱۰۰۲) ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔ (اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کا نام طیبہ رکھا) (اخرجه مسلم ۱۰۰۷/۲)

## فضائلِ مدینہ منورہ علی صاحبہا الف الف صلوة وسلام

ایک حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أُسَمِّيَ الْمَدِينَةَ طَيْبَةً“

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ مدینہ کا میں نام رکھ دوں طیبہ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا اور حضرت ﷺ کو مدینہ کو طیبہ کہنے کا حکم دیا۔ لہذا حضور نے بھی طیبہ رکھا۔

حق جل مجدہ نے مدینہ منورہ کا نام طابہ رکھا۔ طیب پاک و صاف، پاک مٹی، کفر و شرک سے پاک، نفاق و شقاق سے پاک، خباثت سے پاک، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے لیے اس مبارک زمین کو پسند فرمایا۔ اور دین اسلام کی نصرت کے لیے اس زمین کا انتخاب آیا اور دین کو خوشی و مسرت طیبہ میں آکر ملی۔ صاحبِ قرآن کی آمد سے اس سرزمین کو وحی الہی کی خوشبو ملی۔ طیب اچھی خوشبو، اچھے خوشبو والے، اچھے لوگ، سچائی و اچھائی کا ماحول۔ جس کی خاک پاک میں رسول اللہ ﷺ کی خوشبو حلول کر گئی۔ اور ابد الابد تک خوشبوؤں کا مرکز بن گئی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاهْلِ بَيْتِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ۔

اس شہر کے ذرے ہیں مہ و مہر سے بڑھ کر  
جس شہر میں اللہ کے محبوب کا گھر ہے

حضرت علامہ سمحودؒ و فاء الوفاء (جلد باب ۲ فصل ۱) میں فرماتے ہیں کہ اس بات  
پر امت محمدیہ ﷺ کے علماء کا اجماع ہے کہ مدینہ منورہ کی سرزمین مقدس کا وہ قطعہ ارض جس  
پر نبی اکرم ﷺ آرام فرما ہیں وہ ساری کائنات حتیٰ کہ کعبہ شریف اور عرش سے بھی افضل  
ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ، حضرت مالک بن  
انسؓ اور اکثر علماء مدینہ منورہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔ بعض  
علماء نے فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ کا وہ مقام مبارک جہاں آپ ﷺ آرام فرما ہیں وہ تو بے  
شک کعبہ شریف اور عرش اعلیٰ سے بھی افضل ہے، لیکن کعبہ شریف مدینہ منورہ کے باقی حصہ  
سے اعلیٰ و افضل ہے۔

## حسن و جمال

### مدینہ منورہ:

رحمتوں کا مرکز ..... محبتوں کا محور  
آرزوؤں کا گلشن ..... تجلیات کا معدن  
اللہ کے محبوب کا مسکن ..... چاہتوں کی سرزمین  
امنگوں کی آماجگاہ ..... سید الانبیاء کی آخری آرام گاہ  
جس کا ذرہ ذرہ دلکش ..... جس کا پتہ پتہ جاذب نظر  
جس میں داخلہ جوشِ محبت اور جذبہٴ مسرت سے ہوتا ہے، جس کو الوداع فرطِ محبت  
اور نظرِ حسرت سے کہا جاتا ہے، مگر یہ دونوں کیفیتیں سوز و گداز سے معمور اور آنسوؤں،  
آہوں، سسکیوں سے بھرپور ہوتی ہیں۔ مبارک ہیں وہ زبانیں جو محبوبِ ربِّ العالمین کے  
ذکر سے تر ہیں۔ محبوبِ الہی جنہیں اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں بڑے میٹھے اور

پیارے ناموں سے یاد کیا ہے۔ فرطِ محبت سے جن کی عمر کی قسم کھائی ہے، جن کے مولد مکہ مکرمہ کی اس لیے قسم کھائی ہے کہ آپ ﷺ وہاں رہتے ہیں۔  
 ”پس جس کی قدّوسیت اور جبروتیت کا یہ مرتبہ ہو۔

اس کی یاد میں جتنی گھڑیاں کٹ جائیں

اس کے عشق میں جتنے آنسو بہہ جائیں

اس کی محبت میں جتنی آہیں نکل جائیں

اس کی مدح و ثناء میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں انسانیت کا حاصل، روح کی سعادت، دل کی طہارت اور پاکیزگی کی پاکی۔“

## مدینہ بستیوں کا اکالۃ القرئی سردار ہے

حدیث (۱): (بستیوں پر غالب بستی) حدیث شریف میں ہے: ”أَمَرْتُ بِقَرْيَةِ تَأْكُلُ الْقُرَى“ مجھے ایسے بستی کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہے۔  
 حدیث (۲): قرآن میں اللہ نے مدینہ کو ایمان کے نام سے ذکر کیا ہے۔

## مدینہ طیبہ دارالایمان ہے

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ الْإِيمَانَ﴾ اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں۔ مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے (الحشر: ۹)۔ آیت میں گھر سے مراد مدینہ طیبہ اور یہ لوگ انصارِ مدینہ ہیں جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے، اور ایمان و عرفان کی راہوں پر مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے۔ حضرت امام مالکؒ ایک حیثیت سے مدینہ طیبہ کو باقی دنیا کے تمام شہروں سے افضل قرار دیتے تھے، فرماتے تھے کہ دنیا کے تمام شہر اور ملک جہاں جہاں اسلام پہنچا اور پھیلا ہے سب جہاد کے ذریعہ فتح ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ بھی، بجز مدینہ طیبہ کے یہ صرف ایمان سے فتح ہوا ہے۔ (قرطبی)

دارالایمان سے مراد مدینہ طیبہ ہے، مدینہ کو دارالایمان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ

منظہر ایمان ہے، حضرت جابر بن سمرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ بھٹی کی طرح ہے، میل کچیل کو باہر کر دیتا ہے اور پاک صاف کر کے نکھار دیتا ہے۔ (بخاری)

یعنی مدینہ ایسی پُر نور جگہ ہے جہاں ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ ایمان اور اسلام کا گھر ہے۔

## مدینہ مکہ سے بہتر ہے

اس مقدس شہر کے اسماء گرامی میں سے ایک ”الخیرة“ بھی ہے بہتری والا شہر، خیر والا شہر۔ آپ نے فرمایا: ”المدينة خیر من مکہ“ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے بہتر ہے۔

## دارالابرار (نیکوں کا گھر)

مدینہ منورہ کو دارالابرار اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ شہر مہاجرین و انصار صحابہ کرام کا مسکن ہے، جو یقیناً اعلیٰ مقام کے ابرار ہیں۔ (وفاء الوفاء شریف)

## ایمان مدینہ میں ہے

”إِنَّ الْإِيمَانَ لِيَارِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَارِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا“ ایمان سمٹ کر مدینہ کی طرف ایسے آئے گا جیسے سانپ اپنی بل کے اندر سمٹ کر گھستا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین و ایمان، شر و فساد کے ظہور کے بعد، یا جب پوری دنیا میں دین و ایمان کے اعتبار سے فساد پھیل جائے گا، اور دین ایمان سے لوگ بے اعتنائی اور اعراض کریں گے تو پھر دین و ایمان مدینہ منورہ کی طرف رخ کرے گا اور اپنے اصل منبع کی طرف لوٹ جائے گا، جیسے سانپ اپنے بل سے نکلنے کے بعد کھاپی کر ضرورت و حاجت پوری کر کے تیزی کے ساتھ اپنے بل کی طرف واپس آ جاتا ہے۔ نیز یہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ ساری دنیا میں بد دینی کا فساد، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی مخالفت اور بد دینی کا سیلاب اُٹھ کر عام ماحول کو متاثر کرے گا۔ اور لوگ دین سے بے گانہ ہو جائیں گے۔ اور زندگیوں سے دین و ایمان نکل جائے گا۔ مگر مدینہ منورہ، اللہ تعالیٰ کے

فضل و کرم اور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ السلام کے مبارک و میمون وجودِ با مسعود کی برکت و رحمت سے تمام دینی شر و فساد سے محفوظ و مامون بامر اللہ رہے گا۔ انشاء اللہ۔ کیونکہ اسلام و ایمان پوری دنیا میں مدینہ منورہ سے پھیلا تھا، اور آخری فساد کے زمانے میں پھر اپنے اصل منبع کی طرف لوٹ جائے گا۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ **فِيهِ تَنْبِيْهُ عَلَى صِحَّةِ مَذْهَبِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ**، اس میں اشارہ ہے کہ اہل مدینہ کا مذہب ہمیشہ صحیح و درست رہے گا۔ نیز مدینہ منورہ شہر قرآن ہے، کہ قرآن کی آیاتِ بینات سے طیبہ فتح ہوا۔ اور یہیں صاحب قرآن آرام فرما ہیں، گویا کہ رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ کا شہر مدینہ منورہ ہے۔ اور ہر صاحب ایمان کا تعلق ان ہی دونوں اساس و بنیادوں سے قیامت تک وابستہ رہے گا۔ اس لیے ہر عہد میں صاحب ایمان کا دل مدینہ منورہ کی طرف ہی مائل رہے گا۔ الغرض ایمان، پیغمبر اسلام ﷺ کے مبارک شہر قرآن کی طرف جائے گا، اور مدینہ منورہ، شہر ایمان و امان اور شہر قرآن و ایقان، بلجا و ماویٰ اہل ایمان کا بنا رہے گا۔

**اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَعْلُوْمَاتِكَ . وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ وَ عِلْمُهُ اَتْمُ۔** (نشین اشرف)

### روئے زمین کا محبوب ترین خطہ

”مَا عَلَى الْاَرْضِ بُقْعَةٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ قَبْرِىْ بِهَا مِنْهَا“ (ترجمہ)

میری قبر کی جگہ مجھے روئے زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (خلاصہ ص ۱۳، ص ۱۷)

یعنی پوری روئے زمین میں کوئی جگہ مجھے مدینہ منورہ سے زیادہ محبوب نہیں کہ مری قبر وہاں ہو۔ اور مدینہ منورہ میں جو جگہ میری قبر کی ہے وہ مجھے مدینہ کی تمام زمین میں سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔ اور سبحان اللہ و بحمدہ وہ شرف و فضل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کو حاصل ہے۔ **وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ عِطْرَتِهٖ وَ خُلَفَائِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ**



مدینۃ الرسول ﷺ کے شوق میں سواری کو تیز فرما دیتے

”إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى جُدْرَانِهَا إِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا“ جب حضور سید عالم ﷺ سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ منورہ کی دیواروں پر نظر پڑتی تو شوق مدینہ میں سواری کو تیز ہانک دیتے۔

مدینہ میں مرنے والے کی حضور ﷺ شفاعت فرمائیں گے

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ مَاتَ بِالْمَدِينَةِ كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ“ جس کی مدینہ میں موت آئے تو قیامت کے دن میں اس کی سفارش کروں گا۔

مدینہ منورہ کے غبار میں شفاء ہے

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ رب العالمین نے مدینہ منورہ کی خاک پاک اور غبار میں بھی شفاء اور تریاق کی تاثیر رکھی ہے۔ یہاں کی ایمان افراء زمین باطنی خباثتوں کو نکال کر باہر پھینک دیتی ہے۔ وہ ان ظاہری امراض کو کیونکر باقی رکھ سکتی ہے؟ جو خاک سراپا پاکیزہ اور ہر حیثیت سے عمدہ ہے اس میں یقیناً ہر خرابی کو دور کرنے کی خاصیت موجود ہے۔

حضرت سعد فرماتے ہیں: ”جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس لوٹ رہے تھے تو بعض مسلمان جو پیچھے تھے آپ سے آکر ملے جس کی وجہ سے گرد و غبار اڑا اور آپ کے بعض ہمراہیوں نے اس کی وجہ سے ناک اور منہ پر کپڑا رکھ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کپڑے کو ہٹایا اور فرمایا: ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ فِي غُبَارِهَا شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ“۔ (الترغیب)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کے غبار میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

چن کر مدینہ پاک کی گلیوں کی مٹی  
زخم جگر کے واسطے مرہم بنائیں گے ہم

جو مدینہ میں وفات پائے گا وہ قیامت کے دن امن والوں سے ہوگا  
مدینہ طیبہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ جس کی نبی کریم ﷺ مخصوص شفاعت  
فرمائیں گے یقیناً وہ قیامت کے روز امن میں داخل ہوگا اور جو نبی کریم ﷺ کے جھنڈے  
کے نیچے اٹھایا جائے وہ بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے امن میں ہوگا کیونکہ وہ لپٹا  
ہوا ہوگا اور جو مدینہ طیبہ میں وفات پائے گا وہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اٹھے گا، اس کا  
بیان آگے آئے گا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو  
دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں مرے گا وہ قیامت کے دن امن کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

مدینہ گناہوں کو دھونے کی جگہ ہے

”إِنَّهَا طَيِّبَةٌ تُنْقِي الذُّنُوبَ كَمَا تُنْقِي الْكَبِيرُ خُبْتُ الْفِضَّةِ“

مدینہ پاک ہے اور گناہوں کی نجاست ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی چاندی وغیرہ کے  
میل کو دور کرتی ہے۔

اہل مدینہ کو اذیت دینے پر لعنت اور اعمال کی عدم قبولیت

اس پاک طیب مکرم شہر کے فضائل میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مدینہ پر ظلم  
کرنے، انھیں اذیت دینے اور انھیں خوفزدہ کرنے کو حرام قرار دیا ہے جو ایسا کرے گا وہ  
ملعون اور رحمت الہی سے بہت دور ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کا نہ کوئی فرض اور نہ کوئی  
نفل قبول فرمائے گا۔ یہ انتہائی خطرناک معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ایسے فعل سے محفوظ فرمائے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا مانگی: ”  
اے اللہ! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں خوفزدہ کرے تو اسے خوفزدہ فرما اور اس پر اللہ

تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کا نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل۔“

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ طیبہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہوگا، اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو دو فرشتے ہوں گے۔ (بخاری)

حدیث شریف میں آتا ہے مدینہ منورہ کا پھل آپ کو اس قدر پسند تھا کہ جب موسم کا پھل اول مرتبہ آپ کے سامنے لایا جاتا تو اس کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے۔ (مسلم)

## مدینۃ الرسول ﷺ میں دو گنی برکت

”اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيَّ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَاتِ.“

اے اللہ کریم مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ کی نسبت دو گنی برکت عطا فرما۔ (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے مدینہ میں ایک رمضان دیگر شہروں کے ہزار رمضان سے بہتر ہے۔ اور مدینہ میں ایک جمعہ دیگر شہروں کے ہزار جمعہ سے بہتر ہے۔ (وفاء الوفاء)

مسجد نبوی کی ایک نماز ایک ہزار نمازوں کے برابر ہونے اور مسجد الحرام کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز کی قدر و قیمت ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ اور ایک نماز پر ہزار نمازوں کا اجر و ثواب ملے گا۔ ایسا ہی مسجد حرام کی ایک نماز کی قدر و قیمت ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا اجر و ثواب ملے گا۔

ایک عالم فرماتے ہیں کہ میں نے حساب لگایا تو مسجد حرام کی ایک نماز کا اجر و ثواب پچیس برس چھ مہینہ بیس روز کی نمازوں کے اجر و ثواب کے برابر ہوتا ہے۔ (جذب القلوب)

## مدینہ پاک کی غبار کوڑھ سے شفاء ہے

”غُبَارُ الْمَدِينَةِ شِفَاءٌ مِنَ الْجُذَامِ“ مدینہ کے غبار میں کوڑھ سے شفاء ہے۔ (وفاء)

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں مدینہ طیبہ کی خصوصیات میں لکھا ہے کہ اس کا

غبارِ جذام اور برص کے لیے خصوصیت سے باعثِ شفاء ہے۔ علامہ زرقائی نے ان لوگوں کے حالات بھی لکھے ہیں جن کو برص کی بیماری تھی اور خاکِ مدینہ ملنے سے شفا یاب ہوئے، بلکہ علامہ قسطلانی یہاں تک فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی مٹی ہر مرض کے لیے باعثِ شفاء ہے۔ (فضائل حج ص ۲۶۷، ۲۶۸)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”اس ناکارہ کا تجربہ تو یہاں تک ہے کہ مدینہ طیبہ کی مٹی دعا کے ساتھ طاعون کی گلٹی کے لیے بھی نافع ہوئی ہے۔“

وفاء الوفاء میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی منقول ہے کہ ”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی مٹی میں ہر بیماری کا علاج ہے۔“  
احادیث میں اس شہر کے فضائل کثرت سے مذکور ہیں، ذیل میں چند فضائل تبرک کے طور پر درج کرتے ہیں:

- ☆ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ کی مٹی سے پیدا ہوئے اور اسی شہر میں رحلت فرمانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے حجرہ میں آرام فرماہیں۔
- ☆ یہ شہر قرآن پاک کی برکت سے فتح ہوا جب کہ باقی شہر تلوار سے فتح ہوئے۔
- ☆ اس شہر کے لیے سرور کائنات نے خصوصیت سے برکت کی دعا فرمائی۔
- ☆ مسجد نبوی کی تعمیر حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے فرمائی۔
- ☆ اس شہر میں مسجد قبا ہے جس میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر ہے۔
- ☆ وہاں کے رہنے والوں کی سب سے پہلے شفاعت ہوگی۔
- ☆ اس شہر سے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔
- ☆ آپ ﷺ کی قبر مبارک اور دیگر مقامات پر دعا منظور ہوتی ہے۔
- ☆ اس شہر میں طاعون کی وبا ہرگز نہیں آئے گی۔
- ☆ وہاں کی مٹی میں عیب جوئی کرنا منع ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ جو

شخص مدینہ کی مٹی کو برا کہے گا اسے تیس درّے لگائے جائیں۔

☆ اس شہر کے عجوہ کھجور وہی ہے جس کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ عجوہ جنت کے پھلوں میں سے ہے۔

## فضائل مسجد نبوی شریف

مسجد نبوی شریف ان تین مساجد میں سے ہے جن کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا ثواب ہے۔ اس مسجد میں نماز گاہ، منبر نبوی، ریاض الجنۃ، اور تاریخی ستون ہیں۔ مختلف توسیعات کے دوران اس میں وہ حجرہ بھی شامل کر لیا گیا جس میں سرور کائنات ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھی حضرت ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہم آرام فرما ہیں۔ اور مسجد سے متصل امہات المومنین رضی اللہ عنہما کے حجرے اور صحابہ کرامؓ کے بعض مکانات بھی اس میں شامل ہو چکے ہیں۔ اور اس میں ایک نماز ایک ہزار نماز سے افضل ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ ”صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ“۔

زائر کے لیے مستحب ہے کہ مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔ اگر ریاض الجنۃ میں ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ جہاں بھی ہو سکے ادا کر لے۔ بخاری و مسلم نے ابو قتادہ سلمیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكُعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ“ (تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔)

## مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کا اجر

”مَنْ صَلَّى فِيهِ أَرْبَعِينَ صَلَاةً لَا تَفُوتُهُ صَلَاةٌ كُتِبَ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَ بَرَاءَةٌ مِنَ الْعَذَابِ وَ بَرِيٌّ مِنَ النِّفَاقِ“ (راحت القلوب)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مسجد نبوی میں چالیس نمازیں مسلسل ادا کی ہوں

کہ کوئی نماز نہ چھوٹی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ اور عذاب اور نفاق سے آزادی دیدیتے ہیں۔ امت کا اس پر بھی عمل رہا ہے کہ مسجد نبویؐ میں زائرین و عازمین کی آمد ہوتی ہے، تو اس کا اہتمام کرتے ہیں کہ مسجد رسولؐ میں چالیس نمازیں ادا ہو جائیں، تاکہ ہزار رکعات کے ثواب کے ساتھ ساتھ یہ فضیلت بھی حاصل ہو جائے کہ نارِ جہنم اور عذاب و عقاب اور باطن نفاق سے پاک اور صاف ہو جائے۔ مسجد نبویؐ کی ہر نماز کا ثواب جب ہزار رکعات کا ملے گا تو اسی کے بقدر باطن میں نیکیوں کا اثر ہوگا ممکن ہے اسی طرف اشارہ ہو کہ چالیس نمازوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ مومن کو یہ نعمت عطا کرتے ہوں اور مومن اس طرح فیض مسجد نبویؐ سے دیدہ باطن میں ایمان و ایقان کی کیفیت سے منجانب اللہ نواز دیا جاتا ہوں۔ اللہم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد۔

حضورؐ نے فرمایا: جو پاک صاف ہو کر صرف میری مسجد میں نماز کی ادائیگی کے ارادے سے نکلا یہاں تک کہ اس میں نماز ادا کی تو اس کا ثواب حج کے برابر ہے۔

مدینہ طیبہ ملائکہ سے گھرا ہوا ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کی خود حفاظت کا انتظام فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ہر گھاٹی اور درّے پر فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ مدینہ طیبہ کو خصوصی عنایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا: مدینہ کے ہر درّے پر فرشتے ہیں، اس میں طاعون اور دجال داخل نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

رسول اللہؐ کو مقام ہجرت کی تعیین کا اختیار دیا گیا تھا

(۱۰۰۳) عن جریر بن عبد اللہؓ عن النبیؐ قال:

”إِنَّ اللَّهَ أَوْحَى إِلَيَّ: أَيُّ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ نَزَلَتْ فِيهِ دَارُ هِجْرَتِكَ:

الْمَدِينَةُ أَوِ الْبَحْرَيْنِ أَوْ قَنْسَرِينَ.“ [موضوع] (أخرجه الترمذی ج ۵ / ۳۹۲۳)

(۱۰۰۳) ترجمہ: جریر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ بتلایا کہ یہ تین شہر ہیں یہ آپ کی ہجرت کی جگہ ہے آپ جس کو چاہیں اختیار کر لیں۔

مدینہ منورہ، بحرین، قنسرین (شام میں ایک شہر ہے)۔  
(اخرجہ الترمذی ۵/۳۹۲۳)

## انبیاء علیہم السلام طاہر شریعت کے پابند ہوتے ہیں عالم غیب کی تکوینات کے نہیں

(۱۰۰۴) للطبرانی عن رافع بن عمیر: قال الله عز وجل لداود: ”إِنِّي لِي بَيْتًا فِي الْأَرْضِ فَبَنِي دَاوُدُ بَيْتًا لِنَفْسِهِ قَبْلَ الْبَيْتِ الَّذِي أَمَرَ بِهِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: يَا دَاوُدُ نَصَبْتُ بَيْتَكَ قَبْلَ بَيْتِي قَالَ: أَيُّ رَبِّ! هَكَذَا قُلْتُ فِيمَا قَضَيْتَ: مَنْ مَلَكَ اسْتَأْثَرَ. ثُمَّ أَمَرَ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا تَمَّ السُّورُ سَقَطَ ثُلَاثُ فَشَكِيَ ذَلِكَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا يَصْلَحُ أَنْ تَبْنِيَ لِي بَيْتًا قَالَ: أَيُّ رَبِّ وَلِمَ؟ قَالَ: لِمَا جَرَى عَلَى يَدَيْكَ مِنَ الدِّمَاءِ قَالَ: أَيُّ رَبِّ! أَوْلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ فِي هَوَاكَ وَمَحَبَّتِكَ؟ قَالَ: بَلَى وَلَكِنَّهُمْ عِبَادِي، وَأَنَا أَرْحَمُهُمْ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: لَا تَحْزَنْ فَإِنِّي سَأُقْضِي بِنَاءَهُ فَلَمَّا تَمَّ قَرَّبَ الْقُرَابِينَ، وَذَبَحَ الذَّبَائِحَ، وَجَمَعَ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ: قَدْ أَرَى سُورَكَ بِنِيَانِ بَيْتِي فَاسْأَلْنِي أُعْطِكَ، قَالَ: أَسْأَلُكَ ثَلَاثَ خِصَالٍ، حُكْمًا يُصَادِفُ حُكْمَكَ، وَمُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي، وَمَنْ أَتَى هَذَا الْبَيْتَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ، أَمَّا ثِنْتَانِ فَقَدْ أُعْطِيَهُمَا وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدْ أُعْطِيَ الثَّلَاثَةَ.“

[ضعيف جداً] (كما في كنز العمال ج ۱۲/۳۵۰۶۸)

(۱۰۰۴) ترجمہ: رافع بن عمر سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے داؤد علیہ



السلام سے فرمایا: میرے لیے زمین میں ایک گھر بناؤ داؤد علیہ السلام نے اس گھر سے پہلے جس کا حق تعالیٰ نے حکم دیا، اپنا گھر بنایا، تو حق جل مجدہ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے داؤد تم نے میرے گھر سے پہلے اپنا گھر بنالیا! انھوں نے عرض کیا: یا رب آپ نے اپنے فیصلہ میں یہی فرمایا تھا کہ: جو مالک و بادشاہ بن جاتا ہے وہ اپنے کو ترجیح دیتا ہے۔ پھر داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا کہ: ایک مسجد (بیت المقدس) کی تعمیر کریں، جب اس کی فصیل مکمل ہوگئی، تو دو تہائی حصہ (اچانک) گر پڑا، داؤد علیہ السلام نے حق جل مجدہ سے اس کی شکایت کی، تو وحی آئی: اے داؤد! تم سے ممکن نہیں کہ میرے لیے گھر تعمیر کرو، انھوں نے عرض کیا: یا رب! ایسا کیوں؟ ارشاد ہوا: اس لیے کہ آپ کے ہاتھوں چند لوگوں کا خون ہوا ہے۔ (یعنی آپ کے فیصلہ سے چند لوگوں کا خون حدود و قصاص میں بہایا گیا ہے) انھوں نے عرض کیا: یا رب! کیا یہ سب کچھ میں نے آپ کی اتباع اور محبت شریعت میں نہیں کیا؟ ارشاد ہوا: کیوں نہیں؟ لیکن وہ میرے بندے تھے میں ان پر رحم کر دیتا۔ یہ بات داؤد علیہ السلام کے لیے باعث قلق و فکر بن گئی (کہ حق تعالیٰ اپنے جن بندوں کو معاف کرنا چاہتا تھا میں نے ان پر حد جاری کر دی اور یہی سبب بن گیا ہے بیت المقدس کے ستون کے گرنے کا، اس لیے آپ فکر مند رہتے تھے) تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد آپ غمگین و فکر مند نہ ہوں، میں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس (بیت المقدس) کی تعمیر آپ کے بیٹے سلیمان کے ہاتھوں مکمل کراؤں گا، لہذا جب داؤد علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو سلیمان علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر (بیت المقدس کی) تعمیر شروع کر دی۔ جب تعمیر مکمل ہونے کے قریب ہوگئی تو سلیمان علیہ السلام نے (خوشی و مسرت میں شکرانہ کے طور پر) قربانی کی اور (دعوت میں) بنی اسرائیل کو جمع کیا، اب حق جل مجدہ نے سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ: اے سلیمان! آج میں تم کو میرا گھر بنانے کی وجہ سے بے حد پُرسرت پاتا ہوں، لہذا جو چاہو مجھ سے مانگو میں تم کو دیدوں گا، سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العزّت! میں تین باتوں کا آپ سے سوال کرتا ہوں۔

(۱) یا اللہ! میں ایسے فیصلہ کی توفیق مانگتا ہوں جو آپ کے قضاء و قدر کے فیصلہ سے ملتا جلتا ہو، (یعنی میں وہی فیصلہ کروں جو آپ علم غیب میں پہلے سے فیصلہ کر چکے ہیں اور میں آپ کی مرضی سے ایک بال برابر بھی ادھر ادھر نہ ہو جاؤں)۔

(۲) ایسی سلطنت جو میرے بعد کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو!

(۳) جو اس گھر بیت المقدس میں صرف نماز کی نیت سے آئے، آپ اس کو گناہوں سے ایسا پاک و صاف کر دیں، جیسا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔  
پہلی دونوں چیزیں ان کو دیدی گئیں اور مجھے امید ہے کہ اللہ نے تیسری دعاء بھی قبول کر لی ہوگی۔

## اللہ پاک کی مشیت و مرضی کو قبل از وحی انبیاء بھی نہیں جانتے

اس حدیث میں قابل تشریح کوئی بات نہیں الا یہ کہ حق جل مجدہ کا یہ فرمانا کہ آپ کے ہاتھوں چند لوگوں کا بہ شکل حدود خون بہانے کا فیصلہ ہوا، جس کی وجہ سے بنیاد بیت المقدس ڈھ جائی کرتی ہے۔ جس کا جواب حضرت داؤد علیہ السلام نے دیا تھا کہ رب العالمین کیا یہ سب میں نے آپ کی اتباع شریعت اور آپ کی محبت میں نہیں کیا، تو حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا کہ: کیوں نہیں؟ مگر وہ میرے بندے تھے اور میں ان کو معاف کر دیتا، ان پر رحم کرتا۔

اس سلسلے میں کوئی وضاحت نظر سے نہیں گزری جو نقل کردی جائے مگر، ایک اصولی بات ذہن میں ابھی ابھی آئی جو سپردِ قلم ہے، اگر صحیح ہے تو من اللہ ورنہ میری اور شیطان کی طرف سے: اصولی طور پر تمام انبیاء علیہم السلام ظاہر شریعت کے پابند ہیں نہ کہ تکوینیات کے، یعنی جو حکم شریعت ان کے پاس موجود ہوتا ہے، یہ مقدس جماعت اس کی پابند ہے جب تک کہ دوسرا حکم صریح نہ نازل ہو جائے، جہاں تک تعلق ہے تکوینیات کا، یعنی علم الہی میں اس حکم کا بدلنا، منسوخ ہونا یا موقوف ہونا جب تک بذریعہ وحی منکشف نہیں ہو جاتا یہ حکم تشریعی ہی قابل اتباع اور قابل نفاذ ہوتا ہے، اور اس کی مثالیں آپ کو شریعت میں بے شمار

ملیں گی، مثلاً: خضر و موسیٰ علیہما السلام کے مکالمے کو دیکھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہر سوال بنی بر حکم شریعت ہے اور خضر علیہ السلام کا ہر جواب عالم اسرار اور تکوینات کی عقدہ کشائی کر رہا ہے، خود آں حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً: بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں مشورہ سے طے پایا کہ رحم و کرم کے تحت ان پر احسان و تالیفِ قلوب کے لیے تھوڑا سا فدیہ لے کر معاف کر دیا جائے، جب ان کو معاف کر دیا گیا، تو عالم اسرار سے وحی آئی کہ

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (الانفال: پ ۱۰، آیت ۶۷)  
(ترجمہ): نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کر لیں۔ تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑے حکمت والے ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

آپ نے دیکھا کہ عالم غیب میں کیا فیصلہ تھا؟ جس سے خود نبی کی ذات بے خبر تھی بالآخر حق جل مجدہ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر عالم غیب کے فیصلے کو واضح بھی کر دیا کہ حق تعالیٰ تو یہ چاہتا تھا کہ ان کفار کے خون سے زمین رنگ دی جائے، مگر آپ نے جو فیصلہ کیا ہے نافذ اب وہی ہوگا۔ تفصیل کے لیے آپ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر دیکھ لیں!

تنبیہ: یہاں آپ کو درمیان میں ایک بات بتلاتا چلوں کہ دیکھئے حدود کے باب میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بذریعہ وحی اطلاع دی جا رہی ہے کہ لَكِنَّهُمْ عِبَادِي وَأَنَا أَرْحَمُهُمْ کہ وہ میرے بندے تھے اور میں ان پر رحم کرتا اور آں حضرت ﷺ نے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا تو وحی آئی کہ آپ ان کے خون سے زمین کو رنگین کر دیتے تو آپ کا رب راضی ہوتا۔ یہیں پر فہم و فراست بشری قدرت کو ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی مقام انبیاء کی باریکی اور علم الہی کی وسعت کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور وہ لوگ جو انبیاء علیہم

السلام کے لیے علم غیب کے دعوے دار ہیں ذرا اس حدیث کو اور قرآن کریم کی مذکورہ آیت کو بار بار تلاوت کریں کہ انبیاء کی مقدس جماعت جب حدود کو نافذ کر دیتی ہے تو وحی آتی ہے کہ وہ میرے بندے تھے اور میں معاف کر دیتا اور جب قیدیوں کو معاف کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے تو حکم ملتا ہے کہ ہم تو چاہتے تھے کہ ان کے خون سے زمین رنگ دی جاتی۔  
فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس بحث کو ہم ابن حبان کی ایک حدیث قدسی پر موقوف کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَصْحَابِهِ وَهُمْ يَضْحَكُونَ ، فَقَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمَ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا فَاتَاهُ جَبْرِيلُ فَقَالَ : إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ لَكَ : لِمَ تَقْنَطُ عِبَادِي ، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ سَدِّدُوا ، وَ قَارِبُوا وَ أَبْشِرُوا . (ابن حبان ، مكتبة ابن تيمية ، القاهرة ، ص ۲۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا گزر چند صحابہ رضوان اللہ علیہم کی جماعت کے پاس سے ہوا جو ہنس رہے تھے، تو حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ فوراً آپ کے پاس جبریل امین آئے اور فرمایا کہ: حق جل مجدہ نے آپ سے فرمایا ہے کہ میرے بندوں کو آپ (میری رحمت سے) ناامید کیوں کر رہے ہیں؟

اب آپ غور کیجیے کہ قرآن حکیم میں ہے: ﴿فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَ لْيَبْكُوا كَثِيرًا﴾ اس لیے آپ نے ان صحابہ کرام کو تذکیر آخرت کے لیے تنبیہ فرمائی، اب جبریل امین نے آپ کو مشیت ایزدی یا عالم اسرار کے احوال سے آگاہ کیا کہ آپ ان کو میری رحمت سے ناامید نہ کیجیے۔ اس لیے اصول یہی ہے کہ ظاہر شریعت کی پابندی لازمی ہے اور عالم تکوینات کے اسرار کا حکم مثل استثنائی کے ہے، الا یہ کہ نفاذ حکم سے قبل ہی عالم اسرار و تکوینات صاحب وحی پر شریعت بن کر واضح ہو جائے تو اور بات ہے۔ یہاں اور بھی علمی ضمنی بحثیں ہیں جن کو اہل علم کی جستجو کے لیے چھوڑتا ہوں، عوام کو اس میں الجھانا نہیں

چاہتا۔ واللہ اعلم۔

## تین مساجد کے سفر کی فضیلت

(۱۰۰۵) وللدیلمی عن أنس رضی اللہ عنہ:

”قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ زَارَنِي فِي بَيْتِي أَوْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِي أَوْ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَمَاتَ مَاتَ شَهِيدًا.“

[ضعیف] (کما فی الإتحافات ۹۰، وفی الكنز ج ۱۲/۴۰۰۴)

(۱۰۰۵) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا: جو شخص میری زیارت میرے گھر (کعبۃ اللہ زادھا اللہ شرفا و کرامۃ) میں کرے یا میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کرے یا بیت المقدس میں کرے اور پھر مرجائے تو اس کو شہید کا رتبہ ملے گا۔

فائدہ: حق جل مجدہ نے تین مساجد کعبۃ اللہ، مسجد نبوی، اور بیت المقدس کو یہ رتبہ دیا ہے کہ جو ان مساجد کی زیارت کے لیے جائے اور مرجائے، تو وہ شہید مرا، خواہ زیارت کو جاتے ہوئے مرجائے یا واپسی میں گھر پہنچنے سے پہلے وفات پا جائے، اس کو شہادت کا رتبہ ان دونوں حالتوں میں بھی ملے گا۔

## عہدِ عمر رضی اللہ عنہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع

(۱۰۰۶) و لابن سعد و ابن عساكر عن سالم أبي النضر عن عمر بن

الخطاب رضی اللہ عنہ:

عن سالم أبي النضر قال: لَمَّا كَثُرَ الْمُسْلِمُونَ فِي عَهْدِ عُمَرَ ضَاقَ بِهِمُ الْمَسْجِدُ فَاشْتَرَى عُمَرُ مَاحُولَ الْمَسْجِدِ مِنَ الدَّوْرِ إِلَّا دَارَ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمَطْلَبِ وَحُجْرَ أُمِّهِاتِ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ عُمَرُ لِلْعَبَّاسِ يَا أَبَا الْفَضْلِ إِنَّ مَسْجِدَ الْمُسْلِمِينَ قَدْ ضَاقَ بِهِمْ وَقَدْ ابْتَعْتُ مَاحُولَهُ مِنَ الْمَنَازِلِ نَوَسِعَ بِهِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فِي مَسْجِدِهِمْ إِلَّا دَارَ كَ وَحُجْرَ أُمِّهِاتِ الْمُؤْمِنِينَ (فاختصما إلى أبي بن كعب).

فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

إِنَّ اللَّهَ أَوْحَىٰ إِلَىٰ دَاوُدَ أَنَّ ابْنَ لِي بَيْتًا أُذْكَرُ فِيهِ، فَخَطَّ لَهُ هَذِهِ الْخُطَّةَ خُطَّةَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَإِذَا تَرَبَّعَهَا يَزْرِيه بَيْتُ رَجُلٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَسَأَلَهُ دَاوُدُ أَنْ يَبْعَهُ إِيَّاهُ، فَأَبَى، فَحَدَّثَ دَاوُدُ نَفْسَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ مِنْهُ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: يَا دَاوُدُ! أَمَرْتُكَ أَنْ تَبْنِيَ لِي بَيْتًا أُذْكَرُ فِيهِ، فَأَرَدْتَ أَنْ تُدْخِلَ فِي بَيْتِي الْغَضَبَ، وَلَيْسَ مِنْ شَأْنِي الْغَضَبُ، وَإِنَّ عُقُوبَتَكَ أَنْ لَا تَبْنِيَهُ، قَالَ: يَا رَبِّ! فَمِنْ وَلَدِي؟ قَالَ: مِنْ وَلَدِكَ.....“ [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ١٣ / ٣٢٩٩)

## مسجد نبوی ﷺ کی توسیع اور ابن عباس و امہات المؤمنین کا مکان

(۱۰۰۶) ترجمہ: سالم بن نضر فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کا مسجد میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خوب اجتماع ہونے لگا، تو مسجد تنگ پڑنے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے ارد گرد جو مسلمانوں کے مکانات تھے، خریدنے لگے۔ سوائے عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اور امہات المؤمنین کے حجرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوالفضل مسجد مسلمانوں کے لیے نا کافی ہو رہی ہے اور میں نے مسجد کے اطراف کی زمین خرید لی ہے تاکہ مسلمانوں کے لیے مسجد کی توسیع کر دوں مگر آپ کا مکان اور امہات المؤمنین کے حجرے باقی ہیں۔ یہ معاملہ فیصلہ کے لیے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا، تو انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ارشاد فرماتے ہوئے حق جل مجدہ نے داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ: اے داؤد میرے لیے ایک گھر بناؤ جس میں میرا ذکر ہو، مجھ کو یاد کیا جائے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کام کے لیے ایک جگہ کی تعیین کی جس میں بیت المقدس کی تعمیر ہو۔ حسن اتفاق سے جس جگہ تعمیر بیت المقدس کے لیے زمین کی تعیین کی گئی اس جگہ کچھ حصہ اونٹ باندھنے کی جگہ کا احاطہ تھا جو نقشہ میں آرہا تھا اور یہ جگہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کی تھی۔ حضرت داؤد نے اس سے کہا کہ: وہ متعینہ جگہ تعمیر بیت المقدس کے لیے بیچ دے، مگر صاحب زمین نے بیچنے سے انکار کر دیا،

(جب اس نے انکار کر دیا تو) داؤد علیہ السلام نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ زمین کا حصہ وہ اس سے زبردستی لے لیں گے۔ حق جل مجدہ نے وحی بھیجی: اے داؤد میں نے تم کو حکم دیا ہے کہ میرے لیے گھر بناؤ جس میں میرا ذکر ہو، مجھ کو یاد کیا جائے اور تم نے غصہ کر کے میرے گھر میں داخل کرنے کا ارادہ کیا ہے؛ جبکہ میری شان غصہ کرنے کی نہیں ہے۔ اب اس کی سزا یہ ہے کہ تم میرا گھر نہ بنا سکو گے، انھوں نے عرض کیا اچھا میرے بیٹے سے اس کام کو کرا لیجیے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اچھا تیرا لڑکا ہی اس کو بنائے گا۔ (چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی) (کنز العمال ۱۳/۲۹۹/۳۷)

## تعمیر بیت المقدس کا قرار

(۱۰۰۷) و للعقيلي عن أبي بن كعب رضي الله عنه:

”لَمَّا بَنَى سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْبَيْتَ الْمُقَدَّسَ ، جَعَلَ لَا يَتَمَسَّكُ الْبُنْيَانُ ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْكَ أَذْخَلْتُ فِيهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ ، فَأَخْرَجَهُ فَتَمَسَّكَ الْبُنْيَانُ .“ [ضعيف] (كما في الإتحافات / ۶۹۷ ، وفي كنز ج ۱۲ / ۳۵۰۶۹)

(۱۰۰۷) ترجمہ: حضرت اُبی بن کعب رضي الله عنه سے روایت ہے، جب سلیمان ابن داؤد علیہما السلام بیت المقدس تعمیر فرما رہے تھے تو اس کی بنیاد ٹھہرتی نہیں تھی (یعنی بنیاد گر پڑتی تھی) تو حق جل مجدہ نے وحی بھیجی: آپ نے اے سلیمان اس کی تعمیر میں غیر لوگوں کی زمینیں داخل کر دی ہیں۔ تو انھوں نے اس حصے کو خارج کر دیا، تو بنیاد ٹھہر گئی۔

## اہل عراق کے لیے بددعا کرنے کی ممانعت

(۱۰۰۸) للخطيب وابن عساكر عن معاذ رضي الله عنه:

”إِنَّ إِبْرَاهِيمَ هَمَّ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ: لَا تَفْعَلْ فَإِنِّي جَعَلْتُ خَزَائِنَ عِلْمِي فِيهِمْ ، وَ أَسَكَنْتُ الرَّحْمَةَ قُلُوبَهُمْ .“

[ضعيف جداً] (كما في الإتحافات / ۴۵۸ ، وفي الكنز ج ۱۲ / ۳۴۱۲۷)



(۱۰۰۸) ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اہل عراق کے لیے بددعاء کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، تو اللہ پاک نے وحی بھیجی کہ آپ ایسا نہ کریں، اس لیے کہ میں نے اپنے علم کا خزانہ ان میں رکھا ہے اور ان کے دلوں کو رحمتوں کا مرکز بنایا ہے۔ (یعنی علم ان کی ذات میں ودیعت کیا ہے اور رحمت کی بنیادوں پر ان کے قلوب کی تخلیق کی ہے۔

## شام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ و منتخب شہر و مقام ہے

(۱۰۰۹) ولا بن عساكر عن عبد الله بن حوالة الأزدي أنه قال:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ اُكْتُبْ لِي \_\_\_ وَفِي لَفْظٍ: خِرْلِي \_\_\_ بَلَدًا اَكُونُ فِيهِ، فَلَوْ اَعْلَمْتُ اَنَّكَ تَبْقَى لَمْ اخْتَرْتُ عَلَى قُرْبِكَ شَيْئًا، قَالَ: عَلَيْكَ بِالشَّامِ \_\_\_ ثَلَاثًا \_\_\_ فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَرَاهِيَّتِي لِلشَّامِ قَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَا يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فِي الشَّامِ؟ يَقُولُ: يَا شَامُ يَا شَامُ يَدِي عَلَيْكَ، يَا شَامُ أَنْتَ صَفْوَتِي مِنْ بِلَادِي، أُدْخِلُ فِيكَ خَيْرَتِي مِنْ عِبَادِي، أَنْتَ سَيْفُ نَقْمَتِي وَسَوْطُ عَذَابِي، أَنْتَ الْأَنْذَرُ وَإِلَيْكَ الْمَحْشَرُ، وَرَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِي بِبَنِي عُمُودٍ أَبْيَضَ كَأَنَّهُ لَوْلُو تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ، قُلْتُ: مَا تَحْمِلُونَ؟ قَالُوا: عُمُودَ الْإِسْلَامِ، أُمِرْنَا أَنْ نَضَعَهُ بِالشَّامِ، وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ كِتَابًا \_\_\_ وَفِي لَفْظٍ: عُمُودُ الْكِتَابِ \_\_\_ اخْتَلَسَ مِنْ تَحْتِ وَسَادَتِي، فَظَنَنْتُ أَنَّ اللَّهَ قَدْ تَخَلَّى عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَاتَّبَعْتُهُ بَصَرِي فَإِذَا هُوَ نُورٌ سَاطِعٌ بَيْنَ يَدَيَّ حَتَّى وَضِعَ بِالشَّامِ، فَقَالَ ابْنُ حَوَالَةَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! خِرْلِي، قَالَ: عَلَيْكَ بِالشَّامِ، فَمَنْ أَبِي أَنْ يَلْحَقَ بِالشَّامِ فَلْيَلْحَقْ بِيَمِينِهِ، وَلَيْسَقِ مِنْ غُدْرِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ تَكْفَّلَ لِي بِالشَّامِ وَ أَهْلِهِ.“

[ضعیف] [کما فی کنز العمال ج ۱۴/۳۸۲۱۷]

(۱۰۰۹) ترجمہ: عبد اللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: یا

رسول اللہ ﷺ میرے لیے پسند فرمادیجیے یا منتخب کر دیجیے ایک شہر جہاں میں قیام و قرار پکڑوں کیونکہ اگر جانتا کہ آپ ہمیشہ ہمیش ہمارے ساتھ رہیں گے تو پھر میں کبھی بھی آپ کی قربت کو چھوڑ کر نہ جاتا۔

رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: لازم پکڑو شام کو (یعنی ملک شام میں اپنی رہائش ضرور رکھو) جب نبی ﷺ نے میری ناپسندگی کو محسوس فرمالیا تو فرمایا: لازم پکڑو شام کو، جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے شام کے سلسلہ میں کیا فرمایا: اے شام میرا ہاتھ ہے تم پر، اے شام تو میرے شہروں میں سے منتخب شہر ہے، میں اپنے بندوں میں سے اچھے اور بھلے لوگوں کو تیرے اندر داخل ہونے دوں گا، اے شام تو مثل تلوار کے ہے اور میرے عذاب کا کوڑا اور ٹھکانہ ہے اور تیری زمین پر ہی محشر واقع ہوگا، حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے شب معراج میں ایک سفید ستون دیکھا جو لؤلؤ و موتی کے مانند تھا، جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے، میں نے کہا کہ تم کیا اٹھائے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ عمود الاسلام، اسلام کا جھنڈا ہے، ہم کو حکم ہوا ہے کہ اس کو شام کی سرزمین پر نصب کریں، میں سویا ہوا تھا تو دیکھا کہ میرے سرہانے کے نیچے سے کتاب نکالی جا رہی ہے، جس کو دیکھ کر میں نے گمان کیا کہ اب اللہ پاک اہل زمین سے مجھ کو اٹھالیں گے، تو میں نے اس کتاب کے پیچھے پیچھے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ وہ ایک صاف شفاف چمکتا ہوا نور میرے سامنے موجود ہے، یہاں تک کہ وہ نور شام میں اتارا گیا، ابن حوالہ راوی نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے آپ ہی (کسی شہر کا میرے قیام کے لیے) انتخاب کر دیجیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تم شام کی سرزمین کو قیام کے لیے لازم جانو۔ سو جو شخص شام میں جانے سے انکار کرے تو اپنے دائیں طرف چلا جائے اور اس کے تالاب سے پانی پئے، اس لیے کہ اللہ پاک نے شام والوں کی مجھ سے کفالت کی ہے۔

## ملکِ شام جہاں بہت سی ظاہری و باطنی برکتیں ودیعت کی گئی ہیں

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ﴾ (انبیاء: ۷۱) برکت رکھی ہم نے جہان کے واسطے۔

حدیث میں آیا ہے الشام صفوة الله من بلاده ملک شام اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ (شہر) ہے، شہروں میں۔ الیہا یجتبیٰ صفوته من عبادہ ملک شام کی طرف پسندیدہ و برگزیدہ بندے ہی آئیں گے۔ ایک حدیث میں الشَّام ارض المحشر والمنشر ملک شام کی سرزمین پر محشر قائم ہوگا، لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ حساب و کتاب کے لیے۔ اور لوگوں کو قبر سے اٹھا کر یہیں ملک شام کی طرف ہنکا کر لایا جائے گا۔ بیشتر انبیاء علیہم السلام کی بعثت ملک شام سے ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ ملک شام کو اللہ نے بعثت انبیاء کے ذریعہ بڑی برکت عطا فرمائی کہ پورے عالم میں انبیاء علیہم السلام کی شریعت اور دین ملک شام ہی سے پھیلا غالباً اسی لیے محشر کے لیے اس سرزمین کا انتخاب کیا گیا ہو۔

## ملکِ شام اللہ کے خاص بندوں کا خزانہ ہے

بغوی نے بروایت قتادہ بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مدینہ میں منتقل کیوں نہیں ہو جاتے وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہجرت ہے اور روضہ پاک بھی وہیں ہے۔ کعب نے کہا امیر المومنین! میں نے اللہ کی کتاب (توریت) میں پڑھا ہے کہ ارض شام تمام زمین میں اللہ کا خزانہ ہے اور وہیں اللہ کے (خاص) بندوں کا خزانہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ آئندہ ہجرت ہوگی (لوگ وطن چھوڑ چھوڑ کر بھاگیں گے) پس بزرگ مرتبہ والے لوگ ابراہیم کے مقام ہجرت کی طرف چلے جائیں گے۔ دوسری روایت میں آیا ابراہیم کے مقام ہجرت سے جو لوگ چمٹے رہیں گے وہ زمین کے تمام باشندوں میں برگزیدہ ہوں گے اور (باقی) زمین پر برے لوگ رہ جائیں گے ان کی زمینیں ان کو باہر نکال پھینکیں گی۔ اللہ ان سے

نفرت کرے گا، بندروں اور سوروں کے ساتھ ایک آگ ان کو ہنکائے گی جہاں وہ رات کو قیام کریں گے آگ بھی رات کو ان کے ساتھ رہے گی اور جہاں وہ دوپہر کو ٹھہریں گے آگ بھی دوپہر کو ان کے ساتھ ٹھہرے گی۔ (رواہ ابو داؤد)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شام کے لیے خوشی ہو ہم نے عرض کیا کس وجہ سے فرمایا رحمت کے فرشتے اپنے پر پھیلانے اس پر سایہ فگن ہوں گے۔ (رواہ احمد و ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آگ حضرت موت (یمین) کی طرف سے نکلے گی یا یہ فرمایا کہ حضرت موت سے ایک آگ لوگوں کو ہنکا کر لائے گا ہم نے عرض کیا پھر حضور ہم کو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا تمہارے اوپر شام (میں) رہنایا آجانا) لازم ہے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو جوالہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایسا ہوگا کہ تمہاری تین مجتمع فوجیں ہو جائیں گی ایک فوج شام میں ایک فوج یمن میں اور ایک فوج عراق میں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں نے وہ زمانہ پالیا تو مجھے حکم دیجیے (میں اس وقت کیا کروں) فرمایا تیرے اوپر شام (میں رہنایا آجانا) لازم ہے۔ اللہ کی زمین میں شام کی سرزمین برگزیدہ ہے۔ برگزیدہ بندے ہی اس کی طرف آئیں گے اگر تم ایسا نہ کر سکو تو پھر یمن (یمن رہنایا اہل یمن کا ساتھ دینا) تم پر لازم ہے۔ اللہ نے میرے لیے شام اور اہل شام کی ذمہ داری لی ہے۔ (رواہ احمد و ابو داؤد)

## ملک شام چالیس ابدال کا شہر ہے

شرح بن عبید کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر آیا اور لوگوں نے کہا امیر المومنین ان پر لعنت کیجیے، فرمایا نہیں، میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس آدمی ہوں گے جب ان میں سے کوئی

مر جائے گا تو ان کے بدل میں اللہ کسی اور شخص کو مقرر فرمادے گا۔ ان کی برکت سے بارشیں ہوں گی اور انھیں کی وجہ سے دشمنوں پر فتح عطا کی جائے گی اور انھیں کے سبب سے اہل شام کی طرف سے عذاب کا رخ پھیر دیا جائے گا۔ (رواہ احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے نیچے سے نور کا ایک عمود نکلتا دیکھا یہ ستون جگمگا تا رہا یہاں تک کہ اوپر اٹھنے کے بعد شام میں پہنچ کر ٹھہر گیا۔ (رواہ البیہقی فی الدلائل) (تفسیر مظہری)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام میٹھا پانی شام کے صحرہ کے نیچے سے نکلتا ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ کو عراق کی سرزمین سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور شام کے ملک میں پہنچایا، شام ہی نبیوں کا ہجرت کدہ رہا۔ زمین میں سے جو گھٹتا ہے وہ شام میں بڑھتا ہے اور شام کی کمی فلسطین میں زیادتی ہوتی ہے۔ شام ہی محشر کی سرزمین ہے یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، یہیں دجال قتل کیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

### شب معراج اسلام کا جھنڈا فرشتوں نے ملک شام میں نصب کیا

شب معراج رسول اللہ ﷺ نے ایک سفید جھنڈا جو لوؤں موتی کی طرح چمک رہا تھا، دیکھا۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا اٹھائے ہوئے ہو فرشتوں نے جواب دیا کہ اسلام کا جھنڈا وستون ہے ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم اس کو ملک شام میں رکھ دیں۔

حضور ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے سرہانے کے نیچے سے ایک نور نکلا، آپ کی نگاہ مبارک دیکھتی رہی۔ وہ چمکتا ہوا نور آپ کے سامنے رہا یہاں تک کہ ملک شام میں اتر گیا۔ اور وہ نور ملک شام میں رکھ دیا گیا۔ شام جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے انبیاء علیہم السلام کی مرکزی جگہ ہے۔ انبیاء تمام کے تمام ایک ہی نور شریعت کے آفتاب و ماہتاب ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ملک شام میں ہی آسمان سے ہوگا اور دجال کے خاتمہ کی ابتداء بھی ملک شام سے ہوگی اور محشر و منشر بھی شام کی سرزمین پر ہوگا۔

## عمود الاسلام سے کیا مراد ہے؟

فرشتوں کے ہاتھ میں جو عمود الاسلام تھا، جس کو انھوں نے ملک شام میں نصب کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے سرہانے مبارک سے نکلتا ہوا نور دیکھا اور وہ پھر شام میں رکھا گیا۔

کنز العمال کی مذکورہ روایت کا واقعہ نبی کریم ﷺ کے ایک خواب کا ہے جو کئی کتب حدیث میں روایت بالمعنی کے طور پر الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ آیا ہے۔ اس میں 'عمود' کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں علمائے تعبیر الروایا کا قول نقل کیا ہے کہ خواب میں عمود دیکھنے کی تعبیر دین، سلطنت یا قابل اعتماد شخص سے کی گئی ہے۔ خود اس روایت کے بعض طرق میں جو تفصیل آئی ہے اس سے بھی یہی تفسیر سمجھ میں آتی ہے۔ اس روایت کے متعدد طرق میں الروایات بعضها تفسر بعضاً کے قاعدے کے مطابق غور کرنے سے اسی طرح فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ کے کلام میں غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ 'عمود الاسلام' کا مطلب اسلام کی قوت و سلطنت ہے جیسا کہ ایک روایت میں 'فجعلها لكم عزاً و محشراً و منعة و ذكراً' کے الفاظ آئے ہیں اور عمود الکتاب کا مطلب ایمان یا امن و امان یا بادشاہت و سلطنت ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں یہ تفسیر خود آنحضرت ﷺ سے مروی ہے۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ ایسا کس زمانے میں ہوا یا ہوگا؟ تو اس میں مختلف احتمالات ہیں اور سب اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتے ہیں۔ یہ نبی امی ﷺ کی سلطنت کے بارے میں بھی ہو سکتا ہے جس کی قوت ملک شام میں تھی۔ آخری زمانے میں فتنوں کے وقوع کے وقت ملک شام کے بارے میں پیش گوئی بھی ہو سکتی ہے۔ حضرت مہدیؑ کے بارے میں بھی ہو سکتا ہے، اور شام چونکہ عرض محشر بھی ہے تو اس میں مسلمانوں کے دائمی فلاح اور اعزاز و اکرام کے بارے میں بھی ہو سکتا ہے۔

فی جامع الأحادیث: ۲۸۲/۱۳: حرف السین: ۱۳۱۱۸: سئل عمود الاسلام من

تحت رأسي فأوحشني ثم رأيت ببصري فأذا هو قد غرز في وسط الشام فقيل لي : يا محمد ان الله قد اختار لك الشام و لعباده فجعلها لكم عزاً و محشراً: أخرجه ابن عشاكر ۱۱۲/۱.

## قبیلہ اسلم و غفار کی فضیلت

(۱۰۱۰) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال:

”أَسْلَمُ سَأَلَمَهَا اللَّهُ، وَ غِفَارُ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا أَمَا إِنِّي لَمْ أَقْلَهَا وَ لَكِنْ قَالَهَا اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ.“ [صحیح] (أخرجه مسلم في صحيحه ج ۲ ص ۱۹۵۳)

(۱۰۱۰) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبیلہ اسلم اللہ اس کو سلامت و محفوظ رکھے اور قبیلہ غفار اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے۔ لوگو! یہ بات میں نہیں کہہ رہا ہوں لیکن اللہ عز و جل فرما رہا ہے۔ (اخرجه مسلم ۱۹۵۳/۲)

## عسقلان کی فضیلت

(۱۰۱۱) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

”عَسْقَلَانُ أَحَدُ الْعَرُوسَيْنِ، يُبْعَثُ مِنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُونَ أَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ، وَيُبْعَثُ مِنْهَا خَمْسُونَ أَلْفًا شُهَدَاءَ وَفُودًا إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ، وَبِهَا صُفُوفُ الشُّهَدَاءِ، رُؤُسُهُمْ مُقَطَّعَةٌ فِي أَيْدِيهِمْ، تَشُجُّ أَوْدَاجَهُمْ دَمًا يَقُولُونَ: رَبَّنَا آتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ، فَيَقُولُ: صَدَقَ عِبْدِي أَغْسِلُوهُمْ بِنَهْرِ الْيُسْطَى، فَيَخْرُجُونَ مِنْهَا نَقِيًّا بَيْضًا، فَيَسْرَحُونَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءُوا.“

[ضعيف جداً] (أخرجه أحمد في المسند ج ۳ ص ۵)

## نہر بیضہ میں غسل کے بعد شفاف و سفید

(۱۰۱۱) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضي الله عنه سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے



ارشاد فرمایا: عسقلان احد العرو سین ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ وہاں سے ستر ہزار ایسے لوگوں کو اٹھائیں گے کہ جن کا حساب نہیں ہوگا اور وہاں سے پچاس ہزار ایسے لوگوں کو اٹھائے گا جو شہداء ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی جانب جارہے ہوں گے اور شہداء کی صفیں اس طرح ہوں گی کہ اپنے کٹے ہوئے سروں کو ہاتھوں میں لیے ہوئے ہوں گے اور خون بہہ رہا ہوگا۔

وہ عرض کر رہے ہوں گے، ہمارے رب وہ عطا کیجیے جو آپ نے وعدہ کیا تھا اپنے رسولوں سے بیشک آپ وعدہ خلاف کرنے والے نہیں ہیں۔

حق جل مجدہ فرمائیں گے: میرے بندہ نے سچ کہا ان کو نہر بیضۃ میں غسل کرادو۔ وہ غسل کر کے بالکل صاف شفاف سفید۔ (نقیابضا) صاف و شفاف سفید ہو کر نکلیں گے اور جنت میں جہاں چاہیں گے سیر کریں گے۔ (اخرجہ احمد فی المسند ۵/۳)

## شرقی اور غربی سمندر کی فضیلت

(۱۰۱۲) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ رفعه قال:

”كَلَّمَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَذَا الْبَحْرُ الْغُرْبِيَّ، وَكَلَّمَ الْبَحْرُ الشَّرْقِيَّ، فَقَالَ لِلْبَحْرِ الْغُرْبِيِّ: إِنِّي حَامِلٌ فِيكَ عِبَادًا مِنْ عِبَادِي فَكَيْفَ أَنْتَ صَانِعٌ بِهِمْ؟ قَالَ: أَغْرِفُهُمْ. قَالَ: بَأْسُكَ فِي نَوَاحِيكَ، حَرَّمَهُ الْحِلْيَةُ وَالصَّيْدَ. وَكَلَّمَ هَذَا الْبَحْرُ الشَّرْقِيَّ فَقَالَ: إِنِّي حَامِلٌ فِيكَ عِبَادًا مِنْ عِبَادِي فَمَا أَنْتَ صَانِعٌ بِهِمْ؟ قَالَ: أَحْمِلُهُمْ عَلَى بَدَنِي أَكُونُ لَهُمْ كَالْوَالِدَةِ لَوْلَدَهَا، فَأَثَابَهُ الْحِلْيَةُ وَالصَّيْدَ.“ [ضعيف] (أخرجه البزار ج ۲/ ۱۶۶۹ — كشف الأستار)

(۱۰۱۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔

حق جل مجدہ نے بحر غربی سے گفتگو کی اور شرقی سمندر سے بھی گفتگو کی، غربی سمندر سے ارشاد فرمایا: میں اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کو تیرے اندر سفر کراؤں گا تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی۔ اس نے جواب دیا: میں ان کو غرق کردوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا نقصان تیرے ہی ارد گرد ہوگا، اس کو مچھلی اور سمندری زیورات سے محروم کر دیا گیا۔

اور حق تعالیٰ نے بحر شرقی سے بات کی کہ میں اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کو تیرے اندر سفر کراؤں گا تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی۔ اس نے جواب دیا: میں ان کو اپنے جسم پر اٹھائے لیے پھروں گا اور ان کے ساتھ ایسا معاملہ کروں گا جیسا ماں اپنے بچوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرتی ہے۔ پس اس کو سمندری زیورات اور شکار سے مالا مال کر دیا گیا۔ (اخرجہ البز ۲/۱۶۶۹، کشف الاستار)

## ’بحر ہند‘ کی فضیلت

(۱۰۱۳) لأبي الشيخ في (العظمة) والخطيب والديلمي عن أبي هريرة رضي الله عنه، والبخاري عنه موقوفاً، والخطيب عن ابن عمرو موقوفاً، وابن أبي حاتم والخطيب عن ابن عمرو عن كعب الأحمبار موقوفاً.

”كَلَّمَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ الْبَحْرَ الشَّامِيَّ فَقَالَ: يَا بَحْرُ! أَلَمْ أَخْلُقْكَ فَأَحْسَنْتُ خَلْقَكَ، وَأَكْثَرْتُ فِيكَ مِنَ الْمَاءِ؟ قَالَ: بَلَى يَا رَبِّ، قَالَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ إِذَا حَمَلْتُ فِيكَ عِبَادِي يَهْلِلُونِي وَيَحْمَدُونِي وَيُسَبِّحُونِي وَيُكَبِّرُونِي؟ قَالَ: أُغْرِقُهُمْ، قَالَ: فَإِنِّي جَاعِلٌ بِأَسْكَ فِي نَوَاحِيكَ، وَحَامِلُهُمْ عَلَى يَدَيَّ، ثُمَّ كَلَّمَ اللَّهُ الْبَحْرَ الْهِنْدِيَّ فَقَالَ: يَا بَحْرُ! أَلَمْ أَخْلُقْكَ فَأَحْسَنْتُ خَلْقَكَ، وَأَكْثَرْتُ فِيكَ مِنَ الْمَاءِ؟ قَالَ: بَلَى يَا رَبِّ، قَالَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ إِذَا حَمَلْتُ فِيكَ عِبَادِي يَهْلِلُونِي وَيَحْمَدُونِي وَيُسَبِّحُونِي وَيُكَبِّرُونِي؟ قَالَ:

أَهْلِلَكَ مَعَهُمْ وَأَسْبَحَكَ مَعَهُمْ وَأَكْبَرَهُ مَعَهُمْ وَأَحْمَلُهُمْ بَيْنَ ظَهْرِي وَبَطْنِي فَآتَاهُ اللَّهُ الْحِلْيَةَ وَالصَّيْدَ الطَّيِّبَ.“

[ضعيف جداً] (كما في الإتحافات ۶۶۸)

(۱۰۱۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عمرو رضی اللہ عنہ اور کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے، حق جل مجدہ نے ’بحر شامی‘ کو شرف ہم کلامی بخشا اور پوچھا کہ: اے

’بحر شام! کیا تم کو میں نے پیدا نہیں کیا؟ اچھی تخلیق عطا نہ کی؟ اور تیرے اندر عمیق و گہرا پانی نہیں ڈالا؟ سمندر نے جواب دیا: کیوں نہیں! رب العالمین! پھر ارشاد ہوا: اچھا یہ تو بتا جب میرے بندے، تیرے راستے سمندری سفر اس حال میں کریں گے کہ وہ میری تہلیل ’لا إله إلا الله‘، میری تحمید ’الحمد لله‘، میری تسبیح ’سبحان الله‘ اور میری تکبیر ’الله اکبر‘ کہتے ہوئے گزر رہے ہوں گے، تو تو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا؟ سمندر نے جواب دیا: میں ان کو غرق کر دوں گا، ارشاد باری تعالیٰ ہوا: تو میں تیری طاقت کو منتشر کر دوں گا اور میں اپنے دستِ قدرت سے ان کی حفاظت کروں گا۔ پھر حق جل مجدہ ’بحر ہند‘ سے ہم کلام ہوا اور ارشاد فرمایا: اے ’بحر ہند! کیا تم کو میں نے پیدا نہیں کیا؟ تیری خوبصورت تخلیق نہیں کی؟ اور تیرے اندر وسیع و عریض پانی کا ذخیرہ نہیں رکھا؟ ’بحر ہند‘ نے جواب دیا: ہاں میرے پروردگار! کیوں نہیں؟! ارشاد باری تعالیٰ ہوا: اچھا! یہ بتا کہ جب تیرے راستے میرے بندے سفر کریں گے اور تجھ پر سے تسبیح و تہلیل اور تحمید و تکبیر کرتے ہوئے گزر رہے ہوں گے، تو تیرا ان کے ساتھ کیسا معاملہ ہوگا؟ ’بحر ہند‘ نے جواب دیا: رب العالمین! میں بھی تہلیل و تسبیح اور تحمید و تکبیر میں ان کا ساتھ دوں گا اور میں ان کو اپنی پشت و پیٹھ میں لے کر سفر طے کراؤں گا، یہ جواب سن کر اللہ پاک نے بحر ہند کو ’حلیہ‘، موتی جواہرات اور لذیذ و خوش ذائقہ شکار عطا فرمایا۔ (الاتحاف ۶۶۸)

## بازار سب سے بُری جگہ ہے

(۱۰۱۴) عن محمد بن جبیر بن مطعم عن أبيه:

أن رجلاً أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! أيُّ البلدانِ شرٌّ؟

قال: فقال: لا أدري، فلما أتاه جبريل عليه السلام قال:

”يَا جَبْرِيلُ! أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي حَتَّى أَسْأَلَ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ،

فَانْطَلَقَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَمُكِّثَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّكَ سَأَلْتَنِي: أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟ فَقُلْتُ: لَا أَدْرِي، وَإِنِّي سَأَلْتُ

رَبِّي عَزَّوَجَلَّ : أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرُّ؟ فَقَالَ : أَسْوَأُهَا. “

[صحيح] (أخرجه أحمد في مسنده ج ٤ ص ٨١)

(۱۰۱۴) ترجمہ: جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ سب سے بُری وگندی جگہ (علاقہ) کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو نہیں معلوم۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جبریل سب سے بُری جگہ کون سی ہے۔ انھوں نے فرمایا: مجھ کو نہیں معلوم۔ جب تک کہ میں اللہ عزوجل سے نہ معلوم کر لوں۔ تو جبریل علیہ السلام تشریف لے گئے اور جب تک اللہ نے چاہا وہ رکے رہے، پھر تشریف لائے اور عرض کیا: یا محمد ﷺ آپ نے سوال کیا تھا مجھ سے کہ سب سے بُری جگہ کون سی ہے۔ تو میں نے جواب دیا تھا مجھ کو نہیں معلوم۔ لہذا میں نے رب عزوجل سے سوال کیا کہ سب سے بُری جگہ کون سی ہے؟ تو حق تعالیٰ نے فرمایا: شہروں میں وہ جگہ جو بازار ہے۔

(اخرجه احمد في مسند ۸۱/۴)

## اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جگہیں مساجد ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: احب البلاد الى الله تعالیٰ کے پسندیدہ جگہیں تمام شہروں میں سے مساجد ہیں اور شہروں میں سب سے بُری وگندی جگہ بازار ہیں۔ (مسلم)

ظاہری بات ہے جہاں عباد الرحمن پنج وقتہ فرائض کی ادائیگی کے لیے سر بسجود ہوتے ہیں ملائکہ اللہ کا نزول ہوتا ہے، فلک بوس مناروں سے اللہ کی کبریائی، معبود حقیقی کی تعین و تشہیر، رسالت کی شہادت و صداقت اور عبادت و عبودیت کی دعوت، صلاح و فلاح کی ضمانت و ذمہ داری کا اعلان ہوتا ہے اس سے بہتر جگہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نور ہدایت ملنے کی جگہ وہی مساجد اور بیوت اللہ ہیں۔ اور حق تعالیٰ سے ملاقات کی جگہ مساجد ہیں۔

## مسجدوں کی تعمیر و تعظیم

حق جل مجدہ نے قرآن مجید میں بہت ہی واضح طور پر فرمادیا:

﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ

وَالْآصَالِ.....﴾ آلاية (النور: ۳۶)

### رفع مساجد کے معنی

أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ، أَذِنَ، أَذِنَ سے مشتق ہے جس کے معنی اجازت دینے کے ہیں اور تُرْفَعَ، رفع سے مشتق ہے جس کے معنی بلند کرنے اور تعظیم کرنے کے ہیں، معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے مسجدوں کو بلند کرنے کی۔ اجازت دینے سے مراد اس کا حکم کرنا ہے اور بلند کرنے سے مراد ان کی تعظیم کرنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلند کرنے کے حکم میں اللہ تعالیٰ نے مسجدوں میں لغو کام کرنے اور لغو کلام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)

عکرمہ و مجاہد امام تفسیر نے فرمایا کہ رفع سے مراد مسجد کا بنانا ہے، جیسے بناء کعبہ کے متعلق قرآن میں آیا ہے ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ﴾ کہ اس میں رفع قواعد سے مراد بناء قواعد ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ رفع مساجد سے مراد مساجد کی تعظیم و احترام اور ان کو نجاستوں اور گندی چیزوں سے پاک رکھنا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسجد میں جب کوئی نجاست لائی جاوے تو مسجد اس سے اس طرح سمٹی ہے جیسے انسان کی کھال آگ سے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مسجد میں سے ناپاکی اور گندی اور ایذا کی چیز کو نکال دیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنادیں گے۔ رواہ ابن ماجہ۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے گھروں میں (بھی) مسجدیں (یعنی نماز پڑھنے کی مخصوص جگہیں) بنائیں اور ان کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام

کریں۔ (قرطبی)

اور اصل بات یہ ہے کہ لفظ تَرْفَع میں مسجدوں کا بنانا بھی داخل ہے اور ان کی تعظیم و تکریم اور پاک صاف رکھنا بھی۔ پاک صاف رکھنے میں یہ بھی داخل ہے کہ ہر نجاست اور گندگی سے پاک رکھیں۔ اور یہ بھی داخل ہے کہ ان کو ہر بدبو کی چیز سے پاک رکھیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے لہسن یا پیاز کھا کر بغیر منہ صاف کئے ہوئے مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے جو عام کتب حدیث میں معروف ہے۔ سگریٹ، حقہ، پان کا تمباکو کھا کر مسجد میں جانا بھی اسی حکم میں ہے۔ مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جس میں بدبو ہوتی ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے۔

### مسجدوں کی شان و شوکت اور زینت

رفع مساجد کا مفہوم جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک یہی ہے کہ مسجدیں بنائی جائیں اور ان کو ہر بری چیز سے پاک صاف رکھا جائے۔ بعض حضرات نے اس میں مسجدوں کی ظاہری شان و شوکت اور تعمیری بلندی کو بھی داخل قرار دیا ہے اور استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر سال کی لکڑی سے شاندار بنائی تھی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی میں نقش و نگار اور تعمیری خوبصورتی کا کافی اہتمام فرمایا تھا اور یہ زمانہ اجلہ صحابہ کا تھا کسی نے ان کے اس فعل پر انکار نہیں کیا اور بعد کے بادشاہوں نے تو مسجدوں کی تعمیرات میں بڑے اموال خرچ کئے ہیں۔ ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ خلافت میں دمشق کی جامع مسجد کی تعمیر و تزئین پر پورے ملک شام کی سالانہ آمدنی سے تین گنا زیادہ مال خرچ کیا تھا، ان کی بنائی ہوئی یہ مسجد آج تک قائم ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر نام و نمود اور شہرت کے لیے نہ ہو اللہ کے نام اور اللہ کے گھر کی تعظیم کی نیت سے کوئی شخص مسجد کی تعمیر شاندار بلند و مستحکم خوبصورت بنائے تو کوئی ممانعت نہیں بلکہ امید ثواب کی ہے۔

## بدبو کے ساتھ مسجد میں نہ آئے

صحیح مسلم میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے منہ سے لہسن یا پیاز کی بدبو محسوس فرماتے تھے اس کو مسجد سے نکال کر بقیع میں بھیج دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس کو لہسن پیاز کھانا ہی ہو تو اس کو خوب اچھی طرح پکا کر کھائے کہ ان کی بدبو ماری جائے۔ حضرات فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کر کے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی ایسی بیماری ہو کہ اس کے پاس کھڑے ہونے والوں کو اس سے تکلیف پہنچے اس کو بھی مسجد سے ہٹایا جاسکتا ہے اس کو خود چاہیے کہ جب تک ایسی بیماری میں ہے نماز گھر میں پڑھے۔

## حق جل مجدہ کی محبت کا راستہ

جمہور مفسرین کے نزدیک ان بیوت سے مراد مساجد ہیں۔  
قرطبی نے اسی کو ترجیح دی اور استدلال میں حضرت انسؓ کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ فَلْيُحِبَّنِي وَ مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ أَصْحَابِي وَ مَنْ أَحَبَّ أَصْحَابِي فَلْيُحِبَّ الْقُرْآنَ وَ مَنْ أَحَبَّ الْقُرْآنَ فَلْيُحِبَّ الْمَسَاجِدَ فَإِنَّهَا أَفْنِيَةُ اللَّهِ أَذِنَ اللَّهُ فِي رَفْعِهَا وَ بَارَكَ فِيهَا مَيْمُونَةٌ مَيْمُونٌ أَهْلُهَا مَحْفُوظَةٌ مَحْفُوظٌ أَهْلُهَا هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ وَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فِي حَوَائِجِهِمْ هُمْ فِي الْمَسَاجِدِ وَ اللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ. (قرطبی)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ میرے صحابہ سے محبت کرے، اور جو صحابہ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ قرآن سے محبت کرے، اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ مسجدوں سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ کے گھر ہیں، اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا



ہے اور ان میں برکت رکھی ہے وہ بھی بابرکت ہیں اور ان کے رہنے والے بھی بابرکت۔ وہ بھی اللہ کی حفاظت میں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی حفاظت میں۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے کام بناتے اور حاجتیں پوری کرتے ہیں وہ مسجدوں میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (قرطبی)

## فضائلِ مساجد

ابوداؤد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کے لیے مسجد کی طرف نکلا اس کا ثواب اس شخص جیسا ہے جو احرام باندھ کر گھر سے حج کے لیے نکلا ہو اور جو شخص نماز اشراق کے لیے اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف چلا تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے جیسا ہے۔ اور ایک نماز کے بعد دوسری بشرطیکہ ان دونوں کے درمیان کوئی کام یا کلام نہ کرے، علین میں لکھی جاتی ہے۔ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مساجد کو جاتے ہیں ان کو قیامت کے روز مکمل نور کی بشارت سنا دیجیے۔ (رواہ مسلم)

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرد کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا، گھر میں یا دکان میں نماز پڑھنے کی نسبت بیس سے زائد درجہ افضل ہے اور یہ اس لیے کہ جب کوئی شخص وضو کرے اور اچھی طرح (سنت کے مطابق) وضو کرے پھر مسجد کو صرف نماز کی نیت سے چلے اور کوئی غرض نہ ہو تو ہر قدم پر اس کا مرتبہ ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں پہنچ جائے۔ پھر جب تک جماعت کے انتظار میں بیٹھا رہے گا اس کو نماز ہی کا ثواب ملتا رہے گا اور فرشتے اس کے لیے یہ دعا کرتے رہیں گے کہ یا اللہ، اس پر رحمت نازل فرما اور اس کی مغفرت فرما، جب تک کہ وہ کسی کو ایذا نہ پہنچائے اور اس کا وضو نہ ٹوٹے۔ اور حضرت حکم ابن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں مہمانوں کی طرح

رہو اور مسجدوں کو اپنا گھر بناؤ اور اپنے دلوں کو رقت کی عادت ڈالو (یعنی رقیق القلب نرم دل بنو) اور (اللہ کی نعمتوں میں) کثرت سے تفکر و غور کیا کرو اور بکثرت (اللہ کے خوف سے) رویا کرو، ایسا نہ ہو کہ خواہشات دنیا تمہیں اس حال سے مختلف کر دیں کہ تم گھروں کی فضول تعمیرات میں لگ جاؤ جن میں رہنا بھی نہ ہو اور ضرورت سے زیادہ مال جمع کرنے کی فکر میں لگ جاؤ اور مستقبل کے لیے ایسی فضول تمناؤں میں مبتلا ہو جاؤ جو پانہ سکو۔ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا گھر مسجد ہونا چاہیے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مساجد متقی لوگوں کے گھر ہیں جس شخص نے مساجد کو (کثرت ذکر کے ذریعہ) اپنا گھر بنالیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے راحت و سکون اور پل صراط پر آسانی سے گزرنے کا ضامن ہو گیا اور ابوصادق ازدی نے شعیب بن الحجاب کو خط لکھا کہ مسجدوں کو لازم پکڑو کیونکہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ مساجد ہی انبیاء کی مجالس تھیں۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو مسجدوں میں آکر جگہ جگہ حلقے بنا کر بیٹھ جائیں گے اور وہاں دنیا ہی کی اور اس کی محبت کی باتیں کریں گے تم ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسے مسجد میں آنے والوں کی ضرورت نہیں۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں بیٹھا گویا وہ اپنے رب کی مجلس میں بیٹھا ہے اس لیے اس کے ذمہ ہے کہ زبان سے سوائے کلمہ خیر کے اور کوئی کلمہ نہ نکالے۔ (قرطبی)

## عورتوں کی بہترین مساجد

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوتِهِنَّ“

یعنی عورتوں کی بہترین مساجد (نماز کی جگہیں) ان کے گھروں کے تنگ و تاریک

گوشے ہیں۔ (مسند احمد، بیہقی)

## مساجد کے پندرہ آداب

علماء نے آداب مساجد میں پندرہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے:

(۱) مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو ان کو سلام کرے اور کوئی نہ ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ کہے (لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مسجد کے حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ اس کو سلام کرنا درست نہیں)۔

(۲) مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھے (یہ بھی جب ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ نہ ہو، مثلاً عین آفتاب کے طلوع یا غروب یا استواء نصف النہار کا وقت نہ ہو)۔

(۳) مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے۔

(۴) وہاں تیر تلوار نہ نکالے۔

(۵) مسجد میں اپنی گم شدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے۔

(۶) مسجد میں آواز بلند نہ کرے۔

(۷) وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے۔

(۸) مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے۔

(۹) جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں پر تنگی پیدا نہ کرے۔

(۱۰) نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گزرے۔

(۱۱) مسجد میں تھوکنے ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے۔

(۱۲) اپنی انگلیاں نہ چٹائے۔

(۱۳) اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے۔

(۱۴) نجاسات سے پاک صاف رہے اور کسی چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ

لے جائے۔

(۱۵) وہاں کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

قرطبی نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا کہ جس نے یہ کام کر لیے اس نے مسجد کا حق ادا کر دیا اور مسجد اس کے لیے حرز و امان کی جگہ بن گئی۔ (معارف القرآن ۶/۴۲۸)

## انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بنائی ہوئی مسجدیں

بغوی نے بروایت صالح بن حبان بریدہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ صرف چار مسجدیں ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام نے بنایا تھا، کعبۃ اللہ کو حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل علیہما السلام نے بنایا۔ بیت المقدس کو حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام نے بنایا۔ اور مسجد نبوی ﷺ مدینہ منورہ اور مسجد قباء کو رسول اللہ ﷺ نے بنایا، مسجد قباء وہی مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی تھی (گویا کہ دو دہائیوں نے ایک ایک مسجد تعمیر فرمائی اور ہمارے آقا و مولیٰ محمد ﷺ نے اکیلے دو مسجدیں بنائیں۔

## وہ کام جو مساجد میں ناجائز ہیں

فرمان ہے کہ جسے مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے، اور جب کسی کو گم شدہ جانور مسجد میں تلاش کرتا ہوا پاؤ تو کہو کہ اللہ کرے نہ ملے۔ (ترمذی) ارشاد ہے کہ بہت سی باتیں مسجد کے لائق نہیں۔ مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے، مسجد میں ہتھیار نہ نکالے جائیں۔ مسجد میں تیرکمان پر نہ لگایا جائے نہ تیر پھیلانے جائیں، نہ کچا گوشت لایا جائے، نہ یہاں حد ماری جائے، نہ یہاں باتیں قصے کہانیاں کہے جائیں، نہ اسے بازار بنایا جائے، (ابن ماجہ) فرمان ہے کہ ہماری مسجدوں سے اپنے بچوں کو اور دیوانوں کو اور خرید و فروخت کو اور لڑائی جھگڑے کو اور بلند آواز سے بولنے کو، اور حدوں کو جاری کرنے کو، اور تلواروں کو ننگی کرنے کو روکو۔ ان کے دروازوں پر وضوء کی جگہ بناؤ، اور جمعہ کے دن انہیں خوشبو سے مہکاؤ۔ (ابن ماجہ)

## مسجد میں اونچی آواز سے بات کرنا

سائب بن یزید کندیؒ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ اچانک مجھ پر کسی نے کنکر پھینکا میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطابؓ تھے، مجھ سے فرمانے لگے جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب میں انہیں آپ کے پاس لایا تو آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ یا پوچھا تم کہاں کے ہو، انھوں نے کہا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم یہاں کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، تم مسجد نبوی میں اونچی آوازوں سے بول رہے ہو۔ (بخاری)

## گھر سے جب مسجد کے لیے نکلیں تو یوں کہہ لیں

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ شروع اللہ کے نام سے، اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور نہ تو برائی سے نکل سکتا ہوں اور نہ بھلائی کر سکتا ہوں مگر اللہ ہی کی طاقت سے۔ آپ شیطان کے حملہ سے بچ جائیں گے۔

حضرت انس راوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ان کلمات کو گھر سے نکلتے وقت کہہ لیتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ بس تو ہدایت پا گیا، تیرے لیے کافی ہو گیا۔ تیری حفاظت و حراست ہوگئی اور اس سے شیطان کو دور کر دیا جاتا ہے۔ (ترمذی، الترغیب ۲/۲۵۸)

## ستر ہزار فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کے لیے گھر سے نکلے اور یہ دعاء راستہ میں پڑھ لے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے متعین کر دیتے ہیں جو اس کے لیے دعاء مغفرت کرتے رہتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَبِحَقِّ خُرُوجِیْ اِلَیْکَ اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّهُ لَمْ یُخْرِجْنِیْ اَشْرًا وَلَا بَطْرًا وَلَا سُمْعَةً وَلَا رِیَاءً خُرَجْتُ هَرَبًا وَفِرَارًا مِنْ ذُنُوْبِیْ اِلَیْکَ خَرَجْتُ رَجَاءً رَحْمَتِکَ وَشَفَقًا مِنْ عَذَابِکَ ،

خَرَجْتُ اتِّقَاءَ شَخِطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ أَسْأَلُكَ أَنْ تُنْقِذَنِي مِنَ النَّارِ  
بِرَحْمَتِكَ. (ابن ماجہ، الترغیب ۲/۵۸)

اے اللہ میں تجھ سے تمام سوال کرنے والوں کی جو قدر و منزلت ہے تیرے نزدیک اس کا واسطہ دے کر دست سوال پھیلا رہا ہوں، اور میں جو چل پڑا ہوں تیری طرف اس کی بھرم رکھ لے۔ تجھے معلوم ہے کہ نہیں نکالا مجھ کو کسی برائی و شر پسندی نے نہ ہی تکبر و غرور نے نہ ہی دکھلاوا و شہرت پسندی نے۔ نہ ہی ریا و نمود نے۔ میں نکلا ہوں تیز رفتاری کے ساتھ بھاگتا ہوا اپنے گناہ و ذنوب سے تیری (ذات بے نیاز کی) طرف، نکلا ہوں تیری رحمت کی امید لے کر۔ تیرے عذاب سے ڈر کر، نکلا ہوں تیری ناراضگی سے بچنے کے لیے۔ اور تیری رضا کی طلب و جستجو لے کر۔ رہا آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ کو دوزخ و جہنم کے آگ سے بچالے۔ (الترغیب)

نماز فجر کے لیے گھر سے نکلیں تو اس دعاء کو بھی راستہ میں پڑھ لیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ نُوْرًا فِىْ قَلْبِيْ وَنُوْرًا فِىْ قَبْرِىْ وَنُوْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِيْ وَنُوْرًا عَن يَمِيْنِيْ وَنُوْرًا عَن شِمَالِيْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِيْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِيْ وَنُوْرًا فِى سَمْعِيْ وَنُوْرًا فِى بَصَرِيْ وَنُوْرًا فِى شَعْرِيْ وَنُوْرًا فِى بَشَرِيْ وَنُوْرًا فِى لَحْمِيْ وَنُوْرًا فِى دَمِيْ وَنُوْرًا فِى مُخِّيْ وَنُوْرًا فِى عِظَامِيْ. اَللّٰهُمَّ اَعْظُمْ لِيْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا وَاَجْعَلْنِيْ نُوْرًا سُبْحَانَ الَّذِى تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَقَالَ بِهٖ. سُبْحَانَ الَّذِى لَبَسَ الْمَجْدَ وَتَكْرَّمَ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِى لَا يَنْبَغِيْ التَّسْبِيْحُ اِلَّا لَهٗ، سُبْحَانَ ذَا الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ سُبْحَانَ ذِى الْمَجْدِ وَالْكَرَمِ، سُبْحَانَ ذِى الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.

اے اللہ نور عطا کر دے میرے دل میں، اور نور میرے قبر میں اور نور میرے سامنے اور نور میرے پیچھے، اور نور میرے داہنے، اور نور میرے بائیں، اور نور میرے اوپر، اور نور میرے نیچے، اور نور میرے کان میں، اور نور میرے آنکھ میں، اور نور میرے بال میں، اور نور میرے جسم کے کھال میں، اور نور میرے گوشت میں، اور نور میرے خون میں، اور نور

میرے دماغ میں اور نور میرے ہڈی میں اور اے اللہ میرے حصہ میں بہت عظیم نور عطا فرمادے۔ اور عطا کر دے نور، اور سراپا ہم کو نور ہی نور کر دے اور پاک ہے وہ ذات جو عزت کے مقام پر فائز ہے (رب العزت) اور پاک ہے وہ ذات جو مجد و بزرگی والی مکرم ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو تسبیح کی خاص مستحق ہے، پاک ہے وہ ذات جو فضل و نعم والی ہے، پاک ہے وہ ذات جو مجد و کرم والی ہے، پاک ہے وہ ذات جو صاحب جلال و اکرام ہے۔

رَبَّنَا اَتْمَم لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

جب مسجد کے دروازہ پر پہنچ جائیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ سُلْطٰنِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

میں پناہ چاہتا ہوں اللہ عظیم کے ذریعہ اس کے کرم والے چہرہ کے واسطے اور اس کے قدیم جبروت کے ذریعہ شیطان رجیم سے۔ پھر پڑھے: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اے اللہ کھول دے میرے لیے رحمت کے تمام دروازے۔

پھر رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھیں۔

اور مسجد کا حق تحیۃ المسجد ہے ادا کریں اور خیر بقاء الارض کی خیرات و برکات کو خوب اپنے ظرف و پیمانہ کے بقدر دیدہ باطن میں اتاریں، نفحات و تجلیات ربانیہ کا نزول، فیوض و برکات کا شعور دل کی آہوں میں اللہ ہو، اللہ ہو، کے زمزمہ سے مراقبہ میں مشاہدہ کریں۔ رَبَّنَا اَتْمَم لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (ثمین)

بری جگہوں کے بُرے اثرات

شارع علیہ السلام نے امت کو جس طرح خیر و شر، بھلائی و برائی، نیکی و بدی سے آگاہ کیا، بھلی اور بری جگہوں سے بھی باخبر کیا تاکہ مومن چوکنا اور ہوشیار رہے، غفلت و معصیت کے مقام پر بھی حضوری حق اور حق آگاہ رہے۔ بازار کی رنگینیت اور تجارت و صناعیت کے ماحول میں بھی عام لوگوں کی طرح رب العزت سے غفلت والی زندگی نہ



گزارے۔ اسواق، یعنی بازار کو بری جگہ کیوں کہا گیا اس لیے کہ اسواق، فسق و فجور، منکرات و منہیات، کذب و دھوکہ دہی، غش و فریب، دغا و مکر، غفلت و معصیت کی کھلی منڈی ہے جہاں جا کر لوگ حقوق اللہ اور حدود اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور خرید و فروخت کے بے جانشے میں تاجروں کے درمیان شقاق و نفاق اور حرص و لالچ میں مزید سے مزید نفع کی ہوس کی بنیاد پر بغض و عداوت بڑھتی ہے۔ فکرِ آخرت کی جگہ حبِ دنیا، یعنی دنیا کی محبت اور دنیا کی طلب دل میں بڑھتی رہتی ہے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دنیا کی محبت کو تمام گناہوں کی اصل اور جڑ بتلایا۔ بازار میں جا کر ہر طرف غفلت کا ماحول ہوتا ہے اس لیے حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مَسَاجِدُهَا وَ أَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ أَسْوَاقُهَا. (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ کی مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ بازار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور مبغوضیت کا تعلق ان جگہوں کے اعمال و احوال سے ہیں۔ مساجد میں ذکر اللہ، تلاوت قرآن مجید، نماز و عطا و نصیحت درس حدیث، درس قرآن، فکرِ آخرت کی دعوت، حلال و حرام کی وضاحت، شریعت و سنت کی اشاعت کا کام ہوتا ہے انہی اعمال خیر کی وجہ سے رحمت سکینت کا نزول ہوتا ہے یہی محبوبیت الہی کا سبب ہے کیونکہ پسندیدہ اور مرضیات ربانی والے اعمال خیر کا وجود ہی مطلوب و مقصود باری تعالیٰ ہے۔

بعض روایات میں احسن البقاع، اور بعض میں خیر البقاء آیا ہے سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔

نبی ﷺ نے شر البقاء اور ابغض البقاء سے جب باخبر فرما دیا تو مومن کا کام ہے جب ضرورت سے ایسی جگہ جانا ہی پڑ جائے تو بھرپور تقویٰ کا خیال رکھے۔ گناہ سے بچے گناہ اور فواحش کی مجالس میں شرکت نہ کرے، نگاہ نیچی رکھے اور اللہ کے حقوق میں سے کسی حق کو

ضائع نہ ہونے دے، خود فسق و فجور سے اجتناب کرے، تکبر و غرور اختیار نہ کرے بلکہ تواضع کو اپنائے، لغو و فضول کام میں وقت ضائع نہ کرے، ذکر اللہ کا التزام و اہتمام ایسا ہو کہ ذکر اللہ سے نسیان و ذہول نہ ہو۔ اور خاص کر زبان اور دل دونوں سے بازار میں اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ حضور ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ مومن غافل نہ ہو۔ جہاں بھی ہو حق آگاہ ہو، اور زیادہ سے زیادہ عبادت و اطاعت کے ذریعہ بیت الطاعة، بیت التقویٰ بیت الرحمة، یعنی مساجد جو اطاعت و عبادت اور تقویٰ و طہارت قلب، اور نزول رحمت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات و مناجات کی جگہیں میں وہاں زیادہ سے زیادہ وقت گزارا جائے اور بازار سے بچا جائے۔ اگر جانا ہی ہو تو پوری نگہداشت اور ہوش دردم، نظر بر قدم کے اصول کے تحت ہو، کیونکہ بازار غفلت کے اسباب کا مرکز ہے۔ حلال یا حرام راستہ سے مال جمع کرنے کا شر و فساد ہے، حرص و ہوس کا نہ ختم ہونے والا وبال ہے، رنگارنگ فتنوں اور دلوں کو لبھانے کا مقام ہے۔ لالچ و طمع، خیانت و جھوٹی قسم کے ذریعہ دھوکہ دہی کر کے فانی دنیا کو باقی آخرت پر فوقیت و ترجیح دینے کا غلبہ و غلط جذبہ ہوتا ہے مومن ان تمام خرافات و سیئات سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ قرآن مجید نے بہت ہی بلیغ انداز میں ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو ان غفلت کے اڈروں میں بھی غافل نہیں ہوتے۔

## رجال اور اللہ کے بندے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ

الزَّكَاةِ﴾ (النور: ۳۷)

ایسے مردانِ ہمت جن کی صفت یہ ہے کہ کوئی دنیاوی تجارت اور کوئی خرید و فروخت ان کو اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔ یعنی یہ لوگ اگرچہ بظاہر دنیوی تجارت میں مشغول ہیں، لیکن درحقیقت یہ لوگ ایسے باہمت اور مردانِ شجاعت ہیں کہ اصل مقصود ان کا آخرت کی تجارت ہے۔ دنیا کی تجارت ان کو

آخرت سے غافل نہیں ہونے دیتی، ان کا اصل مقصود دین ہے، اور دنیا اس کی تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کرنے والے کو مرد نہیں کہا بلکہ ایسے لوگوں کو مرد کہا کہ جو دنیا کی تجارت میں پڑ کر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ اشارہ اس طرف ہے کہ جو ایسا نہ ہو وہ مرد نہیں۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ باش

ایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

(نوٹ) بعض لوگ دوسرے مصرعہ کو یوں پڑھتے ہیں۔ 'زیبا صفت اندر جہاں کمتر

شود'۔ (معارف القرآن کاندھلوی ۵/۳۳۹)

ترجمہ: اپنے دل سے آشنا اور باخبر رہ اور باہر سے بیگانہ اور بے تعلق ہو جا ایسا پسندیدہ روش و صفت انسان دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔ دل کے احوال پر گہری نظر رکھنی چاہیے، باہر کی دنیا میں کیا کچھ ہنگامہ خیزیاں ہیں اور کیا کچھ نظارے دلفریب ہیں اس سے دور اور الگ تھلگ ہو کر ایک محبوب کی محبت اور یاد دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہو اور بس۔ ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہمہ شہر پُر ز خواہاں منم و خیل ماہے

چہ کنم کہ نفس بدخو نہ کند بہ کس نگاہے

پورا شہر مختلف خوبیوں اور حسن والوں سے بھرا ہوا ہے اور ادھر میں ہوں اور ایک ماہتاب جسے محبوب کا خیال ہے۔ میں کیا کروں اپنا خراب نفس کسی طرف نگاہ نہیں کرتا۔ حقیقت میں ایک ہی باکمال محبوب کی حسین اداؤں میں کھو جانا خوبی کی بات ہے پھر اس کے احکام کی تعمیل اور نقوش قدم کی اتباع۔ (الاکلیل ص ۳۲۲)

نفس بدخو سے اپنی طبیعت کو تعبیر کرنا کسر نفسی اور اظہار عجز کے طور پر ہے۔ (نشین)

بازار میں ذکر اللہ اور نماز کی فضیلت

آیت میں ذکر اللہ سے مراد ہے نماز پڑھنے کے لیے مسجدوں میں آنا۔

امام بغوی نے بروایت سالم حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا ہے کہ بازار میں تھا اتنے

میں نماز کی اقامت ہوئی، لوگ اٹھ کر دکانیں بند کر کے مسجد میں چلے گئے، انھیں کے متعلق آیت رجال لاتلھيهم نازل ہوئی۔ یعنی معاش کے دھندے ان کو اللہ کی یاد اور احکام الہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے۔ بڑے سے بڑا بیوپار یا معمولی خرید و فروخت کوئی چیز اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی، صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی شان تھی۔

### عہد رسالت کے دکاندار و تاجر

عہد رسالت میں دو صحابی تھے، ایک تجارت کرتے تھے اور دوسرے صنعت و حرفت یعنی لوہار کا کام کرتے اور تلواریں بنا کر بیچتے تھے، پہلے صحابی کی تجارت کا حال یہ تھا کہ اگر سودا تولنے کے وقت اذان کی آواز کان میں پڑ جاتی تو وہیں ترازو پٹک کر نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دوسرے صحابی کا یہ عالم تھا کہ اگر گرم لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب لگا رہے ہیں اور کان میں اذان کی آواز آگئی تو ہتھوڑا مونڈھے پر اٹھائے ہوئے ہیں تو وہیں مونڈھے کے پیچھے ہتھوڑا ڈال کر نماز کو چل دیتے تھے، اٹھائے ہوئے ہتھوڑے کی ضرب کا کام لینا بھی گوارا نہ تھا، ان کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (گلدستہ ۵/۱۵۳)

### بازار اور عام گزرگاہوں کے حقوق و حدود

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطَّرِيقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَنَا بُدٌّ مِنْ مَّجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيْهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنْ اَبَيْتُمْ فَاَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ: قَالُوا: مَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْاَذْيِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ. (رواه البخاری و مسلم و ابو داؤد)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار عام گزرگاہوں میں نہ بیٹھا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم اس سے نہیں بچ سکتے کہ ہم لوگوں کی مجلسیں ایسی ہی جگہ ہیں جہاں ہم بیٹھ کر کاروباری معاملہ کو طے کرتے ہیں

حضور ﷺ نے فرمایا: اگر بیٹھنا ضروری ہی ہونے لگے نہ سکو تو پھر گزرگاہوں اور راستہ کا حق ادا کیا کرو۔ صحابہ نے سوال کیا کہ اے نبی اللہ ﷺ راستہ کا کیا حق ہے؟ (۱) غصُ البصر، نگاہ نیچی رکھنا، نگاہ نیچی رکھنے کا حکم تو عام مومنین کو ہر حال میں دیا گیا ہے۔ اور جب آدمی بازار میں ہو تو پھر یہ حکم اور مہتم اور شدید ہوگا۔

## بد نظری حرام ہے

بد نظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ قرآن کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا انسداد کرنے کے لیے اول اسی سوراخ کو بند کر دینا چاہا یعنی مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا کہ بد نظری سے بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں، اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادہ سے اس طرف نظر نہ کرے کیونکہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا، جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر آدمی نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار و ارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے چونکہ پہلی مرتبہ دفعۃً جو بے ساختہ نظر پڑتی ہے ازراہ شہوت و نفسانیت نہیں ہوتی اس لیے حدیث میں اس کو معاف رکھا گیا ہے۔ (تفسیر عثمانی، سورہ النور، آیت ۳۰)

## بد نظری شیطان کا زہر آلود تیر ہے

طبرانی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”النَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ ابْلِيسَ مَسْمُومٌ مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِي أَبَدَلْتُهُ إِيمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ“۔

نظر شیطان کے زہریلا تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص دل کے تقاضے کے باوجود اپنی نظر میرے خوف سے پھیر لے تو میں اس کے بدلے اس کو ایسا پختہ ایمان دوں گا جس کی لذت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔ (ابن کثیر)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہے (نامحرم کو) دیکھنے والے پر اور جس عورت کو دیکھا جائے اس پر۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

معلوم ہوا کہ دیکھنے والا بھی لعنت اور جس کو دیکھ رہا ہے وہ بھی لعنت کی وعید میں داخل ہے۔ اللہ اس لعنت کی وعید سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

مومنوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ کسی کو نہ دیکھیں سب کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھیں بلکہ جس کو دیکھنے کی اجازت نہیں اس کی طرف نظر اٹھانے کی ممانعت ہے بلکہ نامحرم کی طرف بالا ارادہ دوسری بار دیکھنے کی بندش ہے۔ پہلی مرتبہ جو بلا ارادہ نظر پڑ جائے اس کا گناہ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا علی یہ پہلی بار (بے ارادہ و بے ساختہ) نظر کے پیچھے (دوسری بار بالا ارادہ) نظر نہ کرنا پہلی نظر تمہارے لیے معاف ہے۔ دوسری نظر مباح و معاف نہیں۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

غیر محرم عورت کی طرف بُری نیت سے دیکھنا حرام اور بغیر کسی نیت کے دیکھنا مکروہ ہے۔ اور کسی عورت یا مرد کے ستر شرعی پر نظر ڈالنا بھی اس میں داخل ہے (ضرورت کے لیے علاج و معالجہ اس میں داخل نہیں) کسی کاراز معلوم کرنے کے لیے اس کے گھر میں جھانکنا اور تمام وہ کام جس میں نگاہ کے استعمال کرنے کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے اس میں داخل ہے۔ (معارف القرآن، جلد ۵/۱۲۵)

## عورتیں راستہ کے ایک طرف ہو کر چلیں

رسول اللہ ﷺ نے مردوں عورتوں کو راستے میں ملے جلے چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: عورتو! تم ادھر ادھر ہو جاؤ۔ تمہیں بیچ راہ میں نہ چلنا چاہیے۔ یہ سن کر عورتیں دیواروں سے لگی لگی چلنے لگیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیواروں سے رگڑتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

## خوشبو لگا کر عورتوں کا باہر نکلنا

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت عطر لگا کر گھر

سے نکلے اور کسی مجلس (یعنی لوگوں) کے سامنے سے گزرے تو وہ ایسی اور ایسی ہے۔ یعنی زانیہ اور بدکار ہے۔ (ابوداؤد، النسائی، ترمذی، ہذا حدیث حسن صحیح)

## نگاہ کی عفت و عصمت اور پاکی

إِذَا جَامَعَ أَحَدُكُمْ زَوْجَهُ أَوْ جَارِيَتَهُ فَلَا يَنْظُرُ إِلَى فَرْجِهَا فَإِنَّ ذَلِكَ يُورِثُ الْعُمَى - جب کوئی اپنی بیوی اور باندی سے جماع کرے تو اس کی شرم گاہ کی طرف نظر نہ کرے، یہ دیکھنا نابینائی پیدا کرتا ہے۔ ابن صلاح کہتے ہیں اس حدیث کی سند نہایت عمدہ ہے۔

## آنکھوں اور ہاتھوں کا زنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اور دونوں آنکھوں کا زنا (بری نیت سے) دیکھنا ہے اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (بری نیت سے) پکڑنا ہے۔ دوسری روایت ہے دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں اور شرم گاہ زنا کرتی ہے۔

(احمد طبرانی عن ابی مسعود۔ گلدستہ ۴۹/۵)

ان تمام باتوں کا حاصل یہ ہے کہ مومن ہر حال میں امن و امان کا مجسم نمونہ ہے۔ بازار میں جو غصّ بصر یعنی نگاہ نیچی رکھنے کا حکم شریعت دے رہی ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ بعض وہ خاتون بھی گزریں گی جو نہیں چاہتیں کہ ان پر صاحب مجلس کے کبار شخصیات یا شرکاء محفل کی نگاہ پڑے اور ان کے اعتبار کو ضرر و نقص پہنچے یا وہ کسی بھی اعتبار سے مشکوک و مبغوض ہوں۔ کیونکہ حاجتیں ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ یا بعض تجار و کاروباری اپنے اسباب تجارت کی نقل و حرکت کو لوگوں کی نگاہ سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں یا نظر بد اور حاسدین کی نگاہ بد سے بچانا چاہتے ہیں الغرض شریعت کے غصّ بصر کے حکم میں بے شمار مخفی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔



## حدیث میں دوسرا حکم کف الاذی کا ہے

کف اذی کا مطلب یہ ہے کہ راستہ میں ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے لوگوں کو تکلیف اور اذیت ہو۔ مثلاً بیٹھنا، کوئی ایسی چیز عام گزرگاہوں میں لا کر کھڑی کر دینا جس سے لوگوں کو راستے میں تکلیف و دشواری ہو۔ جیسے گندگی و نجاست ڈال دینا، غلاظت کر دینا یا راستہ میں بیٹھ کر لوگوں کو اپنے قول و عمل سے اذیت پہنچانا۔ لوگوں کی طرف اشارہ سے تضحیک و تذلیل کا معاملہ کرنا۔ ایک حدیث میں ایمان کا ادنیٰ درجہ راستہ کی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بتلایا گیا ہے۔ جب راستہ سے ہٹا دینا ایمان کا ادنیٰ درجہ ہوا تو پھر تکلیف دینا کہاں درست ہوگا۔ آج کل لوگ گاڑیاں ڈبل، اشارہ لگا کر کھڑی کر دیتے ہیں یہ سخت غلطی اور لوگوں کو اذیت دینا ہے اس سے بچنا چاہیے۔

## راستے کا تیسرا حق ہے سلام کا جواب دینا

راستے کا تیسرا حق ہے سلام کا جواب دینا۔ راستہ سے گزرنے والوں کے سلام کا جواب دینا، اس میں گزرنے والوں کا اکرام و امان ہے کہ اگر کوئی خطرہ کی چیز ہوگی تو گزرنے والوں کو اطلاع دیدی جائے گی کہ فلاں مقام پر نہ جائیں فلاں خطرہ ہے، یا فلاں حادثہ ہوا ہے۔ اگر سلام کا جواب دیدیا گیا تو گزرنے والا آگے بلا کسی خلجان کے منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے کہ آگے جانا کسی طرح کا کوئی خطرہ نہیں اور سلامتی تو اللہ تعالیٰ نے السلام علیکم کے ذریعہ اپنی جانب سے سلام و پیام کے مبارک کلمہ سے ودیعت کیا ہے۔ جس کا بارہا تجربہ ہے کہ السلام علیکم کے مبارک بول سے اللہ تعالیٰ نے بڑی بلاؤں کو ٹال دیا۔ اور سلامتی کے ساتھ تمام حادثات سے اللہ تعالیٰ نے بچا کر منزل پر پہنچا دیا۔ الحمد للہ۔ ایک مرتبہ رات میں بچوں اور اہل خانہ کے ساتھ گاڑی سے کسی صاحب سے ملنے جا رہا تھا راستہ میں چند نو جوان و نادان بچے لوگوں کی تلاشی لے کر تمام رقومات وصول رہے تھے اور ساتھ ساتھ مار پیٹ بھی ہو رہی تھی۔ بالآخر میری باری آئی حقیر نے گلاس نیچے کر کے کہا السلام علیکم ایہا الشباب۔ انھوں نے وعلیکم السلام کے ساتھ جواب دیا

اور جوان کا سرغنہ تھا اس نے کہا اس کو چھوڑ دو، تمام نوجوانوں نے اس کی اتباع میں مجھے چھوڑ دیا اور بالآخر السلام علیکم کی سلامتی عملاً ہمارے اہل خانہ پر نازل ہوئی اور ہم نے سلامتی کے ساتھ پوری وادی طے کر کے منزل پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، اسی لیے اسلامی آداب میں یہ ہے کہ گزرنے والا جو لوگ بیٹھے ہیں ان کو سلام کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی آداب پر استقامت کے ساتھ جمادے اور ان آداب کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

## راستے کا چوتھا وپانچواں حق ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

امر بالمعروف اچھائی اور بھلائی، نجات و حسنات، فوز و فلاح کی راہ اعتقاداً و عملاً چلنا اور لوگوں کو محبت سے نصیحت کرنا اسلام کا اہم ترین زریں اصول ہے۔ اس سے صالح و خوشحال معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیبی رحمتیں انفرادی اور اجتماعی کا نزول ہوتا ہے، خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے۔ رشد و ہدایت اور اعمال صالحہ کے ذریعہ مخلوق کا معبود حقیقی سے ربط و تعلق استوار ہوتا ہے۔ الغرض پوری ملت امر بالمعروف کے ذریعہ خیرات و برکات کی مستحق ہو جاتی ہے اس کی تفصیل ماضی میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

نہی عن المنکر، بدبودار و گندگی سے ماحولیات و معاشرہ کو پاک و صاف رکھنا اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دینا، منکر اعتقادی ہو یا عملی، انفرادی ہو یا اجتماعی معاشرہ کا ناسور ہے اس سے بد امنی و بد خلقی، بد کرداری و برائی کو تقویت ملتی ہے۔ عفت و عصمت کو تاراج کیا جاتا ہے۔ مظلوم پر مزید ظلم و ستم ڈھایا جاتا ہے، اوباش، و بد قماش لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

معروف و منکر کے معاملہ میں پوری قوم و ملت کو یکجہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور ہر طبقہ کے لوگ ایک ہی مقام سے ان تمام امور میں جو اجتماعی و اجتماعی حیثیت سے سب کے نزدیک معروف ہیں بیک زبان متحد ہو کر معروف کا حکم کرنا چاہیے، تاکہ قوت کے ساتھ معروف کا غلبہ ہو اور معاشرہ پورا معروف و بھلائی کا نمونہ ہو جائے۔ اسی طرح منکر و

برائی جو تمام ہی لوگوں کے نزدیک منکر ہیں ان کی نکیر و تردید اجتماعی طور پر کی جائے تاکہ منکر کا وجود معاشرہ سے مٹ جائے۔

مگر افسوس کہ اجتماعی امور سے ہٹ کر وہ امور جن میں اختلاف ہے اس کی وجہ سے ہر جماعت دوسرے سے دست و گریباں ہو جاتی ہے جس سے نہ تو اجتماعی معروف و جود میں آرہا ہے نہ ہی اجتماعی منکر مٹ رہا ہے۔ یہ ہمارے قوم اور ملت کا باعث عبرت المناک المیہ ہے ہماری قوم اور ملت کے رہنماؤں کو اللہ صبحی راہ پر اتحاد عطا فرمائے۔ آمین

## خیر البقاع مساجد ہیں

(۱۰۱۵) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ؟ فَقَالَ: لَا أَدْرِي، فَقَالَ: أَيُّ الْبِقَاعِ شَرٌّ؟ فَقَالَ: لَا أَدْرِي، فَقَالَ: سَلْ رَبَّكَ. قَالَ: فَلَمَّا نَزَلَ جِبْرِيلُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

”إِنِّي سَأَلْتُ أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ وَأَيُّ الْبِقَاعِ شَرٌّ؟ فَقُلْتُ: لَا أَدْرِي، فَقَالَ جِبْرِيلُ: وَأَنَا لَا أَدْرِي حَتَّى أَسْأَلَ رَبِّي، قَالَ: فَانْتَفَضَ جِبْرِيلُ انْتِفَاضَةً كَادَ أَنْ يُصْعَقَ مِنْهَا مُحَمَّدٌ ﷺ فَقَالَ اللَّهُ: يَا جِبْرِيلُ يَسْأَلُكَ مُحَمَّدٌ أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ؟ فَقُلْتُ: لَا أَدْرِي فَسَأَلَكَ: أَيُّ الْبِقَاعِ شَرٌّ؟ فَقُلْتُ: لَا أَدْرِي، وَإِنَّ خَيْرَ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ وَشَرُّ الْبِقَاعِ الْأَسْوَاقُ.“

[ضعيف] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج ۱ ص ۹۰)

## اچھی جگہ مساجد ہیں

(۱۰۱۵) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص رسول

اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ سب سے اچھی جگہ کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو نہیں معلوم۔ پھر اس نے سوال کیا: سب سے بُری جگہ کون سی ہے؟ آپ نے

فرمایا: نہیں معلوم۔ اس سائل نے کہا: پھر آپ اپنے رب سے پوچھ لیجیے۔ جب جبریل تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جبریل! لوگوں نے مجھ سے اچھی جگہ اور بُری جگہ کے متعلق پوچھا تو کہہ دیا نہیں معلوم۔ تو سن کر جبریل نے بھی عرض کیا: مجھ کو نہیں معلوم جب تک کہ میں اللہ عزوجل سے نہ پوچھ لوں۔ پس جبریل علیہ السلام نے لرز کر سخت جھٹکا لیا، خطرہ تھا کہ محمد ﷺ نہ بیہوش ہو جائیں۔

تو حق جل مجدہ نے فرمایا: اے جبریل! آپ سے محمدؐ نے سوال کیا ہے کہ سب سے اچھی جگہ کون سی ہے؟ تو تو نے کہا کہ: نہیں معلوم تو پھر سوال کیا سب سے بُری جگہ کون سی ہے؟ تو نے جواب دیا: نہیں معلوم۔ سب سے اچھی جگہ زمین پر مساجد ہیں اور سب سے بُری جگہ زمین پر بازار ہیں۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۹۰/۱)

## صحابہٗ آسمان کے ستارے

(۱۰۱۶) للسجزي في الإبانة وابن عساكر عن عمر رضي الله عنه:

”سَأَلْتُ رَبِّي فِيمَا يَخْتَلِفُ فِيهِ أَصْحَابِي مِنْ بَعْدِي ، فَأَوْحَى إِلَيَّ : يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا أَضْوَأُ مِنْ بَعْضٍ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِي عَلَى هُدًى.“

[موضوع] (كما في كنز العمال ج ۹۱۷/۱)

(۱۰۱۶) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں (محمد ﷺ) نے رب

العالمین سے سوال کیا کہ میرے رخصت ہو جانے کے بعد میرے اصحاب کس بارے میں اختلاف کریں گے؟ حق جل مجدہ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا، یا محمد ﷺ! آپ کے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستارے کے مانند ہیں جن میں بعض بعض سے زیادہ روشن و منور ہیں۔ سو اگر کسی نے ان کی باتوں پر بھی عمل کر لیا وہ بھی میرے نزدیک ہدایت و صراط مستقیم پر ہیں (یعنی مسائل کے اختلاف میں جس صحابی کے قول پر عمل کر لے گا وہ راہ ہدایت صواب اور راہ نجات کے لیے کافی ہے مثلاً صحابہ بعض فتوت پڑھتے تھے بعض نہیں،

بعض صحابہ رفع یدین کرتے تھے بعض نہیں، بعض آمین بالجہر بعض بالسر کہتے، جو جس پر عمل کر لے نجات پالے گا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو اٹھایا جائے گا

پھر بالترتیب خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کو

(۱۰۱۷) للزوزنی: عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

”أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ وَلَا فَخْرَ، فَيُعْطِينِي اللَّهُ مِنَ الْكَرَامَةِ مَا لَمْ يُعْطِنِي قَبْلُ، ثُمَّ يَنَادِي مُنَادٍ يَا مُحَمَّدُ قَرِّبِ الْخُلَفَاءَ فَأَقُولُ: وَمَنِ الْخُلَفَاءُ؟ فَيَقُولُ جَلَّ جَلَالُهُ: عَبْدُ اللَّهِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، فَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ بَعْدِي أَبُو بَكْرٍ، وَ يَقِفُ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ فَيَحَاسِبُ حِسَابًا يَسِيرًا، وَ يُكْسَى حُلَّتَيْنِ خَضْرَاوَيْنِ ثُمَّ يُوقَفُ أَمَامَ الْعَرْشِ، ثُمَّ يَنَادِي مُنَادٍ: أَيُّنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ؟ فَيَجِيءُ وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا فَأَقُولُ: عُمَرُ!! مَنْ فَعَلَ هَذَا بِكَ؟ فَيَقُولُ: مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ فَيُوقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ فَيَحَاسِبُ حِسَابًا يَسِيرًا، ثُمَّ يُكْسَى حُلَّتَيْنِ خَضْرَاوَيْنِ، ثُمَّ يُوقَفُ أَمَامَ الْعَرْشِ، ثُمَّ يُؤْتَى بِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا فَأَقُولُ: عُثْمَانُ! مَنْ فَعَلَ بِكَ هَذَا؟ فَيَقُولُ: فَلَانٌ وَ فَلَانٌ فَيُوقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ فَيَحَاسِبُ حِسَابًا يَسِيرًا، ثُمَّ يُكْسَى حُلَّتَيْنِ خَضْرَاوَيْنِ، ثُمَّ يُوقَفُ أَمَامَ الْعَرْشِ، ثُمَّ يُؤْتَى بِعَلِيٍّ وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا، فَأَقُولُ: عَلِيُّ! مَنْ فَعَلَ بِكَ هَذَا؟ فَيَقُولُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَلْجَمٍ، فَيُوقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ، فَيَحَاسِبُ حِسَابًا يَسِيرًا، ثُمَّ يُكْسَى حُلَّتَيْنِ خَضْرَاوَيْنِ، ثُمَّ يُوقَفُ أَمَامَ الْعَرْشِ مَعَ أَصْحَابِهِ.“ [ضعيف] (كفا في كنز العمال ج ۱۱/۳۲۰۳۲)

(۱۰۱۷) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: میں سب سے پہلے زمین سے اٹھایا جاؤں گا اور میں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا، پس حق

جل مجدہ ہم کو وہ بزرگی و کرامت و شرافت بخشے گا جو پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئی ہوگی۔ پھر ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا: اے محمد ﷺ! خلفاء کو قریب کیجیے۔ میں عرض کروں گا: خلفاء کون ہیں؟ حق جل جلالہ ارشاد فرمائے گا: عبد اللہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ لہذا میرے بعد سب سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھائے جائیں گے اور حق جل مجدہ کے سامنے ان کو کھڑا کیا جائے گا اور ان کا آسان ترین حساب لیا جائے گا اور ان کو دو سبز لباس عطا کیا جائے گا، پھر عرش اعظم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔

پھر ایک منادی آواز دے گا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ وہ اس حال میں آئیں گے کہ ان کی گردن سے خون بہہ رہا ہوگا۔ میں کہوں گا: عمر رضی اللہ عنہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا؟ وہ عرض کریں گے: مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے۔ پس ان کو حق جل مجدہ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پس ان سے آسان حساب لیا جائے گا، پھر ان کو دو سبز لباس زیب تن کرایا جائے گا پھر عرش اعظم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔

پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو لایا جائے گا اور ان کی گردن سے خون جاری ہوگا۔ میں کہوں گا: عثمان یہ تیرے ساتھ کس نے کیا؟ وہ عرض کریں گے: فلاں فلاں شخص نے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور ان سے بھی آسان حساب ہوگا پھر ان کو دو سبز حلقہ و لباس زیب تن کرایا جائے گا، پھر عرش اعظم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔

پھر علی رضی اللہ عنہ کو لایا جائے گا اور ان کی گردن سے خون جاری ہوگا۔ میں کہوں گا: علی تیرے ساتھ یہ کس نے کیا؟ وہ کہیں گے کہ عبد الرحمن بن ملجم، پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا، پس ان سے آسان حساب ہوگا اور ان کو بھی دو سبز حلقہ و لباس زیب تن کرایا جائے گا، پھر انہیں بھی عرش کے سامنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے گا۔

(کنز العمال ۱۱/۳۲۰۳۲)

میں سب سے پہلے زمین سے اٹھایا جاؤں گا

مختلف احادیث میں مناقب رسول اللہ ﷺ میں آیا ہے، نعمتوں کا اولیت کے طور پر

آپ کو ملنا اور اسی کے ساتھ ولا فخر کے الفاظ بھی آئے ہیں اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں فخر کی نہیں ہیں فضل ربی ہیں اور فضل پر بندہ شکر و حمد کیا کرتا ہے نہ کہ فخر و مباہات پھر ہمارے رسول اللہ ﷺ کی خاص صفت جو کتب سابقہ میں آئی ہے وہ ہے عبدیت۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ: عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان سے فرمایا انی عبد اللہ، میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلما قام عبد اللہ۔ گویا کہ رسول اللہ ﷺ کی عبدیت کا اعلان رب ذوالجلال نے کیا ہے۔ گویا آسمان میں عبد کامل محمد ﷺ ہیں جو عبد کامل ہو اس سے فخر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت کی چابی مجھ کو ملے گی۔ لواء حمد میرے ہاتھ میں ہوگا، میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا وغیرہ ذلک یہ سب چیزیں فخر کی نہیں۔ فضل ربی ہے اس پر فخر نہیں۔ واللہ اعلم!

اللہ اکبر کبیراً۔ رسول اللہ ﷺ کے خلفاء اربعہ بھی عرش کے سامنے ہوں گے اور علی ترتیب الخلافۃ اٹھائے بھی جائیں گے اور حضور حق میں باریابی بھی علی ترتیب الخلافہ ہوگی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

## نور کے قلم سے لکھی ہوئی تحریر

(۱۰۱۸) للرافعی عن سلمان رضی اللہ عنہ:

”لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى الْعَرْشَ كَتَبَ عَلَيْهِ بِقَلَمٍ مِنْ نُورٍ — طُولُ الْقَلَمِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ —: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، بِهِ آخُذُ وَبِهِ أُعْطِيَ وَ أُمَّتُهُ أَفْضَلُ الْأُمَمِ وَأَفْضَلُهَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.“

[؟] (كما في الاتحافات ٦٧٦، كنز العمال ج ١١/ ٣٢٥٨١)

(۱۰۱۸) ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے عرش

اعظم کو پیدا فرمایا، تو اس پر نور کے ایسے قلم سے، جس کی لمبائی مشرق سے مغرب تک تھی، لکھا ”لا إله إلا الله محمد رسول الله“ کے ذریعے میں مواخذہ کروں گا، اور اسی کلمہ



کے ذریعہ نوازوں گا؛ اس کلمے والی امت تمام امتوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی اُمت ہوگی اور اس پوری امت میں سب سے زیادہ فضیلت والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

### مقام و رتبہ بلند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

رب العزت کی ذات لاشریک لہ، ذات وصفات کے اعتبار سے فرد واحد، وحید و فرید ہے۔ ہمارے حضور علیہ السلام بھی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان خاتم النبیین، خاتم الکملات ہیں۔ اسی طرح سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پوری اُمت میں قیامت تک نبوت کے نیچے جو مقام ہے اس پر بلاشرکت غیر فائز ہیں۔ پوری اُمت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ ہیں کہ حالت شعور میں، نبوت و رسالت کا جرأت کے ساتھ اعلان کیا اولیت کا بلند رتبہ حاصل کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بچہ ہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خاتون ہیں، بلال رضی اللہ عنہ غلام ہیں، بچہ غیر کے تابع ہوتا ہے، خدیجہ رضی اللہ عنہا گھر کی خاتون تھیں، بلال رضی اللہ عنہ غلام ہیں ان کے بس میں کیا ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ باشعور و باوقار ہیں۔ باوفا، وفدا شعار ہیں رفیق غار و یار ہیں۔ جب سب نے رد کیا ابوبکرؓ نے قبول کیا، لوگ براہین و دلائل کی جستجو میں تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دل کی گہرائی میں نور نبوت کا ادراک کر کے اسلام کی حقانیت میں مشغول و مسرور تھے۔ لوگ اعتراض کر رہے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ رسالت و نبوت کا دفاع کر رہے تھے، لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگتے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو رہے تھے۔ لوگ نزول قرآن اور صاحب قرآن پر معترض تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نزول قرآن اور صاحب قرآن کی دید کے منتظر تھے۔ لوگوں نے قرآن کو شعر و کہانت کہا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آیات پینات کی شعور کے ساتھ تلاوت و حلاوت کو پایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل بھی تھے آج بھی ہیں اور کل قیامت کو بھی ساتھ رہیں گے۔ اور حق تعالیٰ بھی معیت و صحبت رسول کی لاج رکھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر کو بلایا جائے گا اور دوسرے جوڑا زیب تن کرا کر اللہ تعالیٰ عرش کے سامنے، رسول اللہ کے پاس کھڑا کر دیا جائے گا۔ جلنے والے جلیں مریں یا ماتم کریں، سینہ پیٹیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کامیاب و کامران تھا، ہے اور رہے گا، انشاء

اللہ رضی اللہ عنہم ورضوانہ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا پیام و سلام آیا۔ ابوبکر کی بیٹی کو اللہ کا سلام آیا، ابوبکر کی بیٹی کا گھر قیامت تک روضہ مقدس بنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن بنا۔ پوری دنیا اسی گھر کے ارد گرد درود و سلام کا تحفہ نبی مکرم و مطہر کو پیش کرتی ہے اور کرے گی، اور ابوبکر و عمر کو بھی سلام کرے گی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی محبت دوزخ سے نجات کا پروانہ ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی محبت میں امت کا ہر فرد و بشر دیوانہ و مستانہ ہے۔ جلنے والا جل کر مرے۔ دنیا میں جلے، آخرت میں جلے۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی شانِ رضا و تسلیم

(۱۰۱۹) و لأبي نعيم — في فضائل الصحابة — عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ:

قال: كنا عند النبي صلی اللہ علیہ وسلم فالتفت وأبو بكر الصديق رضی اللہ عنہ عن يمينه وقال:

”هَنِيئًا لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ تَحِيَّةٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِيَّاكَ! هَبْطَ جَبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَنْ هَذَا الْمُتَخَلِّلُ بِالْعَبَاءَةِ عَنْ يَمِينِكَ؟ فَقُلْتُ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ، أَنْفَقَ مَالَهُ عَلَى قَبْلِ الْفَتْحِ، وَصَدَّقَنِي، وَزَوَّجَنِي ابْنَتَهُ. فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَقْرِئْهُ السَّلَامَ مِنَ اللَّهِ، وَقُلْ لَهُ: أَرَا ضٍ أَنْتَ عَنِّي فِي فَقْرِكَ هَذَا أَمْ سَاخِطٌ؟ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ طَوِيلًا ثُمَّ قَالَ: رَضِيتُ وَ سَلَّمْتُ لِقَضَاءِ اللَّهِ وَقَدَرِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ.“ [موضوع] (كما في كنز العمال ج ۱۲ / ۳۵۶۲۹)

(۱۰۱۹) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس تھے آپ متوجہ ہوئے اور آپ کے داہنی طرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبارک ہو تم کو ابوبکر اللہ تعالیٰ کا خاص تحیہ و سلام تیرے ہی لیے آیا ہے۔ جبریل آئے تھے اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون ہیں جو عبا پہن کر آپ کے داہنی جانب بیٹھے ہوئے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ: یہ ابوبکر ہیں؛ انھوں نے فتح مکہ سے قبل مجھ پر مال خرچ کیا اور اپنی دختر نیک اختر سے میری شادی کر دی۔ انھوں نے فرمایا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچا دیجیے اور یہ بھی کہہ دیں: کیا تم راضی ہو مجھ سے اپنے فقر و مستی میں یا ناراض ہو۔

(یہ بات اللہ تعالیٰ معلوم کر رہے ہیں) پس ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت دیر تک روتے رہے، پھر فرمایا: میں راضی ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ کے فیصلہ و تقدیر سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
(کنز العمال ۱۲/۳۵۶۳۹)

## شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت نجاتِ نار کا سبب ہوگا

(۱۰۲۰) ولابن عساكر عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ:

”يُؤْتَى بِأَقْوَامٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُوقَفُونَ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ تَعَالَى، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هُمْ الزَّبَانِيَةُ بِأَخَذِهِمْ وَقَرَّبُوا مِنَ النَّارِ، وَهُمْ مَالِكٌ أَنْ يَأْخُذَهُمْ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ: رُدُّوهُمْ فَيَرُدُّونَهُمْ، فَيَقْفُونَ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ تَعَالَى طَوِيلًا، فَيَقُولُ: عِبَادِي أَمَرْتُ بِكُمْ إِلَى النَّارِ بِذُنُوبٍ سَلَفَتْ لَكُمْ وَاسْتَوْجَبْتُمْ بِهَا وَقَدْ رَدَعْتُكُمْ وَقَدْ وَهَبْتُ ذُنُوبَكُمْ لِحُبِّكُمْ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ.“

[ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۱۳/۳۶۱۱۲۹)

(۱۰۲۰) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، قیامت کے دن

اقوام کو لایا جائے گا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، حکم ربانی ہوگا ان کو جہنم کی طرف لے جانے کا۔ ان کو زبانیہ یعنی جہنم کے فرشتے پکڑنے والے ہوں گے جبکہ وہ دوزخ سے قریب ہوں گے، اور مالک دوزخ بھی ان کو پکڑنے والا ہوگا۔ اچانک حکم ربانی رحمت کے فرشتوں کو ہوگا ان کو واپس لے آؤ۔ فرشتے ان کو واپس لا کر لمبی مدت تک کے لیے حق جل مجدہ کے سامنے کھڑا کر دیں گے۔

حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: میرے بندو! میں نے تم لوگوں کے لیے جہنم کا حکم کر دیا تھا ان سابقہ گناہوں کی بناء پر جو تم سے ہو چکا ہے، اور جہنم تم پر واجب ہو چکی تھی اور خوف سے تمہارا رنگ و روپ بھی بدل گیا تھا۔

اور میں نے تمہارے گناہوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کی وجہ سے معاف کر دیا، یعنی تم لوگوں کو جو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے محبت و تعلق خاص ہے اس کی وجہ سے تمہارے گناہ

معاف کر دیے گئے۔ (کنز العمال ۱۳/۳۶۱۲۹) (یہ حدیث موضوع ہے۔)

(۱۰۲۱) عن عبد الله بن أسعد بن زرارة عن أبيه قال: قال رسول الله ﷺ:

”أَوْحَى إِلَيَّ فِي عَلَيٍّ ثَلَاثٌ: أَنَّهُ سَيِّدُ الْمُسْلِمِينَ، وَ إِمَامُ الْمُتَّقِينَ، وَ

قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ.“ [موضوع] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج ۳ ص ۱۳۸)

(۱۰۲۱) ترجمہ: اسعد بن زرارہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تین چیزوں کی وحی بھیجی۔ وہ سید المرسلین

ہیں دوسرے وہ امام المتقین ہیں اور تیسرے یہ کہ وہ قائد الغر المحجلین ہیں۔

(أخرجه الحاكم ۳/۱۳۸)

فائدہ: یہ صفات یقیناً نبی کریم ﷺ کے ہیں۔ شیعہ حضرات کی وضع کی ہوئی حدیث

معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل الاتحاف ۶۷۰ ص ۶۲۶ میں دیکھ لیں۔

## جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی تحریر

(۱۰۲۲) وللعقيلي عن جابر رضي الله عنه:

”مَكْتُوبٌ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ بِأَلْفَى سَنَةٍ: لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، أَيْدَتْهُ بِعَلِيٍّ.“

[ضعيف جداً] (كما في الاتحافات ۷۲۹، وفي الكنز ج ۱۱/۴۳۰ ۳۳۰)

(۱۰۲۲) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آسمانوں کی پیدائش کے

دو ہزار سال پہلے جنت کے دروازہ پر لکھا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، میں

نے علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کی تائید کی۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ سید العرب ہیں

(۱۰۲۳) وللطبراني عن السيد الحسين:

”يَا أَنْسُ! انْطَلِقْ فَادْعُ لِي سَيِّدَ الْعَرَبِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: أَلَسْتَ سَيِّدَ

الْعَرَبِ؟ قَالَ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ، وَعَلِيٌّ سَيِّدُ الْعَرَبِ، فَلَمَّا جَاءَ، قَالَ: يَا مَعْشَرَ

الْأَنْصَارِ إِلَّا أَذْلَكُمْ عَلَى مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا ؛ هَذَا عَلَى  
فَاحِبُّوهُ بِحُبِّي، وَ أَكْرَمُوهُ بِكَرَامَتِي، فَإِنَّ جَبْرِيلَ أَمَرَنِي بِالَّذِي قُلْتُ لَكُمْ عَنْ  
اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ. “ [ضعيف جداً] (كما في كنز العمال ج ۱۱/۳۳۰۰۷ وفي الاتحافات ۷۷۶)

## میری محبت کی وجہ سے علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھو

(۱۰۲۳) ترجمہ: سید حسین سے روایت ہے، انس جاؤ اور عرب کے سردار کو بلا  
لاؤ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ کیا آپ سید العرب نہیں ہیں؟  
آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں سید ولد آدم ہوں (یعنی میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا  
سردار ہوں) اور علی رضی اللہ عنہ عرب کے سردار ہیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو  
آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا میں تم لوگوں کو ایسی چیز نہ بتا دوں جس  
کو مضبوطی سے پکڑ لینے کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے؟ یہ علی ہیں ان سے میری محبت کی وجہ  
سے محبت رکھو اور ان کا احترام و اکرام میری حرمت و کرامت کی وجہ سے کرو، اس لیے کہ جو  
کچھ میں نے تم لوگوں کو کہا ہے جبریل علیہ السلام نے اللہ پاک کی جانب سے مجھ کو اسی کا  
حکم دیا ہے۔

## حسین جنت کے حسین اعمال

(۱۰۲۴) ولأبي موسى المديني عن عباس بن بزيع الأزدي عن أبيه:  
”قَالَتِ الْجَنَّةُ: يَا رَبِّ زَيَّنْتَنِي فَأَحْسَنْتَ أُرْكَانِي، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهَا:  
قَدْ حَشَوْتُ أُرْكَانَكَ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَالسُّعُودِ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَعَزَّيْتُ وَ  
جَلَالِي لَا يَدْخُلُكَ مُرَاءٍ وَلَا بَخِيلٌ.“

[ضعيف جداً] (كما في الاتحافات ۶۴۶ وفي الكنز ج ۱۱/۳۳۶۸۶)

## جنت کے مہمان اچھے لوگ ہوں گے

(۱۰۲۴) ترجمہ: ربیع ازدی سے روایت ہے، جنت نے عرض کیا رب العالمین

آپ نے مجھ کو بہت ہی مزین بنا دیا تو اچھے ہی لوگوں کو میرا مہمان بنائیے گا۔ حق تعالیٰ نے وحی بھیجی: اے جنت! میں نے تیرے لیے، حسن و حسین اور انصار میں سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنایا ہے، مجھ کو میری عزت و جلال کی قسم تیرے اندر ریاء کا راور بخیل کو داخل نہیں کروں گا۔

## حسین رضی اللہ عنہما جنت کی زینت ہوں گے

(۱۰۲۵) و للطبرانی و الخطیب و ابن عساکر عن أبي لهيعة عن أبي عشانة

عن عقبه بن عامر:

”لَمَّا اسْتَقَرَّ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي الْجَنَّةِ قَالَتِ الْجَنَّةُ: يَا رَبِّ أَلَيْسَ وَعَدْتَنِي أَنْ تُزَيِّنَنِي بِرُكْنَيْنِ مِنْ أَرْكَانِكَ؟ قَالَ: أَلَمْ أُزَيِّنْكَ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَمَاسَتْ الْجَنَّةُ مَيْسًا كَمَا تَمِيسُ الْعُرُوسُ.“

[موضوع] (كما في الإتحافات ٦٨١، وفي الكنز ج ١٢/٣٤٢٩٠)

## جنت خوشی سے جھومنے لگی

(۱۰۲۵) ترجمہ: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب اہل جنت، جنت میں سکون و قرار پکڑ چکیں گے، تو جنت عرض کرے گی: رب العالمین! کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اپنے ارکان میں سے دو رکن کے ذریعہ مجھے مزین فرمائیں گے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے جنت! کیا میں نے تجھ کو حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ سے مزین نہیں کیا؟ یہ سنتے ہی جنت خوشی و سرور کے عالم میں بے خودی کے ساتھ جھومنے لگے گی جیسے کہ نئی نویلی دلہن کے قدم زمین پر (جو مسرت و سرور اور حیا و شرم کے امتزاج سے ملی جلی کیفیت سے پیدا ہونے کی وجہ سے) نہیں جمتے۔

## حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قصاص ستر ہزار سے لیا گیا

(۱۰۲۶) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال:

”أَوْحَى اللَّهُ إِلَى نَبِيِّكُمْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : إِنِّي قَتَلْتُ بِيْحِي بَن زَكْرِيَّا سَبْعِينَ أَلْفًا، وَ إِنِّي قَاتِلٌ بِابْنِ ابْنَتِكَ سَبْعِينَ أَلْفًا وَ سَبْعِينَ أَلْفًا.“  
[ضعيف جداً] (أخرجه الحاكم فى المستدرک ج ٢ ص ٢٩٠)

## حضرت زکریا علیہ السلام کا قصاص

(۱۰۲۶) ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے تمہارے نبی ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے عوض وقصاص میں (کہ ان کی قوم نے ان کو قتل کرایا تھا) ستر ہزار کو قتل کیا اور آپ کے نواسے کے قصاص میں ستر ہزار اور ستر ہزار کو قتل کراؤں گا۔

## حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۱۰۲۷) لابن بطة عن عبادة بن الصامت :  
”أَوْحَى اللَّهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ : اسْتُكْتِبَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ أَمِينٌ مَأْمُونٌ.“  
[موضوع] (كما فى تنزيه الشريعة ج ٢ ص ٥)  
(۱۰۲۷) ترجمہ : حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی کی کہ معاویہ سے (وحی الہی) لکھوایا کریں کہ وہ امین و مامون ہیں۔  
(تنزیہ الشریعہ ۵/۲)

## ملائکہ اللہ کی فضیلت و کثرت

(۱۰۲۸) عن عبد الله ابن عمرو رضی اللہ عنہ قال :  
”لَيْسَ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ أَكْثَرُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَخْلُقُهُمْ مِثْلَ الدُّبَابِ ثُمَّ يَقُولُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : كُونُوا أَلْفَ أَلْفَيْنِ.“  
[ضعيف] (أخرجه البزار ج ٢/٨٥٠ — كشف الأستار)



## فرشتوں سے زیادہ کوئی مخلوق نہیں

(۱۰۲۸) ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فرشتوں سے زیادہ کوئی مخلوق نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو ذباب مکھیوں کی طرح پیدا فرمایا: پھر حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا: تم ہزار دو ہزار ہو جاؤ۔ (خرجہ البرار: ۲/۲۰۸۵)

## اولادِ آدم کو حق تعالیٰ نے دونوں جہان کی نعمتوں سے نوازا

(۱۰۲۹) للطبرانی۔ فی الکبیر۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَالَتْ: يَا رَبَّنَا أَعْطَيْتَ بَنِي آدَمَ الدُّنْيَا يَأْكُلُونَ وَيَشْرَبُونَ وَيَرْكَبُونَ وَيَلْبَسُونَ، وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ، وَلَا نَأْكُلُ وَلَا نَشْرَبُ وَلَا نَلْهَوُ، فَكَمَا جَعَلْتَ لَهُمُ الدُّنْيَا اجْعَلْ لَنَا الْآخِرَةَ، قَالَ: لَا أَجْعَلُ صَالِحَ ذُرِّيَّةٍ مَنِ خَلَقْتَهُ بِيَدِي كَمَنْ قُلْتُ لَهُ كُنْ فَكَانَ.“

[؟] (کما فی الإ تحافات / ۴۵۱، وفی الكنز ج ۱۲ / ۳۴۶۱۹)

(۱۰۲۹) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرشتوں نے عرض کیا: رب العالمین اولادِ آدم کو آپ نے دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز کیا ہے وہ کھاتے، پیتے، سواری کرتے اور اچھے عمدہ لباس زیب تن کرتے ہیں، اور ہم آپ کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں، نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ کھیل کود میں حصہ لیتے ہیں لہذا یا رب جس طرح دنیاوی نعمتوں سے ان کو لطف اندوز کیا ہمارے لیے آخرت اور اس کی نعمتوں کو خاص کر دیجیے، حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میں صالح و نیک لوگوں کو جن کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، اس کے برابر کیسے کر دوں جس کو محض کلمہ ”کن“ سے پیدا کیا ہوں۔

## فرشتے جنت لے کر کیا کریں گے وہ تو ابنِ آدم کے لیے ہے

بے شک ملائکہ اللہ کھاتے پیتے نہیں، نہ ہی ان کو دیگر مشغولیت درپیش ہے جو آدم کے بیٹوں کو لگی ہوئی ہیں۔ مگر غور سے اگر دیکھا جائے تو حدودِ شریعت، نظام کتاب و سنت

تعزیرات و منکرات، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا باب کیا ملائکہ اللہ کے ذریعہ نافذ ہوگا، تقویٰ و اجتناب معاصی کا خونِ جگر کون دم بدم پی کر لذتِ قرب سے آشنا ہوگا، توبہ و انابت کی چاشنی سے کون لطف و سرور حاصل کرے گا، ربنا ظلمنا سے بابِ رحمت پر کون دستک دے گا، حلال و حرام کے قانون کو کون برتے گا، معلوم ہوا شریعت کی پاسبانی بھی ابنِ آدم سے ہوگی، حدود کی نگہداشت بھی، حلال سے قرب اور حرام سے دوری بھی۔ مامورات پر عمل اور منہیات سے اجتناب بھی، الغرض مرضیات پر عمل سے رضاءِ باری کا حصول اور منہیات سے بچ کر بھی قربِ الہی کا حصول دونوں راستوں سے جو عمل کرے گا وہ فقط ابنِ آدم کا نصیب و مقدر ہے۔ اور اسی کی جزاء جنت و جہنم ہے۔ فرشتے جنت لے کر بھی کیا کریں گے، ان کے حق میں جنت کی تمام نعمت کا عدم ہے ان کو کھانا نہیں پینا نہیں، حوروں کا کیا کریں گے، ان کی طرف رغبت نہیں۔ ابنِ آدم یہاں بھی اللہ کی عبادت نفس کے تقاضوں کو چھوڑ کر کرتا تھا، تو وہاں جنت میں نفس کی خواہشات کی تکمیل کرے گا۔ حورو غلمان سے دل بہلائے گا، عجیب بات ہے۔ آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ خاص سے بنایا اور جنت بھی دستِ خاص سے بنایا۔ اور فرشتوں کو کلمہ کن سے پیدا کیا وہ حوضِ کوثر کی سیرابی کو کیا جانیں۔

الحمد للہ دنیا بھی ابنِ آدم کو ملی اور آخرت بھی۔ نارنمود، میں کون آزمایا گیا؟ ذبیح اللہ کون بنا؟ منشا رو آراء سے کس کے دو ٹکڑے کئے گئے؟ سرتن سے قلم کس کا کیا گیا، مصائب و آلام میں کس کی آزمائش ہوئی، یہود نے سولی پر کس کے پھانسی کی منحوس تدبیر کی، طائف میں کس کے جسم کو خون سے لہولہاں کیا گیا۔ بیت اللہ میں بحالتِ سجود اونٹ کی اوجھ کس پر ڈالی گئی۔ احد میں کس کے دندانِ مبارک شہید ہوئے، میدان میں کفر و الحاد کے مقابلہ میں چاند جیسا مکھڑا کس کا زخمی ہوا۔ خندق کس نے کھودی، بیت اللہ کو صنم سے کس نے پاک کیا۔ کفر و شرک کا خاتمہ کس نے کیا، زبور کس کو ملی، تورات کس کو عطا ہوئی۔ انجیل کس نے تھاما، قرآن کی تلاوت کس نے کی، توحید کا عقیدہ کس نے دیا، رسالت کے نور

سے عالم کو آشنا کس نے کیا، ان تمام سوالوں کا جواب ابن آدم ہیں۔ آدم تم کو انسانیت کا سلام اور مسلمانوں تم کو اسلام کا سلام۔ سلام سلام۔ صلی اللہ علی نبینا محمد علیہ السلام۔

اللہ پاک نے بنی نوع انسان کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا

(۱۰۳۰) و لابن عساكر عن أنس رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَالُوا: رَبَّنَا خَلَقْتَنَا وَ خَلَقْتَ بَنِي آدَمَ فَجَعَلْتَهُمْ يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ، وَيَشْرَبُونَ الشَّرَابَ، وَيَلْبَسُونَ الثِّيَابَ، وَيَأْتُونَ النِّسَاءَ، وَيَرْكَبُونَ الدَّوَابَّ، وَيَسْتَرِيحُونَ، وَ لَمْ تَجْعَلْ لَنَا فِي ذَلِكَ شَيْئًا فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَ لَنَا الْآخِرَةَ، فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ: لَا أَجْعَلُ مَنْ خَلَقْتُهُ بِيَدَيَّ وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي كَمَنْ قُلْتُ لَهُ: كُنْ فَكَانَ.“

[ضعیف] (کما فی الإتحافات / ۴۵۰، وفی الكنز ج ۱۲ / ۳۴۶۱۸)

## کلمہ رکن سے پیدا مخلوق

(۱۰۳۰) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرشتوں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: رب العالمین! آپ نے ہم کو اور بنی آدم کو پیدا کیا، سواولا آدم کو تو نے ایسا بنایا کہ کھانا کھاتے ہیں، پانی و مشروبات پیتے ہیں، کپڑے و لباس پہنتے ہیں، اپنی بیویوں سے ملتے ہیں، سواریوں پر چلتے پھرتے ہیں، آرام و استراحت کرتے ہیں اور ان تمام اشیاء میں سے ہمیں آپ نے کچھ نہیں دیا، تو اولاد آدم کو بس دنیا ہی کی نعمت رہنے دیجیے اور ہم کو آخرت خاص طور پر عطا کر دیجیے (یعنی ابن آدم کو محض دنیا اور اس کی نعمتوں کو دے کر بس کیجیے اور ہم کو آخرت اور اس کی نعمتوں کے لیے مخصوص کر دیجیے)۔ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میں اس مخلوق کو جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، شکل و صورت بنائی اور اپنی قدرت و قوت سے جان ڈالی اس مخلوق کے برابر کیسے کر سکتا ہوں جو کلمہ رکن سے پیدا کی گئی ہے۔ (یعنی اولاد آدم کو فرشتوں کے برابر کیسے کیا جاسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، جان ڈالی اور فرشتوں کو کلمہ ”کن“ ہو جا سے

پیدا کیا ہے، پھر دونوں کیوں کر برابر ہو سکتے ہیں، ابن آدم حق جل مجدہ کی تخلیق کا خاص مظہر ہے، بہ نسبت فرشتوں کے)۔

## جنت خاص ہے اولادِ آدم کے لیے

(۱۰۳۱) للذیلمی وابن عساكر عن جابر والبيهقي عن عروة بن رويم

الأنصاری:

”لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ وَذُرِّيَّتَهُ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: رَبَّنَا خَلَقْتَهُمْ يَأْكُلُونَ وَ يَشْرَبُونَ وَ يَنْكِحُونَ وَ يَرْكَبُونَ، فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَ لَنَا الْآخِرَةَ، فَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى: لَا أَجْعَلُ مَنْ خَلَقْتُهُ بِيَدَيَّ، وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي كَمَنْ قُلْتُ لَهُ: كُنْ فَكَانَ.“ [ضعيف] (كما في الإتحافات/ ٢٨٢، وفي الكنز ٣٢٦٢٠/١٢)

## خلق اور امر کا واضح فرق

(۱۰۳۱) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور عروہ بن روم رضی اللہ عنہ انصاری سے روایت

ہے، جب اللہ پاک نے آدم اور ان کی ذریت کو پیدا فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا: ہمارے رب آپ نے ان کو ایسا پیدا فرمایا کہ وہ کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں، شادی و بیاہ کرتے ہیں، چلنے پھرنے کے لیے سواری استعمال کرتے ہیں، سوان کے لیے فقط دنیا ہی رہنے دیجیے اور آخرت ہم لوگوں کے لیے خاص کر دیجیے، حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میں اس پیاری مخلوق کو جس کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ایسا کیوں کر کر سکتا ہوں؟ اس کے برابر جو محض کلمہ ’کن‘ سے پیدا کیے گئے ہوں، کہ کہا ہو جاسو ہو گئی (یعنی جس کو دست خاص سے بنایا اس کو جنت و آخرت کی نعمت خاص سے نوازوں گا، تمہارے برابر بھی وہ کیسے ہو سکتے ہیں، تمہارا مقام معلوم، ان کا مقام روز افزوں ترقی پر ہوگا)۔

علماء کا حساب و کتاب قیامت میں معاف ہو کر مغفرت کا حکم عام ہوگا

(۱۰۳۲) عن ثعلبة بن الحكم قال: قال رسول الله ﷺ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْعُلَمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا قَعَدَ عَلَى كُرْسِيِّهِ لِقَضَاءِ عِبَادِهِ: إِنِّي لَمْ أَجْعَلْ عِلْمِي وَحُكْمِي فِيكُمْ إِلَّا وَ أَنَا أُرِيدُ أَنْ أَغْفِرَ لَكُمْ عَلَى مَا كَانَ فِيكُمْ وَلَا أَبَالِي.“ [موضوع] (أخرجه الطبرانی في الكبير ج ۲/۱۳۸۱)

## علم اور حکم والی مخلوق

(۱۰۳۲) ترجمہ: حضرت ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل جلالہ قیامت کے دن علماء سے فرمائیں گے اس وقت جب کہ بندوں کے درمیان فیصلے کے لیے کرسی عظیم پر جلوہ افروز ہوں گے: میں نے اپنا علم اور حلم و بردباری تیری ذات میں نہیں رکھا الا یہ کہ ارادہ کیا کہ تیری مغفرت کروں خواہ تیری حالت جو بھی ہو اور مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔

## علمائے کرام کا منجانب اللہ اکرام

قیامت کے دن علمائے کرام کا منجانب اللہ یہ اکرام ہوگا اور ایک خاص قسم کی فضل ربانی ہوگی، کہ حق تعالیٰ اس علم الہی کے صدقے و وسیلے علمائے کرام کو بخش دیں گے۔ جو علم بذات خود حق جل مجدہ کی صفت خاص ہے۔ علم ربانی یا علم نبوت اس عظیم ترین صفت سے ہے جس کا منبع اور مخزن ذات حق ہے۔ علم نام ہے جاننے کا، مگر علم کی صفت جب الہیات ہو، یا شئون نبوت سے متعلق ہو، تو پھر اس وقت علم صاحب علم کو اپنے اصلی منبع و مخزن کی طرف کشاں کشاں کھینچتا ہوا لے جاتا ہے۔ نیز علوم الہیہ جس کی ایک تفسیر علوم نبوت ہے، قلبِ مومن میں بصیرت و معرفت پیدا کرتا ہے۔ یعنی جان کرمان لینا ہی تو ايقان و ایمان ہے۔ اور بقدر معرفت، قوت ایمانی کا مظاہرہ زندگی بھر ہوتا رہتا ہے۔ اور گروہ علماء خواہ جس دور کے ہوں، معرفت الہی میں انام و عوام سے بہر حال ممتاز ہوتے چلے آئے ہیں۔ آج پر فتن دور میں بھی معرفت کی جو شان علماء میں پائی جاتی ہے، عوام میں سوچا نہیں جاسکتا۔ الغرض علم حقیقی علوم الہیہ ہیں، جسکی بنیاد پر معرفت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس معرفت کی عند اللہ

قدر و منزلت یہ ہوگی کہ گروہ علماء کو بلا کسی تمیز کے بخش دیا جائے گا، اور حق تعالیٰ نے اسی عمومِ مغفرت کو واضح فرمایا کہ اُرِيْدُ أَنْ أَغْفِرَ لَكُمْ عَلَى مَا كَانَ فِيكُمْ وَلَا أُبَالِي۔ وَلَا أُبَالِي کا کلمہ تعمیم علی التعمیم ہے۔ یعنی اس مغفرت میں کسی ریب و شک کی گنجائش نہیں۔ اس میں شک نہ کیا جائے کہ سبھی علماء تو ایسے نہیں ہیں کہ انکو معرفت الہیہ اکمل ترین حاصل ہو۔ یہ بالکل بجا ہے مگر بات یوں ہے کہ رئیس مجلس ایک ہوتا ہے، اور اس کی ضیافت میں بیشمار نچلے طبقے کے لوگ بھی مستفیض و مستفید ہوتے ہیں، جبکہ خود حدیث میں اس کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا کہ علی ما كَانَ فِيكُمْ، خواہ تمہاری حالت کیسی بھی ہو لہذا دافع شک ذات حق خود ہے، پھر ہم خواہ مخواہ کی شک و شبہ کے ذریعہ اپنی نادانی کا ثبوت نہ دیں کہ بخشنے والی ذات اللہ کی ہے۔ ٹھیک ہے سبھی علماء اکمل ترین معرفت نہیں رکھتے، مگر نفس معرفت تو سبھی رکھتے ہیں۔

ہمارے مرشد حضرت حاجی منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، ہر مولوی کو رسول اکرم ﷺ کی صحبت معنوی حاصل ہوتی ہے، خواہ وہ مراتب معرفت میں جیسا کیسا ہی ہو۔ قصہ مختصر یہ کہ اللہ پاک قیامت کے دن جماعت علماء کا اکرام و اعزاز دفرماتے ہوئے مغفرت عام کا اعلان فرمائیں گے، تاہم اس نعمت کی قدر دانی یہ ہے کہ ہم بھی حصول معرفت کے لیے اپنی جانب سے کسر نہ چھوڑیں، اور بے جا امانی میں مبتلاء نہ ہوں، بلکہ قرآن پاک کا ارشاد اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ کا مظہر اتم بننے کی کوشش کریں، اور سعادت و معرفت کی منزلیں طے کرنے کی سعی کریں۔

**علماء اُمت محمدیہ ﷺ کی عظیم الشان فضیلت**

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾

ترجمہ: پھر ہم نے وارث کئے وہ لوگ، جنکو چن لیا ہم نے اپنے بندوں میں سے۔  
اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جو ہمارے بندوں میں منتخب اور برگزیدہ ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کتاب اللہ اور علوم نبوت

کے بلا واسطہ وارث حضرات علماء ہیں، جیسا کہ حدیث میں بھی ارشاد ہے۔ 'العلماء ورثة الانبياء' حاصل اس کا یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سنت کے علوم کا مشغلہ اخلاص کے ساتھ نصیب فرمایا، یہ اس کی علامت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ہاں طبیعت بشریہ کے تقاضوں سے کبھی کبھی لغزش ان سے بھی ہو جاتی ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا گیا کہ 'عمل تمہارے کیسے بھی ہوں، تمہارے لیے مغفرت مقرر ہے'۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ محشر میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی جمع فرماویں گے پھر ان میں سے علماء کو ایک ممتاز مقام پر جمع کر کے فرماویں گے۔

'إِنِّي لَمْ أَضَعْ عِلْمِي فِيكُمْ إِلَّا لِعِلْمِي بِكُمْ وَلَمْ أَضَعْ عِلْمِي فِيكُمْ لَأُعَذِّبَكُمْ أَنْطَلِقُوا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ'۔

یعنی میں نے اپنا علم تمہارے قلوب میں اس لیے رکھا تھا کہ میں تم سے واقف تھا (کہ تم امانت علم کا حق ادا کرو گے) میں نے اپنا علم تمہارے سینوں میں اس لیے نہیں رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں، جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ واللہ اعلم

## علماء کی شان امتیازی حق جل مجدہ کی عطا

(۱۰۳۳) و للطبرانی فی الکبیر عن أبی موسیٰ:

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَبْعَثُ اللَّهُ الْعِبَادَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يُمَيِّزُ الْعُلَمَاءَ فَيَقُولُ: يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ إِنِّي لَمْ أَضَعْ عِلْمِي فِيكُمْ لَأُعَذِّبَكُمْ: إِذْهَبُوا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ.“ [ضعيف جداً] (كما في الترغيب ج ۱ ص ۱۰۷، والاتحافات ۷۹۹)

(۱۰۳۳) ترجمہ: ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن حق تعالیٰ اپنے بندوں کو اکٹھا فرمائے گا، پھر ان میں سے علماء کو علیحدہ کر کے فرمائے گا: اے علماء کی جماعت! میں نے اپنا علم تیرے اندر اس لیے نہیں رکھا کہ تم کو عذاب دوں، تم لوگ جاؤ میں نے تیری مغفرت کر دی۔



## اہل علم و علماء کو حق جل مجدہ کا خصوصی انعام

(۱۰۳۴) وللغزالي في الإحياء: قال رسول الله ﷺ:

”إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِلْعَابِدِينَ وَالْمُجَاهِدِينَ:  
أَدْخِلُوا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ الْعُلَمَاءُ: بِفَضْلِ عَلِمْنَا تَعَبَدُوا وَجَاهَدُوا، فَيَقُولُ اللَّهُ  
عَزَّ وَجَلَّ: أَنْتُمْ عِنْدِي كَبَعْضِ مَلَائِكَتِي إِشْفَعُوا تُشَفَّعُوا فَيُشَفَّعُونَ ثُمَّ  
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ.“ [ضعيف] (باب فضيلة التعليم كما في الإحياء ج ۱ ص ۱۱)

(۱۰۳۴) ترجمہ: امام غزالی کے ’احیاء العلوم‘ میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو حق جل مجدہ عابدین و مجاہدین سے ارشاد فرمائیں گے: جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ علماء فرمائیں گے: ہمارے علم کی فضیلت کی وجہ سے (یعنی تعلیم کی وجہ سے) ان لوگوں نے عبادت کی اور جہاد کیا۔ پس حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: تم لوگ میرے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح ہو، تو جس کے لیے چاہو سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔ یہ سنتے ہی وہ لوگوں کی سفارش کریں گے پھر جنت میں داخل ہوں گے۔ (احیاء العلوم فی فضلیۃ التعلیم ۱۱/۱)

## حق تعالیٰ علیم ہیں علم والے کو دوست رکھتے ہیں

(۱۰۳۵) و فی الإحياء أيضًا:

”أَوْحَى اللَّهُ إِلَى إِبْرَاهِيمَ: يَا إِبْرَاهِيمُ! إِنِّي عَلِيمٌ أَحِبُّ كُلَّ عَلِيمٍ.“

[ضعيف جداً] (كما في الإحياء باب فضيلة العلم ج ۱ ص ۷)

(۱۰۳۵) ترجمہ: ’احیاء العلوم‘ میں ہے، ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی

بھیجی: اے ابراہیم میں علیم ہوں، میں محبت کرتا ہوں ہر علم والے سے۔

(احیاء العلوم فی فضلیۃ العلم ۷/۱)

## عوام جنت میں بھی علماء کرام کی محتاج ہوگی

(۱۰۳۶) و للدیلمی عن جابر رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَحْتَاجُونَ إِلَى الْعُلَمَاءِ فِي الْجَنَّةِ، وَ ذَلِكَ أَنَّهُمْ يَزُورُونَ اللَّهَ — جَلَّ وَعَلَا — فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَيَقُولُ: تَمَنُّوا عَلَى مَا شِئْتُمْ فَيَلْتَفِتُونَ إِلَى الْعُلَمَاءِ فَيَقُولُونَ: مَاذَا نَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ؟ فَيَقُولُونَ: تَمَنُّوا كَذَا وَ كَذَا. فَهُمْ يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِمْ فِي الْجَنَّةِ كَمَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِمْ فِي الدُّنْيَا.“

[موضوع] (کما فی مسند الفردوس ج ۱/۸۷۸)

(۱۰۳۶) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اہل جنت کو علماء کرام کی جنت میں بھی ضرورت محسوس ہوگی، اس لیے کہ جنتی لوگ ہر جمعہ کو اللہ پاک کی زیارت کریں گے، تو ارشاد ہوگا: تم لوگ مجھ سے جو چاہو مانگو، پھر وہاں جنتی لوگ علماء کرام کو تلاشیں گے اور عرض کریں گے کہ: ہم اللہ پاک سے کیا کیا مانگیں؟ علماء کرام بتلائیں گے کہ فلاں فلاں چیز حق تعالیٰ سے مانگو (یہ ہر جمعہ کو ہوگا، اس طرح عوام جنت میں بھی اپنے علماء سے خصوصی ملاقاتیں کریں گی اور پھر حق تعالیٰ سے مانگے گی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: یہ عوام جنت میں بھی علماء کی محتاج رہے گی، جس طرح دنیا میں ان کی محتاج ہے۔

### علماء کرام پر جنت میں الہام باری تعالیٰ

ابن عساکر میں دوسری روایت سلیمان بن عبد الرحمن سے آئی ہے، جس میں اس سے زیادہ تفصیل ہے۔ اہل جنت، جنت میں علماء کرام کی ضرورت محسوس کریں گے، جس طرح کہ دنیا میں اپنے مسائل و احکام میں ان کے محتاج تھے۔ تو جنتی لوگوں کے پاس حق جل مجدہ کا قاصد آئے گا، جو ان لوگوں سے کہے گا کہ رب العالمین سے جو چاہو مانگو۔ وہ عرض کریں گے ہم کیا مانگیں، ہم کو کچھ پتہ ہی نہیں کہ کیا مانگیں؟ تو پھر فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ان لوگوں کو ہمارے ساتھ ان علماء کرام کے پاس بھیج دو، جن سے

یہ دنیا میں، مشکلات کے وقت اپنے مسائل و احکام معلوم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فرشتوں کی ایک جماعت ان لوگوں کو علماء کرام کے پاس لائے گی۔ اب حق جل مجدہ علماء کرام کے دل پر باتیں کھولیں گے، کہ اللہ پاک سے کیا کیا چیزیں مانگنی چاہیے۔ پھر وہ جنتی عوام کو بتلائیں گے تو لوگ حق تعالیٰ سے وہی چیزیں مانگیں گے، اور منجانب اللہ انکو عطا کیا جائے گا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِفَضْلِكَ الْعَظِيمِ اِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ . آمین

## مہاجر و عالم کے عمل کی قدر و منزلت

(۱۰۳۷) و للدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”فَضْلُ عَمَلِ الْمُهَاجِرِ عَلَى الْأَعْرَابِيِّ كَسَبْعَيْنَ ضِعْفًا، وَ فَضْلُ عَمَلِ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ سَبْعِينَ ضِعْفًا، وَ فَضْلُ عَمَلِ السِّرِّ عَلَى الْعَلَانِيَةِ سَبْعِينَ ضِعْفًا، وَ مَنْ اسْتَوَتْ سِرِّيَّتُهُ وَ عَلَانِيَتُهُ بَاهَى اللَّهُ بِهِ مَلَائِكَتَهُ ثُمَّ يَقُولُ: هَذَا عَبْدَنِي حَقًّا.“ [ضعیف] (کما فی مسند الفردوس ج ۳/۲۲۸)

(۱۰۳۷) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، مہاجر کے اعمال کو ستر گنا اعرابی کے اعمال پر فضیلت ہے اور عالم کے اعمال کو عابد کے اعمال پر ستر درجہ فضیلت حاصل ہے اور مخفی اعمال کی اعلانیہ اعمال پر ستر درجہ فضیلت ہے اور جس کا ظاہر و باطن دونوں صلاح و تقویٰ میں برابر ہو، اللہ پاک فرشتوں کے درمیان اس پر فخر کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: اے فرشتو اس نے اخلاص کے ساتھ میری عبادت کی۔

## علم تقویٰ کی بنیاد ہے

بارگاہ رب العزت میں ہر شخص کا مقام و رتبہ ایک کا دوسرے سے اور ایک عمل کا دوسرے عمل سے بڑھا ہونا عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے، پھر علم کے ساتھ عمل اور عمل کے ساتھ خلوص و للہیت کا جذبہ میزان میں وزن و قیمت کو بہت بلند کر دیتا ہے۔ عالم کا عمل شریعت و سنت کی روشنی میں ہوگا، آداب عبودیت کی نزاکت کو ملحوظ رکھ کر ہوگا، تنزیہ و

تقدیس کے ملے جلے امتزاج سے ہم آہنگ ہوگا۔ خوف ورجاء، رغبت و رہبت کی کیفیت و حالت میں ہوگا۔ اہل علم کی فضیلت کے لیے حق جل مجدہ کا ارشاد کافی ہے۔

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الزمر: ۹)

آپ کہیے کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں۔ یعنی جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا، ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل میں بے قرار کئے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ڈھارس بندھا رکھی ہے۔ الغرض جو لوگ حق شناس ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفات جلالی و جمالی کو مانتے ہیں اس لیے عذاب سے ڈرتے ہیں اور رحمت سے آس باندھے رکھتے ہیں، حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور گناہوں سے بچتے رہتے ہیں، علم و معرفت کے ساتھ عبادت کرنا اور بغیر علم و معرفت کے مشغول عبادت رہنا دونوں میں بہت فرق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر پھر حضور ﷺ نے آیت ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ پڑھی۔

## علماء کی فضیلت خشیت سے ہے

دوسری جگہ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾

اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند

کرے گا۔ (المجادلہ: ۱۱)

یعنی سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب و تہذیب سکھاتا اور متواضع بناتا ہے۔ اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے درجے اور زیادہ بلند کرتا ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ۔ (تفسیر عثمانی)

## علماء باعمل کا مقام

علماء سے مراد باعمل علماء ہیں، باعمل اہل علم کو اللہ تعالیٰ وہ درجات عنایت کرتا ہے، جو جاہل باعمل کو نہیں عطا کرتا۔ کیونکہ عالم کے علم و عمل کی اقتداء کی جاتی ہے۔ لہذا عالم کو اپنے عمل کا ثواب تو دیا ہی جاتا ہے ساتھ ان لوگوں کے عمل کا بھی پورا پورا اجر عنایت کیا جاتا ہے۔ جو عالم کی اقتداء میں نیک عمل کرتے ہیں۔ اور دونوں کو پورا پورا ثواب ملتا ہے۔ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی۔

## علماء انبیاء کے علوم کے وارث ہیں

مسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا (اور اس پر لوگوں نے عمل کیا) تو اس کو اس طریقہ پر عمل کرنے کا اجر ملے گا اور ساتھ ہی ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس طریقہ پر چلتے رہیں گے لیکن عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے عابد پر عالم کی برتری ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی برتری باقی ستاروں پر۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے وراثت میں نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم صرف علم کی میراث چھوڑی جس نے اس میراث کو لیا وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی (تم میں سے سب سے) اعلیٰ کی سب سے ادنیٰ پر۔ (احمد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا لوگو اس آیت کو سمجھو یہ تم کو علم کی رغبت دلا رہی ہے اللہ فرما رہا ہے کہ مومن عالم، مومن ناواقف سے بہت درجے اونچا ہے۔

## اہل علم کی شانِ خشیت

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾

اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔ یعنی بندوں میں نڈر بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی۔ مگر ڈرتے وہ ہیں جو اللہ کی عظمت و جلال، آخرت کا بقاء و دوام اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے احکام و ہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں، جس میں یہ سمجھ اور علم جس درجہ ہوگا اسی درجہ میں وہ اللہ سے ڈرے گا، جس میں اللہ کا خوف نہیں وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔  
(تفسیر عثمانی)

## جس کے دل میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں

شیخ اجل شہاب الدین سہروردیؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں درپردہ بیان کیا گیا ہے کہ جس کے دل میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں۔ میں کہتا ہوں اللہ کی عظمت و جلالت اور صفات کمالیہ کو جاننا مستلزم خشیت ہے۔ خشیت علم کے لیے لازم ہے اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ بغویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ مجھ سے وہی ڈرتا ہے جس کو میرے قہر غلبہ اور سطوت کا علم ہو۔ جو شخص جتنا زیادہ اللہ اور اس کی صفات کو جانتا ہے وہ اتنا ہی اللہ سے ڈرتا ہے۔

## حضور ﷺ کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈرتھا

شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض کام کیے اور لوگوں کو اس کی اجازت دیدی لیکن بعض لوگوں نے ان کاموں سے پاک رہنا چاہا، (یعنی جائز یا مناسب نہ سمجھا) حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو ایک خطبہ دیا جس میں اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ اس کام سے پرہیز رکھتے ہیں جو میں کرتا ہوں اللہ کی قسم میں ان سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں اور ان سے بڑھ کر اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (گلدستہ ۶/۶۱۵)

## خشیت کے درجات بقدرِ علم و معرفت ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی خشیت میں بھی لوگوں کے درجات مختلف ہیں کسی کو اس کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے، کسی کو کم، اور مدار اس کا علم پر ہے۔ جس درجہ کا علم ہے اسی درجہ کی خشیت بھی ہے۔ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی خشیت حاصل ہے۔ اس میں خاص اولیاء اللہ کا ذکر ہے لفظاً انما عربی زبان میں حصر بیان کرنے کے لیے آتا ہے اس لیے اس جملے کے معنی بظاہر یہ ہیں کہ صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ مگر ابن عطیہ وغیرہ ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ حرف انما جیسے حصر کے لیے آتا ہے ایسے ہی کسی کی خصوصیت کے بیان کرنے کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے، اور یہاں یہی مراد ہے کہ خشیت اللہ علماء کا وصف خاص اور لازم ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ غیر عالم میں خشیت نہ ہو (بحر محیط، ابو حیان) اور آیت میں لفظ علماء سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات و صفات کا کما حقہ علم رکھتے ہیں، اور مخلوقات عالم میں اس کے تصرفات پر اور اس کے احسانات و انعامات پر نظر رکھتے ہیں۔ صرف عربی زبان یا اس کے صرف ونحو اور فنون بلاغت جاننے والوں کو قرآن کی اصطلاح میں عالم نہیں کہا جاتا جب تک اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت مذکورہ طریق پر حاصل نہ ہو۔

## عالم کون ہے اور علم کیا ہے

حسن بصریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ عالم وہ شخص ہے جو خلوت و جلوت میں اللہ سے ڈرے، اور جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے وہ اس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ کے نزدیک مبغوض ہے اس کو اس سے نفرت ہو۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الْحَدِيثِ وَلَكِنَّ الْعِلْمَ عَنْ كَثْرَةِ الْخَشْيَةِ

”یعنی بہت سی احادیث یاد کر لینا بہت باتیں کرنا کوئی علم نہیں بلکہ علم وہ ہے جس



کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔

حاصل یہ ہے کہ جس قدر کسی میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے وہ اسی درجہ کا عالم ہے۔ اور احمد بن صالح مصریؒ نے فرمایا کہ خشية اللہ کو کثرتِ روایت اور کثرتِ معلومات سے نہیں پہچانا جاسکتا بلکہ اس کو کتاب و سنت کے اتباع سے پہچانا جاتا ہے۔ (ابن کثیر)

شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ اس آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس شخص میں خشية نہ ہو وہ عالم نہیں (مظہری) اس کی تصدیق اکابر سلف کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت ربیع بن انسؓ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَخْشَ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ ”یعنی جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں۔“

اور مجاہد نے فرمایا:

إِنَّمَا الْعَالِمُ مَنْ خَشِيَ اللَّهَ ”یعنی عالم تو صرف وہی ہے جو اللہ سے ڈرے۔“

سعد بن ابراہیم سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے زیادہ افتقہ کون ہے؟ تو فرمایا: اتقاهم لربہ یعنی جو اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔“

اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے فقیہ کی تعریف اس طرح فرمائی:

إِنَّ الْفَقِيهَ حَقَّ الْفَقِيهِ مَنْ لَمْ يَقْنَطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ وَلَمْ يَرْخَصْ لَهُمْ فِي مَعَاصِي اللَّهِ تَعَالَى، وَلَمْ يُؤْمِنْهُمْ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَلَمْ يَدْعُ الْقُرْآنَ رَغْبَةً عَنْهُ إِلَى غَيْرِهِ أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي عِبَادَةٍ لَا عِلْمَ فِيهَا وَلَا عِلْمَ لَا فِقْهَ فِيهِ وَلَا قِرَاءَةً لَا تَدَبَّرُ فِيهِ۔ (قرطبی)

”فقیہ مکمل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ کرے، اور ان کو گناہوں کی رخصت بھی نہ دے اور ان کو اللہ کے عذاب سے مطمئن بھی نہ کرے، اور قرآن کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی طرف رغبت نہ کرے، (اور فرمایا) اس عبادت میں کوئی خیر نہیں جو بے علم کے ہو اور اس علم میں کوئی خیر نہیں جو بے فقہ یعنی بے سمجھ بوجھ کے ہو اور اس قرأت میں کوئی خیر نہیں جو بغیر تدبر کے ہو۔“

مذکورہ تصریحات سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ بہت سے علماء کو دیکھا جاتا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت نہیں، کیونکہ تصریحات بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک صرف عربی جاننے کا نام علم اور جاننے والے کا نام عالم نہیں، جس میں خشیت نہ ہو وہ قرآن کی اصطلاح میں عالم ہی نہیں۔ التبتہ خشیت کبھی صرف اعتقادی اور عقلی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے آدمی بہ تکلف احکام شرعیہ کا پابند ہوتا ہے، اور کبھی یہ خشیت حالی اور ملکہِ راسخہ کے درجہ میں ہو جاتی ہے جس میں اتباع شریعت ایک تقاضائے طبیعت بن جاتا ہے، خشیت کا پہلا درجہ مامور بہ اور عالم کے لیے ضروری ہے۔ دوسرا درجہ افضل و اعلیٰ ہے ضروری نہیں۔ (از بیان القرآن، معارف القرآن ۷/ ۳۳۷)

## علماء کی تین قسمیں

علماء کی تین قسمیں ہیں۔ عالم باللہ، عالم بامر اللہ، عالم باللہ و بامر اللہ، عالم باللہ عالم بامر اللہ نہیں، اور عالم بامر اللہ عالم باللہ نہیں۔ ہاں عالم باللہ و بامر اللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور حدود و فرائض کو جانتا ہو۔ عالم باللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو لیکن حدود و فرائض کو نہ جانتا ہو، عالم بامر اللہ وہ ہے جو حدود و فرائض کو تو جانتا ہو لیکن دل اس کا اللہ کی خشیت سے خالی ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

## علم کا مقصود

ع علم کے راہ حق نہ نماید تست

علم را بر دل زنی یارے بود      علم را بر تن زنی مارے بود  
جان جملہ علمہا ایں است ایں      کہ بذاتی من کیتم در یوم دیں  
علم دین سے مقصود تزکیۂ نفس اور اصلاح عمل ہے ورنہ ہیچ ہے۔ جیسے علم طب سے مقصود جسمانی صحت کی حفاظت ہے، محض دواؤں کے نام اور ان کے خواص یاد کر لینا مقصود نہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ واقع میں کوئی شراب پیئے اور اس کو نشہ نہ ہو۔ اسی طرح یہ ناممکن ہے

کہ کوئی حقیقتاً علم دین کا ایک جام پئے اور اس پر دین کا نشہ اور سکر نہ آئے۔ عالم دین اللہ کے نزدیک وہ ہے کہ علم دین اس کے دل میں گھر کر گیا ہو، محض باتیں بنانے اور لمبی تقریر کرنے سے اللہ کے نزدیک عالم نہیں ہو جاتا اگر واقعہ میں دل میں خشیت اور اللہ کا خوف ہوتا تو معاصی پر جرأت نہ کرتا۔ حدیث میں ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنِي وَمَعَاصِيكَ معلوم ہوا کہ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جس سے بندہ اور معصیت کے درمیان حیلوت واقع ہو جائے۔ (معارف القرآن کاندھلوی، گلدستہ ۶/۶۱۶)

## فقراءِ مسلمین جنت میں عام لوگوں سے ستر سال پہلے داخل ہوں گے

(۱۰۳۸) عن عبد الرحمن بن سابط قال:

أرسل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ إلى سعيد بن عامر الجمحي: إنا مستعملوك على هؤلاء، تسير بهم إلى أرض العدو فتجاهد بهم فذكر حديثاً طويلاً فقال فيه: قال سعيد: وما أنا بمختلف عن العنق الأول بعد إذ سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول في فقراءِ المسلمين:

”يُزْفُونَ كَمَا يُزَفُّ الْحَمَامُ، فَيَقَالُ لَهُمْ: قِفُوا لِلْحِسَابِ، فَيَقُولُونَ: وَاللَّهِ مَا تَرَكْنَا شَيْئاً نَحَاسِبُ بِهِ، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: صَدَقَ عِبَادِي فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِينَ عَامًا.“

[حسن لغیره] (أخرجه الطبرانی في الكبير ج ۶/۵۵۰۸)

(۱۰۳۸) ترجمہ: عبد الرحمن بن سابط فرماتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے

سعيد بن عامر جمحي کی طرف قاصد روانہ کیا کہ میں آپ کو ان لوگوں پر عامل بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں، تاکہ ان لوگوں کے ساتھ دشمنوں کے ملک میں جاؤ اور جہاد کرو۔ پھر سعيد جمحي نے ایک طویل حدیث بیان کی، جس میں انھوں نے بیان کیا کہ: میں پہلی جماعت سے مختلف نہیں ہوں، اس دن کے بعد جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے فقراءِ مسلمین کے بارے میں سنا ہے کہ وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے جیسا کہ کبوتر پر پھیلانے ہوئے زمین

پراُترتا ہے۔ ان سے کہا جائے گا ٹھہرو حساب کے لیے۔ وہ عرض کریں گے: اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے کچھ بھی نہیں چھوڑا جس کا ہم سے حساب ہو۔ اللہ عزوجل یہ سن کر فرمائے گا: میرے بندوں نے سچ کہا۔ پس فقراء مسلمین جنت میں داخل ہوں گے عام لوگوں سے ستر سال قبل۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۶/۵۵۰۸)

## فقیر صاحبِ ایمان وایقان کا مقام

ازل سے ربّ العزّت نے مخلوق میں تفاوت رکھا ہے۔ کوئی امیر کوئی غریب کوئی تنگی و تنگدستی کا شکار ہے تو کوئی فراخی و خوشحالی میں مگن ہے مگر دوستو اگر تنگی و تنگدستی کے ساتھ ایمان و اعمال صالحہ ہیں تو پھر کچھ پرواہ نہیں اور اگر فراخی و خوشحالی کے ساتھ ایمان و عمل ہے تو پھر کیا کہنا نور علی نور لیکن اگر دولت و ثروت کے ساتھ ایمان نہیں، تو خسران مبین ہے۔ عذابِ الیم ہے۔ حدیث پاک میں جس فقیر کی بات کہی جا رہی ہے صاحبِ ایمان وایقان اور اعمال صالحہ کا توشہ اخلاص و للہیت کے ساتھ سجا بسا کر ساتھ لے گیا اور بارگاہ ربّ العزّت میں طہارتِ قلب، نفاستِ طینت اور عقیدہ توحید و رسالت، نبی امی محمد ﷺ کی خاتمیت کے نور شریعت و سنت کے ساتھ، حضور حق کی حاضری نصیب ہوئی۔ دیدہ باطن ان کا علائق دولت و ثروت کی ظلمت و محبت سے پاک و صاف، اور خلّاق سے نہ لینا نہ دینا، نہ کھاتہ نہ حساب پھر ایسے شخص کا کیا حساب ہوتا، کچھ ہو تو حساب و کتاب ہو، اگر دامن میں کچھ ہے تو وہ نور ایمان و اعمال صالحہ ہے، ذوق یقین سے توشہ آخرت، لقاء رب کا غیر متناہی و غیر معمولی جذبہ و طلب و جستجو، یہ خوش نصیب کبوتر کی طرح، سبوح و قدوس کا زمزمہ و نغمہ کرتے ہوئے جا رہے ہوں گے ان کو کہا جائے گا حساب و کتاب کے لیے رکو، یہ جواب دیں گے، ہمارے پاس کچھ ہو تو حساب دوں، ربّ العزّت جل سبحانہ، ارشاد فرمائیں گے میرے یہ بندے صادقین ہیں (یعنی ان کا دامن دنیاوی آلودگی سے پاک و صاف ہے۔ ان کے دامن میں صرف اور صرف توشہ آخرت اور ذات ربّ ذوالجلال کی عظمت و سطوت ہے) پس یہ جماعت عام لوگوں سے ستر سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گی۔

## فقراء دخول جنت میں سبقت لے جائیں گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو جنت کا مشاہدہ کرایا گیا تو میں نے زیادہ فقراء کو دیکھا جنت میں اور جہنم کا مشاہدہ کیا تو اکثر و زیادہ عورتیں دیکھیں۔ (بخاری و مسلم)

یعنی فقر و فاقہ تنگی و تنگدستی، دخول جنت کا اعلیٰ سبب ہے ایمان و عمل صالح کے بعد، کیونکہ حساب آسان ہوگا، کچھ پاس تھا ہی نہیں تو حساب کس چیز کا ہوگا۔ اور عورتیں جہنم میں اس لیے جائیں گی کہ کفر باللہ سے پہلے شوہر کے احسان کو نہیں مانتیں، کفرانِ نعمت کرتی ہیں، پوری زندگی بھلائی کیجیے ایک بات مزاج کے خلاف ہوئی فوراً کہیں گی آپ سے کب ہم کو بھلائی ملی ہے کہ آج خیر و بھلائی کی امید کروں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت اور اس کو پسند کرتا ہے تو اس کو دنیا کے جھمیلوں سے بچاتا ہے، اس طرح جس طرح کہ مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔ (حاکم)

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حوض پر وارد ہونے والے فقراء المہاجرین ہوں۔ (ابن ماجہ، والحاکم)

ایک روایت میں کہ فقراء مہاجرین کا چہرہ قیامت کے دن سورج کی طرح روشن ہوگا، جو پوری دنیا سے حشر میں جمع ہوں گے۔ (احمد)

ایک روایت میں ہے کہ فقراء مومنین چالیس سال و خریف مالداروں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (احمد)۔ اللہ تعالیٰ ہم پر محض اپنے فضل سے فضل کا معاملہ فرمائے! ان تمام باتوں کا حاصل یہ ہے کہ فقر صبر و تقویٰ کے ساتھ ہو، کیونکہ ایسا فقر و احتیاج جس پر بندہ صبر نہ کر سکے اور آدمی کے لیے دین و ایمان کے لیے خطرے کا سبب ہو اور عبادت و اطاعت سے آدمی ہٹ جائے اس کے مقابلے میں وہ مالدار اور غنا فضل ہے جو اللہ تعالیٰ کے شکر و طاعت کے ساتھ ہو۔ اصل مقصود ہے تقویٰ، فقر کے ساتھ صبر و تقویٰ

ہے تو پھر کیا کہنا۔ اور دولت و مالداری کے ساتھ شکر و تقویٰ ہے تو پھر نور علی نور ہے فقر کے ساتھ صبر نہیں ذوق عبادت و اطاعت نہیں، یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ اور اگر فقر صبر و تقویٰ ذوق عبادت اور حلاوت طاعت رجوع الی اللہ، انابت و خشیت، توبہ و استغفار کے ساتھ ہے تو کیا کہنا، مالداری اگر نافرمانی، عجب و تکبر اور فساد فی الارض کی طرف لے جا رہی ہے تو یہ بڑا عذاب ہے۔ سنگین فتنہ ہے۔ اس سے تو فقرا چھٹا تھا کہ عبادت تھی اطاعت تھی۔ الغرض فقر صبر و تقویٰ اور مالداری شکر و تقویٰ کے ساتھ ہو تو دونوں ہی نعمت ہے۔ واللہ اعلم!

۱۴۳۲/۳/۲ھ

## حساب و کتاب کی شدت و سختی ارباب اقتدار پر ہوگی

(۱۰۳۹) عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

”يَجْتَمِعُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: أَيُّنَ فَقَرَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ؟ قَالَ: فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا عَمِلْتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا ابْتَلَيْنَا فَصَبَرْنَا، وَوَلَّيْتَ الْأَمْوَالَ وَالسُّلْطَانَ غَيْرَنَا، فَيَقُولُ اللَّهُ جَلَّ وَعَلَا: صَدَقْتُمْ، قَالَ: فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ النَّاسِ، وَتَبْقَى شِدَّةُ الْحِسَابِ عَلَى ذَوِي الْأَمْوَالِ وَالسُّلْطَانِ، قَالَ: فَأَيْنَ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: يُوضَعُ لَهُمْ كُرْسِيُّ مِنْ نُورٍ وَيُظَلِّلُ عَلَيْهِمُ الْغَمَامُ يَكُونُ ذَلِكَ الْيَوْمَ أَقْصَرَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ مِنْ سَاعَةٍ مِنْ نَهَارٍ.“

[ضعیف] (أخرج ابن حبان ۲۵۸۷ — موارد)

(۱۰۳۹) ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: تمام خلایق کو قیامت کے دن ایک جگہ جمع کیا جائے گا اور ارشاد ہوگا: کہاں ہیں اس اُمت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے فقراء و مساکین؟ وہ تمام فقراء و مساکین کھڑے ہو جائیں گے، ان سے کہا جائے گا: تم لوگوں نے کیا اعمال کئے ہیں؟ وہ لوگ عرض کریں گے: رب العالمین آپ نے ہم کو ابتلاء و آزمائش میں ڈالا ہم نے صبر کیا اور دولت و ثروت اور نظام حکومت و سلطنت کی باگ ڈور غیروں کے سپرد کی (یعنی ہمارے پاس حساب دینے کو کچھ

بھی نہیں، حساب و کتاب تو وہ دیں جنہوں نے مال کی تقسیم میں اپنے ویگانے میں تفریق کیا اور حاجت مندوں کا خیال نہ کیا، اپنی عیش و عشرت کے خاطر وہ سب کچھ روا رکھا، جو شریعت میں حرام تھا۔ اور عوام کے امور کی قیادت کی (حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: ہاں! تم لوگ سچ بولتے ہو، پس (فقراء و مساکین) عام لوگوں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اور حساب و کتاب کی سختی و شدت صاحب مال اور ارباب اقتدار و سلطنت پر باقی رہ جائے گی، پھر اعلان کیا جائے گا: مؤمنین کہاں ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مؤمنین کے لیے نور کی بنی ہوئی کرسی ہوگی، جس کو (رحمت الہی کے) بادل ڈھانپے ہوئے ہوں گے جب کہ قیامت کا دن مؤمنین پر ایک ساعت سے بھی کم کا ہوگا جو ان پر کبھی گزرا ہوگا۔

## فقراء المسلمین جنت میں مالدار سے چالیس سال پہلے جائیں گے

(۱۰۴۰) و لأبی الشیخ عن أنس رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اذْنُوا مِنِّي أَحِبَّائِي، فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: وَمَنْ أَحِبَّاؤُكَ؟ فَيَقُولُ: فَقَرَاءُ الْمُسْلِمِينَ، فَيَذْنُونَ مِنْهُ، فَيَقُولُ اللَّهُ: أَمَّا إِنِّي لَمْ أَرُ الدُّنْيَا عَنْكُمْ لَهْوَانِ كَانَ بِكُمْ عَلَيَّ، وَلَكِنْ أَرَدْتُ بِذَلِكَ أَنْ أُضْعِفَ لَكُمْ كَرَامَةَ الْيَوْمِ فَتَمَنُّوا مَا شِئْتُمْ الْيَوْمَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِأَرْبَعِينَ خَرِيفًا.“ [؟] (كما في كنز العمال ج ۶/ ۱۶۲۳۰، الإنحافات ۱۸۴)

(۱۰۴۰) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے: میرے دوستوں کو مجھ سے قریب کرو، فرشتے عرض کریں گے: آپ کے دوست کون لوگ ہیں؟ ارشاد باری ہوگا: فقراء المسلمین۔ پس فقراء المسلمین کو حق تعالیٰ کی جناب میں قریب کر دیا جائے گا، اب حق تعالیٰ ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: میں



نے نعمتِ دنیا کو تم لوگوں سے اس لیے دور نہیں رکھا کہ میں ناراض تھا، یا کوئی اور بات تھی، بلکہ میں چاہتا تھا کہ دنیاوی نعمت نہ دے کر آخرت میں تم لوگوں کی عزت و کرامت کو بڑھا دوں۔ سو تم لوگ آج جو چاہتے ہو مانگو اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان لوگوں کو جنت میں داخل کرو، اغنیاء و مالداروں سے چالیس سال پہلے۔

## ظاہر پرستی اور حقیقت پرستی کا دن

آج ظاہر پرستی ہے کل حقیقت پرستی ہوگی، ہم جس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں یہاں مخلوط لوگ، مخلوط زندگی اور مخلوط اعمال ہیں۔ قیامت کا دن یومِ جزاء کا دن ہوگا اور جزاء و بدلہ حقیقت ہی کے بقدر ملنی مناسب ہے۔ یہاں جن چیزوں کو باعثِ عزت جانا جاتا ہے وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کہ وہ باعثِ ذلت و قنوت تھی۔ الغرض فقراء المسلمین اگر اعمالِ صالحہ کی دولت سے مالا مال ہیں تو پھر ان کا کیا پوچھنا، مالدار دیکھتے رہیں گے اور حق تعالیٰ ان کی عزت و منزلت کو واضح فرماتے ہوئے چالیس سال قبل ہی ان کو جنت میں بھیج دیں گے ایک حدیث میں آیا ہے کہ بروز قیامت کچھ لوگ کھلتے کودتے جنت میں جا رہے ہوں گے، راستے میں ان کو روکا جائے گا کہ حساب تو دے دو، جواب دیں گے: حساب وہ دے جس کے پاس کچھ تھا، ہم تو دنیا میں کنگال تھے، نہ مکان تھا اور نہ ہی کوئی اسباب، پھر ہم کس چیز کا حساب دیں؟ اور بالآخر جنت میں چلے جائیں گے۔

جو اللہ پاک سے ملنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے

(۱۰۴۱) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال:

”قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: إِذَا أَحَبَّ عَبْدِي لِقَائِي أَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ، وَ

إِذَا كَرِهَ لِقَائِي كَرِهْتُ لِقَاءَهُ.“ [صحیح] (أخرجه مالك في الموطأ ص ۱۶۵/۵۱)

(۱۰۴۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: جب میرا بندہ مجھ سے ملنا پسند کرتا ہے، تو میں بھی اپنے

بندے سے ملنا پسند کرتا ہوں اور جب وہ میری ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔

## سنا ہے دیں گے تجلی سے عاشقوں کو تسلی

اس حدیث قدسی میں حق جل مجدہ نے واضح کیا ہے کہ جو بندہ دیدار حق کا مشتاق رہتا ہے، حق تعالیٰ بھی اس کو دیدار قدوسیت سے شرف یاب وہم کنار کرائے گا، اور دیدار ”حق“ اہل جنت کو جنت میں ہوگا۔ نیز دیدار حق کو پسند کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت خود اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آئندہ باب میں آرہی ہے۔

جو دیدارِ الہی کو پسند نہیں کرتا ہے، حق تعالیٰ کی بے نیاز ذات بھی ایسے متمرّد و سرکش سے ملنا نہیں چاہتی، الغرض مؤمن کے سامنے جب جنت کی صفات بیان کی جاتی ہیں، تو دل میں ایک طلب پیدا ہوتی ہے اور دیدارِ الہی بھی جنت میں ہوگی؛ اس لیے مؤمن حق تعالیٰ کے دیدار کا متمنی ہوتا ہے اور کفار و مشرکین کے سامنے جب صفات جہنم بیان کی جاتی ہیں تو وہ منہ بناتا ہے اور سکیڑتا ہے یعنی مرنا نہیں چاہتا ہے اور اس کا یہ نہ چاہنا اس لیے ہے کہ اس کو اپنے برے اعمال کی سزا اور عذاب و عقاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ ایک نافرمان اور مجرم بندہ اپنے آقا سے ملنے میں پریشانی تو محسوس کرے گا ہی۔ کفار و مشرکین کی اللہ سے ملاقات کی ناپسندیدگی کا یہی مفہوم ہے، اس کے برخلاف فرماں بردار مؤمن بندہ اس دن کا بے صبری سے انتظار کرتے ہیں؛ کیوں کہ وہ دن ان کے لیے انعام و اکرام اور نوازش کا دن ہوگا اور کون اس دن کا انتظار نہیں کرتا؟ بعض موقعوں پر حضور ﷺ نے یہ دعاء کی:

”اللَّهُمَّ حَبِّبِ الْمَوْتَ إِلَيَّ مَنْ يَعْلَمُ أَنِّي رَسُولُكَ“

بعض جگہ ”تحفة المومن الموت“ اور بعض جگہ ہے الموت جسر یصل

الحبيب الى الحبيب، آیا ہے۔

سنا ہے دیں گے تجلی سے عاشقوں کو تسلی

ہمیں تو موت کا اب انتظار ہونے لگا ہے

## حق جل مجدہ کی ملاقات کی استعداد

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے لگے اور آخرت کے لیے تیار رہ کر دنیا میں لمبی زندگی کو پسند نہ کرے اور حق جل مجدہ کا ایسے بندے سے ملاقات چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرما دیتے ہیں۔

یعنی بندہ جب دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے تو اعمال صالحہ کے ذریعہ آنے والی زندگی کو بندگی میں گزارتا ہے، قدم اعمال اخروی کے لیے تیز تر کر دیتا ہے فانی دنیا میں رہ کر باقی آخرت کی تیاری میں منہمک و مشغول رہتا ہے۔ دل ہے کہ دنیا سے اچاٹ ہو رہا ہے اور آخرت کا مشتاق ہو رہا ہے، اور حق جل مجدہ کا اس بندہ سے ملاقات کا بہت آسان مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کی توفیق بخشے ہیں۔ خیر کی طرف اس کی طبیعت کو چلا دیتے ہیں، ذوق عبادت عطا فرما دیتے ہیں، اطاعت ربانی کو آسان و سہل کر دیتے ہیں، وہ تمام اعمال جن سے بندہ کو طہارت قلب نصیب ہوتی ہے، اس کا الہام کرتے ہیں، مامورات الہیہ کی طرف طبیعت کا میلان و رجحان عطا کر دیتے ہیں، پھر بندگی زندگی کا مقصد بن جاتی ہے اور منکرات و منہیات سے نفرت و کدورت، معصیت میں ظلمت و نحوست اور قساوت قلبی کا ادراک و جدان میں محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہ سب کیوں؟ اسی لیے کہ حق جل مجدہ اس سے ملنا چاہتے ہیں تو ملاقات کی استعداد بندہ میں ودیعت فرما رہے ہیں، آج بھی دنیا میں بارہا تجربہ ہوا کہ حکام جن کو محل میں بلانا چاہتے ہیں ان کے لیے ایک خاص قسم کا بیج عطا کرتے ہیں اور بعض موقع پر دیکھا کہ ایک خاص قسم کا لباس بھی ملتا ہے کہ اسی لباس میں ملبوس ہو کر ملاقات ہوگی۔ تو رب العالمین جو وہم و گمان سے وراء الوراء ہے وہ اپنے عاجز بندوں کو بارگاہ حق میں ملاقات و دید کی لذت سے نوازنے کے لیے عبادات و طاعات کا تحفہ دیا کہ مزین ہو لو، تم کو حضور حق میں حاضری دینی ہے، لذت دید، رویت حق، لقاء رب کے لیے ذات حق خود تم سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے کہ تم بھی ان سے ملنا چاہتے

ہو، موت تو ایک ذریعہ ہے حضور حق کی حاضری کا، موت اور لقاء اللہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں و۔ موت لقاء اللہ کا دروازہ ہے اس دروازہ سے گزر کر ہی رؤیت باری اور لقاء اللہ متحقق ہوگا۔ مناجات رسول اعظم ﷺ میں ہے

وَ أَقْطَعُ عَنِّي حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشُّوقِ إِلَى لِقَاءِكَ إِذَا أَفْرَرْتُ أَعْيُنَ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُمْ فَأَقْرِرْ عَيْنِي مِنْ عِبَادَتِكَ۔

حضور ﷺ دعاء مانگ رہے ہیں۔ یا اللہ دنیاوی ہر حاجت کو اپنے دیدار و لقاء کے شوق میں فنا کر دے (یعنی لقاء کا ایسا غلبہ ہو کہ ہر خواہشیں و حاجتیں مغلوب ہو جائیں اور شوق غالب رہے یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ سورج کی روشنی ستاروں کو معدوم نہیں کرتی مغلوب کر کے غالب رہتی ہے۔ نبی ﷺ کی دعاء میں اسی پہلو کو اختیار کیا گیا ہے کہ اے اللہ حاجات تو ختم نہیں ہوں گی مگر ہر حاجتوں پر شوق دید و رویت کو ایسا غالب کر دے کہ گویا وہ تمام حاجتیں منقطع ہو گئی ہوں اور صرف تیرے لقاء کی حاجت رہ گئی ہو بعینہ جیسا کہ ستاروں کی روشنی سورج کے سامنے مغلوب ہو جاتی ہے، اور اے اللہ جب دنیا دار کو تو ان کی دنیا سے خوش کرے تو میری آنکھ کو عبادت سے خوش کر دے۔ یہاں دنیا کے مقابلہ میں آخرت کے اعمال و عبادت اور اطاعت کے ذریعہ آنکھ کی ٹھنڈک کا سوال کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور لقاء اللہ عبادت و اطاعت میں مضمر ہے اور لقاء اللہ کی محبت، اطاعت و عبادت سے ہی ظاہر ہوگی اور یہی دلیل و برہان ہے کہ لقاء اللہ کا شائق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

رَبِّهِ أَحَدًا﴾۔ (کہف)

تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے (اور اس کا محبوب بننا چاہے) تو (مجھ کو رسول مان کر میری شریعت کے موافق) نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یہاں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ جو رب سے ملنے کی آرزو رکھے اس کو چاہیے کہ عمل صالح کرتا رہے اور شرک سے بچے، یہی دو عمل اللہ سے ملا دے گا۔

## ایک اشکال اور اس کا جواب

ایک حدیث کے اندر موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جبکہ بخاری شریف میں حدیث ہے:

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ، قَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ. قَالَ لَيْسَ ذَاكَ وَلَكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللَّهِ وَكَرَامَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ وَ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ. وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حَضَرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللَّهِ وَ عُقُوبَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهُ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ فَكَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ وَ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ

(بخاری کتاب الرقاق، رقم الحديث ۶۱۴۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اللہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا از دواج مطہرات میں سے کسی اور نے عرض کیا کہ مرنا تو ہم بھی پسند نہیں کرتیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے بلکہ جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کی خوشنودی اور اللہ کے یہاں اس کی عزت کی خوشخبری دیدی جاتی ہے، اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں رہتی جو اس کے آگے (اللہ سے ملاقات اور اس کی خوشنودی کا حصول) ہوتی ہے اس لیے اللہ سے ملاقات کا وہ خواہش مند ہو جاتا ہے۔ اور اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اس کی سزا کی خبر دے دی جاتی ہے،

اس وقت آنے والے عذاب سے اس کو زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی۔ (بخاری)

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ لقاء اللہ سے موت مراد ہے اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا ازواج مطہرات میں سے کسی اور نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کی ملاقات موت کے بغیر ممکن نہیں اور موت کو ہم ناپسند کرتے ہیں، کہیں ہم اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرنے والوں میں داخل تو نہیں؟ حضور ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ موت اور اللہ کی ملاقات دو الگ الگ چیزیں ہیں، چونکہ موت اللہ کی ملاقات کا ایک ذریعہ اور پل ہے اس لیے اسے بھی لقاء اللہ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے نیز حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی محبت ہونی چاہیے اور وہ موت کے بغیر ممکن نہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں موت کی تمنا سے منع کیا گیا ہے۔ الغرض دونوں الگ الگ موقعوں کی حدیث ہیں۔ جب زندگی جاری ہو تو اس حالت میں موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے، نہی اور ممانعت اس حالت پر محمول ہے، لیکن موت کا وقت جب قریب آجائے اور عالم برزخ کا مشاہدہ ہونے لگے تو اللہ سے ملاقات کی خواہش ہونی چاہیے اور یہ خواہش کرنا ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(باختصار، کشف الباری / ۵۷۴ کتاب الرقاق)

## غافر، غفار اور غفور کی حکمت

ابھی حدیث نمبر ۱۰۴۲ میں آرہا ہے کہ قیامت میں حق جل مجدہ مومنین سے دریافت فرمائیں گے کہ تم کو مجھ سے ملنے کی طلب و جستجو اور خواہش و تمنا تھی تو مومنین جواب دیں گے جی ہاں! سوال ہوگا کیوں؟ بندے جواب دیں گے ہم آپ سے معافی اور مغفرت کی امید لگائے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے غافر و غفار اور غفور سے عفو و مغفرت کی ہی امید لگائی جاسکتی ہے۔ حق جل مجدہ کی بارگاہ میں بندہ گناہ کر کے اپنے نفس پر ظالم ہے تو اللہ غافر ہے اور بہت گناہ کرتا ہے تو ظلام بن جاتا ہے تو اللہ اس کے لیے غفار ہیں۔ اور گناہ کرتا ہے اور غرق معاصی ہو جاتا ہے تو ظلم بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حق میں غفور ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہارے لیے ہماری مغفرت واجب ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی

مغفرت فرمائے۔ آمین ثم آمین

## اللہ پاک کا پہلا خطاب مومنوں کو کیا ہوگا؟

(۱۰۴۲) قال معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ:

”إِنْ شِئْتُمْ أَنْبَأْتُكُمْ مَا أَوَّلُ مَا يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَا أَوَّلُ مَا يَقُولُونَ لَهُ؟ قُلْنَا: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ: هَلْ أَحْبَبْتُمْ لِقَائِي؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ يَا رَبَّنَا، فَيَقُولُ لِمَ؟ فَيَقُولُونَ: رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَمَغْفِرَتَكَ، فَيَقُولُ: قَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ مَغْفِرَتِي.“ [ضعيف] (أخرجه أحمد في المسند ج ۵ ص ۲۳۸)

(۱۰۴۲) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

ہے: اگر تم لوگ چاہو تو بتلا دوں کہ قیامت کے دن اللہ پاک مومنین سے سب سے پہلی بار کیا ارشاد فرمائیں گے؟ سب سے پہلے مومنین کو ارشاد ہوگا: کیا تم لوگ مجھ سے ملنا پسند کرتے تھے؟ مومنین عرض کریں گے: ہاں یا رب، ارشاد ہوگا: مجھ سے ملنا کیوں، کس واسطے پسند کرتے تھے؟ مومنین عرض کریں گے: ہمیں آپ کی ملاقات سے مغفرت و معافی کی امید قوی تھی، ارشاد ہوگا: تم لوگوں کے لیے پھر میری جانب سے عام معافی و مغفرت واجب ہوگئی۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بَنُورٍ وَجْهَكَ الْكَرِيمُ. آمین!

جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں تو جبریلؑ کو آگاہ کر دیتے ہیں

(۱۰۴۳) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ قال:

”إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلُ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبُوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ.“

[صحيح] (أخرجه البخاري في صحيحه ج ۴ ص ۱۳۵)



(۱۰۴۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو آگاہ کر دیتا ہے کہ حق تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس جبریلؑ اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جبریلؑ تمام آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ حق جل مجدہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم سب بھی اس سے محبت کرو۔ تو تمام آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کی مقبولیت و محبوبیت زمین میں یعنی تمام انسانوں کے دل میں ڈال دی جاتی ہے۔ (اخرجہ البخاری ۱۳۵/۴)

## حق جل مجدہ کا بندہ سے محبت کرنے کا سبب

سب سے پہلی بات یہ کہ حق جل مجدہ بندے سے محبت کرتے ہیں، اس کے اسباب کیا ہیں؟ حدیث میں آیا ہے کہ لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں (جس کی تفصیل آپ کے سامنے پہلے آچکی ہے) معلوم ہوا محبت الہی کے حصول کا ذریعہ نوافل ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بندہ مسلسل اللہ کی رضا مندی کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ فلاں بندہ میری رضا کی تلاش میں ہے۔ سن لو اب اس پر میری رحمت چھا گئی ہے۔ أَلَا وَإِنَّ رَحْمَتِي عَلَيْهِ۔ (مسند احمد)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ اس کی اطاعت و بندگی کی وجہ سے محبت فرماتا ہے تو مخلوق میں بھی وہ بندہ اللہ کے حکم و فیصلے سے محبوب بن جاتا ہے، حق جل مجدہ کی محبت کا مطلب جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرما دیتا ہے، یعنی اعمال خیر کی توفیق عطا کرتا ہے۔ فرشتوں کی محبت اس کے لیے استغفار کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور لوگوں کی محبت عقیدت و تعلق کی صورت میں سامنے آتی ہے۔

حدیث میں جو آیا ہے کہ اس بندہ کے لیے زمین پر قبولیت و محبت اترتی ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کے ساتھ محبت شروع ہوتی ہے تو وہ بندہ فرشتوں میں اور پھر انسانوں میں مقبول و محبوب بن جاتا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰۴۵ میں آرہا ہے کہ **الْمِقَّةُ فِي السَّمَاءِ** یعنی محبت و شہرت لوگوں کے دلوں میں اور عقیدت و مودت سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل علیہ السلام اس کی مقبولیت و محبوبیت کا اعلان فرمادیتے ہیں۔ جس سے تمام لوگوں کے دلوں میں اس مرد حق کی محبت آجاتی ہے۔ اسی کو **فَتَنَزَّلُ لَهُ الْمِقَّةُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ**۔ پھر زمین پر اس کی محبت نازل ہوتی ہے۔

## محبت کی تین قسمیں ہیں

محبت ایک وجدانی چیز ہے۔ لفظوں میں اس کی کوئی نپی تلی تعریف نہیں کی جاسکتی محبت کی تین قسمیں ہیں (۱) الہی (۲) روحانی (۳) طبعی۔  
حق جل مجدہ کا بندے سے محبت کرنا **حُبُّ الٰہی**۔  
جبریلؑ اور فرشتوں کا اس بندے سے محبت کرنا **حُبُّ رُوحَانِی**۔  
لوگوں کا اس کے ساتھ محبت کرنا **حُبُّ طَبَعِی** ہے۔

## کون سی محبت معتبر ہے؟

لیکن بندوں کی وہ محبت معتبر ہے جو اہل علم و فضل اور صلحاء میں پائی جاتی ہے اگر کوئی شخص فاسق و فاجر لوگوں کے یہاں محبوب ہوتا ہے اور اہل علم و فضل کے یہاں محبوب نہیں ہوتا تو اس محبت کا کوئی اعتبار نہیں۔ (کشف الباری صفحہ ۴۱۶، کتاب الادب)

## خلاق کے دل میں اہل اللہ کی محبت

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا﴾

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لیے  
(خلاق کے دل میں) محبت پیدا کرے گا۔ (مریم: ۹۶)

یعنی ان کو اپنی محبت دے گا، یا خود ان سے محبت کرے گا، یا خلق کے دل میں ان کی  
محبت ڈالے گا جیسا کہ ابھی آپ نے حدیث میں پڑھا۔ کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب  
رکھتا ہے تو اوّل جبریلؑ کو آگاہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی کر۔ وہ  
آسمانوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں، آسمانوں سے اترتی ہوئی اس کی محبت زمین پر پہنچ  
جاتی ہے اور زمین والوں میں اس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے۔ یعنی بے تعلق لوگ جن  
کا کوئی خاص نفع و ضرر اس کی ذات سے وابستہ نہ ہو، اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، لیکن  
اس قسم کے حسن قبول کی ابتداء مومنین صالحین اور حق پرست لوگوں سے ہوتی ہے ان کے  
قلوب میں اول اس کی محبت ڈالی جاتی ہے، بعدہ قبول عام حاصل ہو جاتا ہے ورنہ ابتداء  
محض طبقہ عوام میں حسن قبول حاصل ہو جانا اور بعد میں بغض، حق پرست صالحین کا بھی کسی  
غلط فہمی وغیرہ سے اس کی طرف جھکنا مقبولیت عند اللہ کی دلیل نہیں خوب سمجھ لو۔ (تفسیر عثمانی)

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا یعنی ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والوں کیلئے  
اللہ تعالیٰ کر دیتے ہیں دوستی اور محبت، یعنی ایمان اور عمل صالح جب مکمل ہوں اور بیرونی  
عوارض سے خالی ہوں تو ان کا خاصہ یہ ہے کہ مومنین صالحین کے درمیان آپس میں بھی  
الفت و محبت ہو جاتی ہے۔ ایک نیک صالح آدمی دوسرے نیک آدمی سے مانوس ہو جاتا ہے  
اور دوسرے تمام اور مخلوقات کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی محبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

اور ہرم بن حیان نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پورے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ  
ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کے دل اس کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں۔

(قرطبی، معارف القرآن ۶/۵۹، گلدستہ ۴/۳۸۸)

## عشق و محبت کا فرق

انسان کی فطرت میں حق سبحانہ و قدّوس نے میلان و محبت رکھی ہے۔ اور محبت ہی

ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی ضمیر و فطرت پر جب غلبہ و تسلط پالیتی ہے تو انسان کو مسخر اور تابع بنا دیتی ہے عشق اور چیز ہے اور محبت ایک الگ شے۔ عشق از قسم جنون ہے جیسا کہ اہل لغت بخوبی جانتے ہیں اس لیے آنحضور ﷺ کے لیے نہ لفظ عشق شریعت میں استعمال ہوا ہے اور نہ ہی قرآن و حدیث میں مطالبہ عشق ہے۔ بلکہ لفظ حُب کا استعمال اور مطالبہ ہے ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾۔

محبوب: وہ ہوگا جس کی خوبیوں کا اعتراف دوست دشمن اپنے بیگانے، سب ہی کرتے ہیں۔

معشوق: وہ ہے جو کسی کے نگاہ میں آجائے ضروری نہیں کہ خوبی کی بنیاد پر ہو بلکہ عاشق کے نگاہ میں اس کی کوئی ایک ادا پسند آگئی بس یہی کافی ہے۔ بخلاف محبوب کے کہ وہ ہر شخص کی نگاہ میں محبوب ہے اور جس کی ادا قابلِ رشک اور انمول نمونہ ہو۔ معشوق کی اداؤں کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ وہ کسی ایک کا معشوق ہو ممکن ہے اس کی یہ ادا دوسروں کو بری لگے۔ بخلاف محبوب کے، کہ اس کی ہر ادا ہر وقت سب کی نگاہوں میں قابلِ داد اور مقبول و محبوب ہوتی ہے۔

غرض محبت ایک لفظ جامع ہے جس میں محبوب کا ذکر کثیر ہوتا ہے، محبوب کی اتباع بھی ہوتی ہے، محبوب کی معیت کی تمنا بھی دل میں کروٹیں لیتی ہے۔ محبوب کا دیدار و لقاء ہر سلاسل و زنجیر کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے۔ یہ تمام مفہوم آپ کو کتب حدیث میں ملے گا۔

ایک حدیث میں آیا ہے ”مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَائَهُ“ جو دیدار الہی کی تمنا دل میں رکھتا ہے تو اللہ بھی ایسے بندہ کو دیدار تجلی حق سے نوازے گا۔ لیکن یہاں یہ بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حق تعالیٰ کی محبوبیت کب اور کسی طرح میسر ہوگی، قرآن و حدیث میں بہت واضح انداز میں اس کو حل کر دیا گیا ہے۔ مگر اہل فہم کے لیے۔ کج رونے تو آج بھی محبت کے عنوان پر دین متین میں طرح طرح کی خواہشات کو داخل کر رکھا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ اگر تم محبت

رکھتے ہو اللہ سے تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ اس آیت میں اتباع رسول کا ثمرہ حق تعالیٰ کی محبوبیت قرار دیا گیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت کے درمیان تفریق نہیں ہو سکتی اور ایک کا محبوب دوسرے کا محبوب بن کر رہتا ہے اور ایک کا محب دوسرے کا محب۔

### محبت کی علامت اور معیارِ محبت کیا ہے

لیکن محبت کا معیار کیا ہے جس سے ہم محبت حقیقی کو پہچان سکیں اور جس کسوٹی پر پرکھ سکیں۔ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبِي. قِيلَ: وَمَنْ يَا أَبَى يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبِي۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے (دخولِ جنت سے) انکار کیا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا: انکار کون کر سکتا ہے یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا۔ (بخاری)

ترمذی میں حضرت انسؓ سے ایک طویل روایت ہے، جس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ”وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ“ رواہ الترمذی۔ اور جو میرے طریقہ کو پسند کرتا ہے وہ ضرور میری محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اسلام میں محبت کا مرکز صرف اللہ کی ذات ہے، پھر جہاں تک بھی اس کی شاخیں پھیلتی ہیں سب کا منشاء وہی ذات پاک رہتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ حدیث میں آیا ہے: الحب لله والبغض لله، کسی سے محبت رکھو تو اللہ کے لیے عداوت رکھو تو اللہ کے لیے۔

بہر حال اللہ کی محبت کا لازمی نتیجہ ہے حضور سیدی و قرۃ عینی و حبیبی نور قلبی ﷺ کی

اتباع اور آپ کی اتباع کا لازمی نتیجہ ہے محبت و مودت آپ کی شریعت سے۔ اور جب آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کامل اور مکمل ہونے لگتا ہے تو انسان، حدود انسانیت سے ترقی کر کے بشریت و ملکوتیت دونوں کا جامع بن جاتا ہے اور اسی وقت یہ خیر البریہ بن کر پھر عالم ناسوت یا ملکوت کی مخلوق کے سامنے رب العالمین اس کی محبوبیت کا اعلان فرماتے ہیں۔

پھر نورانی مخلوق کے سردار جبریلؑ تمام فرشتوں کو آگاہ فرماتے ہیں کہ رب العالمین نے فلاں بندہ کو مقام محبوبیت پر فائز فرمایا ہے۔ لہذا تم سب بھی اس کی محبت رکھو۔ اور جب تمام فرشتے اس سے محبت رکھتے ہیں تو عام مخلوق فرشی بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ اللہ کی محبت سے مراد یہ ہے کہ رب العالمین اس پر اپنا انعام فرماتے ہیں۔ یعنی طریق خیر اس کے لیے آسان فرماتے ہیں۔ اس کے قلب کو دین اسلام کے لیے شرح صدر فرماتے ہیں۔ اور اپنی رحمتوں کا نزول مع ہذا اس کی عبادتوں کو قبول فرماتے ہیں۔

اور بغض سے مراد ارادہ عقاب و سزاء ہے اور اس بد بخت کی شقاوت و قساوت قلبی ہے۔ العیاذ باللہ اور ملائکہ اور جبریلؑ کی محبت سے مراد استغفار و دعا ہے۔ جو مومنین صالحین کیلئے ہمہ وقت کرتے رہتے ہیں۔ یا اس سے مراد میلان قلب اور لقاءِ رحمٰن کا اشتیاق ہے اس بندہ سے۔ واللہ اعلم۔ ویوضع له القبول فی الارض سے مراد یہ ہے کہ عام مخلوق کے دل میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور لوگوں کے قلوب اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ عام قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ مخلوق اس کے فیض سے مستفیض و مستفید ہوتی ہے۔

بہر حال قبولیت کا دار و مدار ہم سب کے لیے آنحضور ﷺ کی شریعت پر مکمل عمل پیرا ہونا ہے اور اس عمل کا نتیجہ ہی کل قیامت کے دن آنحضور ﷺ کی معیت جنت میں حاصل ہوگی۔ دنیا میں حضور ﷺ کی محبت کا نتیجہ اطاعت اور آخرت میں معیت ہے اور حضور ﷺ کی اطاعت کے نتیجہ میں محبوبیت رب العالمین۔ اللھم ارزقنا منهم یا رب العالمین۔

حاصل یہ ہے کہ احادیث میں محبت کی جزاء معیت بتلائی گئی ہے۔ اور قرآن کریم

میں معیت اطاعت کا صلہ قرار دیا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح محبت اطاعت ہی کا نام ہے۔ دعویٰ محبت اور نافرمانی دونوں جمع نہیں ہو سکتی۔

(۱۰۴۴) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ:

”إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جَبْرِيلَ فَقَالَ: إِنِّي أَحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، قَالَ: فَيَحِبُّهُ جَبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ، فَيَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيَحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، قَالَ: ثُمَّ يُوَضَّعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ، وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جَبْرِيلَ فَيَقُولُ: إِنِّي أَبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُهُ، قَالَ: فَيَبْغِضُهُ جَبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ، قَالَ: فَيَبْغِضُونَهُ، ثُمَّ تَوْضَعُ لَهُ الْبُغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ.“

[صحیح] (أخرجه مسلم في صحيحه ج ۴ ص ۲۰۳۰)

## لوگوں کی محبت و عداوت کا راز

(۱۰۴۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریلؑ کو طلب کر کے فرماتا ہے: میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔ لہذا جبریلؑ اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان میں آواز لگاتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے، تم سب بھی اس سے محبت کرو۔ لہذا تمام آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر اس شخص کی مقبولیت و محبوبیت زمین والوں کے دل میں ڈال دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے بغض رکھتا ہے، تو جبریلؑ کو بلا کر فرماتا ہے: میں فلاں بندہ کو ناپسند کرتا ہوں تم بھی اس سے نفرت کرو۔ لہذا تمام آسمان والے اس سے بغض رکھتے ہیں، پھر اس شخص سے ہر شخص نفرت کرنے لگتا ہے۔ (اخرجه مسلم ۲۰۳۰/۴)

(۱۰۴۵) عن أبي أمية رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

”الْمَقَّةُ فِي السَّمَاءِ فَإِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا قَالَ: إِنِّي أَحْبَبْتُ فُلَانًا



فَاحْبُوْهُ قَالَ: فَتَنْزِلُ لَهُ الْمِيقَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَرْضِ.

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج ٥ ص ٢٥٩)

## محبت وعداوت آسمان سے نازل ہوتی ہے

(۱۰۴۵) ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محبت تو آسمان میں ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں تو فرماتے ہیں: میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم سب بھی اس شخص سے محبت کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس شخص کے لیے آسمان سے محبت زمین میں اترتی ہے۔ (یعنی لوگوں کے دلوں میں)

(مسند احمد ۵/۲۵۹)

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی ضرب کا اثر

(۱۰۴۶) عن أبي بن كعب رضی اللہ عنہ قال:

كنتُ في المسجد فدخل رجلٌ فصلى، فقرأ قراءَةً أنكرتُها عليه، ثم دخل آخرُ فقرأ قراءَةً سوى قراءَةِ صاحبه، فلما قضينا الصلاة دخلنا جميعاً على رسولِ الله صلی اللہ علیہ وسلم، فقلتُ: إنَّ هذا قراءَةً أنكرتُها عليه، ودخل آخرُ فقرأ سوى قراءَةِ صاحبه، فأمرهما رسولُ الله صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ، فحسنَ النبي صلی اللہ علیہ وسلم شأنها، فسقطَ في نفسي من التَّكْذِيبِ. ولا إذ كنتُ في الجاهلية، فلما رأى رسولُ الله صلی اللہ علیہ وسلم ما قد غَشِيتُني ضربَ في صدري، ففصتُ عرقاً وكأنما أنظر إلى الله عز وجل فرقاً فقال لي:

”يَا أَبَى أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي، فَرُدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَّةَ: اقْرَأْهُ عَلَى حَرْفَيْنِ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي، فَرُدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ: اقْرَأْهُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ، فَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلْنِيهَا فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَأُمَّتِي، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَأُمَّتِي، وَآخَرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتَّىٰ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.“

[صحيح] (أخرجه مسلم في صحيحه ج ١ ص ٥٦١)

(۱۰۴۶) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا۔ اس نے ایسی قرأت کی جو میرے لیے بالکل اجنبی تھی، پھر دوسرا آیا اور اس نے اپنے ساتھی سے بالکل مختلف طرز میں قرأت شروع کی، ہم لوگ جب نماز ادا کر چکے، تو سب مل کر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس نے ایسی قرأت کی ہے جو میرے لیے بالکل اجنبی تھی، دوسرا شخص آیا اور وہ اپنے ساتھی سے بالکل مختلف طرز میں پڑھنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا، چنانچہ ان دونوں نے سنایا۔ سن کر آپ ﷺ نے دونوں کی قرأت کی تحسین فرمائی، یہ سن کر میرے دل میں آپ کی تکذیب پیدا ہوئی، اور اس طرح کی کیفیت میرے اندر جاہلیت میں بھی نہ تھی؛ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے میری اس کیفیت کو محسوس فرمایا جس نے مجھ کو ڈھانپ لیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا جس کے نتیجے میں میں پسینہ پسینہ ہو گیا، اور خوف و خشیت کی یہ حالت ہو گئی، گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، پھر مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے ابی، میرے پاس پہلے ہی وحی آئی تھی کہ میں قرآن ایک ڈھنگ سے پڑھوں، لیکن میں نے بار بار درخواست کی کہ میری امت کے لیے آسان فرما دیا جائے، تیسری دفعہ مجھے جواب ملا کہ تم اسے سات طرح سے پڑھو اور تم کو اپنی ہر درخواست کے بدلے میں ایک دعا کا حق ہے۔ جس کی آپ مانگ کر سکتے ہیں۔ پس میں نے دوبار دعا کی اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما دیجیے۔ اے اللہ! میری امت کو بخش دیجیے اور تیسری دعا اس دن کے لیے رکھ چھوڑی ہے، جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت و امید کے ساتھ آئے گی، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (صحیح المسلم ۵۶۱/۱، ترجمان السنۃ ۴/۲۵۸)

**بصیرت افروز ضرب سے قلب نسبت احسان سے معمور ہو گیا**

اس حدیث کی شرح میں صاحب ترجمان السنۃ تحریر فرماتے ہیں (ترجمان السنۃ: ۲/۳۷) شبہات کی دنیا دلائل کے لشکروں سے کبھی شکست نہیں کھاتی اس لیے آپ نے اس

کے شبہات کا علاج پہلے ہی دلائل سے نہیں کیا بلکہ اس کے سینہ پر ایک ایسی بصیرت افروز ضرب لگائی کہ اس کا قلب اذعان و یقین سے معمور ہو گیا اور نسبت احسان نے اس شدت سے ظہور کیا کہ اس کا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا، شبہات سب برطرف ہو گئے اور اللہ کی ذات عظیم البرکات کا جلوہ آنکھوں کے سامنے آ گیا اور نور یقین پھر از سر نو اس کے قلب میں بھڑک اٹھا ہے تو اب فہمائش کا موقع بھی نکل آیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے شبہ کی بنیاد کچھ نہیں صرف حقیقت سے لاعلمی اور بے خبری ہے۔ دونوں قرأتوں کی تحسین کی وجہ یہ نہیں کہ قرآن کی اپنی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنی اُمی امت کی سہولت کے لیے درخواست کی تھی کہ اس کے لیے قرأت میں کچھ توسیع کر دی جائے میری یہ درخواست قبول ہو گئی اور قرآن کو مختلف صورتوں سے پڑھنے کی اجازت دیدی گئی۔ لہذا یہ دونوں قرأتیں منزل من اللہ میں اور میری تعلیم کردہ ہیں۔

اَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرَفٍ کے سلسلہ میں بے حد علماء نے گفتگو کی ہے نیز اس سلسلہ میں مختلف اقوال موجود ہیں حافظ حدیث امام جلال الدین سیوطیؒ تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک: ۱/۱۵۹ میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں کہ سبعة احرف سے کیا مراد ہے علماء میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں چالیس کے قریب مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں جن کا ذکر میں نے اپنی کتاب الاتقان میں کر دیا ہے ان میں سے میرے نزدیک سب سے بہتر قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ کا فرمان متشابہات میں سے ہے جس کی تاویل کا ہمیں علم نہیں کیوں کہ جس طرح قرآن مجید میں متشابہات پائے جاتے ہیں اس طرح حدیث میں بھی متشابہات ہیں اس موضوع پر ابو عبد اللہ محمد بن احمد المعروف اللبانی المصری المتوفی ۷۴۹ھ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے:

(۱) ازالة الشبهات من الآيات والاحادیث المتشابہات (کشف

الظنون: ۷۰/۱)

(۲) لسان المتکلمین قاضی ابوبکر باقلانی نے ”کتاب الانتصار“ میں

اس موضوع پر خوب بحث کی ہے۔

(۳) تیسری کتاب حافظ کبیر ابن الجزریؒ نے ”النشر“ میں اس موضوع پر دس فصلوں میں خوب بحث کی ہے۔

(۴) چوتھی کتاب حافظ امام ابن حجر نے شرح بخاری فضائل قرآن کے باب میں۔

(۵) پانچویں کتاب جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں، چالیس اقوال نقل کیے ہیں۔

حضرت عبدالعزیز دباغ کا آنحضور ﷺ سے حدیث کا مفہوم معلوم کرنا

عبدالعزیز دباغ ابریز میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے اس حدیث کی مراد معلوم کی تو آپ ﷺ نے اپنی مراد کی تشریح کر دی وہ یہ ہے:

نبی ﷺ کی ذات شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی قوت ودیعت کر رکھی ہے جس کے انوار سات قسم کے ہیں ان ساتوں نوروں کے دو درُخ ہیں۔ ایک حق تعالیٰ کی طرف اور دوسرا مخلوقات کی طرف یہ انوار پہلے رُخ میں متواتر فیضان کرتے رہتے ہیں۔ اور کبھی نہیں تھمتے اور نہ ہی سست پڑتے ہیں پس جب اللہ تعالیٰ آنحضور ﷺ پر قرآن نازل کرنا چاہتے ہیں تو جو آیت نازل ہوتی ہے اس کے ساتھ پہلے رُخ کے نور میں سے تھوڑا سا نور بھی ہوتا ہے سارا تو نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو اللہ کی طرف توجہ ہونے کی وجہ سے نہ تھمتا ہے اور نہ سست پڑتا ہے اس لیے مخلوقات کی طرف توجہ کے وقت صرف تھوڑا سا نور ظاہر ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ دوسری آیت اتارتا تو اس میں دوسرے رُخ کا کچھ نور ہوتا ہے پھر تیسری آیت اُترتی ہے اور اس میں تیسرے نور میں سے کسی قدر نور ہوتا ہے اسی طرح ساتویں نور تک۔ اس پر میں نے عرض کیا یہ ساتوں نور جن کی طرف سات حروف کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے کیا چیز ہے؟ حضرت نے فرمایا وہ سات حروف یہ ہیں:

(۱) حرف نبوت (۲) حرف رسالت (۳) حرف آدمیت (۴) حرف روح

(۵) حرف علم (۶) حرف قبض (۷) حرف بسط۔

## (۱) حرفِ نبوت:

حرفِ نبوت کی شناخت یہ ہے کہ آیت صبر کا حکم دے رہی ہو، راہِ حق بتا رہی ہو اور دنیا و مشہودات دنیا سے نفرت دلوا رہی ہو، کیوں کہ نبوت کا طبعی خاصہ حق کی طرف جھکنا حق بات کہنا حق راہ بتانا اور حق میں خیر خواہی کرنا ہے۔

## (۲) حرفِ رسالت:

حرفِ رسالت کی یہ علامت ہے کہ آیت میں آخرت اور اس کے درجات و مقامات اور ثواب وغیرہ کا ذکر ہو۔

## (۳) حرفِ آدمیت:

حرفِ آدمیت کا ماحصل وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں ودیعت کر رکھا ہے اور انھیں اس سے انسانی کلام کرنے پر قادر کیا ہے تاکہ ان کا کلام ملائکہ جنوں اور باقی تمام کلام کرنے والی مخلوقات کے کلام سے ممتاز ہو سکے اور باوجودیکہ یہ صفت ہر انسان میں پائی جاتی ہے اسے ان ساتوں میں اس لیے شامل کیا گیا کہ یہ صفت آنحضرت ﷺ میں طہارت اور صفائی کے لحاظ سے انتہا کو پہنچ چکی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ طہارت اور صفائی میں آپ کی ذات کا کمال اس درجہ تک پہنچ چکا ہے جس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں ہو سکتا، اور آنحضرت ﷺ کی ذات کے سوا کسی اور کی ذات میں اس کا ہونا بھی ناممکن ہے مختصر یہ ہے کہ جب یہ نور جس سے انسان کلام کرتا ہے آنحضرت ﷺ کی ذات نور نبوت، نور رسالت، نور روح، نور علم، نور قبض اور نور بسط کے ساتھ پایا گیا تو یہ نور انتہائی کمال پر ہوگا۔ کیوں کہ آپ کی ذات ان چھ نوروں سے مستفیض ہو رہی ہوتی ہے لہذا آپ پر آیات کا نزول ہوگا اور کوئی آیت بھی ایسی نہ ہوگی جس میں یہ نور نہ پایا جائے کیونکہ قرآن اسی بشری لغت میں نازل ہوا ہے۔

## (۴) حرفِ روح:

حرفِ روح کی نشانی یہ ہے کہ آیت کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کی بلند صفات سے ہو

اور اس میں مخلوق کا کوئی ذکر نہ ہو کیوں کہ روح ہمیشہ حق کا مشاہدہ کر رہی ہوتی ہے لہذا جب اس صفت پر آیت اترے گی تو اس کے ساتھ نور روح موجود ہوگا۔

## (۵) حرف علم:

حرف علم کی پہچان یہ ہے کہ آیت میں گزشتہ لوگوں کے حالات بیان کئے گئے ہوں مثلاً: عاد، ثمود، قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح وغیرہ کے حالات یا اس میں کسی رائے کے مذموم ہونے کی اطلاع دی گئی ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبَّحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِیْنَ﴾

(یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی، نہ تو انھیں سودے میں فائدہ ہوا اور نہ وہ سیدھی راہ پر تھے)۔

مختصر یہ کہ قصص، مواظظ اور حکم وغیرہ حرف علم پر نازل ہوں گی اور اس حرف کا نور جسے عطا ہو جائے اس سے جہالت کی نفی ہو جاتی ہے اور وہ عارف مُعَرِّف بن جاتا ہے یہاں تک کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ ایک شخص پہاڑ کی چوٹی پر پیدا ہوا اور بغیر کسی سے میل جول رکھنے کے وہیں رہا سہا یہاں تک کہ جوان ہو گیا ہو، پھر اسے شہر میں ایسی حالت میں لایا جائے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسی حروف کے نور سے مدد کی ہو تو اس صورت میں جس شخص نے تمام عمر علم حاصل کرنے میں لگا دی ہو وہ اس شخص کے ساتھ کسی باب میں بھی بحث نہیں کر سکتا۔

## (۶) حرف قبض:

حرف قبض کی پہچان یہ ہے کہ آیت کا روئے سخن کفار اور تاریکی کی طرف ہو چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کبھی تو آپ انھیں بددعا دے رہے ہیں اور کبھی انھیں دھمکی دے رہے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فِی قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

(ان کے دلوں میں شک و کفر کا مرض ہے، اللہ نے (ان کی ضد کی وجہ سے) اس مرض کو اور بڑھا دیا اور ان کے جھٹلانے کی وجہ سے انھیں دردناک عذاب دیا جائے گا) اس کی وجہ یہ ہے کہ نور اور تاریکی کی فوجیں متواتر آپس میں لڑتی رہتی ہیں۔ جب آں حضرت ﷺ کی توجہ تاریکی کی طرف ہوتی ہے تو آپ میں انقباض پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے مذکورہ قسم کی آیات آپ سے نکلتی ہیں۔

### (۷) حرف بسط:

حرف بسط کی علامت یہ ہے کہ مخلوقات پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات کئے ہیں ان کا ذکر آیت میں کیا جائے اور مخلوقات کو یہ نعمتیں گنائی جائیں کیونکہ آں حضرت ﷺ کی توجہ ان نعمتوں کی طرف ہوتی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات پر کی ہیں تو آپ کو انبساط ہوتا جس کی وجہ سے آیت بھی مقام بسط سے نکلتی ہے۔

حضرت نے فرمایا ان ساتوں حرفوں میں سے ہر حرف کی تقریباً یہی پہچان ہے جو ذکر کی گئی ہے ورنہ ہر حرف ۳۶۶ ذہبیں ہیں۔ اگر میں ہر حرف میں ان وجوہ کی تشریح کروں اور ان کی تشریح ہر آیت میں ظاہر کروں تو لوگوں کے سامنے آنحضرت ﷺ کا باطن سورج کی طرح روشن ہو جائے مگر یہ ان اسرار میں سے ہے جن کا چھپانا واجب ہے اور جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی فتح کبیر ہوتی ہے وہ اسے جانتے ہیں اور جسے فتح حاصل نہیں اسے اپنی حالت پر ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ (خزینہ معارف ترجمہ ابریز، ص: ۱۴۳، تا ۱۴۸)

مزید تفصیل کے لیے اصل کتاب کی مراجعت کی جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دباغؒ نے اس موضوع پر عجیب عجیب نکات بیان فرمائے ہیں۔ جو اہل بصیرت عارفین کے علوم کی عکاسی ہے۔ ان اللہ والوں کے پاس (بنی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معین و اوستاں) علوم کے اسرار ہوتے ہیں جس کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اللہ ہم سب کو علوم بصیرت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔



اہل علم اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ کی طرف تفصیل کے لیے مراجعت کریں: ۳۵۶/۲ تا ۳۶۹/۲۔

## تاج کرامت صاحب قرآن کو عطا ہوگا

(۱۰۴۷) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال:

”يُجِيئُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ حَلِّهِ، فَيُلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ! زِدْهُ، فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ ارْضَ عَنْهُ، فَيَرْضَى عَنْهُ، فَيُقَالُ لَهُ: (اقْرَأْ وَارْقُ، وَتَزَادَ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً).“

[صحيح] (أخرجه الترمذی ج ۵ / ۲۹۱۵)

(۱۰۴۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، قیامت

کے دن صاحب قرآن کو لایا جائے گا تو وہ عرض کرے گا: یا رب لباس عطاء کیجیے، تو تاج کرامت پہنایا جائے گا، پھر عرض کرے گا: اے رب اس میں اضافہ کیجیے تو ایک اور لباس کرامت پہنایا جائے گا، پھر عرض کرے گا: یا رب تو راضی ہو جا اس سے، حق تعالیٰ راضی ہو جائیں گے، پھر ارشاد ہوگا: پڑھتا جا، چڑھتا جا، وہ پڑھے گا تو ہر آیت پر ایک نیکی کا اضافہ ہوگا۔

## صاحب قرآن کو بارگاہ رب العزت سے انعامات و عطیات

قرآن مجید، فرقان حمید، کتاب مبین، کلام اللہ ہے۔ حق جل مجدہ کی ذات سے نکلا ہوا کلام ہے، اس کی شان ہی ہر اعتبار سے بلند و برتر از خیال و قیاس ہے۔ کلام کا رتبہ و مقام متکلم کی ذات اور عظمت کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ خالق عز و جل، سبحانہ ما اعظم شانہ، کائنات عالم کے خلاق ہیں اور قرآن ان کا کلام ہے، جس طرح رب العزت کی عظمت مسلم، قرآن کی عظمت و حرمت مسلم، اور قرآن مجید کو کلام باری اور کلام ربّانی، اور کلام اللہ ہونے کا اعتبار ہے، ذات حق جل مجدہ سے جو قرب و اتصال حاصل ہے وہ کسی

اور چیز کو حاصل نہیں، اور ہر چیز کا مقام و رتبہ اتنا ہی بلند ہوتا ہے جتنا کہ وہ اصل ذات سے وابستہ اور جڑی ہوئی ہو۔ قرآن مجید رب العزت کا کلام ہونے کے اعتبار سے رب العزت جل جلالہ سے جڑی ہوئی ہے اور ذات حق سے وابستہ ہے۔ اس لیے قرآن مجید کو رب العرش العظیم سے قرب خاص ہے۔ اب جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی کہ قرآن مجید ذات حق سے جڑی ہوئی ہے تو جو جس ذات سے جس قدر قریب ہوگا اس کی سفارش اتنی ہی مقبول اور قابل سماعت ہوگی، پھر قرآن مجید جو خالق کا کلام نفسی ہے اور ہر لمحہ رب العزت سے اپنی صفات و شئون کے ساتھ جڑی ہوئی اور وابستہ ہے۔ بارگاہ رب العزت میں سفارش کرے گی کہ فلاں، فلاں کو پوشاک و جوڑا عطا کیا جائے۔ لہذا صاحب قرآن کو تاج کرامت و شرافت زیب تن کرایا جائے گا۔ پھر قرآن سفارش کرے گا کہ یا رب اس میں اور اضافہ کیجیے۔ لہذا رب العزت کرامت کا پوشاک و حلہ، عطا فرمائیں گے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ عربی عبایا خوبصورت لباس پر پہنا دیا جائے اور سر پر تاج اعزاز رکھ دیا جائے تاکہ مجمع میں سب کی نگاہ و دید دیکھ کر محو حیرت ہو جائے۔ اور سب اش اش و رشک کرنے لگیں۔ پھر کلام اللہ، اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا یا رب! اس صاحب قرآن سے راضی و خوش ہو جائیے تاکہ یہ خطرہ نہ رہ جائے کہ آئندہ کسی وقت تاج کرامت اور پوشاک لے لیا جائے گا۔ حق جل مجدہ پھر اس صاحب قرآن سے راضی ہو جائیں گے۔ راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب ابدی نعیم و مقیم، ابدی راحت و طمانیت، ابدی مسرت و فرحت، ابدی عقاب و عذاب سے نجات، ابدی جنت کا لطف و مسرت، پھر سب سے بڑھ چڑھ کر، حق تعالیٰ کی رضا وَرْضَوَانُ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ پھر اس خوش نصیب صاحب قرآن کو کہا جائے گا، تو آیات بیّنات کلام اللہ کو پڑھتا جا اور جنت کی منزلوں کو طے کرتا جا۔ جا تو جہاں تک کلام اللہ کو پڑھتا جائے گا درجات جنت کو حاصل کرتا جائے گا۔ جہاں تو رکے گا وہی تیری آخری منزل و قرار اور ٹھکانہ ہوگا اور اس پر مزید یہ کہ ہر آیت پر ایک نیکی میں اضافہ کر دیا جائے گا۔

## صاحبِ قرآن کو آخرت میں خاص تحفہ

اس حدیث سے دو بات بطور خاص معلوم ہوتی ہے۔ صاحبِ قرآن یا حافظِ قرآن دنیا میں جتنی نیکیاں کیا کرتا تھا ان سب پر اجر تو ملے گا ہی، مگر جنت میں اس کے منزل کی یقین اور اس کا آخری مستقر ڈھکنا نہ رب العزت کے علم میں تو ہوگا ہی تاہم صاحبِ قرآن کو کہہ دیا جائے گا کہ تو قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھتا جا اور چڑھتا جا، اب وہ پڑھتا جائے گا اور اوپر کی منزلیں طے کرتا جائے گا۔ گویا کہ صاحبِ قرآن کو آخرت میں آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کی اجازت بھی ہوگی اور اس کی جزاء بھی ملے گی، جبکہ عمل کی جگہ دنیا تھی اور آخرت محض جزاء کی جگہ تھی اور صاحبِ قرآن کو عمل کی اجازت، تلاوت کی شکل میں رفع منازل اور ترقی درجاتِ جنت کے لیے دی جائے گی۔ اس سے بخوبی یہ بات معلوم ہوگئی کہ تمام لوگوں کے مقابلہ میں صاحبِ قرآن کا رتبہ خاص اور انعام و احسان کا باب ہی الگ ہوگا۔ یہ پہلا خصوصی انعام ہوگا دوسرا خصوصی انعام یہ ملے گا کہ وہ آیات جو آخرت میں صاحبِ قرآن پڑھے گا اس پر وہاں بھی ہر آیت پر ایک ایک نیکی ملے گی، جبکہ دنیا میں ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی تھیں، اور آخرت دارالعمل نہیں پھر بھی صاحبِ قرآن کو کلام اللہ کی ہر آیت پر ایک نیکی ملے گی یہ صاحبِ قرآن کا خصوصی اعزاز و اکرام ہوگا۔ پھر آخرت کی نیکی دنیاوی نیکیوں کے مقابلہ میں کس قدر پُر نور ہوں گی اور پھر آیاتِ ربّانیہ کا نور لیے ہوئے ہوں گی۔ کلام اللہ کے آخرت کی تلاوت کا جاہ و جلال بھی ہوگا، حق جل مجدہ کی عنایات و حسنات کا رحمانی جمال و کمال بھی ہوگا۔ کتنے خوش نصیب و بانصیب ہیں وہ بندہ رحمن جو صاحبِ قرآن ہوں گے، ان کے بخت و بلندی کا قیامت میں بھی غلغلہ ہوگا کہ جس عالم میں جا کر انسان نیکیاں نہیں کر سکتا ان کو قرآن کی تلاوت پر نیکیاں ملیں گی۔ سچ یہ ہے کہ امت کو قرآن مجید عظیم تحفہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت کو قرآن مجید، فرقان حمید، کتاب مبین کے قدر کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

## دس آیتوں کا ثواب ایک قنطار

(۱۰۴۸) قال الطبرانی: عن فضالة ابن عبيد وتميم الداری عن النبی ﷺ قال:

”مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قِنْطَارٌ، وَالْقِنْطَارُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُولُ رَبُّكَ عَزَّوَجَلَّ: اقْرَأْ وَارْقَ لِكُلِّ آيَةٍ دَرَجَةٌ. حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى آخِرِ آيَةٍ مَعَهُ، يَقُولُ رَبُّكَ عَزَّوَجَلَّ لِلْعَبْدِ: اقْبِضْ، فَيَقُولُ الْعَبْدُ بِيَدِهِ، يَا رَبِّ أَنْتَ أَعْلَمُ، فَيَقُولُ: بِهَذِهِ الْخُلْدُ وَ بِهَذِهِ النَّعِيمُ.“  
[حسن] (أخرجه الطبرانی في الكبير ج ۲/ ۱۲۵۳)

(۱۰۴۸) ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبید اور تمیم داری سے روایت ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رات کو دس آیتیں پڑھ لیتا ہے اس کے لیے ایک قنطار ثواب لکھا جاتا ہے، جب کہ ایک قنطار کا اجر و ثواب دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے افضل ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو تمہارا رب عز و جل ارشاد فرمائے گا: تو پڑھتا جا ایک درجہ جنت میں اوپر چڑھتا جا، یہاں تک کہ جو کچھ بندہ کے حفظ و عمل میں آیتیں ہوں گی جب ختم ہو جائیں گی تو تمہارا رب عز و جل بندہ سے فرمائے گا: لو۔ پھر بندہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے عرض کرے گا: یا رب آپ زیادہ جانتے ہیں (یعنی میں کیا لوں اور کیا نہ لوں اس کو آپ ہی میرے حق میں بہتر جانتے ہیں) ارشاد ہوگا: داہنے ہاتھ سے خلد لے لو اور بائیں سے نعیم و مقیم۔

سونے سے قبل دس آیات کا پڑھنے والا غافلین سے نہیں ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِي لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ. (رواہ حاکم)

جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے

شمار نہیں ہوگا۔ حاکم نے کہا مسلم کی شرط پر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو رات میں دس آیتوں کی تلاوت کر لے اس کو ایک قنطار ثواب ملے گا۔ اور جبکہ ایک قنطار دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے اچھا ہے۔ کیونکہ آخرت میں دنیاوی مال و متاع نفع نہیں دے گا، وہاں تو نیکیاں ہی کام دیں گی، اور نیکیوں کے سہارے ہی انسان کامیاب و کامران ہوگا۔ رب العزت نے آخرت کو اہل ایمان کے لیے کتنا آسان اور سہل بنایا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! قنطار کیا ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بارہ ہزار کے برابر (درہم ہوں یا دینار)۔

ایک حدیث میں پانچ سو سے ہزار آیات کی تلاوت پر ایک قنطار ثواب کی بات کہی گئی ہے۔ مگر یہاں محض دس آیات پر یہ ثواب ملنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں بتلایا گیا کہ مَنْ قَرَأَ فِي لَيْلَةٍ مِائَةَ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِينَ۔

یہ روایت ابن خزمیہ اور حاکم کی ہے اور دونوں کی شرط پر ہیں۔ نیز حق جل مجدہ فرمائیں گے۔ مٹھی بند کر لے یا لے لے، وہ بندہ عرض کرے گا رب العزت تو بہتر جانتا ہے (میرے حق میں نفع بخش کیا ہیں اور کیا نہیں، میں کیا لوں، مٹھی میں کیا بند کروں) حق جل مجدہ فرمائے گا، ایک ہاتھ میں خلدِ بریں اور دوسرے میں نعیم و مقیم (کا پروانہ تھام لے نیز اس حدیث میں بھی قرآن مجید کی آخری آیت جو صاحب قرآن پڑھے گا وہی اس کی جنت میں آخری منزل ہوگی۔ الغرض صاحب قرآن، حافظ قرآن، عامل قرآن کو اللہ رب العزت کی جانب سے خاص اعزاز و اکرام کا معاملہ ہوگا۔ افسوس کہ آج مسلمانوں کے پاس اسی کتاب کی تلاوت کے لیے فرصت نہیں۔ ورنہ محض سورۃ فاتحہ اور چاروں قل سونے سے پہلے پڑھ لی جائیں تو جان و مال کی حفاظت، ایمان کی حفاظت، شرک و کفر سے برأت اور اکیس آیتوں کی تلاوت ہو جائے اور وہ فضائل جو ان سوروں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہیں وہ بھی مفت میں مل جائیں۔ مگر قدر و طلب ہو جب بات بنے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محض اپنے فضل خاص سے فضل والے اعمال کی توفیق بخشے۔ آمین

## عاملِ قرآن کا حشر فرشتوں کے ساتھ

(۱۰۴۹) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال:

”مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَ عَمِلَ بِمَا فِيهِ وَ مَاتَ فِي الْجَمَاعَةِ بَعَثَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ السَّفَرَةِ وَ الْحُكَّامِ، وَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَ هُوَ يَنْفِلُ مِنْهُ وَ لَا يَدْعُهُ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ، وَ مَنْ كَانَ حَرِيصًا عَلَيْهِ وَ لَا يَسْتَطِيعُهُ وَ لَا يَدْعُهُ بَعَثَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ أَشْرَافِ أَهْلِهِ وَ فَضَّلُوا عَلَى الْخَلَائِقِ كَمَا فَضَّلَتِ النُّسُورُ عَلَى سَائِرِ الطُّيُورِ وَ كَمَا فَضَّلَتْ عَيْنٌ فِي مَرَجٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ أَيْنَ الَّذِينَ كَانُوا لَا يُلْهِيهِمْ رَعِيَّةُ الْأَنْعَامِ عَنْ تِلَاوَةِ (كِتَابِي)؟ فَيَقُومُونَ فَيَلْبَسُ أَحَدُهُمْ تَاجَ الْكِرَامَةِ وَ يُعْطَى الْفُوزَ بِيَمِينِهِ وَ الْخُلْدَ بِشِمَالِهِ، فَإِنْ كَانَ أَبَوَاهُ مُسْلِمَيْنِ كُسِيَا حُلَّةً خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا، فَيَقُولَانِ: ائِنِّي هَذِهِ لَنَا؟ فَيَقَالُ: بِمَا كَانَ وَلَدُكُمْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ.“ [ضعيف] (أخرجه الطبراني في الكبير ج ۲۰/۱۳۶)

(۱۰۴۹) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور جماعتِ مسلمین میں مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حشر فرشتوں کے ساتھ اور اونچے لوگوں کے ساتھ کرے گا اور جو قرآن پڑھتا ہے اور اس میں اٹکتا ہے لیکن پڑھنا چھوڑتا نہیں تو اس کے لیے دوہرا اجر و ثواب ہے اور قرآن پڑھنے کا حریص و لالچی ہے مگر پڑھ نہیں سکتا اپنی حرص و طلب کو ختم بھی نہیں کر سکتا بوجہ عدم استطاعت کے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اشرف و سر بلندی کے جواہل ہوں گے ان کے ساتھ اٹھائے گا اور تمام لوگوں پر اس کو فضیلت و شرافت دی جائے گی۔ جیسا کہ باز پرندہ کو تمام پرندوں پر فوقیت حاصل ہے، جیسا کہ آنکھ کو فضیلت حاصل ہے اپنے اطراف و جوانب پر۔ پھر ایک آواز لگانے والا آواز دے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جن کو جانوروں کی گلہ بانی نے میری تلاوت سے نہیں روکا؟ وہ لوگ کھڑے ہوں گے، پس ان کو تاجِ کرامت پہنایا جائے گا اور فوز و کامیابی کا پروانہ دہنے ہاتھ میں اور خلد و ہمیشگی کا

پروانہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اگر ان کے ماں باپ مسلمان ہوں گے تو ان کے والدین کو بھی ایک ایسا لباس زیب تن کرایا جائے گا، جو دنیا جہان میں جو کچھ ہے اس سے بھی افضل و اچھا ہوگا۔ وہ دونوں عرض کریں گے: یہ لباس ہم کو کہاں سے عطا ہوا ہے؟ تو ان کو جواب دیا جائے گا: اس سبب سے کہ تمہارے بچہ نے قرآن پڑھا۔

(اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۲۰/۱۳۶)

## بکری کے چرواہے کو قرآن کی برکت سے تاج کرامت ملے گا

حق جل مجدہ نے قرآن حکیم کو کتابِ ہدایت بنا کر نازل فرمایا، اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے سعادتِ دارین کا حتمی وسیلہ، اور ذریعہ بنایا ہے۔ فوز و فلاح کی ضمانت قرآنی ہدایات میں پوشیدہ ہیں۔ مرضیاتِ الہیہ کی نشاندہی، مامورات کی فہرست، تقرب و تعبد کی شاہ راہ، ضلالت و ظلمت کے اعمالِ سوء کی فہرست، شرح صدر کی کیفیات کا وجدانی شعور، اور ضیقِ صدر میں حرج و تنگی اور انقباض، حالتِ بسط میں فرحت و انبساط کے ساتھ رجوع الی اللہ کی کیفیت، حالتِ قبض میں توبہ و استغفار کے ساتھ استقامت و انابت، الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں منہاجِ ہدایت کلام اللہ کو حاصل ہے۔ جس نے اپنی زندگی کی خلوتوں، جلوتوں کو دستورِ ربانی و تعلیماتِ رحمانی سے مزین کیا سنوارا، ظاہر و باطن کو مجلیٰ و منور کیا اور خالق کی بتلائی ہوئی قدسی والہی تعلیمات کے ذریعہ اپنی زندگی کو قیمتی بنایا وہ یقیناً ایسا ہے کہ انعام و اکرام سے نوازا جائے اور افتخار و امتیاز کے ساتھ حق تعالیٰ کی جانب سے فائزین میں شمار ہو۔

جماعتِ مسلمین یعنی اہل حق کی معیت بھی بڑی سعادت ہے، باطل کب حق کے ساتھ ٹھہر سکتا ہے، مومن خواہ شہر میں ہو، گاؤں اور قریہ میں ہو جنگل و بیابان میں ہو، بکری کا چرواہا ہو یا بادیہ نشین ہو اس کی زندگی قرآن سے جڑی رہتی ہے۔ مومن کی حیات ہی قرآن ہے، مومن کی فہم و فراست قرآن ہے، مومن فرمانِ الہی اور قرآن کے لیے لایا گیا ہے، قرآن مومن صاحبِ ایمان کا سرمایہ ایمان و دین اور حرزِ جان ہے۔ حق تعالیٰ بھی قیامت



کے دن مومن کو حلقہ قرآنی جو کرامت و شرافت کا پوشاک ہوگا دیں گے، صاحب قرآن کے والدین بھی نوازے جائیں گے اور بروز قیامت قرآن کی برکت کا ظہور ہوگا۔ سچ ہے کتاب اللہ کے ذریعہ دارین کی عزت کا تحفہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قدر کی توفیق بخشے، آمین اور عامل بالقرآن اور صاحب قرآن کی فہرست میں قیامت کے دن ہمارا حشر ہو۔ آمین

## تلاوت کتاب اللہ یا ذکر اللہ

(۱۰۵۰) عن أبي سعيد رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

”يَقُولُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ وَ ذِكْرِي عَنْ مَسْأَلَتِي أُعْطِيَتهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ، وَ فَضْلُ كَلَامِ اللَّهِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ.“ [ضعيف جداً] (أخرجه الترمذی ج ۵/۲۹۲۶)

(۱۰۵۰) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: جس شخص کو قرآن پاک کی تلاوت میں مشغولیت کی بناء پر یا میرے ذکر کی مشغولیت کی بناء پر دعاء و سوال کرنے کی فرصت نہ ملے تو میں ایسے بندہ کو تمام دعاء مانگنے والوں سے افضل چیز عطا کرتا ہوں اور کلام اللہ کی فضیلت دوسرے تمام کلام پر ایسی ہے جیسے کہ خود حق جل مجدہ کی ذات کو جو فوقیت و فضیلت تمام مخلوق پر حاصل ہے۔

## ذکر اللہ و قرآن کی مشغولیت پر تمام مانگنے والوں سے افضل عطاء الہی

حق جل مجدہ کے بندوں میں مختلف مزاج کے لوگ ہوتے ہیں، اور ہر شخص کا محبوب مشغلہ جدا جدا ہوا کرتا ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ بعض لوگوں کو نوافل سے خوب لگاؤ ہوتا ہے اور جب بھی موقع ملتا ہے حضور حق میں نوافل کے ذریعہ راہِ تقرب و تعبد کو استوار کرتے ہیں۔ تو کسی کو اوراد و وظائف اور ذکر اللہ میں شدید منہمک پائیے گا، ذکر کی لذت میں وہ ایسے مگن ہوتے ہیں کہ جنون کی سی کیفیت ہوتی ہے ان کو سوائے اللہ، اللہ،

اللہ کہنے کے اور کسی بھی چیز کا دھیان و خیال نہیں، نہ ہی ان کا باطن غیر کی طرف مائل و متوجہ ہوتا ہے الغرض ہر شخص کا ذوق عبادت علیحدہ علیحدہ ہے، اسی طرح بعض لوگوں کو قرآن مجید سے طبعی انس و لگاؤ ہوتا ہے، اور جب بھی فرصت ملی، وقت ملا، تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا کہ چلتے پھرتے ہر وقت ان کی زبان پر تلاوت آیات بینات جاری ہے۔ حدیث رسول بتلا رہی ہے، کہ جو کتاب اللہ کی تلاوت میں یا ذکر اللہ میں اتنا منہمک و مشغول ہو کہ اپنی حاجت و طلب بھی بارگاہ رب العزت میں پیش نہیں کر پاتا، اور ہاتھ پھیلانے کا بھی خیال و دھیان نہیں رہتا، تو اللہ رب العزت اس کو تمام دعا مانگنے والوں سے اور ہاتھ پھیلانے والوں سے زیادہ افضل عطا فرماتے ہیں، یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ مانگنے والا چند چیزیں مانگے گا اور حق تعالیٰ بن مانگے قرآن و ذکر اللہ کی برکت سے مانگنے والوں سے افضل عطا کرے گا کیونکہ تمام کلاموں میں کلام اللہ افضل ہے اور تمام دینے والوں میں رب العزت اعلیٰ و اجل ہے۔ تو اعلیٰ و اجل ذات حق، افضل کی مشغولیت کی بنا پر افضل ہی عطا کرے گا، وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ۔ اے کاش کہ ہمیں بھی ان نعمتوں کے قدر کی توفیق عطا ہوتی۔ آمین

اللَّهُمَّ اعْطِنِي أَفْضَلَ مَا تُؤْتِي عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ

### تین سو آیتوں پر مغفرت

(۱۰۵۱) عن ابن جابر بن عبد الله رضى الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال: ”مَنْ قَرَأَ ثَلَاثِمِائَةَ آيَةٍ قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَلَائِكَتِهِ: يَا مَلَائِكَتِي نَصَبَ عَبْدِي أَشْهَدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِي أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ.“

[ضعیف جداً] (أخرجه ابن السني في عمل اليوم والليلة / ۶۹۹)

(۱۰۵۱) ترجمہ: ابن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص تین سو آیتیں پڑھتا ہے تو حق جل مجدہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میرا بندہ میری رضا و خوشنودی کے لیے تھکا، اے فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں، کہ

میں نے اس بندہ کی مغفرت کر دی۔

## مغفرت کو کم مت جانو، بڑی سعادت ہے

آخرت کی سب سے بڑی پہلی سعادت مغفرت کا پروانہ مل جانا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک مرتبہ بیت المقدس میں بنی اسرائیل کو جمع کروایا اور بس ایک دعا کی اور لوگوں سے کہا واپس چلے جاؤ، وہ دعا تھی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا، اے اللہ ہماری مغفرت فرمادے، لوگوں نے باتیں شروع کر دیں کہ بس اتنی سی بات تھی جب یہ آواز حضرت داؤد علیہ السلام کو پہنچی تو فرمایا لوگو یہ کم سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمادے۔ تمام سعادتوں کی کلید ہے کہ اللہ معاف فرمادے اور مغفرت کر دے پھر دوسری سعادت نصیب ہوگی۔ تین سو آیتوں کی تلاوت پر اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا،

## حاملین قرآن نور حق میں ملبوس ہیں

(۱۰۵۲) لأبي نصر السجزي في "الإبانة" عن عائشة، والحكيم عن محمد

بن علي بن أبي طالب مرسلًا والحاكم في تاريخه عنه موصولًا:

”الْقُرْآنُ أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ دُونَ اللَّهِ، وَفَضْلُ الْقُرْآنِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ، فَمَنْ وَقَرَ الْقُرْآنَ فَقَدْ وَقَرَ اللَّهَ، وَمَنْ لَمْ يُوقِرِ الْقُرْآنَ فَقَدْ اسْتَخَفَّ بِحَقِّ اللَّهِ، وَحُرْمَةِ الْقُرْآنِ عِنْدَ اللَّهِ كَحُرْمَةِ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ، الْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَمَا حِلٌّ مُصَدَّقٌ، فَمَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْآنُ شَفَعَ، وَمَنْ مَحَلَّ بِهِ الْقُرْآنُ صَدَقَ، وَمَنْ جَعَلَ الْقُرْآنَ أَمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَهُ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ، حَمَلَةُ الْقُرْآنِ هُمُ الْمُحْفُوفُونَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ، الْمُلْبَسُونَ نُورَ اللَّهِ، الْمُتَعَلِّمُونَ كَلَامَ اللَّهِ، مَنْ عَادَاهُمْ فَقَدْ عَادَى اللَّهَ، وَمَنْ وَالَاهُمْ فَقَدْ وَالَى اللَّهَ، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا حَمَلَةَ كِتَابِ اللَّهِ! اسْتَجِيبُوا اللَّهَ بِتَوْقِيرِ كِتَابِهِ يَزِدْكُمْ حُبًّا، وَيَحْبِبْكُمْ إِلَيَّ خَلْقِهِ، يَدْفَعُ عَنْ مَسْتَمِعِ الْقُرْآنِ

سُوءَ الدُّنْيَا، وَيَدْفَعُ عَنْ تَالِي الْقُرْآنِ بَلْوَى الْآخِرَةِ، وَلَمْسْتَمِعْ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ صَبِيرٍ ذَهَبًا، وَتَالِ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ خَيْرٌ لَهُ مِمَّا تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، وَإِنَّ فِي الْقُرْآنِ لَسُورَةً تُدْعَى الْعَظِيمَةُ عِنْدَ اللَّهِ يُدْعَى صَاحِبُهَا الشَّرِيفَ عِنْدَ اللَّهِ، تَشْفَعُ لِصَاحِبِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي أَكْثَرِ مِنْ رَبِيعَةٍ وَ مُضَرٍّ وَ هِيَ يَسَ .“ [۴] (کما فی کنز العمال ج ۱/ ۲۳۶۲)

## فضائل قرآن کی عجیب روایت

(۱۰۵۲) ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے:

قرآن مجید ہر شے سے افضل ہے۔ حق جل مجدہ کی ذات کے بعد (یعنی اللہ تعالیٰ کے بعد کسی کا مقام ہے تو وہ کلام اللہ کا رتبہ و مقام ہے) اور قرآن کی فضیلت تمام کلام پر ایسی ہے جیسی خود اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوقات پر، جس نے قرآن مجید کا احترام کیا اس نے بذات خود اللہ تعالیٰ کا احترام کیا اور جس نے قرآن مجید کا احترام نہیں کیا تو اس نے حق تعالیٰ کے حق کا استخفاف کیا اور قرآن کی حرمت و عظمت اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی ہے جیسا کہ والد کی حرمت و عظمت اپنے اولاد پر۔ قرآن مجید شفاعت و سفارش کرے گا اور اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اور ایسا شکایت کرنے والا ہے جس کی شکایت بھی قبول کی جائے گی اور قرآن جس شخص کے لیے بارگاہ رب العزت میں سفارش کرے گا اس کے حق میں قرآن کی شفاعت قبول ہوگی اور جس شخص کے خلاف قرآن شکایت کرے گا تو وہ بھی بارگاہ رب العزت میں قبول ہوگی۔

اور جس شخص نے قرآن کو اپنے آگے رکھا اس کو جنت کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور جس شخص نے اس کو پس پشت ڈال دیا (یعنی عمل میں غفلت برتی) اس کو دوزخ کی طرف ہانک کر لے آئے گا۔ حاملین قرآن (علماء و حفاظ) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے احاطہ میں ہیں اور حق جل مجدہ کے نور میں ملبوس ہیں اور کلام اللہ کے سیکھنے والے ہیں۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کے قرآن سے عداوت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے عداوت کی (یعنی اللہ تعالیٰ کے

حق کی ناندیری کی) اور جس نے قرآن مجید سے دوستی رکھی اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھی، حق جل مجدہ فرماتا ہے: اے حاملین قرآن (علماء و حفاظ) حق تعالیٰ کی اطاعت کرو، کتاب اللہ کی توقیر و تعظیم کے ساتھ، وہ تم سے بہت محبت کرنے لگے گا اور وہ تمہاری محبت اپنی مخلوق کے دل میں پیدا کر دے گا۔ (یعنی محبوب خلاق ہو جاؤ گے) یہ تو فضیلت تھی قاری و عامل کی) اور قرآن سنانے والے سے دنیاوی بُرائیاں دور کر دی جائیں گی اور قرآن کے تالی و پڑھنے والے سے آخرت کی بلائیں دور کر دی جائیں گی اور یقیناً کتاب اللہ سے ایک آیت سنانے والے کو سونے کے پہاڑ سے بہتر ثواب ہے اور قرآن کی ایک آیت کا پڑھنا ان تمام چیزوں سے افضل ہے جو آسمان کے نیچے ہے اور قرآن میں ایک سورت ہے جس کو عظیمۃ نام سے اللہ تعالیٰ کے یہاں پکارا جاتا ہے اور پڑھنے والے کو شریف کے نام سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بلایا جاتا ہے اس سورت کے پڑھنے والے کی سفارش و شفاعت قیامت کے دن ربیعہ و مضر قبیلہ سے زاید لوگوں کے حق میں قبول کی جائے گی۔ اور وہ عظیمۃ سورہ یس ہے۔ (کنز العمال ۲۳۶۲۱)

## قرآن مجید کی اکیس فضیلتیں

اس حدیث قدسی میں چند امور کو واضح کیا گیا ہے۔

- (۱) قرآن مجید کا ذات حق جل مجدہ کے بعد رتبہ و مقام ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد کلام اللہ کا ہی مقام ہونا بھی چاہیے۔
- (۲) قرآن مجید کی فضیلت تمام کلام پر ایسی ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی فوقیت و فضیلت خود تمام مخلوقات پر۔
- (۳) قرآن مجید کا احترام و اکرام کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس نے خود اللہ رب العزت کا احترام و اکرام کیا۔
- (۴) قرآن مجید کی عظمت و حرمت کو نظر انداز کرنا ایسا ہی گناہ ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کی عظمت و حرمت کو نظر انداز کرنا۔ اور حقوق اللہ کا استخفاف جیسا قبیح عمل ہے، قرآن

مجید کا استخفاف بھی قبیح ہے۔

(۵) قرآن مجید کی حرمت عند اللہ ایسی ہے جیسے کہ والدین کی حرمت اولاد پر، الغرض قرآن مجید کی حرمت و عظمت مسلم ہے۔

(۶) قرآن مجید شفاعت سفارش کرے گا اور اس کی سفارش و شفاعت قبول کی جائے گی۔

(۷) قرآن مجید کی شکایت بھی سنی جائے گی اور اس کی تصدیق کی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید کچھ لوگوں کی شکایت بھی بارگاہ رب العزت میں کرے گا، جو شکایت بارگاہ حق میں قبول ہوگی۔

(۸) قرآن مجید کو جو اپنی زندگی کا عملی رہنما و پیش رو بنائے گا قرآنی تعلیمات اور ربانی ہدایات سے زندگی کے لمحات کو نمونہ شریعت اور متبع سنت کا پیکر ہوگا اس کو کلام اللہ جنت تک پہنچا دے گا۔

(۹) قرآن مجید کو جس شخص نے عملی زندگی میں پس پشت ڈالا، نظر انداز کیا، غفلت برتی، وہ جہنم کی طرف ہنکا دیا جائے گا۔ کلام اللہ کو چھوڑنا خود ہی تباہی و بربادی کا بڑا سبب ہے، اور ترک کتاب اللہ خود ہی شاہراہ جہنم ہے۔

(۱۰) حاملین کلام اللہ، جن کو حَمَلَةُ الْقُرْآنِ حدیث میں کہا گیا ہے، ان کو حق تعالیٰ کی رحمت اپنے آغوش میں لیے ہوئے ہوتی ہے جس کے سایہ رحمت میں امت رحمت مکین ہے اور کلام اللہ کا سایہ پوری امت کو اپنے بازوئے رحمت میں چھپائے ہوئے ہے۔

(۱۱) حَمَلَةُ الْقُرْآنِ کو نور کا لباس، نورانی پوشاک، اللہ تعالیٰ کا نور اپنے اندر چھپائے ہوا ہے۔

(۱۲) حَمَلَةُ الْقُرْآنِ، کلام اللہ کے سیکھنے اور سکھانے والے ہیں خود بھی پڑھتے ہیں اور لوگوں کو بھی پڑھاتے ہیں۔

(۱۳) جس نے قرآن سے عداوت و دشمنی کی اس سے حق جل مجدہ عداوت

و دشمنی کریں گے۔ یعنی کلام اللہ کی مخالفت، حکم کلام اللہ کی مخالفت اور امر کی مخالفت، منہیات کا ارتکاب، قانون دستور الہی سے انحراف، کتاب اللہ کے قانون کو ظالمانہ قانون کہنا، یہ سب مخالفت کی فہرست میں داخل ہے۔ ان سب کا رب العزت انتقام لے گا۔

(۱۴) جس نے قرآن مجید سے محبت کی، اپنا پیشوا بنایا، گویا اس نے حق جل مجدہ سے محبت کی اور رب العزت کو اپنا نگہبان حقیقی بنالیا۔

(۱۵) حق جل مجدہ فرماتا ہے اے حاملین قرآن علماء و حفاظ کلام اللہ، حق جل مجدہ کی اطاعت و بندگی کرو، کتاب اللہ کی توقیر و تعظیم کے ساتھ وہ تم سے بہت غیر معمولی محبت کرنے لگے گا۔ کتاب اللہ کی تعظیم، حرام سے بچنا حلال کی اتباع کرنا، ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، عبادت و اطاعت و شرح صدر کی کیفیت کا ہونا، دلیل ہے کہ قرآن سے محبت و موڈت ہے۔ واللہ اعلم

(۱۶) حاملین کلام اللہ کی محبت و الفت حق تعالیٰ مخلوق کے دل میں ڈال دے گا۔ یعنی محبوب خلّاق ہو جائے گا۔

(۱۷) سامعین کلام اللہ سے دنیاوی برائیاں دور کر دی جائیں گی سامعین سے مراد قرآن کے احکامات پر دل سے سن کر عمل کرنا مراد ہے۔ کیونکہ اعمال قرآنی پر عمل سے دل میں طمانیت و قرار اور سکون لازوال کی نعمت نصیب ہوتی ہے اور بد عملی و اعراض کلام اللہ سے معیشت کی تنگی اور انتشار پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی فرمادیا ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ جو قرآن سے اعراض کرتا ہے اس کی معیشت تنگ ہوگی، دنیاوی زندگی میں معیشت کا راحت و فرحت میں بڑا دخل ہے۔

(۱۸) اور تلاوت کلام اللہ کی برکت سے آخرت میں فتنہ عذاب و عقاب سے محفوظ رہے گا۔ تلاوت کتاب اللہ و طیفہ نبوت ہے۔ اور تلاوت کلام اللہ ایسا عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی بہت زیادہ حاصل ہوتی ہے، امام احمد بن حنبلؒ کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب انھوں نے خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھا تو رب العزت کی رضا معلوم



کی تو باری تعالیٰ نے بتلایا کہ قرآن پڑھا کرو، خواہ جیسے ہو سمجھ کر یا بلا سمجھے۔

(۱۹) قرآن مجید سے ایک آیت کے سننے کا ثواب صیر (عرب میں ایک پہاڑ

ہے) پہاڑ کے برابر سونے سے بہتر ہے کہ ثواب باقی اور پہاڑ تو یہیں رہ جائے گا۔

(۲۰) قرآن مجید کی ایک آیت تمام زمین کے خزانہ سے بہتر و افضل ہے، کیونکہ

سب فانی اور زوال پذیر ہے اور قرآن و کلام اللہ باقی ہے، ماننے والوں کو آخرت کی بقاء کا پیغام مسرت عطا کرتی ہے۔

(۲۱) قرآن مجید میں ایک سورہ عظیمہ کے نام سے حق تعالیٰ کے پاس پکاری

جاتی ہے اور اس کے پڑھنے والے کو شریف کا لقب دیا جاتا ہے۔ ایسے شخص کی قیامت کے دن ربیعہ و مضر (عرب کے دو قبیلے) کے برابر لوگوں کے حق میں سفارش قبول کی جائیں گی۔ اور وہ سورہ یسین شریف ہے۔

## سورہ یسین کا سبب نزول

ابو نعیم نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کعبہ میں اونچی آواز نے قرأت کرتے تھے۔ قریش کے کچھ لوگوں کو اس سے دکھ ہوتا تھا۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ ڈالنے کے لیے وہ لوگ اٹھے لیکن فوراً گردنوں سے ان کے ہاتھ بندھ گئے، اور آنکھیں اندھی ہو گئیں، کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ مجبور ہو کر خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور اللہ کا اور قرابت کا واسطہ دیکر دعا کرنے کی درخواست کی۔ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری اس سے نہ ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور وہ مصیبت اللہ نے دور کر دی۔ اس پر یسین سے لایوء منون تک آیات نازل ہوئیں۔

## سورہ یسین قرآن مجید کا دل ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا

ایک کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یسین ہے جو شخص اس سورت کو ایک بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دس قرآن کا ثواب عطا کرے گا۔ (رواہ الترمذی والداری والبیہقی)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو قرآن کا قلب (دل) فرمایا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ دل پر زندگی کا دار و مدار ہوتا ہے اور روحانی زندگی کا دار و مدار ایمان پر ہے جس کے اہم ترین اصول تین ہیں۔ توحید، اور رسالت اور قیامت۔ اس سورت میں ایمان کے ان تین اہم اصول کو جو دین کا دل اور جان ہیں نہایت مدلل اور مفصل بیان کیا گیا ہے۔ اور ان سب کی جڑ حشر و نشر کا اقرار اور آخرت کی فکر اور تیاری ہے جو اس سورت میں خاص طور پر بیان کی گئی ہے، اور منکرین حشر کے شبہ کا نہایت مدلل اور مکمل اور مفصل جواب دیا گیا ہے اور ایمانی حیات کا سارا دار و مدار اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور آخرت کا یقین رکھتا ہو اور اس کی فکر اور تیاری میں ہو اور ظاہر ہے کہ خوف الہی اور آخرت کا یقین اور اس کی فکر یہی سارے دین کا دل ہے جس پر روحانی زندگی کا دار و مدار ہے جس دل کو آخرت کا فکر ہے وہ دل تو زندہ ہے ورنہ مردہ۔ (معارف القرآن کا دھلوی ۶/۴۲۹)

## عظيمة

(۱) اور اس سورۃ کا نام جیسا کہ سورۃ یسین آیا ہے اسی طرح اس حدیث میں اس کا نام عظيمة آیا ہے۔ یعنی عظیم البرکت اور رحمت والی سورۃ عظیم مضامین پر مشتمل عظیم تر رحمت کے حصول کا سبب ہے عظیم ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہے ہدایت کا باعث ہے۔

(۲) معممہ: ایک حدیث میں اس کا نام معممہ آیا ہے یعنی اپنے پڑھنے والے کے لیے دنیا و آخرت کی خیرات و برکات کو عام کرنے والی ہے اس سورت کی تلاوت سے بندہ رحمتوں سے خوب سیراب ہوتا ہے عنایت ربانی کا عمومی دھانہ کھل جاتا ہے۔ ایمان میں بہار آ جاتی ہے۔ دل اللہ کی تجلیوں سے روشن ہو جاتا ہے۔

(۳) دافعہ: یعنی اپنے پڑھنے والے سے ہر بلاؤں کو رفع کرتی ہے ہر برائی کو دفع اور دور کرتی ہے بعض جگہ دافعہ کے بجائے مدافعہ آیا ہے یعنی ناخوش گوار حالات کو ٹالتی ہے۔ دفاع کرتی ہے۔

(۴) قاضیہ: یعنی پڑھنے والے کی حاجات و ضرورت کو پورا کرنے والی ہے۔ مشکلات و پریشانی میں تمنا و خواہش کو پورا کرنے والی ہے۔ (روح المعانی، جلد ستہ ۶/۶۲۵)

## عظیمہ، سورۃ یسین کے فضائل

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورہ یسین کو توریت میں معمرہ کہا گیا ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے کو دونوں جہان کی بھلائی عموماً عطا کرتی ہے اور دنیا و آخرت کے دکھ کو دور کرتی ہے، اس کا نام دافعہ اور قاضیہ بھی ہے، یہ اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی کو دفع کرتی ہے اور اس کی ہر ضرورت پوری کرتی ہے، جو اس کو پڑھے گا اس کو بیس حج کے برابر ثواب ملے گا۔ اور جو اس کو سنے گا اس کو راہ حق میں ہزار دینار صرف کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور جو اس کو لکھے گا اس کے سینہ کے اندر ہزار دوائیں اور ہزار نور اور ہزار یقین اور ہزار نیکیاں اور ہزار نعمتیں داخل کردی جائیں گی اور ہزار کینے اور مرض اس کے اندر سے نکال دیے جائیں گے۔ یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اپنے ماں باپ کی قبروں پر یا دونوں میں سے ایک کی قبر پر جا کر سورۃ یسین پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس سورت کے ہر حرف کی تعداد کے برابر اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اس سورہ کے پڑھنے والے کا نام شریف آیا ہے اور قیامت کے روز اس کی شفاعت قبیلہ ربیعہ کے لوگوں سے زیادہ کے لیے قبول ہوگی اور حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو سورۃ یسین پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے اور جو سورۃ دخان پڑھے اس بھی بخش دیا جاتا ہے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہے۔

(رواہ سعید بن منصور والبیہقی عن حسان بن عطیہ)

## موت کی آسانی

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورہ یسین پڑھی جائے تو اس کی موت کے وقت آسانی ہو جاتی ہے۔ (رواہ الدیلمی وابن حبان، مظہری)

یعنی جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو مریض و مرنے والے کے پاس سورہ یسین کی قرأت سے روح آسانی سے خارج ہوتی ہے اور مرنے والے پر آسانی ہو جاتی ہے۔ گویا کہ اس سورہ کی برکت سے سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ مرنے والے کے سامنے جب یسین کی تلاوت ہوتی ہے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور روح آسانی سے نکلتی ہے۔ حق تعالیٰ کی جانب سے تخفیف کر دیا جاتا ہے اور آسانی کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم!

## حاجت پوری ہو جائے گی

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو شخص یسین کو اپنی حاجت کا پیش رو بنائے گا اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔ (اخرجہ المحاعلی فی امالیہ، مظہری)

یعنی جب بھی کسی حاجت و ضرورت سے پہلے یا کسی سخت کام کے وقت سورہ یسین پڑھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سورہ کی برکت سے اس کام کو آسان کر دیتے ہیں۔

## مغفرت ہو جاتی ہے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو سورہ یسین پڑھے گا صبح ہوگی تو اس کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔ (رواہ ابو نعیم فی الحلیہ)

یعنی جو شخص رات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سورہ یسین پڑھے گا، تو صبح وہ شخص حالت مغفرت میں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت اس کے شامل حال ہوگی۔

## صبح و شام دائمی خوشی کا نسخہ

یحییٰ بن کثیر نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو سورہ یسین پڑھے لے وہ شام تک خوشی اور

آرام سے رہے گا اور جو شام کو پڑھ لے تو صبح تک خوشی میں رہے گا اور فرمایا کہ مجھے یہ بات ایسے شخص نے بتلائی ہے جس نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ (اخرجہ ابن الفریس مظہری)

یعنی صبح و شام اس کی تلاوت کا التزام دائمی خوشی کا نسخہ ہے۔ ہم میں سے آج کے اس پُر فتن دور میں کون نہیں چاہتا ہے کہ وہ خوش و خرم رہے لہذا اس سورت کی تلاوت کا اہتمام کیجیے اللہ تعالیٰ سے ڈھیر ساری خوشیوں کو حاصل کر لیجیے۔

### شہادت کا رتبہ ملے گا

طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص ہر رات یسین پڑھنے کی پابندی کرے گا پھر مر جائے گا تو شہید مرے گا۔ یعنی سورۃ یسین کی پابندی ہر رات کرنا شہادت کا رتبہ دلاتا ہے اور بندہ منجانب اللہ شہادت کے مقام کو ثواب کے اعتبار سے پالیتا ہے اللہ تعالیٰ ہی بندوں کا ہر اعتبار سے نگران و نگہبان ہے۔ اور اپنے بندوں کو اپنے فضل و عرفان سے مقامات شہادت تک پہنچاتا ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ

### سابقہ اور گزشتہ گناہوں کی معافی کا پروانہ

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے یسین پڑھے گا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے اس لیے اپنے مرنے والوں کے پاس اس کو پڑھا کرو۔ (رواہ البیہقی)

دارمی اور طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سورۃ یسین پڑھے گا اس کو بخش دیا جائے گا۔

### دل کی سختی اور دیوانہ پن کا علاج

مستدرک حاکم میں حضرت امام ابو جعفر محمد بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے دل میں سختی محسوس کرے اس کو چاہیے کہ ایک پیالہ میں زعفران سے سورۃ یسین لکھ کر پی لے۔

ابن الفریس نے سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص دیوانہ پر سورہ یسین پڑھے گا۔ دیوانہ اچھا ہو جائے گا۔ (تفسیر مظہری، گلدستہ ۶/۶۲۵)

## قرآن پاک پر آخرت میں ملنے والی نعمت

(۱۰۵۳) و للیہقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

”مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ يُحِلُّ حَلَالَهُ وَيُحَرِّمُ حَرَامَهُ خَلَّطَهُ اللَّهُ بِلَحْمِهِ وَدَمِهِ، وَجَعَلَهُ رَفِيقَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كَانَ الْقُرْآنُ لَهُ حَاجِبًا، فَقَالَ: يَا رَبِّ! كُلُّ عَامِلٍ يَعْمَلُ فِي الدُّنْيَا يَأْخُذُ بِعَمَلِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا فُلَانٌ كَانَ يَقُومُ بِي آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، فَيُحِلُّ حَلَالِي وَيُحَرِّمُ حَرَامِي، يَا رَبِّ! أَعْطِهِ، فَيَتَوَجَّهُ اللَّهُ بِتَاجِ الْمَلِكِ، وَيَكْسُوهُ مِنْ حُلَلِ الْكِرَامَةِ، ثُمَّ يَقُولُ: هَلْ رَضِيتَ؟ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ! أَرُغِبُ لَهُ فِي أَفْضَلِ مَنْ هَذَا، فَيُعْطِيهِ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ الْمَلِكَ بِيَمِينِهِ وَالْخُلْدَ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: هَلْ رَضِيتَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ يَا رَبِّ، وَمَنْ أَخَذَهُ بَعْدَ مَا يَدْخُلُ فِي السِّنِّ يَأْخُذْهُ وَهُوَ يَنْفِلُ مِنْهُ أَعْطَاهُ اللَّهُ أَجْرَهُ مَرَّتَيْنِ.“

[؟] (کما فی الإتحافات ۷۴۹/، وفی الكنز ۱/۲۴۲۰)

(۱۰۵۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو شخص قرآن مجید

پڑھے اور رات و دن قرآن پر قائم رہے، حرام کو حرام، حلال کو حلال جانتے ہوئے عمل پیرا ہو تو اللہ پاک قرآن پاک کے برکات و انوار کو اس کے گوشت و خون میں پیوست کر دیتے ہیں اور اس کا ٹھکانہ و رہائش نیک و صالحین کی ہم نشینی کے ساتھ فرما دیتے ہیں (یعنی دنیا میں طبیعت و مزاج کے اندر عمل قرآن کا پیدا فرما دیتے ہیں اور آخرت میں صالحین و ابرار کا ہم نشین بنا دیتے ہیں) اور جب قیامت کا دن ہوگا تو قرآن ایسے شخص کے لیے سفارشی اور اللہ پاک کے یہاں اس کے لیے حجت و دلیل ہوگا اور عرض کرے گا: رب العالمین ہر عمل کرنے والے نے اپنے اپنے عمل کا بدلہ و معاوضہ دنیا میں لے لیا مگر فلاں بندہ رات و دن

میری تلاوت واحکام کی پابندی میں مصروف تھا، حلال و حرام کی رعایت میں لگا تھا، حلال پر عمل کرتا، حرام سے بچتا تھا، رب العالمین اس کو اس کی جزاء عطا کیجیے، پھر حق جل مجدہ اس بندہ کو فرشتوں کا تاج پہنائیں گے اور کرامت و شرافت کا لباس زیب تن کرائیں گے اور قرآن پاک سے پوچھیں گے: اب تو راضی ہو گیا؟ قرآن پاک عرض کرے گا: رب العالمین میری چاہت و خواہش ہے کہ اس سے افضل جزاء و بدلہ اس کو عطا کیا جائے۔ پھر حق تعالیٰ عرش اعظم کی داہنی جانب سے اس بندہ کو سلطنت اور بائیں جانب سے خلد کی نعمت و دولت عطاء فرمائیں گے، پھر ارشاد عالی ہوگا: اے قرآن کیا تو راضی ہو گیا؟ قرآن پاک عرض کرے گا: ہاں رب العالمین میں راضی ہوں۔

اور جو شخص قرآن پاک کی قرأت و تلاوت بڑھاپے میں کرتا ہے جب کہ صحیح صحیح حروف و آواز یا صحیح تلاوت ممکن نہیں ہو پاتی ایسے شخص کے لیے دوہرا اجر و ثواب ہے، (یعنی ایک بوڑھا آدمی جس کے دانت صحیح نہیں، اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہے یا شروع سے نہیں پڑھا تھا اب بوڑھا پے میں ہی شروع کیا، تو صحیح تلاوت نہیں ہو پاتی، مگر پھر بھی لگا ہوا ہے ایسے کو دو گنا اجر ہے۔ ایک پڑھنے کا اور ایک دشواری والے کا) واللہ اعلم۔

## قرآن کی نورانیت و حقانیت اور فہم و فراست کا تحفہ

یہ بات بار بار شریعت میں دہرائی گئی ہے کہ بندہ کا رشتہ رب العزت سے عبادت و اطاعت سے ہی قوی و مستحکم ہوتا ہے اور عبادات کا معیار عبادت پر اترنا اور اطاعت کا اطاعت ہونا قرآن و سنت کے اصول و ضوابط کے ذریعہ ہی متعین کیا جائے گا، معلوم ہوا ہماری نگاہوں نے اور خیالوں نے جو بے شمار حرکات و سکنات کو از قسم عبادات جانا ہوا ہے وہ قرآن مجید کے میزان پر جانچی و پرکھی جائیں گی، اس لیے حدیث شریف میں اس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ بندہ رات و دن کتاب اللہ و کلام اللہ کی تلاوت کرتا ہے، اور حرام کردہ اشیاء کو حرام بھی جانتا ہے حرمت پر عمل کر کے اجتناب و دوری اختیار کرتا ہے۔ حلال کو لذت و خوش دلی کے ساتھ استعمال کر کے حمد و شکر ادا کرتا ہے، حلال میں حلاوت، ذوق



عبادت و اطاعت اور انابت و استقامت کے طبعی میلان کے ساتھ دل میں شریعت کی چاشنی و مٹھاس کو خوب محسوس کرتا ہے۔ تو ایسے بخت و نصیب والے کو حق جل مجدہ قرآن کی نورانیت، کتاب اللہ کی حقانیت، کلام اللہ کی فہم و فراست کا دروازہ کھول دیتا ہے، اس کے گوشت و پوست میں قرآن پیوست ہو جاتا ہے۔

مناجات میں ایک دعا اسی مناسبت سے آئی ہے جو طویل ہے جس کے مختصر کلمات یہ ہیں:

وَبِعِظَمَتِكَ وَكِبَرِيَّائِكَ وَبِنُورِ وَجْهِكَ أَنْ تَرْزُقَنِي الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ  
وَتُخَلِّطَهُ بِلَحْمِي وَدَمِي وَسَمْعِي وَبَصَرِي وَتَسْتَعْمِلَ بِهِ جَسَدِي بِحَوْلِكَ  
وَقُوَّتِكَ فَإِنَّهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ. (مناجات قبول)

اور تیری عظمت و کبریائی اور نور ذات کے طفیل تو نصیب کر مجھے قرآن عظیم، اور پیوست کر دے تو میرے گوشت میں اور خون میں اور میری سماعت و شنوائی میں اور میری بینائی میں اور اس پر عامل بنا دے میرے جسم کو۔ اپنی قدرت اور قوت سے۔ کیونکہ نہیں ہے پھر نامعصیت سے اور قوت عبادت کی مگر تیرے ذریعہ سے۔

قرآن مجید کا ان تمام اعضاء میں پیوست ہونے کا صاف مطلب یہ ہے کہ پورا اعضاء جسم نمونہ قرآن بن جائے۔ یعنی تمام مامورات پر عمل ہو جائے اور تمام منکرات سے آدمی بچ جائے۔ شریعت میں یہی دو چیزیں بندگی کا ماحصل اور مطلوب ہیں۔

### صاحب قرآن کو آخرت میں فرشتوں کی معیت

ماہرین قرآن یا حامل قرآن یا صاحب قرآن یا حافظ قرآن، ان تمام سے مراد ایک ہی ہے یعنی حامل قرآن حملة القرآن ان فرشتوں کے ساتھ ہوں گے جو بارگاہ رب العزت کے میرنشی اور نیک کار ہیں۔ چونکہ ایک روایت میں ماہر قرآن کی یہ فضیلت وارد ہوئی ہے، ماہر وہ ہے جس کو خوب یاد ہو اور خوب پڑھتا بھی ہو اور جب خوب یاد ہو خوب پڑھتا ہو اور خوب عمل بھی کرتا ہو تو نور علی نور ہے۔ فرشتوں کے ساتھ ہونے کا سیدھا سادہ

مطلب یہ ہے کہ فرشتے بھی لوح محفوظ سے نقل کرنے والے ہیں اور یہ بھی قرآن کا نقل کرنے والا اور پہنچانے والا ہے۔ یعنی دونوں ہی کلام اللہ کو پہنچانے والے ہیں اور دونوں کا کام متحد ہے۔ اس لیے دونوں کا حشر میں ایک ساتھ اجتماع ہوگا، قرآن مجید صاحب قرآن کا سفارشی ہوگا اور بارگاہ رب العزت میں مراتب علیا کی درخواست کرے گا تو بادشاہ جیسا تاج اور کرامت کا پوشاک زیب تن کرایا جائے گا۔ ملک و خلد عطا کیا جائے گا۔ رب العزت معلوم کرے گا کیا تم راضی ہوئے وہ عرض کرے گا ہاں یا رب! راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہم سب کو اپنی رضا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

## کلام باری حضور حق میں حامل قرآن کے لیے جھگڑے گا

(۱۰۵۴) و لابن أبی شیبۃ وابن الضریس عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن

جدہ:

”يُمَثَّلُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلًا، فَيُوتَى بِالرَّجُلِ قَدْ حَمَلَهُ فَخَالَفَ أَمْرَهُ فَيَتَمَثَّلُ لَهُ خَصْمًا، فَيَقُولُ يَا رَبِّ حَمَلْتُهُ إِيَّايَ فَبُئْسَ حَامِلِي، تَعْدَى حُدُودِي وَضَيَّعَ فَرَائِضِي، وَرَكِبَ مَعْصِيَّتِي، وَتَرَكَ طَاعَتِي، فَمَا يَزَالُ يَقْذِفُ عَلَيْهِ بِالْحُجَجِ حَتَّى يُقَالَ: فَشَانُكَ بِهِ، فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ، فَمَا يُرْسِلُهُ حَتَّى يُكَبَّهُ عَلَى مَنْخَرِهِ فِي النَّارِ، وَيُوتَى بِالرَّجُلِ الصَّالِحِ قَدْ كَانَ حَمَلَهُ وَحَفِظَ أَمْرَهُ، فَيَتَمَثَّلُ خَصْمًا دُونَهُ فَيَقُولُ: حَمَلْتُهُ إِيَّايَ فَحَفِظَ حُدُودِي، وَعَمِلَ بِفَرَائِضِي، وَاجْتَنَبَ مَعْصِيَّتِي، وَاتَّبَعَ طَاعَتِي، فَمَا يَزَالُ يَقْذِفُ لَهُ بِالْحُجَجِ حَتَّى يُقَالَ لَهُ: فَشَانُكَ بِهِ فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ، فَمَا يُرْسِلُهُ حَتَّى يُلْبِسَهُ حُلَّةَ الْإِسْتَبْرَقِ، وَيَعْقِدُ عَلَيْهِ تَاجَ الْمَلِكِ، وَيَسْقِيهِ كَأْسَ الْخَمْرِ.“

[ضعيف] [كما في الإتحافات / ٨٤٧، وفي الكنز ج ١ / ٢٤٤٤]

(۱۰۵۴) ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت

کرتے ہیں، قیامت کے دن قرآن مجید کو ایک جواں مرد کی شکل میں پیش کیا جائے گا تو

ایک شخص کو پکڑ کر لایا جائے گا جو قرآن مجید کا حافظ ہوگا، مگر اوامر کی مخالفت کی ہوگی، تو قرآن مجید ایک فریق بن کر اس سے جھگڑا کرے گا اور عرض کرے گا: رب العالمین آپ نے اس شخص کو میرا حامل بنایا، یہ میرا برا حامل تھا جس نے میرے حدود کی پامالی کی، میرے فرائض کو ضائع کیا، میری معصیت پر کمر بستہ رہا، میری اطاعت کو پس پشت ڈال دیا، برابر قرآن مجید اس کے اوپر اپنی حجت کو تام کرتا رہے گا، یہاں تک کہ قرآن سے کہا جائے گا کہ تیری اس شخص کے بارے میں کیا خواہش ہے؟ پس قرآن اس کا ہاتھ تھام لے گا اور چھوڑے گا نہیں، یہاں تک کہ اس کو ناک کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈلوادے گا، اسی طرح ایک نیک صالح شخص کو لایا جائے گا، جس نے قرآن مجید کو حفظ کیا ہوگا، مامورات کی حفاظت کی ہوگی، تو قرآن اس کے حق میں سفارشی بن کر حضور حق میں آئے گا اور عرض کرے گا: باری تعالیٰ آپ نے اس کے سینہ میں مجھ کو محفوظ کیا تو اس نے میرے حدود کی نگہداشت کی، فرائض پر عمل کیے، معصیت سے اجتناب کیے اور میری اطاعت و اتباع کی، الغرض برابر اس کے حق میں سفارش کر کے حجت تام کر دے گا تو حق تعالیٰ فرمائیں گے: تو کیا چاہتا ہے؟ پس قرآن اس کا ہاتھ پکڑ کر سبز ریشمی قسم کا حُلّہ و لباس پہنوائے گا اور شاہی تاج سر پر بندھوائے گا اور شراب کے پیالے سے سیراب کرائے گا۔

## عالم آخرت میں قرآن مجید کو ایک جوان مرد کی شکل دی جائے گی

قیامت حقیقت کا دن ہوگا۔ وہاں ہر چیز کی ایک شکل و صورت ہوگی اور وہ شکل و صورت وہاں کی مناسبت سے عطا ہوگی اور اسی جہان کے لیے وہ شکل عطا ہوگی جس کا صحیح اندازہ وہیں جا کر عیاں ہوگا۔ یہاں صرف اتنا جاننا چاہئے کہ ہر عالم کے اعتبار سے خلاق عالم نے اشیاء کو اجسام عطا کیا ہے۔ ہم عالم ارواح میں تھے اور کیا تھے جب عالم دنیا میں آئے کیا بن گئے۔ اسی طرح جب عالم آخرت میں منتقل کیے جائیں گے خلاق عالم وہاں کی مناسبت سے اجسام اور پھر اس کے ساتھ وہاں کی نعمتوں سے محفوظ ہونے کے لیے اسی مناسبت سے ہر ہر اعضاء جسم کو وہ قوتیں عطا کرے گا جو اس عالم سے لطف اٹھاسکیں گی۔

قرآن مجید کو بھی حق جل مجدہ ایک مثالی مرد کی شکل میں متمثل کر دیں گے اور ساتھ ساتھ ایک ایسا شخص لایا جائے گا جس نے کلام اللہ کے اوامر و حکم کی مخالفت کی ہوگی، قرآن مجید اس کے خلاف بارگاہ عالیہ میں مقدمہ دائر کر دے گا کہ تھا تو یہ حامل قرآن مگر برا حامل تھا، اس نے حدود کو پامال کیا، قانون الہی کو توڑا، فرائض کو ضائع کیا۔ لاپرواہی برتی، میری معصیت پر کمر بستہ رہتا تھا۔ میری اطاعت سے روگردانی کرتا اور مخالفت پر مگن تھا۔ اور خوب خوب حجت اس کے خلاف قائم کرے گا۔ حق تعالیٰ قرآن مجید سے سوال کرے گا، اے قرآن تیری کیا رائے ہے اس کو کیا سزا دی جائے۔ کلام اللہ اس عاصی و نافرمان کا ہاتھ تھام لے گا اور چھوڑے گا نہیں یہاں تک کہ اس کو ناک کے بل گھسیٹ کر جہنم میں داخل کر دے گا۔ العیاذ باللہ!

اسی طرح ایک دوسرے شخص کو لایا جائے گا جو نیک و صالح ہوگا جو صحیح و مخلص حامل قرآن ہوگا، اوامر کی حفاظت اعمال سے کرتا تھا، کہ امر پر عمل کرتا تھا، تو کلام اللہ اس کی طرف سے دفاع میں حق تعالیٰ سے اس کے لیے محافظ بن جائے گا۔ عرض کرے گا، یہ بندہ حدود کی حفاظت کرتا تھا، اور فرائض پر عمل کرتا تھا، اور میری معصیت سے گریز کرتا، بچتا تھا، اور میری اتباع و اطاعت کرتا تھا، الغرض اس کے حق میں خوب خوب حجت قائم کرے گا۔ حق تعالیٰ معلوم کریں گے، اس بندہ کے حق میں تیری کیا رائے ہے؟ کلام اللہ اس بندہ کا ہاتھ تھام کر لے چلے گا اور اس شخص کو دبیز ریشم کا لباس پہنائے گا۔ سر پر بادشاہوں جیسا تاج بندھوائے گا، اور شراب کا پیالہ نوش کرائے گا۔ الغرض عامل کتاب اللہ حامل قرآن کو اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا اور عاصی کلام اللہ حامل قرآن کو سزا دلوائے گا۔ حق تعالیٰ ہماری نسلوں کی عصیان و نافرمانی سے حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین

## قرآن پاک کب اور کیوں اٹھایا جائے گا؟

(۱۰۵۵) و للدیلمی عن ابن عمرو:

”لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَرْجِعَ الْقُرْآنُ مِنْ حَيْثُ جَاءَ فَيَكُونُ لَهُ دَوِيٌّ حَوْلَ الْعَرْشِ كَدَوِيِّ النَّحْلِ، فَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: مَا لَكَ؟ فَيَقُولُ: مِنْكَ خَرَجْتُ وَإِلَيْكَ أَغُوذُ، أُتْلَى فَلَا يُعْمَلُ بِي فَعِنْدَ ذَلِكَ يُرْفَعُ الْقُرْآنُ.“

[ضعیف] (کما فی الإتحافات / ۷۷۱، وفی الكنز ج ۱۴ / ۳۸۵۲۷)

(۱۰۵۵) ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے، قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی

جب تک کہ قرآن جہاں سے نازل ہوا ہے وہیں لوٹ نہ جائے۔ عرشِ اعظم کے چہار جانب شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کے مانند قرآن کی ایک آواز ہوگی، حق جل مجدہ اس آواز سے پوچھیں گے: کیا بات ہے؟ یہ آواز کیسی؟ قرآن پاک عرض کرے گا: رب العالمین میں تیرے اندر سے نکلا ہوں اور تیرے ہی جانب لوٹ کر آیا ہوں، میں محض تلاوت کیا جا رہا ہوں اور مجھ پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے (اس شکایت کو سنتے ہی حق جل مجدہ) اس وقت قرآن پاک کو دنیا سے اٹھالے گا۔

## قرآن مجید کی شکایت پر قرآن کی نعمت چھن جائے گی

حق جل مجدہ کی سنت و عادت یہ ہے کہ نعمت کی قدر و منزلت پر نعمت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور ناقدری سے نعمت اٹھالی جاتی ہے، اور ناقدروں کو نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حدیث کی کتابوں میں ہے کہ نماز کا خشوع اٹھالیا جائے گا، امانت اٹھالیا جائے گا، علم و معرفت اٹھالیا جائے گا۔ لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالی گئی۔ یعنی جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی نماز کا خشوع اٹھالیا جائے گا کہ نماز کی اٹھک بیٹھک اور شکل تو ہوگی مگر مصلّین کے دل میں خشوع اور صفت احسان والی نماز نہیں ہوگی۔ امانت بھی لوگوں سے اٹھ جائے گی، کہ معاشرہ میں امانت و دیانت (لوگوں) میں نہیں ہوگی، جس شخص کو امین سمجھ لو وہی خائن نکلے

گا۔ خائن و بددیانت کی معاشرہ میں اکثریت ہو جائے گی۔ علم اٹھالیا جائے گا، جہل پھیل جائے گا، علماء عارفین راہنہین فی العلم اب کہاں رہے؟ ہر شخص اپنے مقام پر مفتی بن کر بیٹھا ہوا ہے، دین کی وضاحت بددین لوگوں کے ہاتھ ہو رہی ہے، شعائر اسلام کی خفت کا احساس بھی دین ہو رہا ہے۔

ایک دم قریب القیامت، قرآن مجید بھی اٹھالیا جائے گا۔ اس حدیث میں اس کی صفت بتلائی گئی ہے، کہ قرآن مجید ذات حق سے نکل کر آیا ہے، لوح محفوظ سے اتارا گیا ہے ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹ کر جاتی ہے، قرآن مجید بھی اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے گا۔ قرآن مجید عرش عظیم کے پاس اپنی خاص آواز کے ساتھ آ کر ٹھہر جائے گا۔ وہ آواز شہد کی مکھی کے بھنھناہٹ کی ہوگی نزول وحی کے وقت بھی یہی آواز ہوتی تھی۔ حق جل مجدہ فرمائے گا تجھے کیا ہوا؟ یہ آواز کیسی ہے؟ کیا شکایت ہے؟

قرآن مجید عرض کرے گا رب العزت تیری ذات سے نکلا اور تیری طرف لوٹ کر آیا ہوں، (یعنی مخرج بھی تو ہے اور مرجع بھی تو ہی ہے میں کہاں جاؤں)

میری تلاوت تو کی جاتی ہے مگر مجھ پر عمل نہیں کیا جاتا، لہذا اس وقت قرآن مصحف سے اٹھالیا جائے گا۔ سینوں سے نکال لیا جائے گا، اوراق تو ہوں گے مگر الفاظ قرآن نہ ہوں گے حفاظ کے سینے تو ہوں گے مگر قرآن سے خالی ہوں گے۔ بعض روایات میں ایمان کا اٹھالیا جانا بھی آیا ہے۔ علم اٹھالیا جائے گا یعنی علماء اٹھالیے جائیں گے پھر کیا ہوگا وہ معلوم ہے۔ واللہ اعلم!

## عند اللہ فضیلت اسلام سے ہے نہ کہ انساب سے

(۱۰۵۶) قال عبد اللہ بن أحمد فی زیاداتہ علی مسند أبیہ: عن أبی بن کعب

قال انتسب رجلان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال أحدهما: أنا فلان بن فلان فمأنت لا أم لك؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

”انْتَسَبَ رَجُلَانِ عَلٰی عَهْدِ مُوسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: أَنَا

فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ حَتَّىٰ عَدَّ تِسْعَةً، فَمَنْ أَنْتَ لَا أُمَّ لَكَ؟ قَالَ: أَنَا فُلَانُ بْنُ

فَلَانَ ابْنِ الْإِسْلَامِ ، قَالَ : فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ : إِنَّ هَذَيْنِ الْمُتَنَسِّبَيْنِ أَمَّا أَنْتَ أَيُّهَا الْمُتَنَمِّيُّ أَوْ الْمُتَنَسِّبُ إِلَى تِسْعَةِ فِي النَّارِ فَأَنْتَ عَاشِرُهُمْ وَأَمَّا أَنْتَ أَيُّهَا الْمُتَنَسِّبُ إِلَى اثْنَيْنِ فِي الْجَنَّةِ فَأَنْتَ ثَالِثُهُمَا فِي الْجَنَّةِ .“ [صحيح] (أخرجه عبد الله بن أحمد في مسند أبيه ج ٥ ص ١٢٨)

(۱۰۵۶) ترجمہ: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و زمانہ میں دو شخص نے اپنا نسب نامہ (یعنی خاندانی وجاہت) بیان کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: میں فلاں ہوں، اور تو کون، تیری ماں کہاں؟ (یعنی تیری اصل کا اتہ پتہ نہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: موسیٰ کے زمانہ میں دو آدمیوں نے نسب بیان کیا، تو ان میں سے ایک نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں، یہاں تک کہ اس نے نو نام گنائے، تو کون ہے؟ تیری ماں کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں اسلام کا بیٹا، (یعنی میری اصل و شرافت اسلام ہے) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی ان دونوں نسب و حسب بیان کرنے والے سے کہو! اے وہ شخص جس نے اپنا نسب نو پیڑھی تک بیان کیا ہے دوزخ میں نو کے نو اور تو دسواں دوزخی ہے اور ایک وہ جس نے دو پیڑھی بیان کی وہ دونوں جنت میں ہیں اور تو تیسرا جنتی ہے ان میں۔ (آخرجہ عبد اللہ بن احمد فی مسند ابیہ ۱۲۸/۵)

انسانی جوہر و کمال اور فضائل و مکارم کی بنیاد طہارتِ قلب پر ہے

انساب باعثِ شرافت نہیں، نہ ہی باعثِ کمال ہیں، کمال تو اسلام ہی ہے۔ ہاں اگر دونوں ہی جمع ہو جائیں تو پھر نورِ علیٰ نور ہے۔ اسلام میں فضائل کی بنیاد تقویٰ و طہارت پر ہے، اطاعتِ الہی و اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ ایک شخص میں خاندانی حسب و نسب کی تمام خوبیاں ہوں اور انسانی جوہر، کمالِ ایمان نہ ہو تو وہ ربِّ العلمین کی فہرست میں انعام و چوپایہ سے بھی بدتر و ذلیل و خوار ہے، مگر نورِ ایمان اور تقویٰ و طہارت کا بلند مقام حاصل ہے تو یہ سب سے اعلیٰ و ارفع ہوگا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حسب ہی اسلام ہے، جو اپنے عہد کے بے شمار حسب و نسب والوں پر عند اللہ و عند الرسول فوقیت لے گئے۔ جب فتح مکہ کے



دن حضرت بلالؓ نے بیت اللہ میں اذان دی۔ رؤساء قریش نے اعتراض کیا کہ کس نے اذان دے دی؟ حق تعالیٰ نے جواب دیا: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ معیار فضیلت تقویٰ ہے نہ کہ تمہارا خود ساختہ خاندان۔ زعم بڑائی اور گمانِ باطل۔ اسلام اپنے تمام ماننے والوں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ معیارِ فضیلت کے اسباب اور اعمالِ صالحہ و اخلاقِ فاضلہ کا خوگر ہو اور لایعنی تمام باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھے۔

## فخر و عزّت کی چیز درحقیقت ایمان و تقویٰ ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف فرمایا (تاکہ سب لوگ دیکھ سکیں) طواف سے فارغ ہو کر آپؐ نے خطبہ دیا۔

شکر ہے اللہ کا جس نے فخرِ جاہلیت کو اور اس کے تکبر کو تم سے دور کر دیا، اب تمام انسانوں کی صرف دو قسمیں ہیں۔ ایک نیک اور متقی وہ اللہ کے نزدیک شریف و محترم ہے، دوسرا فاجر و شقی وہ اللہ کے نزدیک ذلیل و حقیر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (الحجرات: ۱۳)

”اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، اللہ خوب جاننے والا اور پورا خبردار ہے۔“

پھر فرمایا میں اپنی بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۶/۱۰۲۸)

## نسبی تفاؤت تعارف کے لیے ہے نہ کہ تفاخر کے لیے

اکثر غیبت طعن و تشنیع اور عیب جوئی کا منشا کبر ہوتا ہے، کہ آدمی اپنے کو بڑا اور

دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے۔ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا ذات پات اور خاندان و نسب سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مودب اور پرہیزگار ہو، اسی قدر اللہ کے یہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں۔ شیخ، سید، مغل، پٹھان اور صدیقی و فاروقی، عثمانی، انصاری، سب کا سلسلہ آدم و حوا علیہما السلام پر منتهی ہوتا ہے۔ یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لیے مقرر کیے ہیں، بلاشبہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور بزرگ و معزز گھرانے میں پیدا کر دے وہ ایک موہوب شرف ہے۔ جیسے کسی کو خوبصورت بنا دے لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت کا ٹھہرا لیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے ہاں شکر کرنا چاہیے کہ اس نے بلا اختیار و کسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور و تفاخر سے باز رہے۔ اور اس نعمت کو مکینہ اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔

بہر حال مجد و شرف اور فضیلت و عزت کا اصلی معیار نسب نہیں تقویٰ و طہارت ہے اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا۔ (تفسیر عثمانی)

## نسب پر اترانے والوں کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کا دن ہوگا تو اللہ کے حکم سے ایک نداء و آواز دینے والا نداء دے گا، خوب سن لو میں نے ایک نسب مقرر کیا تھا، اور تم نے بھی ایک نسب مقرر کیا تھا، میں نے تو سب سے بڑے متقی کو سب سے زیادہ عزت والا قرار دیا تھا، پر تم نے اس کو نہیں مانا، بلکہ کہتے رہے فلاں بن فلاں، فلاں بن فلاں، سے بہتر ہے۔ سو آج میں اپنے قائم کیے ہوئے نسب کو سر بلند کرتا ہوں، اور تمہارے قائم کردہ نسب کو نیچے گراتا ہوں کہاں ہیں اہل تقویٰ۔ (اسی کتاب میں ۱۰۹۳ پر یہ حدیث آرہی ہے)

## اسلام چھوت چھات سے بیزار ہے

مسلمان جانتے ہیں کہ اسلام چھوت چھات سے بیزار ہے۔ وہ تمام انسانوں کو ایک ماں باپ کی اولاد قرار دیتا ہے، فرق ہے تو صرف اسلام اور کفر کا، پھر جس طرح مسلمانوں میں ذات پات کی بنیاد پر اونچ نیچ نہیں ہے، حتیٰ کہ سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تقویٰ میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ﴾

اسی طرح غیر مسلموں میں بھی۔ شودر، اور برہمن وغیرہ کا کوئی فرق نہیں ہے، اگر ایک برہمن ہمارے پاس بیٹھ سکتا ہے ہمارے پاندان سے پان لگا کر کھا سکتا ہے، ہمارے کنویں سے پانی بھر سکتا ہے تو انسانیت کے یہ سب حقوق ایک بھنگی اور چمار کو بھی حاصل ہیں، مگر ہماری صد ہا سالہ معاشرت جو برہمنوں اور اونچ ذات کے ہندوؤں کے ساتھ رہی اس نے ہمیں کم از کم عملی طور پر چھوت چھات کا عادی بنا دیا ہے۔ (از افادات مدنی، گلدستہ ۴۲/۱۰۲۹)

## اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے

(۱۰۵۷) حدثنا أبو هريرة إذ ذاك و نحن بالمدينة قال: قال رسول الله ﷺ:

”تَجِيئُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَتَجِيئُ الصَّلَاةُ فَتَقُولُ : يَا رَبِّ أَنَا الصَّلَاةُ ، فَيَقُولُ : إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ . فَتَجِيئُ الصَّدَقَةُ ، فَتَقُولُ : يَا رَبِّ أَنَا الصَّدَقَةُ فَيَقُولُ : إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ ، ثُمَّ يَجِيئُ الصِّيَامُ فَيَقُولُ : يَا رَبِّ أَنَا الصِّيَامُ . فَيَقُولُ : إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ ، ثُمَّ تَجِيئُ الْأَعْمَالُ عَلَى ذَلِكَ ، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ : إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ ، ثُمَّ يَجِيئُ الْإِسْلَامُ فَيَقُولُ : يَا رَبِّ أَنْتَ السَّلَامُ ، وَأَنَا الْإِسْلَامُ ، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ : إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ ، بِكَ الْيَوْمَ آخِذُ وَبِكَ أُعْطِي ، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فِي كِتَابِهِ :

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ

الْخُسْرَيْنِ ﴿٨٥﴾ (آل عمران: ۸۵)

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں ہوگا۔ [حسن] (أُخْرِجَ أَحْمَدُ فِي الْمُسْنَدِ ج ۱۶ / ۸۷۲۷)

## تمام اعمال کی حضورِ حق میں آمد اور منجانب اللہ خیر کی شہادت

(۱۰۵۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ مدینہ منورہ میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال (بنی آدم کے) قیامت کے دن بارگاہ رب العزت میں آئیں گے، تو نماز عرض کرے گی: اے رب العزت میں نماز ہوں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: تو بھلائی و خیر پر ہے۔ پھر صدقہ و خیرات آئے گی اور بارگاہ رب العزت میں عرض کرے گی: میں صدقہ و خیرات ہوں۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے: تو بھی خیر و بھلائی پر ہے۔ پھر روزہ آئے گا اور عرض کرے گا: اے رب العزت (میں روزہ ہوں)، حق تعالیٰ فرمائیں گے: تو بھی خیر و بھلائی پر ہے۔ پھر اسی طرح اعمال آئیں گے، حق تعالیٰ فرمائیں گے: تم سب ہی خیر و بھلائی پر ہو۔ پھر مذہب اسلام آئے گا، تو حق تعالیٰ فرمائیں گے: تم بھلائی پر ہو آج مذہب اسلام ہی کے مطابق لوگوں کا مواخذہ ہوگا اور مذہب اسلام ہی کے اعتبار سے لوگوں کو نوازا جائے گا اور اللہ عز و جل نے اپنی کتاب میں فرمایا: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔ (آل عمران ۸۵) (مسند احمد ۱۶ / ۸۷۲۷)

یعنی ثواب و کامیابی سے قطعاً محروم ہے۔ اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ اس المال ہی کھو بیٹھا۔ حق تعالیٰ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا اپنے سوء اختیار اور غلط کاری سے اسے بھی تباہ کر ڈالا۔

## اسلام میں تمام اعمال خیر ہی خیر ہیں

اسلام میں نماز، روزہ، صدقہ، خیرات، حج اور ذکر و اذکار تمام ہی اعمال خیر ہی خیر

ہیں۔ ان میں اس قدر خیر و بھلائی ہے کہ جو ان اعمال سے متصف ہوتا ہے ان میں بھی خیر و بھلائی آجاتی ہے اور پھر انسان سراپا خیر ہی خیر ہو جاتا ہے۔ گویا کہ خود بھی بھلائی کا مستحق منجانب اللہ ہو جاتا ہے۔ خیر و خوبیاں انسان کو رحمت حق سے قریب کر دیتی ہیں اور مذہب اسلام تو سراپا خیر ہی خیر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات خیر کی مکمل دعوت کا نام ہے اور دنیا و آخرت کی تمام خیر خاتم النبیین ﷺ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ جو اس دامن خیر سے وابستہ ہوگا وہ کامیاب و کامران ہوگا۔ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے خیر امت کا لقب و طمعہ دیا اور بروز قیامت، مقام شہادت پر خیر امت کو فائز کرے گا۔

### اب فقط دین اسلام حق ہے

یعنی جب اللہ کا دین اسلام اپنی مکمل صورت میں آ پہنچا تو کوئی جھوٹا یا نامکمل دین قبول نہیں کیا جاسکتا طلوع آفتاب کے بعد مٹی کے چراغ جلانا یا گیس و بجلی اور ستاروں کی تمام روشنی تلاش کرنا محض لغو اور کھلی حماقت ہے۔ مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا عہد گزر چکا اب سب سے بڑی آخری اور عالمگیر نبوت و ہدایت سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہیے کہ یہ تمام روشنیوں کا خزانہ ہے جس میں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں۔

فانک شمس و الملوک کواکب

اذا طلعت لم یبد منهن کوکب

(تفسیر عثمانی)

حق تعالیٰ نے واضح طور پر بتلادیا کہ دین اسلام کے بعد اب کوئی دوسرا دین اللہ تعالیٰ کی جناب میں قبول نہیں۔ دین اسلام سے مراد تو حید باری اور عقیدہ ختم نبوت و رسالت، اللہ تعالیٰ کی عبادت و فرماں برداری اور محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کی اطاعت و اتباع کیونکہ دین محمدی ﷺ ہی تمام ادیان و مذاہب کا نسخ اور اللہ تعالیٰ کا اب پسندیدہ دین ہے اس کے علاوہ کوئی دین و مذہب باری تعالیٰ کی جناب میں مقبول نہیں فلن یقبل منه۔ دین اسلام کے سوا اس کی جناب میں قبول نہیں کیونکہ وہ دین اللہ کے حکم اور پسند کے خلاف ہوگا۔

یعنی ثواب و کامیابی سے قطعاً محروم ہے۔ اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ اس الماں ہی کھو بیٹھا حق تعالیٰ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا اپنے سوء اختیار اور غلط کاری سے اسے بھی تباہ کر ڈالا۔ حق کی روشنی پہنچنے کے بعد جان بوجھ کر دل کے یقین کو ٹھکرا دینا کہاں کی دانائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی صداقت و حقانیت کے روشن دلائل اور کھلے نشانات اور صاف بشارات کو پرکھ کر محض حب جاہ و مال میں قبول اسلام کی راہ سے ہٹ کر کفر و عدوان کو اختیار کرنا ابدی و حتمی خسران کا باعث ہے۔ فوز و فلاح تو رب العزت نے دین اسلام میں رکھی ہے۔ اپنی مرضیات و خوشنودی کا تمام راستہ اللہ تعالیٰ نے دین محمدی ﷺ میں جمع کر دیا ہے اور اس بات کی خود وضاحت بھی فرمادی اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ خالق و مالک کو خوش کرنا چاہتے ہو تو بس اب ایک ہی راستہ ہے دین اسلام اور بس۔ تمام کی تمام خوبیاں اور رحمتوں کا مرکز، دنیا و آخرت کی فوز و فلاح، خیر و سعادت کے طریقے، رشد و ہدایت کے اعمال، جنت کا حصول، جہنم سے نجات، حق تعالیٰ کی نظر عنایت اب فقط دین اسلام کی طرف مرکوز ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ تم بھی بانصیب رہو۔ مغفرت و رحمت کے سایہ میں مکین و مقیم رہو تو دین اسلام کے دامن میں پناہ لے لو کہ رب العالمین نے اب اپنی رحمتِ واسعہ کو رحمۃ للعالمین ﷺ کے لیے اور ان پر ایمان لانے والے کے لیے خاص الخاص کر دیا ہے۔ اس کے سوا اب قبول نہ ہوگا۔

## ملکِ شام کی فضیلت اور یمن کی نصرت و مدد

(۱۰۵۸) عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَقْبَلَ بِي الشَّامِ وَ وَلَّى ظَهْرِي لِلْيَمَنِ ، وَ قَالَ لِي:

يَا مُحَمَّدُ! جَعَلْتُ بِاتِّجَاهِكَ غَنِيمَةً وَ رِزْقًا وَ مَا خَلْفَ ظَهْرِكَ مَدَدًا، وَ لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ يَزِيدُ، وَ يَنْقُصُ الشِّرْكَ وَ أَهْلُهُ حَتَّى تَسِيرَ الْمَرْأَتَانِ لَا تَخْشِيَانِ جَوْرًا، ثُمَّ قَالَ: وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ إِلَّا يَوْمَ وَ اللَّيَالِي حَتَّى يَبْلُغَ هَذَا

الدِّينُ مَبْلُغَ هَذَا النَّجْمِ. “ [ضعيف جداً] (أخرجه الطبرانی في الكبير ج ۷/۷۲۲)

(۱۰۵۸) ترجمہ: ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یقیناً حق جل مجدہ نے ملک شام کو میرے آمنے سامنے رکھ دیا اور میری پشت کی طرف ملک یمن کو کر دیا اور حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے محمد ﷺ! میں نے آپ کے آمنے سامنے غنیمت و رزق کو رکھ دیا ہے (یعنی ملک شام کی طرف فتوحات کے ذریعہ مال غنیمت و رزق حلال و طیب رکھ دیا ہے) اور ملک یمن کو آپ کے پشت کی جانب رکھا ہے، وہاں سے نصرت و مدد ہوگی اور مذہب اسلام برابر بڑھتا رہے گا اور شرک دن بدن گھٹتا ہی رہے گا (جو مشاہدہ بھی کیا گیا اور آج بھی ہر طرف مسلمانوں کو نہ معلوم کس کس طرح اذیتیں دی جا رہی ہیں اور مذہب اسلام کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ مگر الحمد للہ جو بدنام کر رہے ہیں انہی کے ملک میں اسلام سر بلند ہو رہا ہے اور اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ دن بدن اسلام کی زمین اور گھر بڑھتے جا رہے ہیں اور شرک و مشرکین کم ہو رہے ہیں) اور مشرکین بھی کم ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ دو عورت اپنے مقام سے سفر کرے گی اور وہ بغیر کسی ظلم و جور کے بے خوف راستہ طے کر لے گی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ دن و رات ختم نہ ہوں گے اور قیامت اس وقت تک نہ آئے گی، جب تک یہ دین حق و مذہب اسلام اس ستارہ کے طلوع ہونے کی جگہ تک نہ پہنچ جائے۔ (یعنی مذہب اسلام پورے زمین پر نہ پہنچ جائے۔ الحمد للہ کہ اسلام جہاں تک ستارہ دیکھا جا رہا ہے اور جہاں تک انسانیت آباد ہے وہاں تک اسلام کی روشنی خوب صداقت و امانت و شجاعت کے ساتھ پہنچ چکی ہے اور خاتم النبیین ﷺ کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہو گئی۔) (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۷/۶۳۲)

## شام اولیاء و اتقواء کا مسکن ہے

ملک شام محشر کی سر زمین ہو گئی۔ ملک شام اولیاء و اتقواء کا مسکن ہے، احادیث میں شام کی بہت ہی فضیلت آئی ہے۔ غزوات بھی ملک شام کی طرف ہوئے ہیں، بلکہ مدینہ سے شام کی جانب ہی غزوات کا سلسلہ رہا ہے جس کو غنیمت و رزق سے تعبیر کیا گیا ہے اور



ملک یمن سے ہمیشہ نصرت و مدد ہوئی ہے۔ حدیث میں آیا ہے: **الایمان یمانیة و الحکمة یمنیة**۔ ایمان و حکمت دونوں ہی اہل یمن کے لیے زبان رسالت پر آئی ہے یمن کے لوگ سیدھے سادے صاف و شفاف ہوتے ہیں۔ ان میں ایچ پیج نہیں۔ کھلے دل اور کینہ سے صاف لوگ ہیں۔

**مذہب و دین اسلام کو قیامت کے دن جوان مرد کی شکل میں اٹھایا جائے گا**

(۱۰۵۹) لابن عدی عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

”يُيَعَثُّ الْإِسْلَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى صُورَةِ الرَّجُلِ عَلَيْهِ رِدَاؤُهُ، فَيَأْتِي الرَّبَّ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ! مِنْكَ خَرَجْتُ، وَإِلَيْكَ أَعُودُ فَشَفِّعْنِي الْيَوْمَ فِيمَنْ شِئْتَ، فَيَقُولُ: قَدْ شَفَّعْتُكَ فَيَبْسُطُ رِدَاءَهُ فَيَسْبِبُ إِلَيْهِ النَّاسَ، فَمَنْ تَسَبَّبَ إِلَيْهِ بِسَبَبِ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ.“ [ضعيف جداً] (كما في الفوائد المجموعة ص ۵۴/۱۰)

(۱۰۵۹) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ حق جل مجدہ قیامت کے دن دین اسلام کو ایک جوان مرد کی شکل میں اٹھائیں گے، جس پر ایک چادر بھی ہوگی اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں آکر عرض کرے گا: اے رب! میں آپ کی جناب سے بھیجا گیا تھا اور آپ ہی کی طرف لوٹ کر آیا ہوں۔ لہذا آج میری سفارش و شفاعت قبول کیجیے ان تمام لوگوں کے بارے میں جسے آپ چاہیں، حق تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے تیری سفارش قبول کی۔ پس مذہب اسلام اپنی چادر پھیلا دے گا۔ لہذا لوگ بھاگے ہوئے دوڑتے ہوئے اس چادر کی طرف آئیں گے۔ پس جو بھی اس چادر میں اسلام کی بے شمار خوبیوں میں سے جس جس خوبی کے ساتھ آئے گا، اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ (الفوائد المجموعہ ص ۵۴)

**عالم آخرت عالم حقیقت ہے**

عالم آخرت، عالم حقیقت ہے، وہاں اس قسم کے بے شمار مشاہدات آپ کو کرائے جائیں گے۔ آپ عقلی گھوڑوں کو نہ دوڑائیے! عقل پر نقل کو حکمرانی کرنے دیجیے اور غیبی

احوال کو عالم مشاہدہ کے لیے چھوڑ دیجیے۔ آپ نے شروع کتاب میں پڑھا ہوگا کہ رحم اور ناتہ ورشتہ بھی عالم آخرت میں ایک جسمانی شکل و صورت اختیار کر لے گا اور بارگاہ رب العزت میں اپنی شکایت بیان کرے گا۔ اور حق تعالیٰ نے فرما دیا ہے: جو تم سے ملے گا، میں اس کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لوں گا اور جس نے ناتہ ورشتہ توڑا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنی رحمت سے علیحدہ کر دیں گے۔

خود انسان کے اعمال صالحہ بھی شکل اختیار کر لیں گے۔ نماز خوبصورت عورت وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے اسلام تو سبھی خوبیوں کی اساس اور راس المال تھا اہل ایمان کا، اس کو بھی شکل مل جائے، اس میں آپ کو آخر حیرت کیوں؟ ہمیں تو آپ کے تحیر پر حیرت ہے نہ کہ عالم آخرت کے کسی انکشاف پر ادنیٰ تحیر۔ وہاں رب ذوالجلال ہماری گنہگار آنکھ کو دید کی لذت سے نوازے گا، اس سے عظیم نعمت کیا ہوگی۔ بقیہ سب اس سے کم ہے۔ پھر ہم نے اعلیٰ کو مان لیا تو ادنیٰ میں تحیر قطعاً نہیں۔ ”اللَّهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اِيْمَانًا كَامِلًا وَ يَقِيْنًا صَادِقًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ“۔

بندہ جب اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے تو پوری دنیا اس کی خادم ہوتی ہے

(۱۰۶۰) عن ثوبان رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

”اِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ مَرْضَاةَ اللّٰهِ، وَ لَا يَزَالُ بِذَلِكَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَجَبْرِئِلَ: اِنَّ فُلَانًا عَبْدِيْ يَلْتَمِسُ اَنْ يُرْضِيَنِيْ، اَلَا وَ اِنْ رَحِمْتِيْ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُ جَبْرِئِلُ: رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰی فُلَانٍ، وَ يَقُوْلُهَا حَمَلَةُ الْعَرْشِ، وَ يَقُوْلُهَا مَنْ حَوْلَهُمْ حَتّٰى يَقُوْلُهَا اَهْلُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، ثُمَّ تَهْبِطُ لَهُ اِلَى الْاَرْضِ.“

[صحیح] (أخرجه أحمد ج ۵ ص ۲۷۹)

(۱۰۶۰) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک شخص برابر حق جل مجدہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش و سعی میں لگا رہتا ہے اور مرضیات الہیہ کے حصول کے لیے اعمال صالحہ کرتا رہتا ہے، پھر حق جل مجدہ ارشاد

فرماتے ہیں: اے جبرئیل میرا فلاں بندہ اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ مجھ کو راضی کر لے سو تم سن لو کہ میری رحمت و عنایت کامل و مکمل طور پر اس بندہ کے شامل حال ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام فرشتوں سے ملاء اعلیٰ میں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت فلاں بندہ کے شامل حال ہے، پھر حاملین عرش فرشتے بھی کہتے ہیں اور ان کے چاروں طرف موجود فرشتے بھی یہاں تک کہ ساتوں آسمان کے فرشتے اس جملہ کو دہراتے ہیں، پھر اس بندہ کیلئے یہ رحمت اہل زمین پر نازل کی جاتی ہے۔

### رحمت کا سایہ

اللہ پاک جب اپنی رحمت و عنایت کسی بندہ و بندی پر نازل کرتے ہیں تو جبرئیل، پھر حاملین عرش، پھر عام ملاء اعلیٰ کے ملائکہ، پھر اہل زمین حتیٰ کہ چرند و پرند، سمندر کی مچھلیاں، بلوں کی چیونٹیاں، وحشی درندے اور حیوان بھی اس شخص سے محبت کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ سے دشمن بھی محبت کیوں کرتے ہیں؟ اس لیے کہ اللہ پاک ہی اپنے بندہ خاص پر رحمت کی چادر ڈالے ہوا ہے۔ اور کائنات عالم کی تمام مخلوقات خالق کے زیر قدرت ہے۔ اس لیے پہلے تمام ملائکہ، پھر خلایق کے دلوں میں حق تعالیٰ کی طرف سے رحمت ڈالی جاتی ہے۔ اس لیے رب العزت سے رحمت مانگنے کی چیز ہے، رحمت خوب مانگنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ اگر کچھ مانگو تو رحمت مانگو۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ

أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران: ۸)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجیے، بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں، اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائیے، بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

﴿رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهِيَء لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾ (کہف: ۱۰)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت (کا سامان) عطا فرمائیے، اور

ہمارے لیے ہمارے (اس) کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجیے۔

﴿يُنْشِرُ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيُهَيِّئُ لَكُمْ مِنْ أَمْرٍ كُمْ مَرْفَقًا﴾ (کھف: ۱۶)

ترجمہ: تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا، اور تمہارے لیے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کر دے گا۔

اب ذرا غور کریں کہ جن کے حق میں حق تعالیٰ خود فرمادیں کہ میری رحمت ان پر سایہ فگن ہے، ان کے نصیب کا کیا کہنا۔ یہ بھی قابلِ قدر بات ہے کہ اصحابِ کھف نے دعا مانگی اور اللہ نے قبول کر کے اطلاع بھی دیدی۔ کہ تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا۔ اللہ پاک اپنی رحمت کے سایہ میں رکھ کر، اپنی مرضیات پر چلنے کی ہمیں توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

## استقامت کے ساتھ رضائے الہی کی جستجو

(۱۰۶۱) و للطبرانی فی الأوسط عن ثوبان رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

”إِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ مَرْضَاةَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ فَيَقُولُ: يَا جَبْرِيلُ! إِنَّ عَبْدِي فَلَانًا يَلْتَمِسُ أَنْ يُرَضِّيَنِي بِرِضَائِي عَلَيْهِ، قَالَ: فَيَقُولُ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَى فَلَانٍ، وَتَقُولُ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، وَ يَقُولُ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، حَتَّى يَقُولَ أَهْلُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعُ، ثُمَّ يَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: وَهِيَ الْآيَةُ الَّتِي أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فِي كِتَابِهِ.

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا﴾

(مریم: ۹۶)

وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ سَخَطَ اللَّهِ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا جَبْرِيلُ! إِنَّ فَلَانًا يَسْتَسْخِطُنِي أَلَا وَإِنَّ غَضَبِي عَلَيْهِ، فَيَقُولُ جَبْرِيلُ: غَضَبُ اللَّهِ عَلَى فَلَانٍ، وَتَقُولُ حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَ يَقُولُ مَنْ دُونَهُمْ، حَتَّى يَقُولَهُ أَهْلُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعُ ثُمَّ يَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ. “ [حسن] (کما فی مجمع الزوائد/ ج ۱۰ ص ۲۷۲)

## طالبِ مولا اور طالبِ لیلیٰ کا فرق

(۱۰۶۱) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص اللہ عزوجل کی رضا کی جستجو و سعی میں مسلسل و پیہم منہمک رہتا ہے (یعنی مرضیات الہیہ کے حصول کے لیے اعمال صالحہ کرتا رہتا ہے، جس کی کوشش و استقامت کو دیکھ کر) رب العزت جبریل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ میرا فلاں بندہ مسلسل اس کوشش و سعی میں لگا ہوا ہے کہ مجھ کو راضی کر لے۔ تو میں نے اپنی رضا کی چادر اس پر ڈال دی، (یعنی میں اس بندہ سے راضی ہو گیا اور بندہ کو میری رضا حاصل ہو گئی) پس جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت و رضا فلاں بندہ کو حاصل ہو گئی اور حاملین عرش فرشتوں کے ارد گرد جو فرشتہ ہیں وہ بھی اس کا اعلان کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ تمام ملائکہ جو ساتوں آسمانوں میں ہیں۔ پھر اسی رحمت و رضا کو لے کر فرشتے زمین میں اترتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی محبت و رحمت کو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے قرآن کی آیت میں نازل فرمایا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ اللَّهُ رُحْمًا وُدًّا﴾ (مریم: ۹۶)

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے، اللہ تعالیٰ ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔ (یعنی عام خلایق بھی ملائکہ کے بعد ان سے محبت کرتے ہیں)

اور ایک شخص (اپنی بد اعمالی و بد عقیدگی کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے۔ تو اللہ عزوجل جبریل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ: فلاں شخص (اپنی بد عقیدگی و بد عملی کے ذریعہ) مجھ کو ناراض کر رہا ہے۔ خبردار رہو کہ میرا غضب و عقاب اس پر مسلط ہے۔ یہ سن کر جبریل علیہ السلام اعلان کرتے ہیں کہ: فلاں شخص پر اللہ تعالیٰ ناراض ہیں (اور غضب الہی اس کا احاطہ کیے ہوا ہے) اسی بات کا اعلان حاملین عرش کرتے ہیں، پھر ان کے ارد گرد کے فرشتے، یہاں تک سات آسمانوں کے فرشتے، پھر اس بات کو زمین پر اتار دیا جاتا ہے۔ (تو زمین میں خلایق کے دلوں میں اس کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔) (مجمع الزوائد ۱۰/۲۷۲)

## طالبِ آخرت کا دل مطمئن ہوتا ہے اور طالبِ دنیا کا پراگندہ

(۱۰۶۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال النبي ﷺ:

”قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمَلًا صَدْرَكَ غِنَى، وَ  
أَسَدًا فَقْرَكَ، وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ صَدْرَكَ شُغْلًا، وَلَمْ أَسُدِّ فَقْرَكَ.“

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد في المسند ج ۱۶ / ۸۶۸۱)

(۱۰۶۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: اے انسان! میری عبادت کے لیے فارغ ہو  
جا، میں تیرے سینہ کو بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیری محتاجگی کو دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا  
نہیں کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھوں کو مشغولیت سے بھر دوں گا اور تیری محتاجگی کو دور  
نہیں کروں گا۔ (اخرجه احمد في المسند ج ۱۶ / ۸۶۸۱)

### چھوڑ دی زندگی بندگی کے لیے

جو بندہ آخرت کی فلاح کو اپنا مقصود بناتا ہے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ  
ہوتا ہے کہ اس کو قناعت اور جمعیت خاطر نصیب ہوتی ہے اور جو کچھ دنیا اس کے لیے مقدر  
ہوتی ہے کسی نہ کسی راستہ سے مل جاتی ہے اور اس کے برعکس جو دنیا کو مطلوب بناتا ہے  
محتاجگی اور پریشانی اس پر مسلط کر دی جاتی ہے۔ دیکھنے والے کو اس کے چہرے سے اس کی  
پریشانی صاف نظر آتی ہے۔ اور اس کو رات دن دوڑ دھوپ کرنے کے باوجود دنیا بس اتنی  
ہی ملتی ہے جو اس کے لیے مقدر ہے۔

لہذا بندے کو چاہیے کہ آخرت کو اپنا مقصود و مطلوب بنائے اور دنیا کو بس ایک  
عارضی اور وقتی ضرورت۔ اس کی فکر بھی اتنی ہی کرے جتنی کسی عارضی کی ہوتی ہے۔

دل تو بس اللہ کے لیے ہے۔ اس کو اللہ کے لیے فارغ کر دیجیے ساری خوشیاں  
آپ کا مقدر ہوگی۔ دل کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیجیے، دل کو قرار آ جائے گا۔ اطمینان  
کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ زندگی گزارنے کا سلیقہ آ جائے گا، پر لطف و پُر بہار مزیدار

زندگی حاصل ہو جائے گی۔ مقصد حیات متعین کیجیے اور ربّ ذوالجلال کو خوش کیجیے۔ خوشی مرضی مولا میں ملے گی۔ اس حدیث قدسی میں کتنی عظیم حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، ہر شخص سکون کا طالب ہے، مگر وہاں تلاش میں لگا ہے جہاں پر تدبیر ہزار ہا الجھنوں کو جنم دیتی ہے۔ خالق کی تجویز پر انسان اگر عمل پیرا ہو تو لازوال نعمتوں سے نواز دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمت متعین کر کے زندگی بسر کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

ایک وہ لوگ جانیں کیا لوگ تھے چھوڑ دی زندگی بندگی کے لیے  
ایک ہم لوگ جانے کیا لوگ ہیں چھوڑ دی زندگی کے لیے

اللہ پاک سے تعلقِ کامل ضامن ہے غناءِ کامل کا

(۱۰۶۳) عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ:

”يَقُولُ رَبُّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمَلًا قَلْبَكَ غِنَى، وَ أَمَلًا يَدَيْكَ رِزْقًا، يَا ابْنَ آدَمَ! لَا تَبَاعِدْ مِنِّي فَأَمَلًا قَلْبَكَ فَقْرًا، وَ أَمَلًا يَدَيْكَ شُغْلًا.“ [ضعيف] (أخرجہ الحاکم فی المستدرک ج ۲ ص ۳۲۶)

(۱۰۶۳) ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک تمہارا رب فرماتا ہے: اے بن آدم تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کر میں تیرے دل کو غنی کر دوں گا اور تجھے با فراغت رزق دوں گا، اے ابن آدم تو مجھ سے دوری نہ اختیار کر ورنہ تیرے دل کو فقر و فاقہ سے الجھا دوں گا اور ہر وقت تیرے ہاتھوں کو امور دنیا میں مشغول و مصروف کر دوں گا۔

مزید از زندگی کا نسخہ

اللہ پاک نے اس حدیث قدسی میں ان خاصانِ حق، جن کا تعلق و ربط حق جل مجدہ کی ذات سے کامل و مکمل ہو خوشخبری و بشارت دی ہے کہ ان کے قلب کو مستغنی کر دیا جائے اور اسباب کے درجہ میں رزق کی کفالت غیبی نصرت و مدد سے کی جائے گی مگر شرط یہ ہے کہ



دل ہمہ تن اللہ پاک کی عبادت کے لیے فارغ ہو، دل کا فارغ ہونا یہ ہے کہ دل ہر لمحہ خواہ جمع میں ہو، یا تنہائی میں، خلوت در انجمن کا مصداق ہو اور کبھی بھی کسی حال میں فتور و خلل نہ آئے ورنہ حق تعالیٰ امور دنیا میں الجھاد دیتے ہیں اور دل کو تنگدستی و حراماں نصیبی سے بھر دیتے ہیں۔ کماتا تو بہت ہے، مگر قرار نہیں، مال بہت ہے، مگر سکون نہیں، اسباب سب ہیں، مگر چین و راحت کی نیند نصیب نہیں۔

الغرض سب کچھ کی موجودگی میں بھی تنگی محسوس کرے گا اور جب دل فارغ ہو جائے تو کچھ بھی نہیں، مگر راحت و سکون، آرام کی نیند اور بقدر ضرورت و حاجت رزق بھی اللہ پاک پہنچاتے ہیں، کیا اولیاء کرام کے لنگر خانوں کا دن رات بلا کسی تجارت و کارخانہ کے چلنا مشاہدہ میں نہیں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنْ هَذِهِ النَّعِيْمِ۔ آمین!

بندہ جب ہدایت مانگتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو گمراہی سے بچا لیتا ہیں

(۱۰۶۴) و لعبد الرزاق مقطوعاً: قال أخبرنا معمر عن ليث — يرفع

الحديث قال:

”إِنَّ اللَّهَ قَالَ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ أَمَلًا قَلْبَكَ غَنِيًّا، وَ أَسَدِّدْ عَلَيْكَ فَقْرَكَ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ مَلَأْتُ قَلْبَكَ شُغْلًا، وَلَمْ أُسَدِّدْ فَقْرَكَ، يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَ رَجَوْتَنِيْ فَإِنِّيْ أَغْفِرُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ، وَ حَقِّيْ عَلَى أَلَا أُضِلَّ عَبْدِيْ وَ هُوَ يَسْأَلُنِي الْهُدَى وَ أَنَا الْحَكَمُ.“

[ضعيف] (أخرجه عبد الرزاق في المصنف ج ۱۱ / ۲۰۳۰۵)

دل کی فراغت عظیم نعمت ہے

(۱۰۶۴) ترجمہ: لیث رحمۃ اللہ علیہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں، حق جل مجدہ ارشاد فرماتا

ہے: اے آدم کی اولاد! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرے سینہ کو بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو تجھ سے دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو تیرے

سینہ کو دنیاوی الجھنوں سے بھردوں گا اور تیری محتاجی کو تجھ سے دور نہیں کروں گا۔

اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ کو پکارتا رہے گا اور مجھ سے امیدیں وابستہ رکھے گا میں تیری خطاؤں کو بخشتا رہوں گا۔ خواہ تیری حالت جو بھی ہو۔ (یعنی تیرے گناہ جیسے کیسے ہوں) اور مجھ پر حق ہے ازراہ عنایت و رحمت کہ اپنے بندہ کو گمراہ نہ ہونے دوں، جب تک کہ وہ مجھ سے ہدایت کا سوال کرتا رہتا ہے، اور فیصلہ و حکم تو میرا ہی چلتا ہے۔

### خزانہ غیب کی قیمتی چیز ہدایت ہے

حق جل مجدہ کی بارگاہ میں بندہ کی ہر حاجت و سوال کا مداوا موجود ہے، جس ذات بے نیاز نے انسان کو پیدا کیا، وجود بخشا، اس کے خزانہ غیب میں انسان کی دنیوی و اخروی ہر فلاح و صلاح کی نعمتیں موجود ہیں اور ان تمام نعمتوں میں نعمت ایمان و ہدایت سب سے قیمتی چیز ہے۔ انسان اپنی محتاجی کے اعتبار سے تمام اشیاء کے مقابلہ میں نعمت ایمان و ہدایت کا سب سے زیادہ محتاج بھی۔ لہذا بندہ جب اپنے خالق و مربی حقیقی سے ہدایت مانگتا ہے تو رب کریم بھی اس کے سوال و احتیاج کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور پھر فیصلہ کرتے ہیں کہ اس بندہ کو اب گمراہ ہونے نہیں دیں گے کہ اس نے ہدایت کو اپنا نصب العین بنایا ہے اور تاریکی و گمراہی سے بچنا چاہتا ہے۔ اسی راز کی بناء پر ہر مسلمان کلمہ گو خواہ مراتب کے اعتبار سے اعلیٰ ہو یا ادنیٰ سبھی پنجوقتہ نمازوں میں اهدنا الصراط المستقیم کی فریاد رب ذوالجلال کی جناب میں پیش کرتا ہی رہتا ہے۔

### تو نگری چاہتے ہو تو حق جل مجدہ کی طرف توجہ تام کر لو

(۱۰۶۵) و لأبی الشیخ عن أنس رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ابْنُ آدَمَ! إِنْ تَقْبِلَ عَلَيَّ أَمْلَأُ قَلْبَكَ غِنًى وَ أَنْزَعُ الْفَقْرَ مِنْ بَيْنِ عَيْنَيْكَ، وَ أَكْفَىٰ عَلَيْكَ ضِيعَتَكَ فَلَا تُصْبِحُ إِلَّا غَنِيًّا، وَ لَا تُمَسِي إِلَّا غَنِيًّا، وَ إِنْ أَذْبَرْتَ أَوْ وَلَّيْتَ عَنِّي نَزَعْتُ الْغِنَىٰ مِنْ قَلْبِكَ، وَ

جَعَلْتُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْكَ، وَ أَمْشَيْتُ عَلَيْكَ ضِيعَتَكَ فَلَا تُصْبِحُ إِلَّا فَقِيرًا  
وَلَا تُمْسِيَ إِلَّا فَقِيرًا. [؟] (کما فی کنز العمال ج ۱۵ / ۳۶۱۳)

## فقر و فاقہ سے نجات کا نسخہ

(۱۰۶۵) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم! اگر تو میری ذات کی طرف متوجہ ہو جائے تو میں تیرا سینہ غناء و تو نگری سے بھر دوں اور تیرے فقر و فاقہ اور تنگدستی کو تیری نگاہوں سے دور کر دوں اور تمام پر اگندہ احوال کو تجھ سے روک لوں، پھر تو صبح و شام بے نیازی و مالداری میں گزارے اور اگر تو (اطاعت و عبادت کے ذریعہ) میری ذات سے پیچھے ہٹے یا منہ موڑے تو سن لے کہ تیرے قلب سے غناء کو نکال لوں گا اور فقر و فاقہ اور تنگدستی و حیرانی کو تیری نگاہوں پر مسلط کر دوں گا اور تمام پریشان کن احوال و کوائف کا سیلاب تجھ پر انڈیل دوں گا، پھر تو صبح و شام فقر و فاقہ اور حیرانی میں ہی کرے گا۔

## کمال طاعت پر کمال حفاظت

(۱۰۶۶) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:  
”قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ: لَوْ أَنَّ عِبَادِي أَطَاعُونِي لَأَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ،  
وَلَا طَلَعَتْ عَلَيْهِمُ الشَّمْسُ بِالنَّهَارِ، وَلَمَّا أَسْمَعْتُهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ.“  
[ضعيف] (أخرجه الطيالسي في مسنده / ۲۵۸۶)

## سکون و آرام عبادتِ باری میں ہے

(۱۰۶۶) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اگر میرے بندے میری کامل و مکمل اطاعت کریں تو رات میں بارش کے ذریعہ ان کو سیراب کروں (تا کہ دن میں بندوں کو چلنے پھرنے میں، کاروبار میں، اور مشغولیت میں خلل نہ ہو اور رات میں بارش کے ذریعہ ان کے کھیتوں کو باغوں کو، نالوں اور وادیوں کو بھر دوں) اور دن کو ان پر سورج نکالوں

(تاکہ رات کی بارش کا زائد اثر ختم ہو جائے) اور آسمان کی گرج و آوازان کے کان میں نہ پڑے، یعنی ہر طرح سکون و آرم نصیب ہو۔

فائدہ: حدیث پاک میں اللہ جل مجدہ نے انسانیت کو اپنی عبادت اور طاعت کامل پر حیات دنیوی میں ہر قسم کی سہولت و عافیت، راحت و طمانیت اور ظاہری و باطنی سکون کی ضمانت دی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ بندہ بس ایک اللہ پاک کا فکر و نظر سے تابع بن جائے اور ظاہر و باطن کو احکام الہی کا غلام بنادے۔

## اللہ والوں کو ستانا موجب ہلاکت ہے

(۱۰۶۷) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ:

”إِنَّ اللَّهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لِأَعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لِأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ.“

[صحیح] (أخرجه البخاری فی صحیحہ ج ۸ ص ۱۳۱)

## فرائض سے قرب الہی کا عطیہ عطا ہوتا ہے

(۱۰۶۸) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: جو میرے ولی و بزرگ سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے اس کو میری جانب سے اعلان جنگ ہے اور بندہ مجھ سے کسی اور عبادت و اطاعت سے اتنا قریب نہیں ہو سکتا جتنا کہ فرائض کی ادائیگی سے ہوتا ہے اور بندہ نوافل عبادات سے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں محبت کرتا ہوں تو اس

کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور نگاہ جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا پھرتا ہے، اگر سوال کرتا ہے تو میں دیتا ہوں، کسی چیز سے پناہ مانگتا ہے تو پناہ و امان دیدیتا ہوں اور مجھ کو کسی چیز کے کرگزر نے میں تردد نہیں ہوتا جو مجھے کرنا ہے، سوائے بندۂ مومن کی جان نکالنے اور روح قبض کرنے میں؛ کیوں کہ بندہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتا (جبکہ موت سے مفر نہیں)۔

جو اولیاء اللہ سے دشمنی کرے گا حق تعالیٰ کا اس سے اعلان جنگ

حدیث قدسی میں رب العزت نے واضح طور پر فرمادیا:

مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ

جو میرے دوست اور ولی سے دشمنی کرے گا میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔

## ولی کی تعریف

(۱) ولی سے وہ شخص مراد ہے جس کے معاملات اور امور کو اللہ تعالیٰ کی ولایت اور نصرت حاصل ہو۔

(۲) یا ولی سے وہ شخص مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت پر قدرت ولایت حاصل ہو اور اس کی عبادت مسلسل جاری ہو، عبادت میں کبھی بھی گناہ و معصیت کا خلل واقع نہ ہو۔ (قسطائی)

(۳) جس طرح انبیاء علیہم السلام کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے اسی طرح ولی اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ ہونا ضروری ہے۔ (ارشاد الساری)

(۴) ولی سے مراد عالم باللہ جو مواظبت و پابندی کے ساتھ اطاعت و عبادت میں مشغول ہو اور تمام حالات میں مخلص فی العبادات ہو، (عمدة القاری)

حضرت مفتی صاحب معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

اولیاء ولی کی جمع ہے۔ لفظ ولی عربی زبان میں قریب کے معنی میں بھی آتا ہے اور

دوست و محب کے معنی میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے قرب و محبت کا ایک عام درجہ ہے جو سارے عالم کے وجود کا ذریعہ اور سبب ہے۔ دوسرا درجہ ولایت و محبت اور قرب کا جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کے ساتھ خاص ہے۔ قرب محبت کہلاتا ہے، جیسا کہ ابھی آپ نے حدیث میں پڑھا، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کوئی حرکت و سکون اور کوئی کام میری (یعنی حق تعالیٰ کی) رضا کے خلاف نہیں ہوتا۔

## ولایت کے درجات

اور اس ولایتِ خاصہ کے درجات بیشتر اور غیر متناہی ہیں، اس کا اعلیٰ درجہ انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے، کیونکہ ہر نبی کا ولی اللہ ہونا لازمی ہے، اور اس میں سب سے اونچا مقام سید الانبیاء نبی اکرم ﷺ کا ہے۔ اور ادنیٰ درجہ اس ولایت کا وہ ہے جس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں درجہ فنا کہا جاتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کا قلب اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسا مستغرق ہو کہ دنیا میں کسی کی محبت اس پر غالب نہ آئے، وہ جس سے محبت کرتا ہے تو اللہ کے لیے کرتا ہے، جس سے نفرت کرتا ہے تو اللہ کے لیے کرتا ہے، اس کے حب و بغض اور محبت و عداوت میں اپنی ذات کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں مشغول رہتا ہے، اور وہ ہر ایسی چیز سے پرہیز کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہو، اسی حالت کی علامت ہے، کثرتِ ذکر اور دوامِ طاعت، یعنی اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا اور ہمیشہ ہر حال میں اس کے احکام کی اطاعت کرنا، یہ دو وصف جس شخص میں موجود ہوں وہ ولی اللہ کہلاتا ہے۔ جس میں ان دونوں میں سے کوئی ایک نہ ہو وہ اس فہرست میں داخل نہیں، پھر جس میں یہ دونوں موجود ہوں اس کے درجات ادنیٰ و اعلیٰ کی کوئی حد نہیں، انہیں درجات کے اعتبار سے اولیاء اللہ کے درجات متفاضل اور کم و بیش ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اس آیت میں اولیاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو خالص اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہیں

ہوتی، (مظہری از ابن مردویہ) اور ظاہر ہے کہ یہ حالت انہی لوگوں کی ہو سکتی ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

## ولایت حاصل کرنے کا طریقہ

یہاں ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس درجہ ولایت کے حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں فرمایا کہ امت کے افراد کو یہ درجہ ولایت رسول کریم ﷺ ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہو سکتا ہے، اسی سے تعلق مع اللہ کا وہ رنگ جو آنحضرت ﷺ کو حاصل تھا اپنے حوصلہ کے مطابق اس کا کوئی حصہ امت کے اولیاء کو ملتا ہے، پھر یہ فیض صحبت صحابہ کرامؓ کو بلا واسطہ حاصل تھا، اسی وجہ سے ان کا درجہ ولایت تمام امت کے اولیاء و اقطاب سے بالاتر تھا، بعد کے لوگوں کو یہی فیض ایک واسطہ یا چند واسطوں سے حاصل ہوتا ہے جتنے وسائط بڑھتے جاتے ہیں اتنا ہی اس میں فرق پڑتا جاتا ہے، یہ واسطہ صرف وہی لوگ بن سکتے ہیں، جو رسول کریم ﷺ کے رنگ میں رنگے ہوئے آپ کی سنت کے پیرو ہیں ایسے لوگوں کی کثرت سے مجالست اور صحبت جبکہ اس کے ساتھ ان کے ارشادات کی پیروی اور اطاعت اور ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو، یہی نسخہ ہے درجہ ولایت حاصل کرنے کا، جو تین جز سے مرکب ہے، کسی ولی اللہ کی صحبت، اس کی اطاعت اور ذکر اللہ کی کثرت، بشرطیکہ یہ کثرت ذکر مسنون طریقہ پر ہو، کیونکہ کثرت ذکر سے آئینہ قلب کو جلا ہوتی ہے تو وہ نور ولایت کے انعکاس کے قابل بن جاتا ہے، حدیث میں ہے کہ ہر چیز کے لیے صیقل اور صفائی کا کوئی طریقہ ہوتا ہے، قلب کی صیقل ذکر اللہ سے ہوتی ہے، اس کو بیہقی نے بروایت ابن عمرؓ نقل فرمایا ہے۔ (مظہری)

ولایت کے لیے ذکر اللہ کی کثرت اور اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی بزرگ سے محبت کرتا



ہے مگر عمل کے اعتبار سے ان کے درجہ تک نہیں پہنچتا؟ آپؐ نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ یعنی ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی محبت و صحبت انسان کے لیے حصول ولایت کا ذریعہ ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت رزینؒ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت رزینؒ سے فرمایا کہ میں تمہیں دین کا ایسا اصول بتلاتا ہوں جس سے تم دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی حاصل کر سکتے ہو، وہ یہ ہے کہ اہل ذکر کی مجلس و صحبت کو لازم پکڑو اور جب تنہائی میں جاؤ تو جتنا زیادہ ہو سکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دو، جس سے محبت کرو اللہ کے لیے کرو، جس سے نفرت کرو اللہ کے لیے کرو۔ (مظہری)

مگر یہ صحبت و مجالست انہی لوگوں کو مفید ہے جو خود ولی اللہ متبع سنت ہوں اور جو رسول کریم ﷺ کی سنت کے تابع نہیں وہ خود درجہ ولایت سے محروم ہیں، چاہے کشف و کرامات ان سے کتنے ہی صادر ہوں، اور جو شخص مذکورہ صفات کے اعتبار سے ولی ہو اگرچہ اس سے کبھی کوئی کشف و کرامت ظاہر نہ ہوئی ہو وہ اللہ کا ولی ہے۔ (مظہری)

### اولیاء اللہ کی علامت و پہچان

اولیاء اللہ کی علامت اور پہچان تفسیر مظہری میں ایک حدیث قدسی کے حوالہ سے یہ نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے اولیاء میرے بندوں میں سے وہ لوگ ہیں جو میری یاد کے ساتھ یاد آویں اور جن کی یاد کے ساتھ میں یاد آؤں، اور ابن ماجہ میں بروایت حضرت اسماء بنت یزید مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اولیاء اللہ کی یہ پہچان بتلائی اَلَّذِينَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ، یعنی جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر انسان کو اللہ کے ذکر کی توفیق اور دنیاوی فکروں کی کمی محسوس ہو، یہ علامت اس کے ولی اللہ ہونے کی ہے۔

### ولایت کے لیے کشف و کرامت ضروری نہیں

تفسیر مظہری میں فرمایا کہ عوام نے جو اولیاء اللہ کی علامت کشف و کرامت یا غیب

کی چیزیں معلوم ہونے کو سمجھ رکھا ہے یہ غلط اور دھوکہ ہے، ہزاروں اولیاء اللہ ہیں جن سے اس طرح کی کوئی چیز ثابت نہیں اور اس کے خلاف ایسے لوگوں سے کشف اور غیب کی خبریں منقول ہیں جن کا ایمان بھی درست نہیں۔

## خوف اور غم نہ ہونے کا مطلب

آخرِ آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ اولیاء کے لیے دنیا میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی، آخرت کی خوشخبری تو یہ ہے کہ موت کے وقت جب اس کی روح کو اللہ کے پاس لے جایا جائے گا، اس وقت اس کو خوش خبری جنت کی ملے گی، پھر قیامت کے روز قبر سے اُٹھنے کے وقت جنت کی خوش خبری دی جائے گی جیسا کہ طبرانی نے بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہلِ لا الہ الا اللہ کو نہ موت کے وقت کوئی وحشت ہوگی نہ قبر میں اور نہ قبر سے اُٹھنے کے وقت، گویا میری آنکھیں اس وقت کا حال دیکھ رہی ہیں جب یہ لوگ اپنی قبروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے اُٹھیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ یعنی شکر ہے اللہ کا جس نے ہمارا غم دور کر دیا۔

اور دنیا کی بشارت کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ سچی خوابیں جو انسان خود دیکھے یا اس کے لیے کوئی دوسرا دیکھے جن میں ان کے لیے خوش خبری ہو۔

(رواہ البخاری عن ابی ہریرہ)

اور دنیا کی دوسری بشارت یہ ہے کہ عام مسلمان بغیر کسی غرض کے اس سے محبت کریں اور اچھا سمجھیں، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تِلْكَ عَاجِلُ بَشَرِ الْمُؤْمِنِ یعنی عام مسلمانوں کا اچھا سمجھنا اور تعریف کرنا مؤمن کے لیے نقد خوش خبری ہے۔ (مسلم و بغوی) (معارف القرآن ج ۴/۵۵۱)

## صاحبِ ترجمان السنۃ کی تحقیق

دو انسانوں کے درمیان مراحلِ محبت طے کرتے کرتے بسا اوقات ایسے اثرات نظر آنے لگتے ہیں جنہیں ایک اجنبی شخص بھی دیکھ کر یہ اندازہ کر لیتا ہے کہ ضرور ان دو شخصوں

میں کوئی ایسا تاثر و مغلوبیت کا تعلق ہے جس نے ان کے ظاہر کو بھی مسخر کر لیا ہے وہ دیکھتا ہے کہ نشست و برخاست کے اوضاع و اطوار سے گزر کر ان کے خط و خال میں بھی صفت ہم رنگی پیدا ہو گئی ہے، جب آرزو کے اتحاد، ارادہ کے اتحاد، جذبات کے اتحاد کے ساتھ ظاہر کا یہ اتحاد بھی نظر آنے لگتا ہے تو اس اتحاد کی صحیح ترجمانی کے لیے لفظ اتحاد کے سوا کوئی دوسرا لفظ نہیں ملتا۔

من تو شدم تو من شدم من تن شدم تو جاں شدم  
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری  
متنبی کہتا ہے:

ما الخل الا من أودّ بقلبه

و أرى بطرف لا يرى بسوائه

فارسی و عربی کے شعراء نے آثارِ محبت کی ادائیگی کے لیے جس مناسب تعبیر کا انتخاب کیا ہے وہ لفظ اتحاد ہے مگر ان الفاظ سے یہاں کسی کو بھی یہ شبہ پیدا نہیں ہوتا کہ اس اتحاد کی وجہ سے ان کی حقیقی اثنینیت باقی نہیں رہتی پھر جب مخلوق کے دائرہ میں ان الفاظ سے یہ کھلی ہوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہوتی تو خالق و مخلوق کے درمیان کسی تعبیری توسع سے عقیدہ کی غلط فہمی کیوں پیدا ہو جاتی ہے۔ بلاشبہ جب ایک بندہ راہِ عبدیت پر گامزن ہوتا ہے اور فرائض و نوافل کے سبب عجز و نیاز کے قدم اٹھاتا چلا جاتا ہے تو یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ اب اس کے ظاہر و باطن کو سلطان الوہیت نے پورا پورا مسخر کر لیا ہے اگر وہ سنتا ہے تو وہی سنتا ہے جسے اللہ نے سننے کا امر کیا ہے۔ اگر دیکھتا ہے تو وہی دیکھتا ہے اور بولتا ہے جس کی اسے اجازت دی گئی ہے اگر وہ اپنا ہاتھ یا قدم اٹھاتا ہے تو وہیں اٹھاتا ہے جہاں اس کے مولیٰ نے اس کے لیے اٹھانا پسند کیا ہے اس کے سوا نہ وہ کچھ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے، نہ اور کوئی ادنیٰ جنبش کرتا ہے، تو اس ربطِ محبت کے اظہار کے لیے لامحالہ وہی الفاظ اختیار کرنے پڑتے ہیں جو اس موقع و محل کے لیے مانوس ہیں۔ پھر جس طرح وہاں ان الفاظ کا

کھلا ہوا مطلب صرف اس رشتہٴ محبت کی ترجمانی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ان الفاظ کا کھلا ہوا مطلب یہی ہے کہ اب یہ بندہ وادیٴ محبت طے کرتا ہوا اپنے مولیٰ کی رضا و تسلیم میں فنا ہو چکا ہے اور اوامر شریعت کا اس طرح مطیع و منقاد ہو گیا ہے جیسا کہ ایک شائستہ گھوڑا اپنے سوار کے اشارات کا نہ اس گھوڑے کی حس و حرکت اپنی ہے نہ اس بندہ کی نقل و حرکت اپنی، دیکھنے میں تو یہ خود ٹھہرتا اور حرکت کرتا ہے اور حقیقت میں اس کی حس و حرکت اس کے مالک ہی کی ہے اس کے جوارح اس کے ارادہ کے مظاہر بنے ہوئے ہیں جب مخلوق کی قوت ارادی اس درجہ فنا ہو جاتی ہے کہ اس کا حرکت و سکون دوسرے کے ارادہ کے تابع ہو جائے تو پھر اس کا حکم اسی صاحبِ ارادہ کے تابع ہو جاتا ہے، کتنا جیسا خبیث جانور معلم ہو کر جب اپنی قوت ارادی فنا کر دیتا ہے اور ہمہ تن اپنے مالک کی رضا کے تابع ہو جاتا ہے تو شریعت نے اس کے جوارح کا اپنا کوئی حکم باقی نہیں رکھا بلکہ جو اس کے مالک کا حکم ہے اس کا بھی وہی حکم رکھ دیا ہے اسی لیے اگر وہ کتنا مسلمان کا ہے تو اس کا شکار حلال ہے اور اگر کافر کا ہے تو اس کا شکار حرام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس درجہ فنایت کے بعد اب یہ شکار اس کتے کا ہے ہی نہیں بلکہ اس کے مالک کا ہے اگر وہ مسلمان تھا تو یہ بھی حلال ہے اسی طرح جب بندہ اپنے ارادت کو فنا کر دیتا ہے تو پھر یہ اطلاق درست ہو جاتا ہے کہ اس کے سمع و بصر مشیتِ ایزدی کا مظہر بن گئے ہیں آپ نے دیکھا کہ فناءِ ارادہ کے اس مرحلہ پر پہنچ کر کس طرح ایک کتا اپنے مالک کا حکم اختیار کر لیتا ہے مگر جب ایک انسان شریعت کی متابعت کی بجائے اس سے ٹکرانے لگتا ہے تو پھر اس کا حکم جانور سے بدتر ہو جاتا ہے۔

اس مضمون کو یہاں پوری احتیاط سے ادا کیا گیا ہے اور اسی لیے یہ نہیں فرمایا کہ ”کنت ہوانا“ یعنی اتحاد ذات کی بجائے صرف اس کے ان ظاہری حواس کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کے افعال کے لیے محرک بنتے ہیں، جہاں تک غور و تجربہ سے معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ شریعت میں مجاز و استعارہ کی وہ سب شائستہ تعبیرات جائز رکھی گئی ہیں جو عربی زبان میں کسی غلط فہمی کا موجب نہ ہوں، اور جن تعبیرات و مجازات سے کوئی ادنیٰ ابہام بھی

پیدا ہو سکتا تھا ان سے تمام تر احتراز کیا گیا ہے۔ شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں یہاں سمع و بصر وغیرہ قوی حسیہ کا ذکر کیا گیا ہے قویٰ باطنیہ جیسا کہ فکر و خیال حفظ و وہم ان کا تذکرہ نہیں کیا گیا یعنی یوں نہیں فرمایا گیا کہ میں اس کا فکر و وہم بن جاتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ حواس ظاہرہ اپنے ادراکات میں براہ راست اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور قویٰ باطنیہ بھی گو اس کی احتیاج سے باہر نہیں مگر یہاں برائے نام حواس ظاہرہ کا توسط بھی موجود ہے ان قوتوں کا دائرہ تصرف وہی ادراکات ہیں جو حواس ظاہرہ کے ذریعہ ان کے سامنے جمع ہو جاتے ہیں، گویا انسانی حواس میں حواس ظاہرہ بلا واسطہ اللہ کے محتاج ہیں اور حواس باطنہ حواس ظاہرہ کے واسطہ سے، اس لیے تا امکان مجاز و استعارہ میں بھی اس پہلو سے احتراز کیا گیا جہاں غیر کی طرف احتیاج کی ہو آ سکتی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ نکتہ سنجی ایک بڑے محقق کے اندازہٴ علم کے موافق ہے ورنہ سہل یہ ہے کہ اس جیسے مقام کے لیے حواس باطنہ کا تذکرہ گو بہ لحاظ قیاس درست ہو مگر عام محاورہ نہیں ہے اس لیے اگر کنت سمعہ و بصرہ کی بجائے کنت فکرہ و وہمہ کہہ دیا جاتا تو شاید یہاں حقیقت کا ابہام پیدا ہونے لگتا، اس لیے ایسی ہی تعبیر کا استعمال کرنا مناسب تھا، جو مجازی معنی میں اتنی متعارف ہو کہ اس کے استعمال میں حقیقت کی طرف انتقال ذہنی کا کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ اور اس طرح ان تشبیہی الفاظ میں حقیقی تنزیہ کو کوئی ٹھیس نہ لگے بد قسمتی سے جب قرآن و حدیث کے تراجم اردو زبان میں کیے جاتے ہیں تو زبان کے محاورات کی ناواقفیت کی وجہ سے بلا وجہ دماغوں میں شک و تردد کی گرداڑ نے لگتی ہے جس کو دبانے کے لیے پھر بلا وجہ اور طول دینا پڑتا ہے ورنہ اس حدیث کا مضمون اتنا صاف و واضح ہے کہ کسی سوال و جواب کی ضرورت ہی نہیں یہاں اہل علم غور کر لیں کہ اس حدیث میں ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ کا کتنا پتہ ملتا ہے مگر عقائد صحیح اور علمِ راسخ ہوتا تو اس کی توضیح کرنے میں بھی مضائقہ نہ تھا مگر اب خاموش ہونا پڑتا ہے۔ ”قلم ایں جار سید و سر بشکست“

## حدیث میں تردد کا معنی و مفہوم

حدیث میں دوسرا مشکل لفظ تردد ہے کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں تردد کے تصور کی کوئی گنجائش نہیں مگر یہاں ایک عمیق حقیقت ہے جس کے سمجھانے کے لیے اس کے سوا کوئی اور لفظ بھی نہیں اور وہ ایک معاملہ ہے جو انسان کی موت کے سلسلہ میں خالق کی جانب سے پیش آتا ہے ظاہر ہے کہ موت فطرۃً انسان کے لیے ایک تلخ گھونٹ ہے جو اپنے اختیار سے پسند نہیں کیا جاسکتا رحمت چاہتی ہے کہ اس کے لیے اسے تیار کر دے اور اتنا تیار کر دے کہ وہ اسے لقاء رب کی شیرینی سمجھ کر بشوق و رغبت خود پینے کی خواہش کرنے لگے یہ کیونکر ہو اس کے لیے وہ اسباب پیدا کرتی ہے یعنی موت سے قبل مصائب کا ہجوم، تجارت میں نقصان، دوستوں کی بے وفائی، عزیزوں کی بے رخی، اولاد کی سرکشی جیسے صبر آزما واقعات پے در پے رونما ہوتے رہتے ہیں، ادھر اس کا دل دنیا سے سرد ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ وقت آنے سے پہلے کہ دنیا اس سے جبراً چھڑائی جائے خوشی خوشی از خود ترک کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے، یہ بھی ممکن تھا کہ عین عیش و راحت اور پورے لذت و اطمینان کی ساعات میں اسے موت آجاتی مگر رحمت عبد مومن کی موت اس طرح نہیں چاہتی کہ فرشتہ اس کو لقاء رب کی دعوت دیتا رہے اور وہ حیوۃ دنیا کو ترجیح دیتا رہے۔ بندہ کی فطری حرص زندگی اور رحمت کے اسباب نفرت کی ان تمہیدوں کا صحیح نقشہ کھینچنے کے لیے تردد کے لفظ سے زیادہ پیارا کوئی اور لفظ نہیں ہے، یعنی اگر کوئی دور سے بیٹھ کر بندہ کو موت پر رضا مند کرنے کے لیے ان ترددات کو دیکھے تو یہی سمجھے کہ شاید قدرت کو اس کی موت کے لیے بڑا اہتمام کرنا پڑ رہا ہے یہ موت پسند نہیں کرتا وہ اسے دلگیر کرنا پسند نہیں کرتا، اس لیے بڑے لطائف الحیل سے گویا اس کو تیار کیا جا رہا ہے یہ سب سما کیوں باندھا جاتا ہے صرف مومن کی تشریف و تکریم کے لیے قدرت اگر چاہے تو بلا کسی ادنیٰ پس و پیش کے ایک آن میں روح قبض کر لے مگر اس صورت میں اس کی قدرت و اختیار کا ہی مظاہرہ ہوگا جو بلاشبہ ہے، مومن کی تشریف و تکریم کیا ظاہر ہوگی جو ہر طرح محتاج ہی محتاج ہے اس اعزاز و اکرام

کی خاطر یہاں بلا کسی ادنیٰ تردد کے وہ سہا باندھا جاتا ہے جس کو بجز لفظ تردد کسی اور طرح تعبیر نہیں کیا جاسکتا اسی کو شیخ اکبرؒ نے فرمایا تھا کہ جب الفاظ کے دائرے حقائق غیب کی صحیح ترجمانی سے تنگی کرنے لگتے ہیں تو وہ خود تنزل کر کے اپنی بارگاہ کے لیے ان الفاظ و تعبیرات کی اجازت دیدیتے ہیں جن کا استعمال ان کی بارگاہ میں سرتاسر گستاخی تھا۔

اس تمام قیل وقال سے قطع نظر کر کے سمجھو کہ یہاں اصل مقصد یہ بتلانا ہے کہ اسلام کا اللہ تمام تر استغناء وعدل کے باوجود اپنی مخلوق سے لا پرواہ نہیں اور اسی لیے اسلام کے ربّانی تصور میں مخلوق کے لیے جتنی جاذبیت و کشش ہے اتنی کسی دوسرے مذہب کے ربّانی تصور میں نہیں۔ واللہ المثل الاعلیٰ۔ (ترجمان السنۃ ج ۱/۳۱۲)

### حدیث میں تردد سے کیا مراد ہے

ظاہر ہے کہ تردد اور تذبذب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی معنی میں درست نہیں کیونکہ تردد کمزوری کی علامت ہے اور حق تعالیٰ اس سے پاک و منزہ ہے۔ مومن موت کو ناپسند کرتا ہے (کہ روح نکلتے ہوئے بڑی تکلیف ہوتی ہے)

(۱) اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ مومن، موت کو اس کی سختی اور روح کی جسم سے جدائیگی کی تکلیف کی وجہ سے ناپسند کرتا ہے اور مجھے اس کی یہ اذیت پسند نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مومن کی موت پسند نہیں۔ کیونکہ موت تو اس کو اللہ سے ملانے والی ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ روح قبض ہوتے ہوئے اسے جو طبعی تکلیف ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ نے کہا: وانا اکرہ مساءتہ

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ مومن تو موت کو ناپسند کرتا ہے لیکن اس کے لیے دنیا میں طویل زندگی کی صعوبتوں اور تکالیف کو ناپسند کرتا ہوں، اس لیے اسے اپنے پاس بلا لیتا ہوں۔ یعنی مساءة سے مراد دنیا کی طویل زندگی کی تکالیف اور مصیبتیں ہیں۔ جب انسان بوڑھا ہوتا اور ارذل عمر تک پہنچتا ہے، بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے تو دنیوی زندگی کی یہ اذیت چونکہ اللہ تعالیٰ کو مومن کے لیے پسند نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس بلانے



کا فیصلہ فرمادیتے ہیں جب کہ مومن موت کو ناپسند کرتا ہے۔ (کشف الباری باختصار، ص ۵۵۸)

## اللہ والوں سے دوستی سعادت کی دلیل ہے

الغرض حدیث کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ کسی اللہ والے سے دشمنی کرنا اللہ سے دشمنی کرنے کے مترادف ہے۔ لہذا جو شخص کسی ولی اللہ کو تکلیف و اذیب پہنچائے گا، تو حق جل مجدہ کا اس شخص سے اعلان جنگ ہے۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو یہ بھی جان لیں کہ ولی اللہ سے دوستی و محبت، عظمت و عزت کا پاس اور لحاظ و خیال رکھنا عند اللہ محبوب و مقبول عمل ہے اور اولیاء اللہ کی معیت نصیب ہونے کا پیش خیمہ و سعادت کی دلیل ہے۔ ایسے شخص کا عند اللہ اکرام ہوگا اللہ والوں کی عزت کے تحفہ میں خود عزت پائے گا۔ کم از کم بد بخت تو نہیں ہوگا، اللہ والوں کی عداوت پر سوء خاتمہ کا خطرہ ہے۔ اور ان کی عزت و عظمت پر حسن خاتمہ کا تحفہ بھی میسر آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی ہمیں قدر کی توفیق بخشے آمین۔ ثنیں

## کان اور آنکھ کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کب اور کیوں؟

فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصر به.

حق جل مجدہ فرماتے ہیں کہ جب میں اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہیں۔ اللہ جل شانہ جسم اور جسم کے لوازم سے منزہ اور پاک ہیں۔ اس لیے اس کے مجازی معنی مراد لیے گئے ہیں۔ اور مندرجہ ذیل مطالب بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) اس سے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کی طرف اشارہ ہے اور مقصد یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کو محبوب بن جاتا ہے اس کے یہ اعضاء اللہ کی نصرت و تائید سے چلتے، حرکت کرتے اور کام کرتے ہیں۔ مشہور صوفی بزرگ ابو عثمان حیریؒ نے اس معنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ یعنی میں اس کی حاجتوں کو جلدی پوری کر دیتا ہوں، اس کے حاسہ سمع سے

سننے میں، اس کی آنکھ سے دیکھنے میں، اس کے ہاتھ سے چھونے میں، اور اس کے قدم سے چلنے میں، اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ اللہ جل شانہ کی نصرت اور تائید ایسے بندوں کو حاصل رہتی ہے۔ (فتح الباری)

(۲) دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ ایسا بندہ صرف میرا ذکر سنتا، میری قدرتوں کے کرشمے کو دیکھتا ہے اور میری ہی مرضیات میں اس کے ہاتھ پاؤں بڑھتے اور چلتے ہیں۔

(۳) بعض حضرات نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ یعنی میں (اللہ) اس کے کانوں اس کی نظر وغیرہ کی حفاظت کرتا ہوں اور یوں وہ گناہ اور نافرمانی سے محفوظ رہتا ہے۔  
(۴) بعض علماء نے کہا کہ یہ بطور تمثیل ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح آنکھ، ہاتھ، اور دیگر جوارح انسان کو محبوب ہوتے ہیں اسی طرح میں اسے محبوب ہو جاتا ہوں اور وہ میری نافرمانی نہیں کرتا۔ (کشف الباری کتاب الرقاق باب التواضع ص ۵۵۶)

**موت ناگزیر ہے جبکہ حق تعالیٰ بندہ مومن کو تکلیف دینا پسند نہیں فرماتا**

(۱۰۶۸) عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ:

”قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدَّدِي عَنْ مَوْتِهِ فَإِنْ يَكْرَهُ الْمَوْتُ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَ تَهُ. يَعْنِي الْمُؤْمِنَ.“

[صحيح لغيره] (أخرجه ابن أبي عاصم في كتاب السنن ج ۱/ ۴۱۴)

(۱۰۶۸) ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق

جل مجدہ نے فرمایا: مجھ کو کسی کام کے کرنے میں تردید پیش نہیں آتا جس کو میں کرنا چاہوں، مگر بندہ مومن کی وفات و قبض روح، وہ اس لیے کہ میرا بندہ، موت کو نا پسند کرتا ہے (حالانکہ موت وصال حق ہونے کی وجہ سے ضروری ہے) اور میں مومن کو تکلیف دینا نہیں

چاہتا۔ (اخرجه ابن أبي عاصم في كتاب السنن ۴۱۴)

## حکم و اسرار، رموز الہیات، ایمان و کفر، غنی و فقر اور اعمالِ صالحہ وغیرہ

(۱۰۶۹) عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

”عَنْ جَبْرِيلَ عَنِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ : مَنْ أَهَانَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَنِي بِالْمُحَارَبَةِ، وَ إِنِّي لَا غَضَبُ لِأَوْلِيَائِي كَمَا يُغَضِبُ اللَّيْثُ الْحَرْدُ وَ مَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي الْمُؤْمِنُ بِمِثْلِ أَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَ مَا زَالَ عَبْدِي الْمُؤْمِنُ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَ بَصَرًا وَ يَدًا مُؤَيَّدًا وَ إِن دَعَانِي أَحْبَبْتُهُ وَ إِن سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ وَ مَا تَرَدَّدْتُ فِي شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدَّدِي فِي قَبْضِ رُوحِ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَ أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ، وَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِي الْمُؤْمِنِينَ لَمْ يَسْأَلْنِي الْبَابَ مِنَ الْعِبَادَةِ فَأَكْفُهُ عَلَيْهِ إِلَّا يَدْخِلُهُ عُجْبٌ فَيُفْسِدُهُ ذَلِكَ وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِي الْمُؤْمِنِينَ لَمَنْ لَا يُصْلِحُ إِيْمَانَهُ إِلَّا الْغِنَى وَ لَوْ أَفْقَرْتُهُ لَأَفْسَدَهُ ذَلِكَ، وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِي الْمُؤْمِنِينَ لَمَنْ لَا يُصْلِحُ إِيْمَانَهُ إِلَّا الْفَقْرُ وَ لَوْ أَغْنَيْتُهُ لَأَفْسَدَهُ ذَلِكَ، وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِي الْمُؤْمِنِينَ لَمَنْ لَا يُصْلِحُ إِيْمَانَهُ إِلَّا الصِّحَّةُ وَ لَوْ أَسْقَمْتُهُ لَأَفْسَدَهُ ذَلِكَ، وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِي الْمُؤْمِنِينَ لَمَنْ لَا يُصْلِحُ إِيْمَانَهُ إِلَّا السَّقَمُ وَ لَوْ أَصَحَّحْتُهُ لَأَفْسَدَهُ ذَلِكَ، إِنِّي أُدَبِّرُ أَمْرَ عِبَادِي بِعِلْمِي بِقُلُوبِهِمْ إِنِّي عَلِيمٌ خَبِيرٌ.“ [ضعيف] (أخرجه البغوي في شرح السنة ج ۵/ ۱۲۴۹)

### مومن کی پُر اسرار زندگی

(۱۰۶۹) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

ہیں کہ جبریل علیہ السلام ربِّ العالمین سے روایت کرتے ہیں کہ حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: جس نے میرے ولی کی اہانت و بے حرمتی کی، اس نے مجھ کو دعوتِ مبارزت و جنگ دی۔ (یعنی مجھ سے اعلانِ جنگ کر دیا) اور میں اپنے اولیاء کے دفاع کے لیے ایسا ہی

ناراض ہوتا ہوں جیسا کہ سخت جنگجو غضبناک سپاہی اپنے حریف پر شدید الغضب ہوتا ہے اور میرا قرب ایک مومن بندہ ادائیگی فرائض سے زیادہ کسی اور چیز سے زیادہ حاصل نہیں کر سکتا۔ (یعنی اقرب ترین قرب الہی کا راستہ ادائیگی فرائض سے ادا ہوتا ہے یا بندہ حاصل کرتا ہے) اور میرا بندہ مومن مسلسل نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان، آنکھ، ہاتھ، اور اس کا معین و مددگار بن جاتا ہوں اور اگر مجھ کو پکارتا ہے تو اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ اور سوال کرتا ہے تو عطا کرتا ہوں اور مجھ کو کسی چیز کے کرنے میں تردد و پس و پیش نہیں ہوتا جو مجھے کرنا ہی ہے جتنا کہ مومن بندہ کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ موت کو ناپسند جانتا ہے اور میں بھی اس کو تکلیف دینا نہیں چاہتا، مگر موت (وصالِ حق کے لیے) ناگزیر عمل اور ضروری ہے اور میرے بعض بندے مومنوں میں سے وہ ہیں جو حلاوتِ عبادت، ذوقِ اطاعت کا سوال کرتے ہیں اور میں ان کو اپنی قدرت، قوت سے روکے رکھتا ہوں (یعنی ذوقِ عبادت اور حلاوت و اطاعت نہیں دیتا) تاکہ اُس پر عجب و خود رائی داخل نہ ہو، جس کے ذریعہ یہ ہلاک ہوگا اور فسادِ عمل کے وبال میں گرفتار ہوگا۔

اور میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بغیر غنی و تو نگری و مال داری کے صحیح نہیں رہ سکتا تو ان کے مایہ ایمان کو مال و دولت دے کر بچاتا ہوں۔ اگر میں ان کو تنگ دست و فقیر، محتاج و دست نگر کردوں تو ان کا ایمان ہی ضائع ہو جائے، اس لیے ان کے ایمان کو دولت و ثروت کے ذریعہ بچاتا ہوں (کہ مقصود و مطلوب ان کا مایہ ایمان ہے، نہ کہ دولت و ثروت) اور میرے بعض بندے مومن ایسے ہیں کہ ان کا ایمان فقر و فاقہ اور تنگی و تنگدستی کے سوانح نہیں سکتا۔ اگر میں ان کو مال داری و فراخی دے دوں تو ان کا ایمان ہی برباد ہو جائے، اس لیے ان کو حالت فقر و فاقہ میں رکھ کر ان کے ایمان کو سلامت و محفوظ رکھتا ہوں۔ اور میرے بعض بندے مومن ایسے ہیں کہ ان کا ایمان صحت و تندرستی کے علاوہ محفوظ نہیں رہ سکتا، اس لیے ان کے ایمان کو بچانے کے لیے صحت و تندرستی دے دیتا ہوں کہ اگر

میں ان کو مرض و بیماری میں ڈال دوں تو ان کا ایمان ہی کلمات کفریہ کے سبب رخصت ہو جائے اس لیے صحت دیکر بیماری سے بچاتا ہوں، تاکہ ایمان سلامت رہے اور میرے بعض بندہ مومن ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بغیر بیماری کے سلامت نہیں رہ سکتا تو ایسے بندے کے ایمان کی سلامتی کے لیے اس پر بیماری کو مسلط رکھتا ہوں کہ ایمان سلامت رہے، اگر میں ان کو صحت و تندرستی دیدوں تو ایمان کھو بیٹھیں اور میں ہی اپنے بندوں کے احوال کو اپنے غیبی علوم و اسرار کے ذریعہ ان کے دلوں کے بھید کو جان کر تدبیر کرتا ہوں کہ میری ہی ذات علیم وخبیر ہے۔ (اخرجہ البغوی فی شرح السنہ ۱۲۴۹/۵، الاتحاف ۹۳/۱۱۴ و ۲۲۹/۱۱۱ و ۲۱۱)

## حق تعالیٰ علیم وخبیر ہیں بندوں کی ہر طرح حفاظت فرماتے ہیں

رب العزت خلاقِ عالم اور خالقِ کل شئی ہیں۔ ہم سب ہر میدان میں ناقص و بے علم اور انجام سے ناواقف ہیں اور ہمارا خالق ہماری تخلیق و پیدائش سے پہلے سے ہمارے تمام احوال اور اعمال و افعال سے مکمل باخبر۔ چونکہ وہ اہل ایمان پر از حد رحیم و کریم اور ولی و نگہبان ہے وہ ازراہ رحم و کرم یہ نہیں چاہتا کہ اہل ایمان پر ایسی کوئی آفت و مصیبت آئے جس سے سرمایہ ایمان ہی لٹ پٹ جائے اور بندے ابدی خسارہ و حرمان کے شکار ہو جائیں۔ اب جب اس کی رحمت ہمارے ایمان و اسلام کی حفاظت چاہتی ہے تو راستے میں جو بھی حائل و رکاوٹ کا ذریعہ ہوتا ہے اللہ اس سے اپنے ماننے والوں کی مکمل نگرانی و نگہبانی فرماتا ہے۔ اگر زوال ایمان کا سبب فقر و فاقہ، تنگی و تنگدستی بنے گا تو رب العزت حفاظتِ ایمان کے لیے تو نگری و مالداری کے ذریعہ ایمان باللہ کی حفاظت فرماتے ہیں۔ تاکہ بندہ کا ایمان صحیح و سلامت رہے۔ لہذا مال کو سلامتی ایمان بنادیتے ہیں اور اگر مال ہی ایمان و یقین کے زوال کا سبب ہونے والا ہوتا ہے تو پھر قدرت ایسے کو فقر و تنگدستی میں رکھ کر ایمان کی حفاظت کرتی ہے۔

اسی طرح صحت و تندرستی اور بیماری و ازاری کا معاملہ ہے۔ اگر صحت میں رہ کر وہ بندہ ایمان کھودے گا تو اللہ پاک بیمار کر کے ایمان بچا دیتا ہے اور اگر بیماری میں ایمان کے ضائع

ہونے کا خطرہ ہوتا ہے تو صحت دیدیتا ہے بعض لوگو کو عجب سے بچانے کے لیے ذوقِ عبادت میں خلل ڈال دیتا ہے، وہ حکیم بھی ہے اس کا ہر ارادہ حکمت پر مبنی ہے جو علیم و خبیر بھی ہے۔ ہم بندے ہیں خیر کے طلب گار بنے رہیں اس کی حکمت کے جاننے کی کوشش نہ کریں۔ ہماری بندگی ہی ہم کو ان کا مقرب بنادے گی۔ بندگی میں ہماری عزت ہے اور فخر کے لیے یہی کافی ہے کہ ہم بندے ہیں اور ہمارا رب علیم و خبیر، حکیم ذو الجلال ہے۔ وہ اپنے علم و حکمت بالغہ سے ہمارے جملہ امور کی تدبیر کرتا ہے۔ سبحانہ بیدہ ملکوت کل شئی۔

## باب : فَقَالَ لَهَا وَ لِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا

### باب : ہم بخوشی حاضر ہیں

(۱۰۷۰) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فقال لها وللأرض :

”اَتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالِ لِلسَّمَاءِ : أَخْرِجِي شَمْسَكَ وَ قَمَرَكَ وَ نُجُومَكَ، وَ قَالِ لِلْأَرْضِ : شَقِّقِي اَنْهَارَكَ، وَ أَخْرِجِي ثِمَارَكَ، فَقَالَتَا : اَتَيْنَا طَائِعِينَ.“ [صحیح] (أخرجہ الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۲۷)

### آسمان وزمین کی اطاعت

(۱۰۷۰) ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے فرمایا کہ : تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے اور آسمان سے فرمایا : اپنے اندر سورج، چاند، ستارے نکالو اور زمین سے فرمایا : اپنے اندر نہریں جاری کر کے بہاؤ اور پھلوں کو اُگاؤ۔ آسمان وزمین دونوں نے عرض کیا کہ ہم بخوشی حاضر ہیں۔

(أخرجہ الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۲۷)

### حکم الہی سے کائنات عالم کا نظام

حق تعالیٰ نے جو فرمایا اس کو یعنی آسمان کو، اور زمین کو آؤ تم دونوں خوشی یا زور سے۔ یعنی ارادہ کیا کہ ان دونوں (آسمانوں اور زمین) کے ملاپ سے دنیا بسائے۔ خواہ اپنی

طبیعت سے ملیں یا زور سے ملیں (بہر حال دونوں کو بلا کر ایک نظام بنانا تھا) وہ دونوں آملے۔ اپنی طبیعت سے آسمان سے سورج کی شعاع آئی، گرمی پڑی، ہوائیں اٹھیں، ان سے گرد و بھاپ اوپر چڑھی پانی ہو کر مینہ برسا جس کی بدولت زمین سے طرح طرح کی چیزیں پیدا ہوئیں اور پہلے جو فرمایا تھا کہ زمین میں اس کی خوراکیں رکھیں یعنی اس میں قابلیت ان چیزوں کے نکلنے کی رکھ دی تھی۔ واللہ اعلم! (تفسیر عثمانی)

حق جل مجدہ کا جو حکم زمین و آسمان کو ملا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو تاثیر و تاثر میں نے تمہارے اندر پیدا کیا ہے اس کو لے کر آجاؤ اور جو مختلف اوضاع اور طرح طرح کی کائنات تمہارے اندر میں نے ودیعت کر دی ہیں ان کو ظاہر کرو۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس چیز کو میں تمہارے اندر پیدا کرنے والا ہوں اس چیز کو نمودار کر دو۔

طاؤسؑ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول اس طرح نقل کیا ہے میں نے بندوں کی مصلحت کے لیے جو منافع تم دونوں کے اندر پیدا کیے ہیں ان کو ظاہر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرمایا۔ اے آسمان اپنے سورج چاند اور ستاروں کو نمودار کر۔ اور اے زمین اپنے اندر دریاؤں کو رواں کر اور درختوں اور پھلوں کو برآمد کر۔ طوعاً او کرہاً: چار و ناچار زمین و آسمان نے جواب دیا، ہم بخوشی حاضر ہیں۔ یعنی مراد ربّانی کا یقینی و قطعی وقوع پذیر ہونا۔ بس فوراً تعمیل حکم میں مراد ربّانی کا قدرت کاملہ سے ظہور ہوا۔ سبحان الخالق۔ اور زمین و آسمان سے وہ سب چیزیں ظہور پذیر ہوئیں جو خالق چاہتا تھا۔ اس طرح ایک نظام عالم کا مربوط سلسلہ قائم و دائم ہو گیا۔ اور زمین و آسمان سے جن جن چیزوں کا وجود و ظہور ربّ العزت چاہتے تھے وہ سب کا سب نمودار ہو گیا اور اس دنیا کا ایک مستحکم نظام امر الہی سے چل پڑا۔ اور مخلوقات سب کی سب انسان کی نفع رسانی میں امر الہی سے لگ گئیں۔ اور سلسلہ جب تک اللہ چاہے گا چلتا رہے گا، پھر سب نظام کو ختم کر کے انسان کو بارگاہ عالیہ میں طلب کر لیا جائے گا۔ وہی حساب و کتاب کا دن ہوگا۔ زمین و آسمان نے جس طرح بخوشی امر باری کو قبول کیا اور حاضری دیدی وہ بندے جو مطیع و فرمان برداری کے ساتھ آئیں گے



انعام پائیں گے۔ کیونکہ قوتِ عمل کی استعداد بدرجہ اتم انسان میں بھی رکھی گئی ہے اور پھر شعور و آگہی کی نعمت تو سب مخلوقات سے زیادہ دی گئی ہے تاکہ شانِ ربوبیت و الوہیت کی احدیت و فردیت کا ایمان و ایقان رکھتے ہوئے ظاہر کو شریعت سے مزین کر لے اور باطن کو تہذیب و تزکیہ کی نعمت سے طہارتِ قلب کے ذریعہ حق تعالیٰ کی عظمت کا نمونہ بنالے۔ اور ظاہر و باطن کی صفائی و ستھرائی کے ساتھ حضور حق میں حاضر ہو جائے۔ یہی انسان کی کامیابی و کامرانی کا واحد ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مکمل اطاعت کا نمونہ بنادے۔ آمین

**باب : لست بناظر فی حق عبادی حتی .....**

**باب: اللہ تعالیٰ کی جانب سے حاجت کب پوری کی جاتی ہے**

(۱۰۷۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: لَسْتُ بِنَاطِرٍ فِي حَقِّ عَبْدِي حَتَّى يَنْظُرَ عَبْدِي فِي

حَقِّي.“ [ضعيف جداً] (أخرجه الطبرانی في الكبير ج ۱۲/۱۲۹۲۲)

**حقوق اللہ کی رعایت اہم ہے**

(۱۰۷۱) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں اپنے بندوں کی حاجت کی طرف اس وقت تک نظر نہیں کرتا جب تک کہ بندے میرے حقوق کی رعایت نہ کریں (یعنی میرے حقوق ادا نہ کریں اور میں ان کی حاجت پوری کر دوں یہ نہیں ہوگا)۔

**فائدہ:** حدیث پاک کا سیدھا سادہ مفہوم یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ بندوں کی حاجت و ضرورت کی طرف نظر التفات اس وقت تک نہیں کرتے، جب تک کہ بندہ حقوقِ عبدیت کو حسبِ قدرت و وسعت ادا نہ کرنے لگے۔ یہ نہیں کہ معصیت کا تو ارتکاب کرے اور امید لگائے ہو رحمت کی اور اعزاز و اکرام کا منتظر ہو، یہ محض امانی ہے۔ ایک حدیث میں آیا، بندہ پر اللہ کا حق یہ ہے کہ اللہ پاک کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرے اور اللہ

---

## پاک پر بندہ کا حق یہ ہے کہ اس کی مغفرت کر دے۔ واللہ اعلم اللہ کا حق لا شریک لک

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندہ پر یہ ہے کہ رب العزت کی ذات و صفات میں شریک نہ کیا جائے۔ اور کیسے اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہو سکتا ہے۔ ہماری پیدائش میں وہ احد و صمد مکمل اپنی قدرت اور صنّاعی کا کرشمہ دکھلا چکا ہے ماں کے پیٹ میں تین اندھیروں کے اندر سے وہ تخلیق کا نرالا والبلا شاہ کار کا نمونہ پیش کر چکا ہے۔ عقل بھی اس کی قدرت و وحدت پر حمد کرتی ہے۔ یقیناً وہ لا شریک ہے، تاریک و تنگ مادر رحم میں حسین و خوبصورت شکل و صورت کا خالق، لا شریک لہ ہے، ظلمت کدہ میں قوتِ باصرہ اور رؤیتِ دید ایسی عطا کی کہ موت تک ہم دنیا کو دیکھتے ہی رہتے ہیں یقیناً اس کا کوئی شریک نہیں ہے، کیسے اس کا کوئی شریک ہوگا پانی کے ایک بوند سے تین سوساٹھ جوڑ پیدا کر چکا ہے، لا شریک لک۔ سیال پانی سے ہاتھ میں قوتِ بطش و گرفت کا خالق ہے، لا شریک لک۔ ماءِ دافق سے قرار و ثبات کے ساتھ چلنے والا قدم اور جمنے والے پاؤں کے پنچے کا خالق ہے، لا شریک لک، بے قیمت و حقیقت ماءِ مہین سے قوتِ شامہ اور سونگھنے کی صلاحیت کا خالق ہے، لا شریک لک، بدبودار نطفہ سے زبان میں قوتِ ذائقہ کا خالق، لا شریک لک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ انسان کو جب اللہ کی یافت ہو جاتی ہے تو پھر زندگی کا لطف بھی آ جاتا ہے۔ عبدیت کی چاشنی محسوس ہوتی ہے عبادت میں حلاوت کا لطیف وجد و سرور اور باطن میں طمانیت و سکون کا ذائقہ لیتا ہے۔ توحید خالقِ عظیم نعمت ہے۔ ہمارا اللہ اپنے اندر کشش رکھتا ہے۔ مقناطیس کا خالق اپنی ذات میں کتنی جاذبیت رکھتا ہوگا۔ قرآن نے سچ کہا ہے انما المشرکون نجس۔

ہمارے پاک اللہ کا تصور ناپاک کیا کر سکتا ہے۔ الحمد للہ کہ اللہ پاک نے اپنی پاک ذات سے ہم کو وابستہ رکھا۔ تلاوت و ہدایت کے لیے قرآن پاک عطا کیا۔ نفاست و

طہارت کے لیے وضو کا طریقہ دیا۔ تقرب و تعبد کے ذریعہ طہارت قلب کے لیے اطاعت و عبادت کا سلیقہ سکھایا۔ طہانت کی طہارت کے لیے درود و سلام کا سہارا دیا۔ رسول پاک ﷺ کی رحمت سے سیرابی کے لیے حوض کوثر عطا کیا۔ اللہ اکبر کبیرا۔ اپنی رویت و تجلی کی دید کیلئے جنت پاک میں بلائے گا۔ اللہ پاک، رسول ﷺ پاک، قرآن پاک، اسلام پاک، مسلمان شرک و بدعت سے پاک، مسلمانوں کا آخر ٹھکانہ جنت پاک۔ پھر ہم اللہ کو کیوں نہ مانیں۔

## باب : إن الله تعالى يقول كل يوم: أنا ربكم العزيز

### باب: میں تمہارا رب ہوں

(۱۰۷۲) للديلمي والخطيب والرافعي عن أنس رضي الله عنه:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ كُلَّ يَوْمٍ : أَنَا رَبُّكُمْ الْعَزِيزُ، فَمَنْ أَرَادَ عَزَّ الدَّارَيْنِ فَلْيُطِيعِ الْعَزِيزَ.“ [موضوع] (كما في كنز العمال ج ۱۵ / ۱۰۱ / ۴۳۱)

دارین کی عزت چاہنے والے کو عزیز کی اطاعت کرنی چاہیے

(۱۰۷۲) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے، حق جل مجدہ ہر روز فرماتے ہیں: میں تمہارا زبردست رب ہوں، لہذا جو دارین کی عزت چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ عزیز کی اطاعت کرے (عزیز اللہ پاک کا نام ہے)۔

## باب : أحاديث في الترهيب من المعاصي و الترغيب في الطاعات

### باب: گناہ سے ڈرنا اور نیکی کی رغبت

(۱۰۷۳) للديلمي في (مسند الفردوس) عن ابن عمرو رضي الله عنه:

”الزَّانِي بِحَلِيلَةٍ جَارِهِ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَلَا يُزَكِّيهِ ، وَ يَقُولُ لَهُ: ادْخُلِ النَّارَ مَعَ الدَّاهِلِينَ.“

[ضعيف] (أخرجه الديلمي في مسند الفردوس ج ۲ / ۳۱۹۰)

## اپنے پڑوسی کے اہل کے ساتھ خیانت جہنم کا پیش خیمہ ہے

(۱۰۷۳) ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے والے کے ساتھ حق جل مجدہ قیامت کے دن نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے، نہ ہی اس کو پاک کریں گے اور اس سے فرمائیں گے: جہنم میں داخل ہو جا ان لوگوں کے ساتھ جو ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں داخل کیے گئے ہیں۔ (اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس ۲/۳۱۹)

## خائن پڑوسی کی آخرت میں سزا

زنا اسلام میں حرام ہے۔ اور اس میں حرمت کا پہلو انسانی تقدس اور تہذیب و تمدن کی حرمت کے ساتھ عفت و عصمت کی حفاظت اور بقاء کے لیے اسلام نے زنا کو حرام کیا ہے۔ عفت و عصمت کسی کی بھی ہو قابل احترام اور قابل قدر ہے۔ اسلام باحیا معاشرہ اور حیا دار مذہب ہے۔ زنا بے حیائی اور فحاشی کی بدترین صورت ہے۔ اسلام اس کو پسند نہیں کرتا، نہ ہی اس کی پشت پناہی کرتا ہے۔

پھر پڑوسی جس کا اسلام میں اس قدر حق بتلایا گیا ہے کہ صحابہ کو خطرہ ہونے لگا کہ ان کو میراث میں نہ شریک کر دیا جائے۔ یہ کتنی بڑی بے غیرتی ہوگی کہ پڑوسی جس کی عصمت و عفت کی حفاظت جس پڑوسی پر واجب تھی اسی نے نقب لگا دیا۔ جو امین تھا وہی خائن بن گیا، جو محافظ تھا وہی ڈاکو بن گیا۔ اسلام نے اس کی سزا اسنادی کہ ایسے شخص کو قیامت کے دن ذلت و رسوائی کا سامنا ہوگا اور اس اخلاقی و سماجی خیانت کی سزا ضرور ملے گی۔

اسلام میں پڑوسی کا بہت زیادہ حق بتلایا گیا ہے اور علامتِ ایمان میں اس بات کو شمار کیا گیا ہے کہ آپ کا پڑوسی آپ کی اذیت و تکلیف سے مامون و محفوظ ہو۔ اگر کسی کا پڑوسی اپنے پڑوسی سے مطمئن نہیں تو یہ دلیل ہے کہ اس کا ایمان کمال کے درجہ سے گرا ہوا ہے۔ ظاہری بات ہے ہر وقت ہر لمحہ جس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور آمد و رفت کا سلسلہ ہے وہی اس سے مطمئن نہیں، خائف ہے تو دور والے کیسے اس پر اعتماد اور بھروسہ کریں گے۔ پڑوسی کو جان اور مال کا، عزت و آبرو کا، داخلی و خارجی امور کا محافظ ہونا چاہیے، نہ کہ خائن

ودعا باز ہو۔ اس حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ایسا پڑوسی جو عزت و ناموس کا خائن ہو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت میں ذلت ناری کی سزا دیں گے۔ حدیث میں مستقل پڑوسی کے حقوق کو بتلایا گیا ہے۔

جو اپنی خواہشات کو حق تعالیٰ کی اطاعت پر ترجیح دیتا ہے  
وہ مناجات کی حلاوت سے محروم کر دیا جاتا ہے

(۱۰۷۴) وفی الاحیاء للغزالی:

”وَفِي الْخَبَرِ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: إِنَّ أَدْنَى مَا أَصْنَعُ بِالْعَبْدِ إِذَا آثَرَ شَهْوَتُهُ عَلَى طَاعَتِي أَنْ أُحْرِمَهُ لَذِيذَ مُنَاجَاتِي.“

[موضوع] (کما فی احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۵۴)

(۱۰۷۴) ترجمہ: امام غزالیؒ نے ’احیاء العلوم‘ میں ذکر کیا ہے، خبر میں آیا ہے کہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں کہ سب سے کم معاملہ جو میں اپنے اس بندہ کے ساتھ سزاء کے طور پر کرتا ہوں جو اپنی خواہشات کو میری اطاعت پر مقدم رکھتا ہے، ترجیح دیتا ہے کہ اس کو مناجات و دعا کی حلاوت و لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔ (احیاء العلوم ۵۴/۵)

شرح: دعاء و مناجات کی اصل روح تو حلاوت و لذت ہی ہے، اگر اصل روح ہی چھن جائے تو جسم بلا روح ہوئی۔ ظاہر بات ہے جب جان نہ رہی تو پھر قیمت بھی کھو گئی اور مومن کا سرمایہ عبادت ہی دعا ہے۔ حدیث میں الدعاء هو العبادۃ دوسری حدیث میں العبادۃ هو الدعاء آیا ہے۔ دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔ دعا کے ذریعہ بندہ رب العزت سے مناجات و سرگوشی کرتا ہے۔ باتیں کرتا ہے رشتہ عبودیت کو پختہ اور مضبوط کرتا ہے، مگر جب کہ اس میں لذت و حلاوت ہو۔

ایام بیض کی حقیقت

(۱۰۷۵) للخطیب فی (أمالیه) وابن عساكر عن ابن مسعود مرفوعاً وموقوفاً:

”إِنَّ آدَمَ لَمَّا عَصَى، وَ أَكَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ، أَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: يَا آدَمُ! اهْبِطْ

مِنْ جَوَارِي، وَ عِزَّتِي لَا يُجَاوِرُنِي مِنْ عَصَانِي، فَهَبْطِ إِلَى الْأَرْضِ مُسَوِّدًا،  
فَبَكَتِ الْمَلَائِكَةُ وَ ضَجُّوا، وَ قَالُوا: يَا رَبِّ خَلْقْ خَلْقَتَهُ بِيَدِكَ، وَ أَسْكَنْتَهُ  
جَنَّتِكَ، وَ أَسْجَدَتْ لَهُ مَلَائِكَتُكَ فِي ذَنْبٍ وَاحِدٍ حَوَّلَتْ بِيَاضَهُ، فَأَوْحَى  
اللَّهُ إِلَيْهِ: يَا آدَمُ! صُمْ لِي هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ ثَلَاثَةِ عَشَرَ فَصَامَهُ، فَأَصْبَحَ ثُلُثُهُ  
أَبْيَضَ، ثُمَّ أَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: يَا آدَمُ! صُمْ لِي هَذَا الْيَوْمَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ، فَصَامَهُ،  
فَأَصْبَحَ ثَنَاهُ أَبْيَضَ، ثُمَّ أَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: يَا آدَمُ! صُمْ لِي هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ خَمْسَةِ  
عَشَرَ، فَصَامَهُ، فَأَصْبَحَ كُلُّهُ أَبْيَضَ فَسُمِّيَتِ الْأَيَّامُ الْبَيْضَ.

[موضوع] (کما فی الاتحافات / ۴۵۳، وفی الكنز جلد ۸ / ۲۴۱۹۳)

### روزہ سے چہرہ منور ہو گیا

(۱۰۷۵) ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور مقطوعاً روایت ہے،  
جب آدم علیہ السلام سے گناہ سرزد ہو گیا اور انھوں نے درخت کا پھل کھا لیا تو حق جل مجدہ  
نے وحی نازل فرمائی: آدم میرے پڑوس سے نکل جاؤ، مجھ کو میری عزت کی قسم، میں اس  
شخص کو اپنا پڑوسی نہیں بنا سکتا جو میری نافرمانی کرے، تو آدم کوزمین پر نازل کر دیا گیا، اس  
وقت آدم علیہ السلام کا چہرہ غم کے مارے سیاہ ہو گیا، ملائکہ اللہ رونے لگے، چیخیں نکل گئیں  
اور عرض کیا: یا اللہ وہ مخلوق جس کو آپ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، اپنی جنت میں  
سکونت عطاء فرمائی اور فرشتوں سے سجدہ کرایا، صرف ایک گناہ کے سرزد ہونے سے اس  
کے چہرہ کی نورانیت اور سفیدی کو سیاہی میں بدل دیا، اس وقت آدم پر اللہ پاک نے وحی  
بھیجی: اے آدم! میرے لیے آج تیرہ تاریخ کا روزہ رکھ، انھوں نے روزہ رکھا تو ایک تہائی  
نورانیت اور سفیدی چہرہ پر نمایاں ہو گئی، پھر وحی آئی: آدم میرے لیے چودھ تاریخ کا روزہ  
رکھ، انھوں نے روزہ رکھا تو دو تہائی نورانیت و سفیدی ظاہر ہو گئی، پھر وحی آئی: آج پندرھویں  
کا میرے لیے روزہ رکھ، انھوں نے روزہ رکھا تو تمام چہرہ سفید و منور ہو گیا، اسی لیے اس کو  
ایام بیض کہا جاتا ہے اور اس کا نام ایام بیض ہو گیا۔

اللہ پاک سے سب کچھ ہونے کا اور مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین

(۱۰۷۶) لابن عساكر عن كعب بن مالك:

”أَوْحَى اللَّهُ إِلَى دَاوُدَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَعْتَصِمُ بِي دُونَ خَلْقِي أَعْرِفَ ذَلِكَ مِنْ نِيَّتِهِ فَتَكِيدُهُ السَّمَاوَاتُ بِمَنْ فِيهَا إِلَّا جَعَلْتُ لَهُ مِنْ بَيْنِ ذَلِكَ مَخْرَجًا، وَمَا مِنْ عَبْدٍ يَعْتَصِمُ بِمَخْلُوقٍ دُونِي أَعْرِفَ ذَلِكَ مِنْ نِيَّتِهِ إِلَّا قَطَعْتُ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ بَيْنَ يَدِهِ، وَارْسَخْتُ الْهَوَى مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْهِ، وَمَا مِنْ عَبْدٍ يُطِيعُنِي إِلَّا وَأَنَا مُعْطِيهِ قَبْلَ أَنْ يَسْأَلَنِي، وَغَافِرٌ لَهُ قَبْلَ أَنْ يَسْتَغْفِرَنِي.“  
[موضوع] (كما في كنز العمال ج ۲ / ۵۶۹۰)

## دل کا رُخ رب العزت کی جانب ہو

(۱۰۷۶) ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے داؤد پر جی نازل فرمائی کہ میری عزت و جلال کی قسم جب کوئی بندہ مخلوق سے نگاہ امید ہٹا کر کامل و مکمل میری ذات سے وابستہ ہو کر پناہ و امان چاہتا ہے جس کو میں اس کے دل کی نیت و ارادہ سے پہچانتا ہوں، تو اگر آسمان کی تمام مخلوقات اور زمین کی تمام مخلوقات اس کے خلاف حیلہ و تدبیر کریں، پھر بھی میں اس کو بچا لوں گا (اور تمام تدبیروں کو ناکام کر دوں گا) اور جب کوئی بندہ میری ذات کو چھوڑ کر مخلوق کی پناہ لیتا ہے اور میں اس کے دل کی نیتوں کو پہچانتا ہوں، تو پھر میں زمین و آسمان کے تمام اسباب کو بیکار کر دیتا ہوں اور پاؤں کے نیچے کی ہوا کو بھی مخالف کر دیتا ہوں (پھر وہ ناکام و نامراد ہو جاتا ہے) اور جب کوئی بندہ میری اطاعت کرتا ہے تو میں اس کی مرادوں کو سوال کرنے سے پہلے پوری کرتا ہوں اور دعا مانگنے سے پہلے (اس کے دل کو جھانک کر) قبول کر لیتا ہوں (یعنی دینے کا فیصلہ کر دیتا ہوں) اور مغفرت مانگنے سے پہلے اس کی مغفرت کر دیتا ہوں۔



مخلوق جب مخلوق سے مدد طلب کرتی ہے تو غیبی نصرت سے محروم ہو جاتی ہے

(۱۰۷۷) و للعسکری عن علی رضی اللہ عنہ : قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ : مَا مِنْ مَخْلُوقٍ يَعْتَصِمُ بِمَخْلُوقٍ دُونِي إِلَّا قَطَعْتُ أَبْوَابَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ دُونَهُ، فَإِنْ دَعَانِي لَمْ أُجِبْهُ، وَإِنْ سَأَلَنِي لَمْ أُعْطِهِ، وَمَا مِنْ مَخْلُوقٍ يَعْتَصِمُ بِي دُونَ خَلْقِي إِلَّا ضَمَنْتُ السَّمَاوَاتِ رِزْقَهُ، فَإِنْ سَأَلَنِي أُعْطِيْتُهُ، وَإِنْ دَعَانِي أُجِبْتُهُ وَإِنْ اسْتَغْفَرَنِي غَفَرْتُ لَهُ.“

[?] (کما فی کنز العمال ج ۳/ ۸۵۱۲)

## تائیدِ غیبی کے لیے حق تعالیٰ سے ربط و تعلق ہو

(۱۰۷۷) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: جب بھی مخلوق مجھ کو چھوڑ کر، مخلوق سے پناہ و مدد طلب کرتی ہے، تو تمام آسمان و زمین سے اس کی نصرت و مدد کے راستوں کو بند کر دیتا ہوں۔ اگر وہ مجھ کو پکارتا ہے تو پورا نہیں کرتا اور جب بھی مخلوق، مخلوق کو چھوڑ کر مجھ سے اپنا رابطہ مضبوط کرتی ہے، تو میں ضرور اس کے رزق کی ضمانت آسمان سے کر دیتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے، تو پورا کرتا ہوں۔ جب دعا کرتا ہے تو قبول کرتا ہوں اور جب مجھ سے استغفار کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں۔ (اخرجہ کنز العمال ۳/ ۸۵۱۲)

## عزت و عافیت چاہتے ہو تو خالق سے وابستہ رہو

بہت ہی صاف اور سیدھی بات ہے فقیر، فقیر کو کیا دے گا، محتاج کسی دوسرے محتاج کی حاجت روائی کیا کرے گا، مخلوق مخلوق کی مفلسی و تنگدستی کو کیسے دور کرے گی، کیونکہ وہ خود ہی ان احوال میں گرفتار ہے یا پھر مستقبل کا خطرہ لائق ہے، اسلام نے یہی تو سکھلایا کہ اپنی حاجت و ضرورت اس خالق سے وابستہ رکھو جس نے تمہاری احسن تقویم میں مادر شکم کے اندر تخلیق و پیدائش کی اور سردی و گرمی دونوں میں تمہاری ہر طرح کفالت بھی کی اور

حفاظت بھی کی۔ تمہاری آمد سے پہلے ماں کی چھاتی میں تمہاری خوراک کا انتظام کیا اور اب تم دنیا میں آ کر کیوں اس ذات سے ناامید ہو کر غیر کے دروازہ پر دستک دے رہے ہو، غور سے سن لو اگر تم ذلت اور قلت چاہتے ہو تو اپنے جیسے مخلوق سے امیدیں وابستہ کرو گے اور اگر عزت و عافیت چاہتے ہو تو اپنے خالق کی طرف رجوع رہو۔ وہ تم کو آسمان سے رزق دے گا تمہاری مرادوں کو بر لائے گا۔ دعا و مناجات کو قبول کرے گا اور تیرے گناہوں کی مغفرت کرے گا، اب تم ہی فیصلہ کرو تم کو عزت و عافیت، اور صحت و ثروت کے ساتھ مغفرت چاہیے یا دوسری چیز، اللہ ہم سب کو اپنی ذات سے جوڑ کر وابستہ رکھے اور ہماری مکمل کفالت کے ذریعہ عافیت دارین کی نعمت سے عاقبت اچھی کر دے، آمین۔

بندہ جب گناہ و معصیت میں جری بن جاتا ہے تو اللہ پاک مسخ کا عذاب دیتے ہیں

(۱۰۷۸) و للبخاری فی الضعفاء عن عبد الغفور بن عبد العزيز بن سعيد

الأنصاری عن أبيه عن جده:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَمْسَخُ خَلْقًا كَثِيرًا، وَإِنَّ الْإِنْسَانَ يَخْلُو بِمَعْصِيَةٍ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: اسْتَهَانَ بِي فَيَمْسَخُهُ، ثُمَّ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنْسَانًا يَقُولُ: كَمَا بَدَأْتُكُمْ تَعُودُونَ، ثُمَّ يُدْخِلُهُ النَّارَ.“

[ضعیف جداً] (کما فی الاتحافات ۴۲۲، وفی الكنز ج ۱۶ / ۴۳۷۲۰)

## خلوت میں معصیت کا عذاب

(۱۰۷۸) ترجمہ: سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ بہت سی

مخلوق کو مسخ کریں گے اور انسان جب بے خوف و نڈر بن کر تنہائی میں معصیت و گناہ کرتا ہے تو سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ نہیں رہا ہے، پس حق تعالیٰ فرماتے ہیں: بندہ نے میرے ساتھ اہانت و توہین کا معاملہ کیا، پھر میں نے اس کو مسخ کر دیا، پھر اللہ اس کو قیامت کے دن انسان بنا کر اٹھائیں گے، ارشاد فرمائیں گے: جیسے تم کو انسان پیدا کیا تھا ویسا ہی لوٹایا، پھر

جہنم میں داخل فرمادیں گے۔

اللہ کی مرضیات پر خواہشات کی قربانی سے محبوب اعمال کی توفیق ملتی ہے

(۱۰۷۹) لابن مردویہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

عن عمیر بن عبد الملک قال : خطبنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ علی منبر الکوفة قال : کنت ان لم أسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائی، وإن سألتہ عن الخبر أنبأنی، وإن حدثنی عن ربہ عز وجل قال :

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَارْتِفَاعِي فَوْقَ عَرْشِي مَا مِنْ أَهْلِ قَرْيَةٍ وَلَا أَهْلِ بَيْتٍ وَلَا رَجُلٍ بَادِيَةٍ كَانُوا عَلَى مَا كَرِهْتُ مِنْ مَعْصِيَتِي ثُمَّ تَحَوَّلُوا عَنْهَا إِلَى مَا أَحْبَبْتُ مِنْ طَاعَتِي إِلَّا تَحَوَّلْتُ لَهُمْ عَمَّا يَكْرَهُونَ مِنْ عَذَابِي إِلَى مَا يُحِبُّونَ مِنْ رَحْمَتِي، وَمَا مِنْ أَهْلِ قَرْيَةٍ وَلَا أَهْلِ بَيْتٍ وَلَا رَجُلٍ بَادِيَةٍ كَانُوا عَلَى مَا أَحْبَبْتُ مِنْ طَاعَتِي، ثُمَّ تَحَوَّلُوا عَنْهَا إِلَى مَا كَرِهْتُ مِنْ مَعْصِيَتِي، إِلَّا تَحَوَّلْتُ لَهُمْ عَمَّا يُحِبُّونَ مِنْ رَحْمَتِي إِلَى مَا يَكْرَهُونَ مِنْ غَضَبِي.“

[؟] (کما فی کنز العمال ج ۱۶ / ۴۴۱۶۶)

## رحمت و غضب کے اسباب

(۱۰۷۹) ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت ہے عمیر بن

عبد الملک نے کہا کہ جب علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے فرمایا: میں جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں معلوم کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بتلا دیتے تھے اور جس چیز کو پوچھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ہم کو باخبر کر دیتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے نقل کیا کہ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میری عظمت و رفعت و بلندی عرش کے اوپر ثابت ہے۔ جب بھی کوئی گاؤں والا یا گھر والا یا کوئی شخص بادیہ والا، میری معصیت و نافرمانی میں زندگی بسر کرتا ہے جبکہ میں معصیت و نافرمانی والی زندگی کو ناپسند کرتا ہوں، پھر وہ اپنی پہلی معصیت والی زندگی کو چھوڑ کر میری مرضیات و محبوبات طاعات والی زندگی کو اختیار و پسند کرتا ہے تو میں

بھی اس کے لیے۔ جن عذاب و عقاب کو جو وہ ناپسند جانتا ہے ختم کر کے اس کی پسندیدہ زندگی اپنی رحمت سے اس کو عطا کرتا ہوں۔ اور جب کوئی بستی و گاؤں والا یا گھر والا یا کوئی شخص بادیہ والا، میری پسندیدہ طاعت و عبادت والی زندگی بسر کرتا رہتا ہے، پھر میری پسندیدہ زندگی کو چھوڑ کر معصیت و نافرمانی والی زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے جو میں پسند نہیں کرتا، تو میں بھی اس کے لیے عذاب و عقاب والی حالت کی طرف اس کو پھیر دیتا ہوں، یعنی رحمت والی زندگی سے جو وہ پسند کرتا تھا، غضب والی زندگی کی طرف پھیر دیتا ہوں جو وہ ناپسند کرتا ہے۔ (کنز العمال ۱۶/۴۲۱۶۶)

## رحمت و عنایت سے غضب و عقاب کی طرف

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ کے اوپر جو احوال ہوتے ہیں اسی اعتبار سے حق تعالیٰ ان پر رحمتوں کا معاملہ فرماتا ہے۔ بندہ کا رخ جب اطاعت و عبادت کی جانب ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی رحمت بھی اس کی جانب متوجہ رہتی ہے اور جب بندہ اپنی حالت کو بدل دیتا ہے کہ عبادت و اطاعت والی زندگی کو چھوڑ کر معصیت والی زندگی گزارنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ بھی رحمت و عنایت کو ہٹا کر اس پر غضب و عقاب والی حالت ڈال دیتے ہیں۔ یعنی غضب والے اعمال اور حرکات و سکنات اب اس سے وجود میں آئیں گے۔ اس لیے بہت ہی ہوشمندی کے ساتھ، استغفار و انابت کے ساتھ، انسان کو مرضیات کی طلب و جستجو میں رہنا چاہیے۔

## حسبِ اعمال خیر و شر کا نزول ہوتا ہے

دنیا میں دو ہی طرح کے لوگ ہیں؛ اچھے بھلے یا پھر برے و بد عمل۔ اچھائی و بھلائی والی زندگی رب العزت کو بھی پسند ہے۔ اور اس کی جزاء بھی خیر اور فوز و فلاح سے دی جائے گی۔ اور برائی و بد عملی انسانی معاشرہ میں معیوب و ننگ ہے تو پھر اللہ کی جناب میں کیسے پسندیدہ ہو سکتی ہے۔

دوسری بات یہ ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حق تعالیٰ کی جانب سے اعمال کے

مناسب احوال نازل ہوتے ہیں اچھے اعمال کی خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ برکات اور الہی حسنات و خیرات کا سلسلہ قائم رہتا ہے، فضل والے اعمال سے اللہ تعالیٰ کا فضل بندے کو نصیب ہوتا ہے اور جب بندہ اعمال بد اور برائی کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو خیر کی جگہ شر اور عذاب و عقاب نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

حدیث ہمیں آگاہ کر رہی ہے کہ کبھی بندہ خیر کی طرف چلتے چلتے شر کی طرف چل پڑتا ہے تو نزول رحمت بھی رخ بدل کر ہٹ جاتی ہے اور اب جس پر خیر نازل ہوتا تھا شر کا نزول، عذاب و عقاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی بندہ شر کی طرف چلتے چلتے اچانک خیر کی طرف چلنے لگتا ہے تو عذاب ہٹ جاتا ہے اور پھر خیر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ رحمت اترنے لگتی ہے اور بندہ اللہ کی آغوش رحمت میں آ جاتا ہے۔ اس لیے رحمت اور فضل کے اعمال کی جستجو میں تادم مرگ رہنا چاہیے تاکہ رحمت اپنے آغوش میں لیے ہوئے رہے۔ اور سعادت کی زندگی بسر کرتا رہے۔

## جنت کا درخت

(۱۰۸۰) لابی الشیخ فی (العظمة) والخطیب عن علیؑ:

”إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَخْرُجُ مِنْ أَغْلَاهَا الْحُلُّ، وَ مِنْ أَسْفَلِهَا خَيْلٌ بُلُقٌ مِنْ ذَهَبٍ، مُسَرَّجَةٌ مُلَجَّمَةٌ بِالذَّرِّ وَالْيَاقُوتِ، لَا تَرُوتُ وَلَا تَبُولُ، ذَوَاتُ أَجْنَحَةٍ، فَيَجْلِسُ عَلَيْهَا أَوْلِيَاءُ اللَّهِ فَتَطِيرُ بِهِمْ حَيْثُ شَاءُوا، فَيَقُولُ الَّذِينَ أَسْفَلَ مِنْهُمْ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ نَاصِفُونَا يَا رَبِّ! مَا بَلَغَ هَؤُلَاءِ هَذِهِ الْكَرَامَةَ، فَقَالَ اللَّهُ: إِنَّهُمْ كَانُوا يَصُومُونَ وَ كُنْتُمْ تَفْطَرُونَ، وَ كَانُوا يَقُومُونَ اللَّيْلَ وَ كُنْتُمْ تَنَامُونَ، وَ كَانُوا يُنْفِقُونَ وَ كُنْتُمْ تَبْخَلُونَ، وَ كَانُوا يُجَاهِدُونَ الْعَدُوَّ وَ كُنْتُمْ تَجْبُنُونَ.“ [؟] (كما في كنز العمال ج ۱۵ / ۴۳۴۶۱)

## جنت میں اولیاء اللہ کی سواری

(۱۰۸۰) ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے: جنت میں ایک درخت ہوگا جس کی بلند شاخوں میں پتوں کی جگہ کپڑوں کے جوڑے لگے ہوئے ہوں گے اور جڑوں سے سونے کے سفید گھوڑے نکلیں گے، جن کے اوپر موتی اور یاقوت کے لگام لگے ہوئے ہوں گے، وہ بول و براز نہیں کریں گے، پروں والے ہوں گے، ان پر اولیاء اللہ بیٹھیں گے، وہ جہاں چاہیں گے وہ انھیں لے کر دوڑیں گے، جن کو نچلے طبقہ والے دیکھ کر کہیں گے: اے جنت والو! ہمارے ساتھ انصاف کرو، اے رب العالمین! ان حضرات نے کن وجوہ سے اس شرافت و کرامت کے مقام کو پایا ہے، حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: وہ لوگ روزہ رکھتے تھے اور تم لوگ افطار کرتے تھے، وہ لوگ رات کو قیام کرتے تھے اور تم سوتے تھے، وہ لوگ راہ حق میں خرچ کرتے تھے اور تم بخالت کرتے تھے۔ وہ لوگ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے تھے اور تم لوگ راہ حق میں لڑنے سے ڈرتے تھے۔

## جنت کی ترغیب و تشویق کا نرالا انداز

جنت کی نعمتوں کا صحیح اندازہ تو داخل ہونے کے بعد ہی ہوگا اور تصور سے بالا تر قدرتوں کا ظہور ہوگا، انسان ہر اعتبار سے کمزور اور ناواقف واقع ہوا ہے، قرآن و حدیث میں جنت کی ترغیب دی گئی ہے اور تشویق کے لیے بعض جنت کی اشیاء کو کھولا گیا ہے۔ وہاں کی اشیاء دنیاوی اشیاء سے مشابہت اور نام میں اشتراک تو ضرور رکھیں گی تاکہ بندے کو انسیت و موانست ہو، اجنبیت نہ ہو، اور حقیقت کے اعتبار سے وہم و گمان سے بہت ہی بلند تر ہوگی۔ بس یوں جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نعمتوں کی شکل میں لطف و سرور اور انبساط و سکون کے محیر العقول کرشموں کا حقائق کی شکل میں ظہور ہوگا۔ اس لیے مخبر صادق خاتم النبیین ﷺ نے آخری بات فرمائی کہ کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں، اور ان نعمتوں کا کسی بشر کے دل پر گزر نہیں ہوا۔ یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ قیامت تک

دنیا کے اندر جتنے بھی خوبصورتی اور ڈیزائن میں نت نئے محاسن کا ایجاد کر سکیں گے، حق تعالیٰ کی بنائی ہوئی جنت اس سے بہت ہی اعلیٰ و بالاتر ہوگی، کہ تصوراتی و تخیلاتی دنیا میں جنت کا حسن اس دنیا میں دل پر بھی وارد اور سوچا نہیں جاسکتا۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا الْجَنَّةَ الْفَرْدُوسَ الْأَعْلَىٰ بِنُورِ وَجْهِكَ الْكَرِيمِ وَ  
بِفَضْلِكَ الْعَظِيمِ يَا ذَا الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ آمین

آسمانی آگ نے دو لڑکوں کو جلا دیا

(۱۰۸۱) للدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”كَانَ لِهَارُونَ وَلَدَانِ يَخْدِمَانِ الْمَسْجِدَ وَيُسْرِجَانِ قَنَادِيلَهُ مِنْ نَارٍ  
تَأْتِيهِمَا مِنَ السَّمَاءِ، وَإِنَّ النَّارَ تَأَخَّرَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ عَنْ وَقْتِهَا الَّتِي كَانَتْ تَأْتِيهِ  
فِيهِ، فَأَسْرَجَ الْغُلَامَانِ تِلْكَ الْقَنَادِيلَ مِنْ نَارِ الدُّنْيَا، فَجَاءَتِ النَّارُ مِنَ السَّمَاءِ  
فَوَقَعَتْ عَلَيْهِمَا، فَقَامَ هَارُونُ لِيُطْفِئَ عَنْ وَلَدَيْهِ تِلْكَ النَّارَ، فَصَاحَ مُوسَى  
كُفَّ عَنْ ذَلِكَ، وَدَعَا أَمْرَ اللَّهِ يَنْفُذُ فِيهِمَا، فَأَوْحَى اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى مُوسَى:  
هَذَا فِعْلِي لِمَنْ خَالَفَ أَمْرِي مِنْ أَوْلِيَائِي فَكَيْفَ مِمَّنْ خَالَفَ أَمْرِي مِنْ  
أَعْدَائِي.“ [ضعيف] (في كنز العمال ج ۱۶ / ۴۳۷۲۷، الاتحافات / ۲۵۳)

حکم الہی کا سامنا کون کر سکتا ہے

(۱۰۸۱) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ حضرت ہارون علیہ السلام کے دو لڑکے تھے جو مسجد کی خدمت، صاف صفائی اور اس کے چراغ کو روشن کرتے تھے اس آگ سے جو آسمان سے آتی تھی، ایک روز آسمان سے آگ کے آنے میں اپنے وقت سے تاخیر ہوئی جس وقت عادت آتی تھی، ان دونوں لڑکوں نے مسجد کا چراغ دنیاوی آگ سے روشن کر دیا، پھر آسمان سے آگ آئی اور ان دونوں لڑکوں کو جلانے لگی، حضرت ہارون علیہ السلام اٹھے تاکہ لڑکوں سے آگ بجھائیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس ماجرا کو



دیکھ کر چیخنے لگے کہ مت بچھاؤ، جلنے دو اور امرِ رب کو پورا ہو جانے دو، پھر اللہ جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی: اے موسیٰ! یہ معاملہ میرا اپنے ان اولیاء کے ساتھ ہے جو میرے امر و حکم کی مخالفت کرتے ہیں تو پھر ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو میرے دشمن ہیں اور پھر میرے امر کی مخالفت کرتے ہیں۔

## شانِ عبدیت کی تکمیل، تسلیم و رضا میں پوشیدہ ہے

اس قسم کی احادیث کا تعلق رموز و اسرارِ الہیہ سے ہوتا ہے۔ اور یہ ایسی بلند تر باتیں ہیں جہاں صاحبِ ایمان بس آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهِ سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اور یہی سلامتی ایمان اور تقاضائے تسلیم و رضا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ خالق کا امر و حکم نافذ ہونا طے شدہ امر ہے، اور امر و حکم کی علت و حکمت کو جاننا نہ ہمیں ضروری ہے نہ ہی اس سے ہمارے ایمان و ایقان میں کسی کمی و نقصان کا خطرہ ہے بلکہ امر و حکمِ الہی کے آگے سر تسلیم خم کر دینے سے قوتِ ایمانی میں اضافہ ہوتا ہے۔ رسوخِ ایمان مضبوط و مستحکم ہو کر تعلق مع اللہ اور عبدیت کی شان پیدا ہوتی ہے، اور اگر یوں تعبیر کر دی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ یہی حکمت کیا کم ہے کہ شانِ عبدیت کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تسلیم و رضا کا امتحان لے کر وہ مقام و رتبہ عطا کر دیا جاتا ہے جو مقربینِ بارگاہ کے لیے ربِّ العزت نے عبدیت کی تکمیل پر رکھا ہے۔ پھر مقربین، انبیاء و رسل، جو بارگاہ بے نیاز کے سب سے زیادہ بلند مقام پر ہیں ان کا معاملہ، عام لوگوں سے مختلف ہے۔ بہر حال حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اور کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے پکڑ سے بے خوف نہیں رہنا چاہیے۔ سچ ہے کہ اللہ والوں کو جو اللہ کی عظمت و ہیبت کا مقام حاصل ہے غافلین کو نہیں (خضر و موسیٰ علیہما السلام کا واقعہ قرآن میں رموز و اسرار کو کھولتا ہے اور دونوں برگزیدہ ہیں اور دونوں کا عمل اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر اللہ کی حکمت کو خضر نافذ کر رہے ہیں جبکہ موسیٰ علیہ السلام شریعت کی پاسداری میں خضر کو روک ٹوک رہے ہیں اللہ ہمارا رب ہے ہم اس سے راضی ہیں اس کی حکمت کو اسی کے حوالہ کرتے ہیں اور بس)۔

## خنزیر کی طرح جسم کو موٹا کیا تو ان پر لعنت اُتری

(۱۰۸۲) و لابن مندہ و الدیلمی عن ابن عم حنظلۃ الکاتب:

”أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى مُوسَى : إِنَّ قَوْمَكَ بَنَوْا مَسَاجِدَهُمْ، وَ خَرَبُوا قُلُوبَهُمْ، وَ تَسَمَّنُوا كَمَا تُسَمِّنُ الْخَنَازِيرُ يَوْمَ ذُبْحِهَا، وَ إِنِّي نَظَرْتُ إِلَيْهِمْ فَلَعَنْتُهُمْ فَلَا أُسْتَجِيبُ لَهُمْ وَ لَا أُعْطِيهِمْ مَسْأَلَتَهُمْ.“

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱۶ / ۴۳۷۲۳، والاتحافات ۵۳۸)

## مساجد تو تعمیر کیں اور دلوں کو خراب کر لیا

(۱۰۸۲) ترجمہ: حنظلہ رضی اللہ عنہ کاتب کے چچا زاد بھائی سے روایت ہے: اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی: آپ کی قوم نے مساجد تو تعمیر کیں اور دل کو خراب کر لیا، اور جسموں کو خنزیر کو ذبح کرنے کے لیے جس طرح موٹا کیا جاتا ہے ایسا موٹا کر لیا، میں نے جب ان کی طرف نگاہ ڈالی تو ان پر لعنت کی، میں نہ ان کی دعاء قبول کروں گا اور نہ ہی ان کے سوال کو پورا کروں گا۔

## حق جل مجدہ بندے کے دلوں کو دیکھتے ہیں

مسلم شریف میں حدیث ہے:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ وَ لَا إِلَى صُورِكُمْ وَ لَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ. (فیض القدیر ۳۵۲/۲)

بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے قلوب اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

ایک روایت میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَ أَمْوَالِكُمْ وَ لَكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَ أَعْمَالِكُمْ. (فیض القدیر)

یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دل کا تقویٰ اور پاک دل والوں کے اعمال کی قدر و منزلت ہے۔ جس دل میں گناہ سے پرہیزگاری اور خوف حضوری کا جذبہ ہوگا وہ دل کو رب جلیل کے لیے پاک و صاف رکھے گا۔ جسم و ظاہر کو سنوارنے سے زیادہ باطن کو سنوارے گا۔ ہمارے مرشد حضرت مولانا اسعد اللہ خلیفہ حضرت تھانویؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

حسن صورت چند روزہ حسن سیرت مستقل

اس سے خوش ہوتی ہے آنکھیں، اُس سے خوش ہوتا ہے دل

بہر حال حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہر اعمال پر اجر و ثواب نہیں ملے گا جب تک اس میں خلوص و للہیت کا تقویٰ نہ ہو۔ نہ ہی صاحب مال کو مال پر اجر و ثواب ملے گا جب تک اس میں صدقہ و خیرات للہ و فی اللہ نہ ہو۔ حق تعالیٰ تو محل تقویٰ اور محل جذبہ، خلوص و للہیت کو دیکھتے ہیں انسان کا قلب معرفت الہی کا خزانہ اور نور ہدایت کا سمندر ہے۔ جب اس میں جواہر ایمان ہوتے ہیں تو حق جل مجدہ رحمت سے دیکھ کر صفت احسان اور نور یقین و عرفان کا مرکز بنا دیتے ہیں، نگاہ رحمت و محبت سے دیکھنے کا حدیث میں یہی مطلب ہے اور جب تقویٰ و خشیت سے قلب خالی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نظر محبت و رحمت سے نہیں دیکھتے بلکہ بغض و کراہت سے دیکھتے ہیں، کہ جو مایہ ایمان تھا اسی سے وہ قلب خالی ہے۔ اور مال و منال جو فانی ہے اہل دنیا کی نگاہ میں قابل التفات ہو سکتے ہیں۔ حق جل مجدہ کی ذات اس سے منزہ و پاک ہے۔ جمال ظاہری کے مقابلے میں جمال باطنی کی قیمت عند اللہ ہے اور وہی قابل قدر ہے۔ مومن و مخلص کو حق تعالیٰ اعمال صالحہ کے بعد طمانیت و حلاوت عطا کرتے ہیں اور ایمانی ترقی کے بقدر اس میں اضافہ بھی فرماتے رہتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے کیا خوب فرمایا کہ قلب رب العزت کی نظر رحمت کی جگہ ہے، افسوس کہ لوگ چہرہ اور شکل و صورت کو مزین کرتے ہیں تاکہ لوگوں کی نگاہ میں اچھا خوبصورت نظر

آئے۔ اور دل جو رب العزت کی نگاہ و نظرِ رحمت کی جگہ ہے اس کو گندگی و پلیدگی سے صاف نہیں کرتے، طہارتِ قلب کا لحاظ و خیال نہیں رکھتے۔ دل گزرگاہِ ربِّ جلیل است۔

حق تعالیٰ نے وحی بھیجی اے موسیٰؑ آپ کی قوم مساجد کی تعمیر میں مصروف ہے اور دل کی تعمیر سے غافل۔ دل کی تعمیر سے زیادہ اہم مساجد کی تعمیر نہیں، دل میں اللہ کی تجلی اترتی ہے، دل حق تعالیٰ کی گزرگاہ اور محلِ تقویٰ ہے۔ دل کا سنوارنا مقدم ہے کیونکہ دل اللہ کی ذات کے لیے ہے۔ دل سنور گیا تو ہزار ہا مساجد بنے گی اور مساجد بناؤ گے اور دل خراب ہے تو پھر مساجد ویران رہے گی، پہلے دل بناؤ۔

اور جو دل سنوارنے کی فکر میں گھلے گا وہ کب موٹا جسم ہوگا۔ آخرت کی فکر انسان کو گھلا دیتی ہے۔ دل جب خراب ویران ہو جاتا ہے تو پھر اللہ کی رحمت کی جگہ غضب کا نزول ہوتا ہے دعا قبول نہیں ہوتی نہ ان کے سوالات پورے کیے جاتے ہیں۔

### مناجات

بدل دے دل کی دنیا دل بدل دے	خدایا فضل فرما دل بدل دے
سنوں میں نام تیرا دھڑکنوں میں	مزا آجائے مولا دل بدل دے
ہوا و حرص والا دل بدل دے	میرا غفلت میں ڈوبا دے بدل دے
گنہگاری میں کب تک عمر کاٹوں	بدل دے میرا رستہ دل بدل دے
رہوں بیٹھا میں اپنا سر جھکا کر	سرور ایسا عطا کر دل بدل دے
تیرا ہو جاؤں اتنی آرزو ہے	بس اتنی ہے تمنا دل بدل دے
پڑا رہوں تیرے در پر دل شکستہ	رہوں کیوں دل شکستہ دل بدل دے
کروں قربان اپنی ساری خوشیاں	تو اپنا غم عطا کر دل بدل دے
بس اک فریاد سن لے میرے مولا	بنالے اپنا بندہ دل بدل دے
جب ہو دیدار تیرا روزِ محشر	تو دیکھے مسکرا کر دل بدل دے
	خدایا فضل فرما دل بدل دے

بندہ اللہ پاک کے عذاب و عقاب کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا

(۱۰۸۳) لابن عساكر عن مكحول مرسلًا:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: يَا ابْنَ آدَمَ! قَدْ أَنْعَمْتُ عَلَيْكَ نِعْمًا عَظِيمًا، لَا تُحْصِي عَدَدَهَا، وَلَا تُطِيقُ شُكْرَهَا، وَإِنَّ مِمَّا أَنْعَمْتُ عَلَيْكَ أَنْ جَعَلْتُ لَكَ عَيْنَيْنِ تَنْظُرُ بِهِمَا، وَجَعَلْتُ لَهَا غِطَاءً، فَانْظُرْ بِعَيْنِكَ إِلَى مَا أُحْلَلْتُ لَكَ فَإِنْ رَأَيْتَ مَا حَرَّمْتُ عَلَيْكَ فَأُطِيقُ عَلَيْهَا غِطَاءَهُمَا، وَجَعَلْتُ لَكَ لِسَانًا، وَجَعَلْتُ لَهُ غِلَافًا فَانْطِقْ بِمَا أَمَرْتُكَ وَ أُحْلَلْتُ لَكَ، فَإِنْ عُرِضَ لَكَ مَا حَرَّمْتُ عَلَيْكَ فَأَغْلِقْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَجَعَلْتُ لَكَ فَرْجًا، وَجَعَلْتُ لَكَ سِتْرًا، فَأَصِْبْ بِفَرْجِكَ مَا أُحْلَلْتُ لَكَ، فَإِنْ عُرِضَ لَكَ مَا حَرَّمْتُ عَلَيْكَ فَأَرْخْ عَلَيْكَ سِتْرَكَ، ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ لَا تَحْمِلُ سَخَطِي وَلَا تُطِيقُ انْتِقَامِي.“ [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۶/۱۶، ۴۳۸، الاتحافات ۳۹۲)

### نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ معصیت سے بچو

(۱۰۸۳) ترجمہ: حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے؛ حق جل مجدہ

فرماتے ہیں: اے آدم کی اولاد! میں نے تم کو اتنی زیادہ اور بڑی بڑی نعمتیں دی ہیں کہ تم ان نعمتوں کو کسی بھی حالت میں شمار نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہو، منجملہ ان نعمتوں کے جو میں نے تجھ پر کی ہیں، ان میں یہ ہے کہ میں نے تمہیں دو آنکھیں دی ہیں جن سے تو دیکھتا ہے اور دونوں آنکھوں کے اوپر پردہ لگایا اس لیے اپنی نگاہ سے اسی کو دیکھ جس کا دیکھنا تیرے لیے حلال و جائز ہے۔ اگر حرام کو دیکھنے کی خواہش و طبیعت ہوا کرے؛ تو فوراً آنکھ کی دونوں پلکوں کو بند کر لیا کر (پھر تو گناہ سے بچ جایا کرے گا) اور میں نے تجھے بولنے کے لیے زبان دی ہے اور زبان محفوظ رکھنے کے لیے ہونٹ دیے، سو تو وہی باتیں بولا کر جو بولنا روا و درست ہو، اگر ناجائز و فحش گوئی کا وقت آجائے تو اپنی

زبان کو (ہونٹ اور دانت کے اندر) بند رکھا کر۔ میں نے تجھے عفت و عصمت کی جگہ شرمگاہ دی ہے اور اس پر (رانوں سے) پردہ ڈالا ہے، سو تو اپنی شرمگاہ کو حلال و مباح کے ذریعہ عافیت بخش اور اگر حرام و ناجائز تیرے سامنے پیش کیا جائے تو اس کو (اپنے رانوں کے درمیان) چھپا کر پردہ میں رکھ۔ اے اولادِ آدم! تو میری ناراضگی و خفگی، غیظ و غضب کو برداشت نہیں کر سکتا، نہ ہی میرے عقاب و عذاب کے ذریعہ میری سزاء و انتقام کو برداشت کر سکتا ہے۔

## آنکھ، زبان اور فرج (شرمگاہ) کی حفاظت کا غیبی نظام

(۱۰۸۴) وللدیلمی عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ! إِنْ نَازَعَكَ بَصْرُكَ مَا حَرَّمْتُ عَلَيْكَ فَقَدْ أَعْنَتَكَ عَلَيْهِ بِطَبَقَتَيْنِ فَأُطْبِقُهَا عَلَيْهِ، وَإِنْ نَازَعَكَ لِسَانُكَ إِلَى بَعْضِ مَا حَرَّمْتُ عَلَيْكَ فَقَدْ أَعْنَتَكَ عَلَيْهِ بِطَبَقَتَيْنِ فَأُطْبِقُهَا عَلَيْهِ، وَإِنْ نَازَعَكَ فَرْجُكَ فَقَدْ أَعْنَتَكَ بِطَبَقَتَيْنِ فَأُطْبِقُهَا عَلَيْهِ.“

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱۵ / ۴۳۴۰۷)

## بدنگاہی سے حفاظت

(۱۰۸۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ حق جل مجدہ کا ارشاد ہے: اے آدم کے بیٹے! اگر تیری نگاہ حرام کردہ بدنگاہی و معصیت کے لیے تیری مخالفت کرے تو میں نے تیری اعانت و مدد کی ہے، دو پلکوں کے ذریعہ، تو فوراً ان دونوں پلکوں کو بند کر لیا کر اور اگر تیری زبان بد زبانی و غیبت کے ذریعہ حرام کردہ معصیت کے لیے تجھے آمادہ کرے، تو میں نے تیری اعانت و مدد کی ہے دونوں ہونٹوں کے ذریعہ فوراً اپنے ہونٹوں کو بند کر لیا کر اور اگر تیری فرج و شرمگاہ تجھے گناہ پر بھڑکائے تو میں نے تیری اعانت و مدد کی ہے دونوں رانوں کے ذریعہ، فوراً اپنی ران کو ملا لیا کر۔ اس طرح تو شرمگاہ کی بدکرداری سے بچے گا۔ (کنز العمال ۱۵/۴۳۴۰۷)

فائدہ: اس مفہوم و معنی کی حدیث قبل میں گذر چکی ہے۔ حق جل مجدہ نے آنکھ پر پلکوں کو، زبان پر ہونٹوں کو اور شرمگاہ پر ران کو ننگراں و نگہبان بنایا ہے، کہ جب آنکھ بدنگاہی کرے تو پلکوں کو بند کر لو۔ زبان جب غیبت و چغل خوری میں تہمت میں مشغول ہو تو ہونٹوں کو بند کر لو۔ شرمگاہ جب دعوت گناہ دے تو رانوں کے نیچے میں دبا دو۔

وہ آگئے جو سامنے نابینا بن گئے

وہ ہٹ گئے جو سامنے سے بینا بن گئے

یہ ذکر خدا دل میں سدا رہنے دیا کر  
اور نقشِ خدا دل میں جما رہنے دیا کر

دل ہوگا تیرا قرب الہی سے مشرف  
بس خود کو حسینوں سے جدا رہنے دیا کر  
ممکن ہے کہیں کوئی حسین سامنے آجائے  
ایک پردہ نگاہوں پہ گرا رہنے دیا کر  
اعمال صالحہ کے ذریعہ جنت کو جہنم پر ترجیح دو

(۱۰۸۵) و للرافعی عن علیؑ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! اخْتَرِ الْجَنَّةَ عَلَى النَّارِ وَلَا تُبْطِلُوا  
أَعْمَالَكُمْ فَتُقَدُّوا فِي النَّارِ مُنْكَسِرِينَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا.“

[?] (کما فی کنز العمال ج ۱۵/۴۳۱۷۳)

(۱۰۸۵) ترجمہ: حضرت علیؑ سے روایت ہے: حق جل مجدہ فرماتے ہیں:

اے آدمؑ کی اولاد! (اعمال صالحہ کے ذریعہ) جنت کو جہنم پر ترجیح دے اور اپنے اعمال کو رائیگاں  
و برباد نہ کر کہ جہنم میں ذلت کے ساتھ الٹا ڈال دیا جائے گا، جس میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔



## جہنم کی ذلت سے بچاؤ

جنت کو جہنم پر ترجیح دینا یہ ہے کہ انسان اپنے اختیاری اعمال کو صحیح و درست نیت کے ساتھ محض عقیدہ آخرت کی بنیاد پر بجالائے، جو بظاہر اس کی دلیل ہے کہ فکر آخرت اس کی زندگی میں غالب ہے اور فکر معاد کا عقیدہ راسخ ہے، جس کی بنیاد پر انسان کی زندگی میں تمام اعمال کا رخ ہی بدل جاتا ہے، زندگی کے تمام حرکات و سکنات، درستی نیت کے ذریعہ اعمال صالحہ بن جاتے ہیں، اس لیے حدیث پاک میں دوسرا جملہ یہ آیا ہے کہ اپنے اعمال کو برباد نہ کر۔ اس عبارت کا دو مفہوم ہو سکتا ہے ایک تو یہ کہ اعمال تو سرزد ہوں گے مثلاً کھانا پینا ہی کو لے لیجیے کہ اگر اس نیت سے کھایا جائے کہ حق تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس سے جو قوت پیدا ہوگی، اس کو اللہ پاک کی عبادت و اطاعت میں صرف کروں گا، پھر ہر ہرقلمہ پر دل سے نعمت باری تعالیٰ پر حمد و شکر کے ساتھ کھائیگا، علیٰ ہذا القیاس یہ اعمال کو صالحہ بناتا ہے اور اس کے برخلاف یوں ہی کھالے، محض پیٹ بھرنے کو، جیسا کہ حیوان کھاتے ہیں، یہ اعمال کو برباد کرتا ہے کہ ثواب ہی نہیں ملے گا یا حدیث کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ اعمال صالحہ کو اخلاص کے ساتھ کرو، دکھلاوے کے لیے نہیں کہ دکھلاوے کی صورت میں اعمال رائیگاں ہو جاتے ہیں؛ بلکہ وبال جان بن جاتے ہیں۔ بسا اوقات گناہ کی نحوست کفر تک پہنچا دیتی ہے، جو حقیقت میں ابطال اعمال ہے کہ جب ایمان ہی نہ رہا پھر اعمال تو ثانوی درجہ کی چیز ہے، پھر حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ اعمال صالحہ کے ذریعہ آخرت کو ترجیح نہ دینا، ایسا گناہ ہے کہ کبھی کفر بھی لازم آ جاتا ہے اور پھر تھوڑے بہت جو اعمال صالحہ تھے وہ برباد ہو جاتے ہیں، جو سبب ہے ابدی خسران و حرمان رحمت کا۔ واللہ اعلم!

### باب: أحادیث فی فضائل وأُمرٍ مختلفة

#### باب: مختلفُ اُمور کی فضیلت

(۱۰۸۶) عن شریح حدثنی البدریون منهم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ أن رسول

اللہ ﷺ قال:

”مَا مِنْ شَابٍّ يَدْعُ لَذَّةَ الدُّنْيَا وَلَهْوَهَا، وَ يَسْتَقْبِلُ بِشَبَابِهِ طَاعَةَ اللَّهِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ أَجْرَ اثْنَيْنِ وَ سَبْعِينَ صَدِيقًا، ثُمَّ قَالَ : يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى :  
 أَيُّهَا الشَّابُّ التَّارِكُ شَهْوَتَهُ لِي، أَلْمُبْتَذِلُ شَبَابَهُ لِي، أَنْتَ عِنْدِي  
 كَبَعْضِ مَلَائِكَتِي.“ [ضعيف] (أخرجه أبو نعيم في الحلية ج ٢ ص ١٣٨)

## نوجوان عابد کا مقام بعض فرشتوں کی طرح ہے

(۱۰۸۶) ترجمہ: حضرت شریح<sup>ؒ</sup> سے روایت ہے مجھ سے اہل بدر صحابہ<sup>ؓ</sup> نے بیان کیا، ان میں عمر بن خطاب<sup>ؓ</sup> ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی نوجوان اپنی لذت و خواہشات دنیاوی کو چھوڑ کر جوانی سے اللہ پاک کی عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ ایسے نوجوان کو بہتر صدیق کا اجر و ثواب عطا کرتے ہیں، پھر ارشاد فرماتے ہیں: اے اپنی خواہشات کو چھوڑنے والا نوجوان اے اپنی قوت و جوانی کو میری اطاعت میں مبذول کرنے والا، تو میرے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح ہے۔

## فناء فی اللہ نوجوان کو بہتر صدیقین کا ثواب

حدیث میں سات لوگوں کو عرشِ عظیم کے سایے میں جگہ ملنے کی بشارت آئی ہے ان میں سے ایک وہ نوجوان جس کی جوانی عبادت و اطاعت میں گزری ہو، عنفوانِ شباب، چڑھتی ہوئی جوانی شر و فساد سے بچا کر انابت و استغفار اور رجوع الی اللہ میں قیمتی لمحات زندگی اور اوقات کو گزارا ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے الشباب شعبة من الجنون جوانی دیوانہ پن کی ایک قسم ہے۔ جوانی کے نشہ میں بہت سی باتیں انسان کو سمجھ میں نہیں آتیں مگر دانا و بینا وہ نوجوان ہے جس نے حد اعتدال میں رہ کر تمام تر طاقت و قوت کو فساد و طغیان سے بچا کر طاقت و قوت کا مظاہرہ، مجاہدہ نفس ریاضت و انابت، اور ترک لذات و شہوات میں صرف کیا ہو، شباب کی قوت کو عبادت و اطاعت میں مشغول رکھ کر، ونہی النفس عن الهویٰ کا مظہر بنا رہا ہو وہ یقیناً قابلِ قدر نوجوان ہے، اور درحقیقت اس نوجوان کی جوانی

قابل رشک ہے کہ خواہشات نفسانیہ کا امالہ و تزکیہ اور تہذیب نفس کے ساتھ صفات ملکیہ کی جانب کرچکا ہے۔ اور شہوانی و شیطانی آلودگی سے نفس امارہ کو لوامتہ سے مطمئنہ کی راہ پر لگا چکا ہے۔ خیالات فاسدہ سے ملکات الہیہ و قدسیہ کا متلاشی ہے۔ قساوت قلب کے اعمال سے راہ فرار اختیار کر کے طہارت قلب کے اعمال صالحہ میں اخلاص و للہیت کے ساتھ منہمک اور مشغول ہے، ہر لمحہ نفس کی آمادگی سے خائف و ترساں رہتا ہے۔ گام بگام تقویٰ و پرہیزگاری پر استقامت کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کر رہا ہے۔ جوانی کی امنگوں کے ساتھ رحمت الہیہ اور مغفرت اخرویہ کی طلب و جستجو میں سرگرداں ہے، اپنی خواہش و تمنا کو رب تبارک و تعالیٰ کی رضا میں فنا کر چکا ہے۔ آرزوؤں کو قربان کر کے رب کا فرمان پورا کر رہا ہے۔ حرص و ہوس کی قربانی دے کر نافرمانی سے بچ رہا ہے۔ فانی لذتوں سے دل چھڑا کر باقی لذتوں میں پھنسا رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسوں کو عرش کا سایہ نہ دے تو پھر کس کو دے۔ یہی ہیں وہ خوش نصیب جن کو عرش عظیم کا سایہ بھی ملے گا بہتر (۷۲) صدیقین کا ثواب ملے گا اور ان کا رتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض فرشتوں جیسا ہے انسانی صفات بشریہ جب مجاہدہ و ریاضت کے بعد شریعت کے رنگ و ڈھنگ میں ڈھل جاتا ہے تو پھر یہ بندہ مقربین کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے اور رشک ملائک و خلایق ہو جاتا ہے۔ اس کے اعضاء و جوارح سے ربانیت کا نور نمایاں ہوتا ہے اس کی طبیعت کا میلان و رجحان اللہ وحدہ لا شریک لہ کی مرضیات اور مورات کا امتثال، منہیات سے اجتناب، زندگی کا محبوب مشغلہ ہو جاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا الْهِدَايَةَ وَ الْاِنَابَةَ اِلَيْكَ۔ آمین

رضا و قناعت بڑی نعمت ہے

(۱۰۸۷) و للدیلمی عن عمر رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: الشَّابُّ الْمُؤْمِنُ بِقَدْرِي، الرَّاضِي بِكِتَابِي،

الْقَانِعُ بِرِزْقِي، التَّارِكُ لَشَهْوَتِهِ مِنْ أَجَلِي، هُوَ عِنْدِي كَبَعْضِ مَلَائِكَتِي.“

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱۵/۴۳۱۰۷، و الاتحافات ۱۷۵)

(۱۰۸۷) ترجمہ: حضرت ﷺ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: نوجوان جو میری تقدیر پر ایمان رکھے، میرے لکھے ہوئے پر راضی ہو، میرے عطا کردہ رزق پر قناعت کرے اور خواہشات نفسانی کو میری ذات کے لیے چھوڑے، ایسا بندہ میرے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح (مقرب وقابل رحمت وعنايت) ہیں۔

### مقدر کی وجہ سے طبیعت کو مکر نہ کرنا ایمان ہے

وہ نوجوان مومن، صالح، متقی و پرہیزگار، صاحبِ باطن جو نازل شدہ حالات مقدرات و مکتوبات اور مقسوم رزق پر قناعت کرنے والا ہو اور لاکھ دکھ مصیبت کے باوجود شہوات اور خواہشات نفسانی کو محض اللہ پاک کی عظمت و کبریائی اور جلالت شان کی وجہ سے چھوڑنے والا ہو، ایسا بندہ اللہ پاک کے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح ہے کہ ہر وقت نزول رحمت کے سایہ میں ہے، ہمہ وقت اس کیفیت میں جو ملکوتی مخلوق کے لیے ہے اس میں زندگی بسر کرے گا تو توفیق عبادت و اطاعت ملتی رہے گی، عبادت و ریاضت میں مستی ہی آئے گی، تھکے گا نہیں، اللہ پاک کی یاد سے دل کبھی سیراب نہیں ہوگا؛ الغرض فرشتوں کی طرح نورانی زندگی بسر ہوگی اور ساتھ ساتھ زندگی صحیح مقصد میں ادا ہوگی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِفَضْلِكَ يَا كَرِيْم۔

### مومن بندے کا مقام

(۱۰۸۸) و للطبرانی — فی الأوسط — عن أبي هريرة رضي الله عنه:

”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: عَبْدِي الْمُؤْمِنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ بَعْضِ مَلَائِكَتِي.“

[ضعيف جداً] (كما في التحافات ۸۲ وفي الكنز ج ۱/ ۷۱۱)

(۱۰۸۸) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا:

میرے مومن بندے میرے نزدیک بعض فرشتوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہیں۔

فرشتے خلقۃ معین مقام و مرتبہ پر پیدا ہوئے ہیں

اور مومن کی ترقی عبادت سے روز افزوں ہوتی رہتی ہے

سبحان اللہ و بحمدہ! وہ بندہ مومن، جو اوامر الہی کا مظہر اور منہیات ربانی کا واقف ہو، عند اللہ اس کا رتبہ کس قدر بلند ہے کہ حق جل مجدہ نے اس کو بعض فرشتوں سے بھی اونچا مقام عنایت فرمایا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو؟ کہ مقام فرشتہ معلوم ہے؛ لیکن مقام انسانی کا رشتہ تو ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ کی ربانی رہنمائی سے غیر محدود ہے۔ وہ پیدائشی نشان و نقطہ کے پابند ہوتے ہیں اور یہ انسان کہنے کو تو خاکی ہے؛ مگر جب راہ مستقیم پر گامزن ہوتا ہے تو بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ اجل آتی ہے اور اس کو سیر الی اللہ کی راہ سے وصال تک اٹھا کر لے جاتی ہے۔ ورنہ یہ چلتا ہی جائے؛ اسی لیے تو اس کی جزاء میں حق جل مجدہ نے معین و محدود مقام نہیں بتلایا، صرف یہ کہہ دیا ”وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُیْ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ“ کہ اس خاکی کی راہ مستقیم کی انتہا نہیں، اس لیے جنت میں بھی اس کی جزا محدود نہیں۔ پھر اللہ کے نزدیک ایسے بندگان حق فرشتوں سے زیادہ کیوں نہ محبوب ہوں؟ واللہ اعلم۔ اپنے اپنے مقام و رتبہ کی بات ہے:

جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں، مینا اسی کا ہے

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الَّذِينَ هُمْ أَحَبُّ إِلَيْكَ مِنْ مَلَائِكَتِكَ۔ آمین!

زاہد و عابد نو جوان اللہ پاک کو بہت پسند ہے

(۱۰۸۹) و لابن عساكر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ أَحَبَّ الْخَلَائِقِ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ شَابٌّ حَدَّثَ السِّنِّ فِي صُورَةٍ حَسَنَةٍ جَعَلَ شَبَابَهُ وَجَمَالَهُ لِلَّهِ، وَفِي طَاعَتِهِ ذَلِكَ الَّذِي يُبَاهِي بِهِ الرَّحْمَنُ مَلَائِكَتَهُ يَقُولُ: هَذَا عَبْدِي حَقًّا.“

[ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۱۵ / ۳ / ۴۳۱، والاتحافات / ۴۵۹)

## سچے و پکے بندے کی علامت

(۱۰۸۹) ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، تمام بندوں میں اللہ پاک کو وہ نوجوان پسند ہے جو جوانی کے ابتدائی دنوں میں ہو اور حسین و خوبصورت ہو، مگر جوانی کی طاقت و قوت، سوچ و فکر کو اللہ پاک کی رضا میں اور اطاعت و عبادت میں صرف کر رہا ہو، ایسے نوجوان کا تذکرہ اللہ پاک فرشتوں کے درمیان فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے: یہ میرا سچا پکا مخلص بندہ ہے۔

## خالق حسن و جمال کا شا کر و حامد

جوانی کے دنوں میں ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے کہ خوب صورت اور حسین و جمیل بن کر، بن سنور کر، زیب و زینت کی آرائش و زیبائش کے ساتھ لوگوں کے سامنے آئے جائے اور اس کے جمال کا تذکرہ ہو۔ جوانی کا حسن بھی جوان ہوتا ہے اور ہر کسی کے سامنے قابل التفات ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں جبکہ شباب بھی جوان ہو اور نور علی نور (ساتھ ساتھ) جمال بھی جوان ہو۔ مگر واہ رے وہ جوان کے جوانی کی رعنائی و حسن و جمال کا رخ اللہ کے شکر اور طاعت میں لگائے ہوا ہے۔ جس نے حسن و جمال دیا ہے اس کی طرف متوجہ ہے کہ ظاہری حسن و جمال کے شکر کے ذریعہ باطنی حسن و جمال کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ خود کی نگاہ میں اپنے حسن و جمال پر ناز کرنے کے بجائے خالق حسن و جمال کی صفت کا شا کر و حامد ہے خلاق کی بارگاہ میں عباد الرحمن کا وظیفہ ادا کر رہا ہے۔ اور ظاہر و باطن کے حسن و جمال کے حصول میں مسلسل و پیہم زندگی گزار رہا ہے۔ یہ اللہ کا سچا و پکا بندہ ہے۔

الحمد للہ آج بتاریخ ۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ کو قبل نماز ظہر ۱۰۸۹ تک حدیث قدسی کی شرح تجلیات قدسیہ کے نام سے مکمل ہوئی۔ اللہ رب العزت ہی خیر کا کام لیتا ہے اور مزید تکمیل کی توفیق اللہ کے فضل سے ہی مکمل ہوگی، ناکارہ تو ناکارہ ہی ہے جو ہے وہ محض فضل ذوالفضل العظیم ہے۔

العبد محمد ثنین اشرف قاسمی

یوم الاثنين (پیر) ۶-۲-۲۰۱۲ء

مقیم حال مصلی الصبثور، دبئی

## اللہ عبادت گزار نو جوان پر فخر کرتا ہے

(۱۰۹۰) و للدیلمی عن طلحة:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُبَاهِي بِالشَّابِّ الْعَابِدِ الْمَلَائِكَةَ يَقُولُ: اُنْظُرُوا إِلَى عَبْدِي تَرَكَ شَهْوَتَهُ مِنْ أَجَلِي، أَيُّهَا الشَّابُّ أَنْتَ عِنْدِي كَبْعُضِ مَلَائِكَتِي.“  
[موضوع] [کما فی الاتحافات ۳۷۴]

(۱۰۹۰) ترجمہ: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بلاشبہ حق جل مجدہ فرشتوں پر نو جوان عابد کے ذریعہ فخر کرتا ہے، اللہ کہتا ہے: دیکھو میرے بندے کو اس نے میری خاطر خواہشات چھوڑ دی، اے نو جوان تو میرے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح ہے۔

فرشتوں کی تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر میرے بندے کے عمل کی طرف سے لکھتے رہو

(۱۰۹۱) و لأحمد بن منيع عن أنس رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

”إِنَّ اللَّهَ وَكُلَّ بَعْدِهِ الْمُؤْمِنِ مَلَائِكِينَ يَكْتُبَانِ عَمَلَهُ، فَإِذَا قَبَضَ اللَّهُ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ، قَالَا: يَا رَبِّ! وَكَلَّمْنَا بِعَبْدِكَ الْمُؤْمِنِ نَكْتُبُ عَمَلَهُ، وَ قَدْ قَبَضْتَهُ فَأُذِنُ لَنَا أَنْ نَصْعَدَ إِلَى السَّمَاءِ، قَالَ: سَمَائِي مَمْلُوءَةٌ مِنْ مَلَائِكَتِي يُسَبِّحُونَ، قَالَا: ائْذَنْ لَنَا أَنْ نَسْكُنَ الْأَرْضَ، قَالَ: أَرْضِي مَمْلُوءَةٌ مِنْ خَلْقِي يُسَبِّحُونِي، وَلَكِنْ قُومًا عَلَى قَبْرِ عَبْدِي فَسَبِّحَانِي وَ هَلِّلَانِي وَ كَبِّرَانِي وَ اْحْمَدَانِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ اَكْتُبَا لِعَبْدِي.“

[ضعيف جداً] [کما فی المطالب العالیة ج ۳/۲۸۶۶]

(۱۰۹۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، حق جل مجدہ اپنے مومن بندہ کے اوپر دو فرشتہ متعین کیے ہوا ہے، جو اس کے عمل کو لکھتے رہتے ہیں۔ جب حق تعالیٰ اس بندہ مومن کی روح قبض کر لیتا ہے تو وہ دونوں فرشتے بارگاہ رب العزت میں عرض



کرتے ہیں: آپ نے ہم کو بندہ مومن پر متعین کیا تھا تا کہ ان کے اعمال صالحہ کو لکھا کریں، اب کیا حکم ہے؟ آپ نے اس کو وفات دے دی؟ لہذا اب ہم کو اجازت دے دیں کہ ہم آسمان پر چلے جائیں (اور وہیں ہمیشگی کے لیے سکونت اختیار کر لیں) حق جل مجدہ فرماتا ہے: آسمان میرے فرشتوں سے بھرا ہوا ہے جو ہر وقت تسبیح میں مشغول ہیں، وہ فرشتے عرض کرتے ہیں پھر ہم کو اجازت دے دیں کہ زمین میں سکونت اختیار کر لیں۔ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: زمین میرے مخلوق سے بھری ہوئی ہے، جو میری تسبیح میں مشغول ہیں۔ البتہ تم دونوں میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرے رہو اور میری تسبیح و تہلیل و تکبیر و تحمید میں قیامت تک مشغول رہو اور میرے بندہ کے عمل میں لکھتے رہو۔ (اخرجہ المطالب العالیہ ۳/۲۸۶۶)

## فضل الہی سے ہی فضل و رحمت کا سایہ نصیب ہوتا ہے

رب العزت فضل عظیم کے مالک ہیں اور ان کی شان کریبی و رحیمی غیر متناہی اپنے بندوں پر مختلف شان کے ساتھ جلوہ نمائی اور فضل و عطا کی بارش کرتی ہے۔ یہ بھی تو اسی کا فضل تھا کہ بندہ کو توفیق طاعت و انابت ملتی رہی۔ اور طبیعت کا میلان و وظیفہ عبدیت کی طرف مائل رہا۔ ماقبل میں یہ بات بھی حدیث کے حوالہ سے آچکی ہے کہ جب بندہ بیمار و مریض ہو جاتا ہے اور صحت جیسے اعمال صالحہ کا سلسلہ رک جاتا ہے تو حق تعالیٰ ان تمام اعمال صالحہ کے حسنات و ثواب کو جاری رکھتے ہیں اور گویا کہ وہ اعمال کر رہی رہا ہے۔ صدقہ جاریہ کیا ہے یہ بھی اللہ کا فضل عظیم ہی ہے کہ بندہ ایک کار خیر کر دیتا ہے اور اس کا ثواب مسلسل جاری رہتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی از قسم فضل ہے کہ بندہ کے وفات کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تسبیح و تحمید، تکبیر و تہلیل میں مشغول کر کے اس کو بندہ کے کھاتے میں لکھ دیں، کیونکہ اگر وہ بندہ زندہ رہتا تو پوری زندگی ان اعمال باقیات و صالحات میں مشغول رہتا، اب قبر میں پڑا سو رہا ہے اور ملائکہ اللہ کے ذکر کو اس بندہ کے نامہ اعمال میں لکھ دیا گیا۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ، قرآن میں حاملین عرش کا اہل ایمان کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا کرنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے۔ یہ بھی تو فضل کے باب سے ہے، پھر تعجب کیوں؟ واللہ اعلم

## صاحبِ تقویٰ کا نسب حق جل مجدہ ہیں

(۱۰۹۲) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَمَرْتُكُمْ فَضِيعْتُمْ مَا عَهِدْتُ إِلَيْكُمْ فِيهِ، وَرَفَعْتُ أَنْسَابَكُمْ، فَالْيَوْمَ أَرْفَعُ نَسَبِي، وَأَضَعُ أَنْسَابَكُمْ، أَيْنَ الْمُتَّقُونَ أَيْنَ الْمُتَّقُونَ، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ.“

[ضعيف جداً] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج ۲ ص ۲۶۳)

(۱۰۹۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق

جل مجدہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے: میں نے تم لوگوں کو حکم دیا تھا تو تم نے امر الہی کو ضائع کر کے، جس چیز کا عہد و پیمان لیا گیا تھا، اس کو پامال کر دیا۔ اور تم لوگوں نے اپنے انساب کو بلند کیا (کہ میں فلاں چودھری کا لڑکا، فلاں معزز خاندان کا فلاں مکرم و مشرف قبیلہ کا ہوں) سو آج میں اپنے تقویٰ کا نسب بلند کروں گا اور تمہارے انساب اور خاندانی عزت کو ختم کرتا ہوں، کہاں ہیں متقی و صلحاء؟ بے شک آج اللہ پاک کے نزدیک باعزت صاحب تقویٰ لوگ ہوں گے۔

(۱۰۹۳) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:

”إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَمَرَ اللَّهُ مُنَادِيًا يُنَادِي أَلَا إِنِّي جَعَلْتُ نَسَبًا، وَ جَعَلْتُمْ نَسَبًا، فَجَعَلْتُ أَكْرَمَكُمْ أَتْقَاكُمْ، فَأَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَقُولُوا فَلَانُ بْنُ فَلَانٍ خَيْرٌ مِنْ فَلَانِ بْنِ فَلَانٍ، فَأَنَا الْيَوْمَ أَرْفَعُ نَسَبِي وَأَضَعُ نَسَبَكُمْ أَيْنَ الْمُتَّقُونَ.“ [ضعيف جداً] (أخرجه الطبرانی في المعجم الصغير ج ۱ ص ۲۳۰)

(۱۰۹۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا حق جل مجدہ ایک پکارنے والے کو حکم صادر فرمائے گا کہ آواز لگا دے کہ میں نے ایک نسب تمہارے لیے بنایا تھا اور (اس کو چھوڑ کر) تم نے خود اپنے لیے ایک نسب نامہ تیار کیا تھا۔ پس میں نے تم میں سب سے بزرگ و باعزت اسے

بنایا جو صاحب تقویٰ و طہارت ہو۔ مگر تم نے اس بات سے انکار کر دیا اور یہ کہنے لگے کہ فلاں بن فلاں، فلاں بن فلاں سے بہتر ہے۔ تو آج میں اپنے نسب تقویٰ و طہارت کو سر بلند کرتا ہوں۔ کہاں ہیں متقی لوگ؟۔ (اخرجہ الطبرانی فی المعجم الصغیر ۲۳۰)

## اسلامی نسب نامہ

اسلام میں خاندانی نسب و حسب محض شناخت و تعارف کے لیے ہے نہ کہ تقدس و فضیلت کے لیے۔ فضائل کی بنیاد تقویٰ و طہارت قلب پر ہے۔ خاندانی وجاہت رب ذوالجلال کی بارگاہ میں کام نہ دے گی، وہاں انسان کے باطن کی پاکیزگی کی قدر و قیمت ہے۔ حضرت بلالؓ کے قدم کی آواز حضرت ﷺ نے عرش کے پاس سنی اور ابولہب پر ہر مسلمان کا بچہ بچہ مکتب میں تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ پڑھتا ہے، اللہ پاک کی جناب میں تقویٰ و طہارت قلب کی قدر و منزلت ہے نہ کہ خاندانی وجاہت کی۔ فی الوقت مسلمانوں کی قیادت کا فقدان اسی وجہ سے ہے کہ ہم نے بزرگوں کی اولاد جن میں کسی بھی طرح تزکیہ و طہارت قلب کا نام و نشان نہیں، اور انہی بے شعور و نادان، علم و عمل کا فقدان، علمائے راسخین کے مقابلہ میں غلامان کو ملت و امت کا بلجا و ماویٰ بنا کر منصب امامت پر فائز کیا، جس کی وجہ سے ملت کا سودا، یہود و اعداء اسلام، ان سے کر رہا ہے اور امت کا شیرازہ تار تار کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

## اللہ پاک سے ڈرنے والے بغیر حساب جنت میں جائیں گے

(۱۰۹۴) و للحکیم الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا مُوسَى إِنَّهُ لَنْ يُلْقَانِي عَبْدِي فِي حَاضِرِ الْقِيَامَةِ إِلَّا فَتَشْتُهُ عَمَّا فِي يَدَيْهِ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ الْوَرَعَيْنِ فَإِنِّي أُسْتَحْيِيهِمْ، وَ أَجْعَلُهُمْ، وَ أَكْرِمُهُمْ، وَ أَدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ.“ [ضعیف] (کما فی الاتحافات ۷۱)

(۱۰۹۴) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے

فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام) میں قیامت میں تمام بندوں سے ان کے اعمالِ حسنہ و سیئہ کا کھوج کرید کروں گا، سوائے مجھ سے ڈرنے والے کے کیوں کہ ان سے پوچھتے ہوئے مجھے شرم آئے گی اور میں ان کا احترام کروں گا، ان کا اکرام کروں گا اور ان کو جنت میں بغیر حساب کے داخل کروں گا۔

## اہلِ ورع بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے

حق جل مجدہ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ: جب بندہ حق جل مجدہ سے قیامت کے دن ملے گا، تو اس کے اعمالِ نامہ میں حسنات ہوں یا سیئات، نیکی ہو یا بدی، اس کی پوری پوری چھان بین کی جائے گی کہ وہ اعمال جو بشکلِ حسنہ ہیں، ان میں اس وقت کے نبی کی اتباع تھی یا کوئی خارجی سبب تھا، اخلاص تھا یا ریا کاری اور دکھلاوا، خالص ذاتِ حق کے لیے تھا یا کسی دنیاوی منصب کے حصول کے لیے، غرض ہر جہت سے خوب تحقیق و تفتیش ہوگی، مگر اس اصول سے وہ خوش نصیب علیحدہ ہوں گے جن میں ورع و تقویٰ کی باکمال صفت ہوگی کہ ان کو حق تعالیٰ احترام و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ!

## مقامِ قرب میں اہلِ ورع فوقیت لے گئے

(۱۰۹۵) و لابنِ حبان:

”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: لَمْ يَتَقَرَّبْ إِلَى الْمُتَقَرِّبُونَ بِمِثْلِ الْوَرَعِ.“

[؟] (کما فی الاتحافات ۱۶۲)

(۱۰۹۵) ترجمہ: ابنِ حبان کی روایت ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا: مجھ سے قربت

حاصل کرنے والے، کسی بھی چیز سے اتنی قربت حاصل نہیں کر سکتے، جتنی کہ ورع و تقویٰ کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں۔

## ورع کی اصل و بنیاد شبہات سے بچنا ہے

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: ”الْحَلَالُ بَيْنَ وَ الْحَرَامِ بَيْنَ، وَ بَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَ عَرُضِهِ، وَ مَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى، يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، أَلَا وَ إِنَّ لِكُلِّ مَالِكٍ حِمًى، أَلَا وَ إِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَ إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَ إِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَ هِيَ الْقَلْبُ“ (متفق عليه)

ترجمہ: بخاری و مسلم میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، حلال واضح و کھلا ہوا ہے، اور حرام واضح و کھلا ہوا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان بیشمار چیزیں مشکوک و مشتبہات ہیں (جنکا حکم پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے)، جنکو زیادہ لوگ نہیں جانتے۔ پس جو مشکوک و مشتبہات سے اپنے کو بچاتا ہے، اس نے اپنے دین و ایمان اور عزت و آبرو کو بچا لیا۔ اور جو مشکوک و مشتبہات میں گر گیا، وہ حرام میں پھنس گیا۔ جیسا کہ چرواہا پگڈنڈی و حد فاصل پر جانور کو چرانے والا، کہ اسکا جانور دوسرے کے کھیت سے منہ مار کر ضرور چر لے گا۔ خبردار غور سے سن لو، ہر مالک کی حد بندی کی پگڈنڈی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی متعین حد و پگڈنڈی حرام کردہ اشیاء ہیں (یعنی جو مشکوک و مشتبہ چیزیں ہیں ان سے بچو، تاکہ حرام نہ منہ کو لگ جائے۔ جس کو چرواہا کے جانور سے تشبیہ دی گئی ہے، کہ جب وہ پگڈنڈی پر جانور کو چرائے گا تو دوسروں کے کھیت میں بھی جانور ضرور منہ مار لے گا، جو بالکل ہی قطعاً حرام ہے۔ یہ ہے خاتمیت و نبوت کی دلیل اور سمندر کو کوزہ میں بند کرنا، جوامع الکلم)، اور غور سے سنو، جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے، تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے۔ سنو، وہ ٹکڑا (جسم میں) قلب و دل ہے۔ (بخاری و مسلم)

## ورع و تقویٰ کے طبقات و مدارج

حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے فرمایا کہ حلال و حرام تو کھلا ہوا ہے اور بیشتر چیزیں اپنے حکم میں پوشیدہ ہیں جنہیں بیشتر لوگ نہیں جانتے۔ مگر علماء راہنہیں پر روزِ روشن کی طرح اس کا حکم واضح اور کھلا ہوا ہے۔ کسی قسم کا اشتباہ نہیں۔ نیز اس سلسلہ میں کئی طبقے ہیں:

۱۔ پہلا طبقہ علماء کا ہے، جس پر علم و بصیرت سے اس کا حکم واضح ہو، اور وہ اپنے علم کے اعتبار سے اس پر عمل کرے۔ یہ سب سے خیر و بھلائی والا طبقہ ہے۔

۲۔ دوسرا وہ طبقہ ہے، جس پر اس کا حکم مشتبہ ہے۔ وہ خود فیصلہ نہیں کر سکتا، نہ ہی کسی جانب کو ترجیح دے سکتا ہے، نہ یہ جانتا ہے کہ حلال ہے یا حرام۔ تو شبہ کی وجہ سے ایسی اشیاء سے دور ہی رہتا ہے۔ اس نے اپنے دین و ایمان، اور عزت و آبرو کا بچا لیا۔

۳۔ تیسرا وہ طبقہ ہے، جو ان اشیاء کا حکم نہیں جانتا پھر بھی مشتبہ و مشکوک میں گرجاتا ہے۔ مشتبہ کو نہیں چھوڑتا۔ وہ یقیناً حرام میں مبتلا ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ۔

۴۔ چوتھا وہ طبقہ ہے، جو جانتا ہے کہ وہ اشیاء حرام ہے، پھر بھی اسی راہ کو اختیار کرتا ہے۔ یہ سب سے بُرا طبقہ ہے۔

۵۔ پانچواں وہ طبقہ ہے، جو جانتا ہے کہ وہ اشیاء حلال و جائز ہیں، مگر اس سے عوام میں ایک اشتباہ اور شک و شبہ کا راستہ نکلے گا۔ اس لیے وہ اپنے دین و ایمان اور عزت و آبرو کو بچانے کے لیے اور عوام کے طعن سے بچنے کے لیے حلال و مباح کو چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بھی خیر و بھلائی والا طبقہ ہے۔

ابن رجب حنبلیؒ نے فرمایا کہ، اگر وہ اشیاء نفس الامر میں حلال و مباح تھیں، پھر بھی محض عوام کے اشتباہ و طعن کے خوف سے احتراز کرتا اور بچتا ہے۔ یہی تو ہے عزت و آبرو کو بچا لینا۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو امّ المؤمنین صفیہ بنت حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک شخص نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو فرمایا کہ یہ میرے ساتھ صفیہ بنت حبیبہ ہیں۔ (بخاری و مسلم)

## ورع کی تعریف

ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا کہ، ہر مشتبہ اور لایعنی فضول چیز کو چھوڑ دینا ورع ہے۔  
یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا کہ، جن جن چیزوں کا تمہیں علم حاصل ہے کہ وہ حرام اور مشتبہ ہیں، ان کو بالکل چھوڑ دو۔ اس میں تاویل نہ کرو، یہ ورع ہے۔  
سلیمان دارائیؒ نے فرمایا کہ ورع زہد کا پہلا باب وزینہ ہے۔ جیسا کہ رضا کا پہلا باب وزینہ قناعت ہے۔

یونس بن عبیدؒ نے فرمایا کہ ہر مشتبہ و مشکوک سے دور رہنا اور نفس کا ہر لمحہ محاسبہ کرتے رہنا ورع ہے۔ بعض لوگوں نے کہا، مشکوک و مشتبہ کے ساتھ خواہشاتِ نفس و شہوت کو چھوڑ دینا اور سینات سے بالکل ہی احتراز و اجتناب کرنا ورع ہے۔

## ورع کی اہمیت اور اس کا نتیجہ

امام ابن قیمؒ نے فرمایا کہ ورع سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ورع قلب کو معصیت و سینات کی گندگی و نجاست سے پاک کر دیتا ہے۔ جیسا کہ پانی کپڑے کی نجاست اور گندگی کو صاف کر دیتا ہے۔ اور حضور ﷺ نے ورع کو ایک ہی کلمہ و جملہ میں واضح فرمادیا، ”مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ“ اس ارشاد نبوی میں حضور ﷺ نے لایعنی و فضول چیزوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ خواہ فضول کلام، فضول نگاہ سے دیکھنا، فضول بات کا سننا، فضول چیزوں کو پکڑنا و ہاتھ میں لینا، فضول جگہ جانا، فضول سوچ و فکر، فضول حرکات و سکناتِ ظاہرہ، فضول ارادہ باطنہ، فضول خیالاتِ فاسدہ، ورع کا یہ ایک ہی کلمہ نبوت کے باب میں ایسا جامع ہے کہ تمام امراضِ ظاہرہ و باطنہ سے شفاء کافی و وافی پر مشتمل ہے۔

## ورع سے حاصل ہونے والی نعمت

- ۱۔ ابو عثمان حیریؒ نے فرمایا کہ ورع و احتیاط کا ثواب حساب میں خفت و آسانی ہے۔
- ۲۔ حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ ایک ذرہ ورع کا ثواب بہتر ہے، ہزار ذرہ صوم و صلوة



کے ثواب سے۔

۳۔ ورع کا ثواب جنت کی کامیابی کی شکل میں ملے گا، اور حق تعالیٰ کا قرب خاص ملے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ”جُلَسَاءُ اللّٰهِ غَدًا اَهْلُ الْوَرَعِ وَالزُّهْدِ“، قیامت کے دن حق جل مجدہ کے ہم نشین اہل ورع اور اہل زہد ہوں گے۔ سفیان ثوریؒ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے دو بازو ہیں جس سے وہ جنت میں اُڑ رہے ہیں، تو کسی نے ان سے خواب میں پوچھا کہ آپ کو یہ مقام و رتبہ کیسے ملا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ورع و احتیاط کے ذریعہ۔

### نفس کا محاسبہ اور جو لمحات گزر گئے اس پر ندامت

ابو عثمان حیرؒ نے فرمایا کہ، مجھ سے ایک گناہ ہو گیا، جس پر میں چالیس سال تک روتا رہا۔ اور وہ گناہ یہ تھا کہ میرا ایک دینی بھائی تھا۔ جو ملنے کی غرض سے میرے پاس آیا۔ تو میں نے اسکے اعزاز و اکرام میں بھنی یا تلی ہوئی مچھلی خریدی۔ جب کھانے سے فارغ ہوا تو، پڑوس کی دیوار سے مٹی لیکر ہاتھ دھل لیا۔ اور اس سے اجازت نہیں لی۔ بس اس گناہ پر چالیس سال تک روتا رہا۔ یہ ہے اکابر کا ورع و احتیاط۔

امام ابن المبارکؒ نے شام میں ایک صاحب سے کچھ لکھنے کو قلم لیا اور بھول کر مُرُو اپنے وطن واپس آ گئے۔ جب یاد آیا تو پھر مُرُو سے شام قلم واپس کرنے کے لیے گئے۔ اور جا کر قلم واپس کیا اور صاحب قلم سے معذرت چاہی۔ یہ تھا ورع و احتیاط۔

حضرت خظلہ الاسیریؒ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، ”لا يبلغ

العبد ان يكون من المتقين حتى يدع مالا باس به حذرا مما به باس“

(ترمذی، ابن ماجہ)

بندہ متقین کے مقام و زمرہ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ، نہ چھوڑ دے اس چیز کو جس میں کوئی حرج نہیں، تاکہ بچ جائے اس چیز سے جس میں حرج ہے۔

چنانچہ بعض صحابہؓ کا قول ہے کہ، ”کنا ندع سبعین بابا من الحلال مخافة ان

نقع فی باب من الحرام“ ہم ستر حلال کے دروازہ و راستہ کو چھوڑ دیتے تھے، اس خوف سے کہ کہیں ہم حرام کے دروازہ و راستہ میں داخل نہ ہو جائیں۔

## ورع کا حصول بہت آسان و سہل ہے

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ، ”ما رأیت اسهل من الورع“ میں نے ورع سے زیادہ سہل و آسان چیز نہیں دیکھی۔ ”ما حاک فی نفسک فاطرک“ جو تیرے جی میں کھٹکے، بس اس کو چھوڑ دے۔

حسان بن سنانؒ نے حضرت حسنؒ کے ساتھیوں سے معلوم کیا کہ ”ایّ شیء اشد علیکم؟“ سب سے زیادہ شدید و مشکل حالت یا چیز تم لوگوں پر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ورع و احتیاط جس کے جواب میں حسان بن سنانؒ نے کہا کہ ورع سے زیادہ آسان چیز میرے لیے کچھ بھی نہیں۔

بشر بن حارثؒ نے کہا کہ، تین اعمال بہت ہی مشکل ہیں؟

۱. قلت میں جود و سخاوت۔ ۲. خلوت میں ورع۔ ۳. اور حق بات اس سے کہنا جس سے نقصان کا خطرہ ہو۔

## ورع و احتیاط کے فضائل

۱۔ حذیفہ بن الیمانؒ کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”فَضْلُ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِنْ فَضْلِ الْعِبَادَةِ وَ خَيْرٌ دِينُکُمُ الْوَرَعُ“ طبرانی۔ علم کی فضیلت بہتر ہے عبادت کی فضیلت سے، اور دین کا بہترین شعبہ ورع و تقویٰ ہے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”کن ورعاً تکن عبد الناس“۔ ورع و احتیاط اختیار کرو، سب سے زیادہ عبادت گزار شمار ہو گے۔

”و کن قانعاً تکن اشکر الناس“۔ اور قناعت اختیار کرو، سب سے زیادہ شکر گزار شمار ہو گے۔ ”و احب للناس ما تحب لنفسک“۔ اور لوگوں کے لیے وہی پسند

کرو جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہو۔ ”واحسن مجاورة من جاورك تكن مسلما“۔ اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، مسلمان ہو جاؤ گے۔ ”واقل الضحك فان كثرة الضحك تميت القلب“۔ اور کم ہنسو، اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

۳۔ حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، گناہ کیا ہے؟ ”ما الاثم؟ قال اذا حاك في نفسك شئى فدعه“ (احمد)۔ جب کوئی چیز دل میں کھٹکے، اس کو چھوڑ دو۔ مومن کے دل میں جب سلامتی ہوتی ہے تو گناہ کو قبول نہیں کرتا، اور پہلی کیفیت یہی ہوتی ہے، وہ چیز کھٹکتی ہے اور تردد ہونے لگتا ہے۔ لہذا جب کسی چیز میں یہ بے اطمینانی کی کیفیت ہو، اور تردد ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دینا چاہیے، تاکہ ورع و تقویٰ کی کیفیت باقی رہے اور سلامتی ایمان کو ضرر و نقصان نہ پہنچے۔

۴۔ ”عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجد تمرة في الطريق فقال، لولا أنى أخاف أن تكون من الصدقة لا کلتها“۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو راستہ میں کھجور ملا۔ تو آپ نے فرمایا، اگر مجھ کو یہ خوف و خطر نہ ہوتا کہ ممکن ہے یہ کھجور صدقہ کا ہو، تو میں اس کو کھا لیتا۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بات کو یاد کیا ہے، ”دع ما یریک الی ما لا یریک“ (ترمذی و نسائی)۔ جو چیز شک و شبہ کی ہو اس کو چھوڑ کر بغیر شک و شبہ یعنی یقین والی راہ اختیار کرو۔

## اہل ورع و احتیاط کے واقعات

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، جو ان کو کچھ دیا کرتا تھا۔ حضرت اس کو کھا لیا کرتے تھے۔ ایک روز اس غلام نے ان کو کچھ دیا، جو انہوں نے تناول فرمالیا۔ پھر غلام نے کہا کہ آپ کو کچھ پتا بھی ہے کہ یہ کیا تھا؟ انہوں نے پوچھ لیا کیا تھا؟ غلام نے کہا میں جاہلیت میں کہانت کیا کرتا تھا، اور وہ محض دھوکا و فریب ہوتا تھا۔ اسی زمانہ کا ایک

شخص ملا جس نے مجھ کو کچھ دیا تھا، وہی آپ نے کھایا ہے۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منہ میں انگلی داخل کی، اور تمام کھائی ہوئی اشیاء قے کر کے باہر نکال دیں (یہ تھا ابو بکرؓ کا ورع و تقویٰ اور احتیاط)۔ (بخاری)

۲۔ حضرت عمرؓ کے پاس بحرین سے مشک و زعفران آیا، تو حضرت فاروقؓ نے فرمایا، کوئی خاتون ملتی جو اچھی طرح وزن کرنا جانتی ہو، تاکہ میں مسلمانوں کے درمیان اس خوشبو کو تقسیم کر دیتا۔ تو ان کی اہلیہ عاتکہ بن زیدؓ نے عرض کیا، میں بہت ہی اچھی طرح وزن کرنا جانتی ہوں، لائیے میں وزن کر دوں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں تم سے وزن نہیں کرانا ہے۔ اہلیہ نے عرض کیا کیوں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا، مجھے خطرہ ہے کہ تیرے ہاتھ کی خوشبو تیرے جسم اور گردن کو لگ جائے، جو مسلمانوں کے حصے سے زائد ہمارے حصہ اور گھر میں آجائے گی (یہ تھا عمرؓ کا ورع و تقویٰ، کیونکہ وزن کے درمیان جسم کے کسی حصے میں اگر ہاتھ لگ گیا یا خارش ہوئی اور بلا ارادہ اس حصہ پر خوشبو والی انگلی لگ گئی تو جسم کو جو خوشبو لگ جائے گی، وہ تو عام مسلمانوں کے حصہ سے زائد میرے گھر میں داخل ہو جائے گی۔ اس لیے اس کو پسند نہ فرمایا)۔

۳۔ امام ابن سیرینؒ کو جب کبھی کوئی ولیمہ یا دعوت میں بلاتا، تو گھر میں تشریف لاتے اور سٹوپ پی کر دعوت میں جاتے۔ ایک روز ان کی اہلیہ نے عرض کیا۔ سرتاج، آپ دعوت میں جانے سے پہلے گھر میں سٹوپ کیوں پی لیتے ہیں؟ امام ابن سیرینؒ نے ”اُنی اکرہ ان اجعل حرجوعی علی طعام الناس“ میں ناپسند جانتا ہوں کہ بھوک کی شدت و طلب کو لوگوں کے کھانے سے سیراب کروں۔ یعنی لوگوں کے کھانے پر ٹوٹ کر لوٹ چاؤں۔

۵۔ امام ابن مبارکؒ کے سواری کا ایک قیمتی جانور تھا۔ وہ نماز ظہر پڑھنے لگے تو جانور شاہی چراگاہ میں چرنے لگا۔ تو ابن مبارکؒ نے پھر اس پر سواری نہیں کی، کہ شاہی چراگاہ میں شکم سیر ہوا ہے۔

۶۔ حجاج ابن دینارؒ نے ایک شخص کے ساتھ غلہ بھیجا بصرہ کے بازار میں فروخت

کرنے کے لیے، اور حکم دیا جس دن بصرہ پہنچنا اس روز جو بھی بازار کا نرخ یعنی ریٹ و قیمت ہو، اسی میں بیچنا۔ جب ان کا آدمی غلہ لیکر بصرہ پہنچا، تو اس روز مارکیٹ میں غلہ کی قیمت کم تھی۔ تو اس نے نہیں بیچا۔ پھر جب قیمت بڑھ گئی تو غلہ فروخت کر دیا اور اس میں خوب نفع ہوا۔ جب اسکی اطلاع حجاج ابن دینار کو ہوئی تو خط لکھا کہ تم نے ہمارے حکم کی مخالفت کر کے خیانت کی ہے۔ لہذا وہ تمام مال فقراء اہل بصرہ پر صدقہ کر دو۔ شائد میں اللہ کے نزدیک عافیت و سلامتی پالوں۔

۷۔ امام احمد ابن حنبلؒ نے مکہ میں ایک دکاندار کے پاس اپنا ایک تیر رہن رکھا۔ جب واپس رہن شدہ تیر لینے گئے، تو دکاندار نے ان کے سامنے دو تیر رکھے کہ آپ کا جو اس میں ہو وہ لے لیں۔ امام نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم ان دونوں میں میرا تیر کونسا ہے۔ تو دکاندار نے ایک تیر اٹھا کر ان کو دیا کہ یہ آپ کا تیر ہے۔ میں نے تو محض آپ کو آزمانے کے لیے ایسا کیا ہے۔ تو امام صاحبؒ وہاں سے رخصت ہو گئے اور تیر نہیں لیا کہ میں مشتبہ تیر کیسے لوں، اور احتیاط کے تقاضے کے تحت تیر چھوڑ دیا۔

۸۔ امام اعظمؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ اسی اونٹ پر کپڑے کا گٹھڑ بازار روانہ کیا، اور نوکر کو بتلادیا کہ اس میں چند گٹھڑ کرم خوردہ ہے۔ خریدنے والے کو بتلا دینا، اور اسکی قیمت علیحدہ ہوگی عمدہ والے سے۔ یعنی عمدہ کی یہ قیمت اور کرم خوردہ کی یہ قیمت۔ مگر نوکر بیچتے وقت خریدنے والے کو عیب سے باخبر نہ کر سکا اور بھول گیا، اور تمام سامان ایک ساتھ فروخت کر دیا۔ جب امام صاحبؒ نے نوکر سے معلوم کیا تو اس نے اپنے نسیان و بھول کی بات بتلائی۔ تو تمام قیمت امام اعظمؒ نے اہل عراق میں تقسیم کر دی۔ اور اس مال کا کچھ حصہ بھی اپنے پاس نہ رکھا۔ یہ تھا ہمارے امام اعظمؒ کا اخلاص اور ورع و تقویٰ۔

۹۔ شیخ الہندؒ کا واقعہ ہے۔ شیخ الہندؒ جب دارالعلوم میں درس دینے آتے تو ان کی ایک گائے قربانی والی بھی ساتھ آتی اور دارالعلوم کے صدر دروازہ پر بیٹھ جاتی۔ جب حضرت درس سے واپس جاتے تو یہ بھی ساتھ چلی جاتی۔ ایک روز گائے دارالعلوم کے

احاطہ میں داخل ہو کر سبزی و ہریالی سے خوب چراؤ کر کے سیر ہو گئی۔ جب حضرتؑ کو معلوم ہوا تو ذبح کرا کے دارالعلوم کے طلبہ کو اسکا گوشت کھلا دیا۔ یہ تھا ورع و تقویٰ اور احتیاط۔

لہذا فتویٰ و تقویٰ سے اونچی چیز ہے ورع و احتیاط۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل ورع جیسی احتیاط و تقویٰ عطا فرمائیں۔ ”الھم انی اسئلک تعبد اہل الورع و عرفان اہل العلم حتی اخافک“۔ آمین

### اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت اور ورع و تقویٰ

حق جل مجدہ کی ذات وحدہ لا شریک لہ کی احدیت و صمدیت کو عظمت و ہیبت کے ساتھ دل کی گہرائی میں جاں گزریں کر کے منہیات و منکرات سے بچنا اور شکوک و شبہات اور مشتبہ اشیاء اور نامناسب اعمال و افعال سے کنارہ کش رہنا اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے جس کو ورع سے پکارا جاتا ہے، ترک مالا یعنی اہل ورع کا شیوہ ہے۔ ایسے لوگ شکوک و شبہات کے قریب نہیں جاتے تو پھر منہیات کا ارتکاب تو محال و ناممکن ہے، حسنات و قربات کو بدرجہ اتم و اکمل بجالاتے ہیں پھر بھی خوف و خشیت کی بناء پر ڈرتے رہتے ہیں۔ ہمہ وقت خائف و ترساں ہوتے ہیں کہ بارگاہ حق میں قبول ہونہ ہو۔ پھر ہمارے اعمال ان کی بارگاہ و جناب کے قابل ہیں یا نہیں، میرا کیا بنے گا۔ الغرض، ہر اعتبار سے ان کا دل کا نپتا رہتا ہے، حضور حق کی حاضری کا غم ان کو لرزاں و ترساں کیے ہوا ہے۔ کبھی حسن عمل کی فکر تو کبھی خلوص و للہیت کا غم دامن گیر۔ کبھی نفس و مکاری شیطانی کا خطرہ، الغرض ہر وقت مجاہدانہ زندگی اہل ورع کا وطیرہ و شیوہ ہوتا ہے۔ کامیابی کا راز خاتمہ بالخیر کے بعد معلوم ہوگا اور اس عالم میں پہنچ کر ہوگا جب اپنا راز کسی کو کہہ نہ سکے گا۔

حق جل مجدہ اہل ورع کو فوز و فلاح سے کامیاب و کامران کریں گے عزت و اکرام کا معاملہ فرمائیں گے اور جنت دار رحمت و کرامت میں بغیر حساب کے داخل فرمائیں گے۔ جس اللہ نے ورع کی نعمت و ہدایت سے دنیا میں نوازا وہی اللہ آخرت میں بھی فوز و فلاح سے ہم کنار کرے گا۔

اللهم احشرنا مع المفلحين وتوفنا مسلما والحقنا بالصلحين  
بنور وجهك الكريم يا رب العرش العظيم- آمين

## دنیا میں خوف و خشیتِ الہی سے رولو آخرت میں ہنسو گے

(۱۰۹۶) و للبيهقي و الأصبهاني عن أنس رضي الله عنه: تلا رسول الله ﷺ هذه الآية:

﴿وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ.....﴾ (التحریم: ۶)

فقال:

”أُوقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ عَامٍ حَتَّى احْمَرَّتْ، وَ أَلْفَ عَامٍ حَتَّى ابْيَضَّتْ، وَ أَلْفَ عَامٍ حَتَّى اسْوَدَّتْ، فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ لَا يَطْفَأُ لَهَا نَارٌ، قَالَ: وَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَسْوَدُ فَهَتَفَ بِالْبُكَاءِ، فَنَزَلَ عَلَيْهِ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: مَنْ هَذَا الْبَاكِي بَيْنَ يَدَيْكَ؟ قَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْحَبَشَةِ، وَ أَتْنِي عَلَيْهِ مَعْرُوفًا. قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ: وَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي وَ ارْتِفَاعِي فَوْقَ عَرْشِي! لَا تَبْكِي عَيْنُ عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا مِنْ مَخَافَتِي إِلَّا أَكْثَرْتُ ضُحُكَهَا فِي الْجَنَّةِ.“ [ضعيف] (كما في الترغيب ج ۲ ص ۲۳۱)

## جہنم کے ایندھن انسان کیوں؟

(۱۰۹۶) ترجمہ: حضرت انس رضي الله عنه سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے آیت

﴿وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ تلاوت فرمائی۔ جہنم کا ایندھن انسان و پتھر ہوں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار سال اس کو جلایا تو لال سرخ ہو گئی۔ پھر ہزار سال اس کو جلایا تو سفید ہو گئی۔ پھر ہزار سال اور جلایا تو ایک دم سیاہ ہو گئی۔ اب جہنم بالکل سیاہ و اندھیری ہے۔ اس کی لپٹ نہ کبھی اس کو بجھائے گی (کیونکہ دنیاوی آگ کی لپٹ و شعلہ خود آگ کی شدت و حدت کو کم کرتے کرتے بجھا دیتی ہے)، نہ ختم کرے گی۔ حضور ﷺ کے سامنے ایک سیاہ فام شخص موجود تھے، وہ رونے لگے، پس جبریل علیہ السلام



حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کے سامنے یہ رونے والا شخص کون ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا: یہ ایک حبشہ کا رہنے والا آدمی ہے۔ آپ ﷺ نے اس آدمی کی تعریف و توصیف بھی بیان کی۔ یہ سن کر جبریل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عرش پر علو و تمکین کی قسم! جب بھی کسی بندہ کی آنکھ میرے خوف سے دنیا میں روتی ہے تو میں اس کو جنت میں بہت زیادہ خوش و خرم، ہنستا مسکراتا رکھوں گا۔  
(الترتیب والترہیب ۴/۲۳۱)

## جہنم کے ایندھن پتھر کیوں؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ آگ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

حجارہ سے مراد یہاں گندھک کے سخت سیاہ بڑے بڑے اور بدبودار پتھر ہیں جن کی آگ بہت تیز ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (بخاری)

## جہنم میں سب سے کم عذاب والا

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں سب سے کم عذاب والا وہ شخص ہوگا جسے جوتیاں اور دو تسمے آگ کے پہنائے جائیں گے اور ان سے ان کا دماغ ایسا جوش مارتا ہوگا جیسے دیگ جوش مارتی ہے اور وہ خیال کرے گا کہ مجھ سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں حالانکہ وہ باعتبار عذاب سب سے کم ہوگا۔  
(بخاری و مسلم، مکتبہ ۵/۷۵)

## جہنم کی پُر ہیبت آمد

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ کو اس جگہ سے جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار باگیں (یعنی منہ میں

لگائیں گی) ہوں گی اور ہر لگام و باگ ستر ہزار فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوگی اور وہ فرشتے اسے کھینچتے ہوئے لائیں گے۔ (معارف القرآن مفتی اعظم)

## دنیا و آخرت کی آگ کا فرق

دنیاوی آگ کی لپٹ اور شعلہ خود ہی آگ آگ کو کھا جاتی ہے، اور آگ کے وجود کو ختم کر دیتی ہے، آخرت کی آگ کا شعلہ و لپٹ ایک دوسرے کو ختم کرنے کی بجائے اور تیز سے تیز تر کر دے گی اور آگ کے وجود کو فنا نہیں کرے گی، وہاں کی ہر چیز کو دوام بہ امر الہی حاصل رہے گا۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے امن و امان عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین  
قیامت کے دن چار طرح کی آنکھوں کے سوا تمام آنکھیں روئیں گی

(۱۰۹۷) و للرافعی عن أسامة بن زيد:

”كُلُّ عَيْنٍ بَاكِیَّةٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ إِلَّا عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشِیَةِ اللّٰهِ، وَ عَيْنٌ فُقِیَتْ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ، وَ عَيْنٌ غَضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ، وَ عَيْنٌ بَاتَتْ سَاهِرَةً، یُبَاهِی اللّٰهُ تَعَالٰی بِهَا الْمَلَائِكَةُ یَقُولُ: اَنْظُرُوا اِلٰی عَبْدِیْ رُوحُهُ عِنْدِیْ وَ جَسَدُهُ فِی طَاعَتِیْ، وَ قَدْ تَجَافٰی بَدْنُهُ عَنِ الْمَصَاجِعِ یَدْعُوْنِیْ خَوْفًا وَ طَمَعًا فِی رَحْمَتِیْ اَشْهَدُوا اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُ.“

[?] (کما فی کنز العمال ج ۱۵/۴۳۴۶۸، والاتحافات ۶۶۴)

## اعلیٰ نعمتِ جنت

(۱۰۹۷) ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، قیامت کے دن، تمام و ساری آنکھیں روئیں گی؛ مگر جو اللہ پاک کے خوف و دہشت سے آج ہی روتی ہیں؛ مگر جو اللہ پاک کے راستے میں کام آئی ہیں؛ مگر جو حرام چیزوں کو دیکھنے سے بچتی ہیں اور جو اللہ پاک کے راستے میں جاگا کرتی ہیں۔ اللہ پاک فرشتوں کے سامنے ان آنکھوں

پر فخر کرتے ہوئے فرمائیں گے: میرے اس بندے کو دیکھو! جس کی روح میرے پاس ہے، یعنی میری طرف متوجہ ہے، اور اس کا جسم میری اطاعت میں مصروف ہے، وہ اپنے بدن کو خواب گاہ سے الگ تھلک کر کے 'جہنم' کے خوف سے 'جنت' کی چاہت میں میری رحمت طلب کر رہا ہے، فرشتو! گواہ رہنا، میں نے اس بندے کی مغفرت کر دی۔

## قیمتی آنکھیں

خوف و خشیت کا آنکھوں میں آنسو ہر کسی کے نہیں آتا، اور جس خوش نصیب کو آتا ہے وہ بروز قیامت رحمت اور نظر عنایت باری کا فیض اٹھائے گا۔

دوسرا وہ مردنر جس کی آنکھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہوئی ہو، جان و مال سبھی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، یہ اس کی قبولیت کی شان ہے کہ آنکھ ہی کو قبول کر کے جنت کا تحفہ عطا کر دے، تیسرا وہ جو حرام لذت و بدنگاہی سے آنکھ کو بچاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنکھ بھی زنا کرتی ہے اور آنکھ کا زنا بدنگاہی ہے ہمارے عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کتابچہ 'بد نظری کے چودہ نقصانات' بھی اس موضوع پر قابل دید ہے۔

چوتھے وہ آنکھ جو رات کی تاریکی کو غنیمت جان کر دل کی روشنی کے لیے عبادت و ریاضت میں مشغول رہتی ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ان لوگوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور جب عام لوگوں پر گریہ و بکا کی کیفیت ہوگی تو ان لوگوں کو فرحت و مسرت حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم

حق تعالیٰ کی پکڑ سے بے خوف کون ہو سکتا ہے؟

(۱۰۹۸) و فی تخریج الإحياء للعراقی:

”رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ جَبْرِيلَ عَلَيْهِمَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَكِيَا خَوْفًا مِّنَ اللَّهِ تَعَالَى ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِمَا: لِمَ تَبْكِيَانِ وَقَدْ أَمْنْتُكُمَا؟ فَقَالَا: وَمَنْ يَأْمَنُ مَكْرَكَ.

[ضعیف] (کما فی تخریج الإحياء ج ۴ ص ۱۶۷/۳)

(۱۰۹۸) ترجمہ: عراقی نے 'احیاء العلوم' کی تخریج میں لکھا ہے: روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور جبریل علیہ السلام دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رہے تھے۔ حق تعالیٰ نے دونوں پر وحی نازل کی کہ تم دونوں کیوں رو رہے ہو؟ جبکہ تم دونوں کو میں نے عذاب سے امن و امان دے دیا ہے؟ ان دونوں نے عرض کیا: آپ کے عذاب و پکڑ سے نڈر و بے خوف کون ہو سکتا ہے؟ (احیاء العلوم ۴/۱۶۷-۱۶۸)

## حق جل مجدہ کی کلیم اللہ کو وصیتیں

(۱۰۹۹) للبيهقي في (شعب الإيمان) وابن عساكر عن ابن عباس رضي الله عنه:  
 ”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى نَاجَى مُوسَى بِمِائَةِ أَلْفِ كَلِمَةٍ وَارْبَعِينَ أَلْفِ كَلِمَةٍ فِي ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَصَايَا كُلُّهَا، فَلَمَّا سَمِعَ مُوسَى كَلَامَ الْإِلَهِ مَقْتَهُمْ مِمَّا وَقَعَ فِي مَسَامِعِهِ مِنْ كَلَامِ الرَّبِّ، وَكَانَ فِيهِمَا نَاجَاهُ أَنْ قَالَ: يَا مُوسَى! إِنَّهُ لَمْ يَتَصَنَّعْ إِلَى الْمُتَصَنِّعُونَ بِمِثْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَلَمْ يَتَقَرَّبْ إِلَى الْمُتَقَرَّبُونَ بِمِثْلِ الْوَرَعِ عَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَعَبَّدِ الْمُتَعَبِّدُونَ بِمِثْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَتِي. فَقَالَ مُوسَى: يَا رَبِّ وَإِلَيْهِ الْبَرِيَّةُ كُلُّهَا وَيَا مَالِكَ يَوْمِ الدِّينِ وَيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ مَاذَا أَعَدَدْتَ لَهُمْ؟ وَمَاذَا جَزَيْتَهُمْ؟ قَالَ: أَمَّا الزَّاهِدُونَ فِي الدُّنْيَا فَإِنِّي أُبِيحُهُمْ جَنَّتِي يَتَبَوَّأُونَ مِنْهَا حَيْثُ شَاءُوا وَ أَمَّا الْوَرَعُونَ عَمَّا حَرَّمْتُ عَلَيْهِمْ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ إِلَّا نَاقَشْتُهُ الْحِسَابَ، وَ فَتَشْتُهُ عَمَّا فِي يَدَيْهِ إِلَّا الْوَرَعُونَ فَإِنِّي أُسْتَحْيِيهِمْ، وَ أُجْلِّهِمْ وَ أُكْرِمُهُمْ وَ أُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، وَ أَمَّا الْبَاكُونَ مِنْ خَشْيَتِي فَأُولَئِكَ لَهُمُ الرَّفِيقُ الْأَعْلَى لَا يُشَارِكُهُمْ فِيهِ أَحَدٌ.“ [ضعيف] (كما في الكنز ج ۳/ ۸۵۷۸)

(۱۰۹۹) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضي الله عنه سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سرگوشی کی، ایک لاکھ چالیس ہزار کلمات کے ساتھ مسلسل تین روز

تک، جو سب کی سب وصیتیں تھیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس گفتگو و سرگوشی کے درمیان جو اللہ رب العزت سے ہو رہی تھی، درمیان میں لوگوں کی باتیں سنیں، تو اس پر ان کو رنج ہوا (کیونکہ موسیٰ علیہ السلام رب العزت کی جانب ہمہ تن گوش تھے، اور وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ایسے مبارک لمحات و فحات الہیہ اور کلمات ربانیہ اور خطابات قدسیہ جس کی جانب وہ یکسوئی و یکجہتی کے ساتھ متوجہ تھے، ایسے مبارک ساعت و گھڑی میں کسی مخلوق کی آواز اور شور و شغف سے اس کیفیت میں خلل واقع ہو اور کوئی دوسری آواز کان میں آئے۔ مگر بنی اسرائیل ایسے نازک و مبارک موقع پر بھی حالت کی نزاکت کو محسوس نہ کر سکے، اور خاموشی کا ثبوت نہ دیکر ادب کو ملحوظ نہ رکھ سکے، اور محو گفتگو رہے۔ اس بات کا موسیٰ علیہ السلام کو از حد رنج و غم ہوا، اور ان لوگوں پر ناراض ہوئے)۔ اور رب العزت سے جو ان کی سرگوشی ہو رہی تھی وہ یہ تھی، رب العزت نے فرمایا: اے موسیٰ! لوگوں کے وہ اعمال جو میری رضا کے لیے پوری کوشش کے ساتھ کرتے ہیں، زہد فی الدنیا سے بہتر کوئی عمل نہیں ہو سکتا۔ اور میرا تقرب حاصل کرنے والوں کے لیے ورع و احتیاط سے زیادہ کسی اور عمل سے بہتر میرا تقرب حاصل نہیں کر سکتے۔ یعنی جو چیزیں میں نے حرام کی ہیں ان سے بچنا اور احتیاط و احتراز کرنا ورع ہے، اور میری بارگاہ و جناب میں عبادت کا حق ادا کرنے والوں کے لیے میرے خوف سے گریہ و زاری سے زیادہ کوئی عمل تعبد نہیں (یعنی بارگاہ رب العزت میں انسانی آہ و بکا اور گریہ و زاری تعبد کی اعلیٰ ترین شکل ہے، اس سے افضل کوئی عمل نہیں) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: میرے رب اور تمام صالحین و برگزیرہ جماعت کے معبود حق! اے روز جزاء کے مالک کل، یا ذا الجلال والاكرام! آپ نے ان لوگوں کے لیے کیا کچھ اسباب عافیت و طمانیت تیار کر رکھا ہے؟ اور آپ ان لوگوں کو کیا جزا و بدلہ دیں گے؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: وہ تمام لوگ جو زہد فی الدنیا اختیار کریں گے ان کے لیے میں نے اپنی بنائی ہوئی جنت مباح و حلال کر دی ہے، وہاں وہ جہاں چاہیں گے گھومیں گے، پھریں گے کوئی روک ٹوک نہیں، کسی قسم کی پابندی نہیں۔

اور وہ لوگ جو میری حرام کی ہوئی اشیاء سے بچتے ہیں، تقویٰ اور ورع اختیار کرتے ہیں، تو سن لو قیامت کے دن کوئی فردو بشر نہیں کہ جو بھی ان کے پاس ہوگا اس کے سلسلہ میں حساب و کتاب میں مناقشہ و تحقیق و تدقیق اور تنقیح نہ کروں، مگر ان ورع و تقویٰ اختیار کرنے والوں سے میں حساب لینے میں شرم محسوس کروں گا اور میں ان کا اجلال و اکرام کروں گا اور میں ان کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کروں گا۔

اور وہ لوگ جو میرے خوف و خشیت سے روتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے حق میں رفیقِ اعلیٰ (یعنی ربِّ العزت کی خاص الخاص معیت و رفاقت، نظرِ رحمت و عنایت، لذتِ قرب کی حلاوت) مقدر ہے، اس نعمت میں ان کا کوئی شریک نہیں (یعنی رونے والوں کے حق میں بلند و بالا مقام، رفیقِ اعلیٰ متعین ہے)۔ (کنز العمال ۸/۳۸۵)

### ورع و احتیاط کا مقام

زہد فی الدنیا یہ ہے کہ حلال کو بقدرِ ضرورت استعمال کیا جائے، حرام سے بچا جائے، جو کچھ ہے اس پر قناعت اور صبر و شکر کا جذبہ و داعیہ ہو۔ لمبی لمبی امیدوں سے دل کو پراگندہ نہ کیا جائے۔ حق تعالیٰ نے جو عطا کیا ہے اسی پر قناعت کے ساتھ زندگی گزار کر بے جا امیدوں میں اپنے آپ کو نہ تھکائے، نہ ہی اس تھکانے سے تقدیری امور میں یہ تبدیلی لاسکتا ہے، نہ ہی مقدر سے زیادہ حاصل کر سکتا ہے۔ لہذا جو ہے اس پر صبر و شکر کے ساتھ مصروف و مشغولِ عبادت رہے اور بس، لوگوں کے جیب پر نظر نہ ہو، غیب پر نظر ہو۔ ورع و تقویٰ، دینِ اسلام کی اساس و بنیاد ہے، آدمی ممنوعات شرعیہ سے بالکل ہی دور رہے اور مشتبہ و مشکوک سے بچے تا کہ حرام میں اس کا جی نہ الجھ جائے۔ بسا اوقات مشتبہ و مشکوک چیز باطن کی کیفیت کو ایک دم ختم کر دیتی ہے۔ ذوقِ عبادت سلب ہو جاتی ہے مناجات کی لذت ختم ہو جاتی۔ ذکر و فکر کی حلاوت جاتی رہتی ہے۔ شوق و شعور میں خلل کا سبب بن جاتی ہے۔ جب ایسی کیفیت ہو فوراً توبہ استغفار کے ذریعہ اس کا تدارک کیا جائے اور بارگاہِ بے نیاز میں نیاز مندانہ عجز و افتقار کے ساتھ رجوع و انابت سے حاضری دی جائے۔ مومن

سب کچھ گوارہ کر لیتا ہے؛ مگر تعلق مع اللہ میں ادنیٰ فتور و خلل کو برداشت نہیں کر سکتا ہے۔  
اب تو لوگوں کا حال ہی بدلا ہوا ہے۔ حرام کھا کر بھی استغفر اللہ احساس نہیں ہوتا۔ یا اللہ  
ہماری حفاظت فرما۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ  
الْوَهَّابُ. رَبَّنَا أَتِمِّمْ لَنَا نُورَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ .

## منجانب اللہ دین کی دعوت احب الاعمال ہے

(۱۱۰۰) للديلمي عن بكر بن عبدالله المزني عن أبيه:

”أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى ذِي الْقُرْنَيْنِ: وَ عَزَّتِي وَ جَلَالِي مَا خَلَقْتُ  
خَلْقًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ ، وَ سَأَجْعَلُ لَهُ عِلْمًا، فَمَنْ رَأَيْتَهُ حَبَبْتُ إِلَيْهِ  
الْمَعْرُوفَ وَ اصْطَنَاعَهُ ، وَ حَبَبْتُ إِلَى النَّاسِ الطَّلَبَ إِلَيْهِ فَأَحْبَهُ وَ تَوَلَّاهُ، فَإِنِّي  
أَحْبُهُ وَ اتَوَلَّاهُ ، وَ مَنْ رَأَيْتَهُ كَرِهْتُ إِلَيْهِ الْمَعْرُوفَ وَ بَغَصْتُ إِلَى النَّاسِ  
الطَّلَبَ إِلَيْهِ فَأُبْغِضُهُ وَ لَا تَتَوَلَّاهُ فَإِنَّهُ مِنْ شَرِّ مَنْ خَلَقْتُ.“

[ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۶ / ۱۶۴۵۱، والإتحافات ۵۴۵)

## اہل معروف کو منجانب اللہ علم ربانی عطا ہوتا ہے

(۱۱۰۰) ترجمہ: عبد اللہ مزنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، اللہ پاک نے  
ذوالقرنین پر وحی نازل کی کہ: مجھ کو میری عزت و جلال کی قسم معروف سے زیادہ پسندیدہ عمل  
میں نے پیدا نہیں کیا اور اہل معروف کے لیے میں نے ایک حصہ علم کا رکھا ہے (یعنی  
اشاعت خیر سے بہتر عمل اللہ پاک کے نزدیک کچھ بھی نہیں اور خیر و بھلائی والے کے لیے  
منجانب اللہ ایک حصہ علم کا ملنا متعین ہے)۔ اللہ پاک جس شخص میں معروف و بھلائی کی  
تڑپ دیکھتے ہیں اس کے اندر اعمال خیر و معروف کی محبت ڈال دیتے ہیں اور اس کو اعمال  
خیر کے لیے منتخب کرتے ہیں، اور لوگوں کے دلوں میں اس کی طلب و محبت ڈال دیتے ہیں  
(یعنی جس شخص کی فطرت میں اعمال خیر کا جذبہ ہوتا ہے اس کے دل میں معروف و بھلائی



کی محبت و طلب و دیعت کر دیتے ہیں) تو لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس کی حفاظت و نگرانی کرتے ہیں، کیوں کہ میں ”اللہ پاک“ اس سے محبت کرتا ہوں اور اس کی حفاظت و نگرانی کرتا ہوں اور جو معروف و بھلائی کے عمل کو پسند نہیں کرتا تو میں بھی معروف بھلائی کے عظیم عمل کے لیے اس کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ اور اس کے دل میں اس کام کی کراہت پیوست کر دیتا ہوں، اور لوگوں کے دلوں میں اس کی نفرت و کراہت ڈالتا ہوں، پھر لوگ اس سے بغض و عداوت رکھتے ہیں نہ اس کی طلب ہوتی ہے اور نہ محبت، پس میں اس شخص سے بغض رکھتا ہوں اور اس کی ناگہانی حالات سے حفاظت نہیں کرتا اس لیے کہ یہ میری مخلوق میں سب سے برا ہے۔

## معروف سے امن و امان کا قیام ہوگا

خیر اور معروف اہل ایمان کا سرمایہ حیات ہے، معروف ایک جامع ترین لفظ ہے جس میں دنیا و آخرت کی تمام تر سعادتیں پوشیدہ ہیں۔ ہر ایمان والا معروف و بھلائی پھیلانے کا ذمہ دار ہے۔ اس امت کو خیر امت کا لقب جو ملا ہے اس کی خاص وجہ معروف کی اشاعت کا وظیفہ دیا گیا ہے۔ معروف کی اشاعت سے دنیا میں امن و امان قائم ہوگا معاشرہ سے بدعنوانیاں و بدکاریاں ختم ہوں گی۔ معروف سے صالح و تندرست معاشرہ کی بیداری کے ذریعہ عدل و انصاف کا قیام ہوگا، مظلوم کی فریاد رسی، معذور و مفلوک الحال، ضعیف و نادار کی مدد و نصرت، اور ظلم و ستم کا خاتمہ ہوگا، بیوہ و یتیم بے سہارا ذلت کی زندگی کی بجائے عزت کی زندگی بسر کریں گے، پھر اس دنیاوی عزت و احترام کے ساتھ پورا معاشرہ معروف کے ذریعہ حق تعالیٰ کی نگاہ رحمت اور شریعت کے حدود میں باوقار باعزت زندگی بسر کرے گا، اور آخرت میں اللہ کی جنت کا مستحق ہوگا۔ حق تعالیٰ خود بھی ذالمعروف ہیں معروف اور اہل معروف کو پسند کرتے ہیں، دنیاوی حیات میں معروف کے ذریعہ انسان ہلاکت اور موارد سوء اور مقام سوء سے بچتا ہے اور آخرت میں حق تعالیٰ کے غضب اور عذاب و عقاب سے بچے گا، معروف کا عمل معروف و بھلائی کو اہل معروف کے قریب کر دیتا

ہے، ایک معروف دوسرے معروف و بھلائی کی دعوت دیتا ہے۔ پھر یہ بندہ لوگوں کے درمیان اہل معروف و بھلائی سے جانا پہچانا جاتا ہے اور آسمان کے فرشتے بھی اہل معروف کو جانتے پہچانتے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز بندہ

(۱۱۰۱) للبيهقي في شعب الإيمان عن أبي هريرة رضي الله عنه:

”قَالَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ: يَا رَبِّ مَنْ أَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ؟ قَالَ: مَنْ

إِذَا قَدَّرَ غَفَرَ. [ضعيف] (كما في الكنز ج ۳/۷۰۰، وفي الإتحافات ۱۲۲)

(۱۱۰۱) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے، موسیٰ بن عمرانؑ نے

فرمایا: یا رب آپ کے بندوں میں سے آپ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت کون بندہ ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: جو قدرت و استطاعت کے باوجود (مجرم) کو معاف کرے۔

فائدہ: قدرت و استطاعت کے باوجود معاف کرنا اعلیٰ درجہ کی بلند ہمتی اور وسعت ظرفی کی دلیل ہے، حدیث میں ایسے شخص کو پہلوان کہا گیا ہے اور ایسا بلند ہمت انسان اللہ عزوجل کے نزدیک باعزت اور شرف و منزلت کا مستحق ہے۔

## درگزر اور معاف کردینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے

درگزر اور معاف کردینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقام پر اس کی خوبصورت تعبیر کے ساتھ مدح اور تعریف کی ہے تاکہ بلند ہمت اہل ایمان معاف کرنے کی عادت ڈالیں اور درگزر کرنے کے خوگر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ (الشوریٰ ۴۳) اور البتہ جس نے سہا اور معاف کیا بیشک یہ کام ہمت کے ہیں۔ (شیخ الہند) یعنی غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کردینا، بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ حدیث میں ہے جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اس سے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ

اس کی عزت بڑھائے گا اور مدد کرے گا۔ (علامہ عثمانی)

## صبر کرنے والا افضل ہے

جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو وہ افضل ہے کیونکہ صبر کرنا بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ یعنی جس نے ظالم کے ظلم پر صبر کیا، انتقام نہیں لیا، معاف کر دیا، تو یہ صبر و عفو ان امور میں سے ہے جو شرعاً مطلوب ہے یعنی صبر کر لینا مطلوب شرعی ہے اور صبر کرنے والا افضل الناس ہے۔ صابر کو صبر کا ثواب دیا جائے گا۔ اور صبر کرنا ان امور میں سے ہے جس کا حکم باری تعالیٰ نے اہل ایمان کو بار بار تاکید کے ساتھ دیا ہے۔

## فضیل بن عیاض کی اپنے خادم کو نصیحت

فضیل بن عیاض کے ایک خادم عبدالصمد بن یزید نقل کرتے ہیں کہ حضرت فضیل بن عیاض نصیحت کرتے تھے کہ جب تمہارے پاس کوئی شخص کسی کی شکایت لے کر آئے تو تم کہہ دیا کرو اے میرے بھائی اس کو معاف کر دو۔ اگر وہ یہ کہے کہ میرا دل معاف کرنے کو گوارا نہیں کرتا کہ میں اس کو معاف کروں تو پھر اس کو یہ کہو کہ اگر بدلہ ہی لینا ہے تو اس طرح لو جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے اور آیت ﴿سَيِّئَةٌ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا﴾ سے انتقام کی اجازت دی گئی مگر عفو اور اصلاح، چشم پوشی اور درگزر کو افضل اور بہتر کہا گیا ہے۔

## علماء ربانین کا بے مثال صبر

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ سے ایسے ثابت قدم علماء ربانین کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے امراء و سلاطین کے جور و ظلم پر صبر کیا، اور اس اندیشہ سے کہ اُمت انتشار و افتراق کا شکار نہ ہو جائے۔ مسلمانوں کو امیر وقت کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے سے منع کیا اور باوجود کراہت کے اطاعت قبول کی، اور اس گروہ کے سرخیل اور امام، علی ابن الحسین تھے رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام۔

(معارف القرآن کاندھلوی، گلدستہ ۶/۸۵۱)

## علاء بن زیاد کی گورنر کو نصیحت

حضرت محمد بن واسع فرماتے ہیں میں مکہ جانے لگا تو دیکھا کہ خندق پر پل بنا ہوا ہے میں ابھی وہیں تھا تو گرفتار کر لیا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس نے مجھ سے کہا ابو عبد اللہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا یہی کہ اگر تم سے ہو سکے تو بنی عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ، پوچھا وہ کون ہے؟ کہا علاء بن زیاد کہ اپنے ایک دوست کو ایک مرتبہ کسی جگہ پر عامل بنایا تو انھوں نے اسے لکھا کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ کرنا کہ تیری کمر بوجھ سے خالی رہے۔ تیرا پیٹ حرام سے بچ جائے۔ تیرے ہاتھ مسلمانوں کے خون و مال سے آلودہ نہ ہوں۔ تو جب یہ کرے گا تو تجھ پر کوئی گناہ کی راہ باقی نہ رہے گی۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ستہ ۶/۸۵۱)

### متقین و مقبول بندوں کی خاص صفات و علامات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے متقین و مقبول بندوں کی صفات و علامت کے طور پر۔ ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (آل عمران: ۱۳۴) اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

غصے کو پی جانا بڑا کمال ہے اس پر مزید یہ کہ لوگوں کی زیادتی یا غلطیوں کو معاف کر دیتے ہیں، اور نہ صرف معاف کرتے ہیں بلکہ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں غالباً پہلے جن لوگوں کی نسبت بددعا کرنے سے روکا تھا، یہاں ان کے متعلق غصہ دبانے اور عفو و درگزر سے کام لینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

قرآن کریم کی آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی صفات کا تذکرہ کیا ہے تاکہ متقین کو ان کی صفات سے پہچانا جائے اور اعلیٰ صفات و علامات سے لوگوں کے درمیان پرکھا جائے۔

بہادر شاہ ظفر دہلوی کا کلام اس معنی میں خوب ہے

ظفر آدمی اس کو نہ جانے گا خواہ ہو کتنا ہی صاحبِ فہم و ذکا

جسے عیش میں یاِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اللہ والوں کی ایک خاص صفت اور علامات یہ بتلائی گئی کہ اگر ان کو کسی ایسے شخص سے سابقہ پڑے جو ان کو اذیت اور تکلیف پہنچائے تو وہ غصہ میں مشتعل اور مغلوب نہیں ہو جاتے، اور غصہ کے مقتضی پر عمل کر کے انتقام نہیں لیتے۔ پھر صرف یہی نہیں کہ انتقام نہ لیں، بلکہ دل سے بھی معاف کر دیتے ہیں اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ تکلیف دینے والے کے ساتھ احسان کا معاملہ فرماتے ہیں، اسی ایک صفت میں گویا تین صفتیں شامل ہیں، اپنے غصہ پر قابو پانا، تکلیف دینے والے کو معاف کرنا، پھر اس کے ساتھ احسان کا سلوک کرنا، ان تینوں چیزوں کو اس آیت میں بیان فرمایا:

﴿وَالْكُظُمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

یعنی وہ لوگ جو اپنے غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کا قصور معاف کر دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

## حضرت علی بن حسینؑ کا واقعہ

امام بیہقی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آپ کی ایک کنیر آپ کو وضو کر رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے اوپر گرا، تمام کپڑے بھیگ گئے، غصہ آنا طبعی امر تھا، کنیر کو خطرہ ہوا، تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھی، ﴿وَالْكُظُمِينَ الْغَيْظَ﴾ یہ سنتے ہی خاندانِ نبوت کے اس بزرگ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، بالکل خاموش ہو گئے، اس کے بعد کنیر نے آیت کا دوسرا جملہ ﴿وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾ پڑھ دیا، تو فرمایا کہ میں نے تجھے دل سے بھی معاف کر دیا، کنیر بھی ہوشیار تھی، اس کے بعد اس نے تیسرا جملہ بھی سنا دیا، ﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ جس میں احسان اور حسن سلوک کی

ہدایت ہے۔ حضرت علی بن حسین نے یہ سن کر فرمایا کہ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔  
(روح المعانی بحوالہ بیہقی)

## لوگوں کو معاف کرنے والا

لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کر دینا انسانی اخلاق میں ایک بڑا درجہ رکھتا ہے، اور اس کا ثواب آخرت نہایت اعلیٰ ہے، حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”قیامت کے روز حق تعالیٰ کی طرف سے منادی ہوگی کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق ہے وہ کھڑا ہو جائے، تو اس وقت وہ لوگ کھڑے ہوں گے، جنہوں نے لوگوں کے ظلم و جور کو دنیا میں معاف کیا ہوگا۔“

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

”مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُشْرَفَ لَهُ الْبُنْيَانُ وَ تَرْفَعُ لَهُ الدَّرَجَةُ فَلْيَعْفُ عَنْ مَنْ ظَلَمَهُ وَ يُعْطِ مَنْ حَرَمَهُ وَ يَصِلْ مَنْ قَطَعَهُ“

جو شخص یہ چاہے کہ اس کے محلات جنت میں اونچے ہوں اور اس کے درجات بلند ہوں اس کو چاہیے کہ جس نے اس پر ظلم کیا ہو اس کو معاف کر دے اور جس نے اس کو کبھی کچھ نہ دیا ہو اس کو بخشش و ہدیہ دیا کرے اور جس نے اس سے ترک تعلقات کیا ہو یہ اس سے ملنے میں پرہیز نہ کرے۔

قرآن کریم نے دوسری جگہ اس سے زیادہ وضاحت سے برائی کرنے والوں کے ساتھ احسان کرنے کا خلق عظیم سکھلایا، اور یہ بتلایا ہے کہ اس کے ذریعہ دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ (۳۴:۲۱)

یعنی برائی کی مدافعت بھلائی اور احسان کے ساتھ کرو، تو جس کے ساتھ دشمنی ہے وہ تمہارا گہرا دوست بن جائے گا۔

حق تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تربیت بھی اسی اعلیٰ پیمانے پر فرمائی ہے کہ آپ نے اپنی امت کو بھی یہ ہدایت دی کہ:

”صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَاحْسِنْ إِلَى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكَ“

یعنی جو شخص آپ سے قطع تعلق کرے آپ ان سے ملیں، اور جو آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کریں اور جو آپ کے ساتھ برائی کرے آپ اس پر احسان کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے، آپ کی تعلیمات کی برکت سے یہی اخلاق و اوصاف آپ کے خدام میں بھی حق تعالیٰ نے پیدا فرمادیئے تھے، جو اسلامی معاشرے کا طرہ امتیاز ہے، صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اور اسلاف امت کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے۔

## امام اعظم کا بے مثال واقعہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص نے بھرے بازار میں امام اعظمؒ کی شان میں گستاخی کی اور گالیاں دیں، حضرت امام اعظمؒ نے غصہ کو ضبط فرمایا، اور اس کو کچھ نہیں کہا، اور گھر واپس آنے کے بعد ایک خوان میں کافی درہم و دینار رکھ کر اس شخص کے گھر تشریف لے گئے، دروازے پر دستک دی، یہ شخص باہر آیا تو اشرفیوں کا یہ خوان اس کے سامنے یہ کہتے ہوئے پیش فرمایا کہ آج تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا، اپنی نیکیاں مجھے دیدیں، میں اس احسان کا بدلہ کرنے کے لیے یہ تحفہ پیش کر رہا ہوں، امامؒ کے اس معاملہ کا اس کے قلب پر اثر ہونا ہی تھا، آئندہ کو اس بری خصلت سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا، حضرت امامؒ سے معافی مانگی، اور آپ کی خدمت اور صحبت میں علم حاصل کرنے لگا، یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں میں ایک بڑے عالم کی حیثیت اختیار کر لی۔ (معارف القرآن)



## نفع کا مختصر عمل اور دل کا امن و ایمان

حضرت حارثہ بن قدامہ سعدی رضی اللہ عنہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور مجھ سے کوئی نفع کی بات بتلا دیجیے اور مختصر ہوتا کہ میں یاد بھی رکھ سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ نہ کرو۔ انھوں نے پھر یہی سوال کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر یہی جواب دیا کئی سوال کیا ہر مرتبہ یہی جواب ملا۔ باوجود قدرت رکھنے کے غصہ نکالنے سے اپنے آپ کو روکنے والے کی حدیث میں فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے سخت غصہ کو روک لیا باوجودیکہ اس کو پورا کرنے کی قدرت تھی، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و امان سے بھر دے گا۔ (رواہ احمد و ابن ابی الدینار)

### غصے کو پی جانا

بغوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے جو شخص سخت غصہ کو پی گیا باوجودیکہ غصہ نکالنے پر اس کو قابو تھا قیامت کے دن سب مخلوق کے سامنے اللہ اس کو بلائے گا، اور اس کو اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے لے لے۔ بعض روایت میں ہے اے آدم کے بیٹے اگر غصے کے وقت تو مجھے یاد رکھے گا، یعنی میرا حکم مان کر غصہ پی جائے گا تو میں بھی اپنے غصہ کے وقت تجھے یاد رکھوں گا۔ یعنی ہلاکت کے وقت تجھے ہلاکت سے بچالوں گا۔ (ابن ابی حاتم)

### عیب پوشی

ابن ابی الدینار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے غصہ کو روکے گا اللہ اس کی عیب پوشی کرے گا۔

### صوفیانہ تشریح

شاید کظلم غیظ سے بطور کنایہ فناء نفس مراد ہو، کیونکہ، غرور، حسد، کینہ، بخل اور اسی طرح کی دوسری رذیل صفات ہی غضب کی بنیاد ہیں۔ اور شاید عفو سے بطور کنایہ فناء

قلب مراد ہو کیونکہ قلب کے فنا کے بعد آدمی کی نظر سے فاعلیت انسان کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور اس کو دکھنے لگتا ہے کہ تمام افعال کے فاعل حقیقی کی نسبت، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ لہذا وہ کسی آدمی کو کسی عمل کی وجہ سے قابل مواخذہ نہیں سمجھتا ہے۔ اور اگر ماخوذ سمجھتا بھی ہے تو بہ سلسلہ حقوق اللہ جتنا اللہ نے حکم دیا ہے۔ (تفسیر مظہری/گلدستہ ۱/۵۷۸)

## اعترافِ نعمت ہی شکر ہے

(۱۱۰۲) للحکیم عن الحسن مرسلًا:

”قَالَ مُوسَى: يَا رَبِّ! كَيْفَ شَكَرَكَ آدَمُ؟ قَالَ: عَلِمَ أَنَّ ذَلِكَ مِنِّي

فَكَانَ ذَلِكَ شُكْرُهُ.“ [ضعیف] (کما فی الإتحافات ۱۲۵، ۶۳۵، وفی الكنز ج ۳/۶۲۲۸)

(۱۱۰۲) ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرسلًا روایت ہے، حضرت موسیٰ نے

فرمایا: یا رب! آدم (کی اولاد) آپ کا شکر کس طرح کرے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: بس یہ یقین رکھے کہ سب کچھ میری طرف سے ہے یہی شکر ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا شاہکار

انسان کے وجود سے لے کر موت تک اور مابعد الموت حشر و نشر تک اور پھر حساب و کتاب کے بعد کی ابدی زندگی کے جس قدر احوال و سرور ہیں، وہ سب کے سب نعمت الہیہ ہی ہیں۔ اگر انسان روز اول پیدا ہو جاتا اور تمام مخلوقات کے بقدر ایک انسان کو زبان ملتی اور بروز قیامت تک سجدہ ریز ہو کر ہر زبان سے اللہ پاک کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا، پھر بھی مالکِ حقیقی کا شکر ادا نہیں ہو سکتا، صرف ایک نعمت کو لیجیے کہ انسان کا وجود ایک قطرہ منی سے ہے کہ مرد و عورت اس کے خارج ہونے سے ناپاک ہو جاتے ہیں اور بذاتِ خود یہ قطرہ کتنا ناپاک ہے، جو ماں باپ کو بھی ناپاک کر دیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اس کو مختلف ادوار و احوال سے گزار کر ایک خوبصورت بچہ کی شکل عطا کرتی ہے پھر وہی ماں باپ جو اس قطرہ کے لگنے سے ناپاک ہو گئے تھے کپڑے بدل دیئے تھے اور اس قطرہ پر نفرت کرتے

تھے اب محبت کے ساتھ پیار کے ساتھ اس معصوم کو آغوش میں لیتے اور بوسہ دیتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ ناپاک قطرہ کو دیکھتا، سنتا، سمجھتا، ہنستا، کھیلتا بچہ کس نے بنایا؟ کیا آپ کی محنت کا اس میں دخل ہے؟ باپ دفتروں میں، ماں گھروں میں اور قدرت کاں، ناک، دماغ و دل اور شعور بنا رہی تھی، اس قدرت کو ماننے کا نام شکر ہے اور پھر اس کی عدالت میں سجدہ ریز ہونا ایمان و ایتقان ہے کہ جس قطرہ سے ماں باپ نفرت کر رہے تھے حق جل مجدہ اس کو سمیع و بصیر بنا رہا تھا۔ (فتبارک اللہ احسن الخالقین)۔

## اپنی حاجتوں کو رحم دل لوگوں سے بیان کرو ان میں اللہ پاک کی صفت رحمت ہے

(۱۱۰۳) للعقيلي والطبراني في (الأوسط) عن أبي سعيد:

”أَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ إِلَى ذَوِي الرَّحْمَةِ مِنْ أُمَّتِي، تَرَزُّقُوا وَتَنْجَحُوا، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: رَحِمَتِي فِي ذَوِي الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِي، وَلَا تَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ الْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ فَلَا تَرَزُّقُوا وَلَا تَنْجَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: إِنَّ سَخَطِي فِيهِمْ.“ [ضعيف] (كما في الكنز ج ۱/۶، ۱۶۸۰، والإتحافات ۳۲۷)

(۱۱۰۳) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو میری امت کے رحم دل لوگوں سے پوری کراؤ، وہ تمہاری حاجت کو پوری کر دیں گے یا تم کو تدبیر بتلا دیں گے جس سے تمہاری حاجت رفع ہو جائے گی، اس لیے کہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میری رحمت، نرم دل لوگوں میں ودیعت کی گئی ہے، اپنی حاجت و ضرورت کو سخت دل اور سنگ دل لوگوں سے ظاہر نہ کرو، اس سے نا تو تمہاری حاجت پوری ہوگی اور نہ ہی اچھی تدبیر کے ذریعہ راحت میسر ہوگی، اس لیے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں: میرا قہر و غضب اس کے دل میں پیوست ہو چکا ہے۔

## حق تعالیٰ کی رحمت، رحم و نرم دل لوگوں میں جگہ پاتی ہے

حدیث پاک کو ذہن نشین کرنے سے پہلے ایک اصول سامنے رکھنا چاہیے کہ اللہ جل مجدہ خالق السموات والارض ہے اور ان گنت مخلوقات کا خالق و پیدا کرنے والا ہے اور ہر مخلوق کے ہر فرد و اکائی میں ایک خاص صفت کا خالق ہے۔ ایک ماں باپ کے دس بچے، ہر بچے میں نیا رنگ، نیا مزاج، نئی شکل و صورت، الگ الگ سوچ و سمجھ، الغرض دنیا کے ہر فرد میں علیحدہ علیحدہ صفات، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خالق جل مجدہ کی بذات خود صفات غیر متناہی اور ان کی جلوہ نمائی کی کوئی حد اور انتہاء نہیں، ہم ناپاک قطرہ سے بنے ہوئے انسان کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی تنزیہی صفات کو جان سکیں؟ ”سبحان یا ربنا“ بعینہ صرف انسان کو لیجیے، کوئی نرم مزاج اور کوئی سخت مزاج کوئی ہمیشہ مسکراہٹ میں، کوئی ہمہ وقت منحوس و بگڑی ہوئی شکل میں، کسی کے چہرہ مہرہ پر انوار و تجلیات کا ظہور تو کسی کے شکل و صورت پر لعنت و پھٹکار کا اثر، یہ کیوں؟ ایک رحمت حق کا جلوہ گر، دوسرا قہر و غضب کا مظہر، ہمارا رب ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ رحم دل سے تعلق رکھو کہ رحمٰن و رحیم کا سایہ اس پر موجزن ہے اور دوسرے سے تعلق نہ رکھو کہ وہ قہر و غضب کا پر تو ہے، کہیں اس کی صحبت تم کو بھی مغضوب نہ بنادے اور حاجت بھی رحم دل سے کہو کہ اس کے سینہ میں ایک دل ہے اور دل میں رحمت حق کا جلوہ ہے، اور حق تعالیٰ کی رحمت کا سایہ اسکے دل کو نرم بنائے ہوا ہے، جس کی وجہ سے اللہ کی مخلوق کے لیے اسکے دل میں جگہ ہے۔ وہ مخلوق پر رحم و کرم کر کے اپنے لیے مزید رحمتوں کا سامان مہیا کر رہا ہے، اور یہ دوسروں کے لیے جائِ پناہ بن کر اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں جگہ پا رہا ہے۔ اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں، دوسروں کے لیے وہی بانصیب جیتے ہیں جنکے دل میں حق تعالیٰ کی رحمت واسعہ کی کوئی بوند آگری ہے۔ حدیث بتلا رہی ہے کہ اپنی حاجت انہی نرم خو و نرم دل سے کہو کہ وہ رحمت الہی کا کنواں ہے۔ جو خود بھی رحمتوں سے سیراب ہے، تم کو بھی سیراب کر دے گا۔ سنگ دل کا بھی کوئی دل ہے جس نے رحمت الہی کو جگہ نہ دی، حق تعالیٰ کی رحمت کو قبول نہ کر سکا، وہ تم کو کیا

خاک قبول کرے گا۔ ایسے سنگ دل پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے غضب و پھٹکار ہے۔ یہ بات غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ آدمی زبان کا خراب ہے مگر دل کا اچھا ہے۔ جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پہ آتا ہے، زبان تو دل کی ترجمان ہے۔ اللہ پاک ہمیں اپنی رحمت واسعہ سے رحم دل لوگوں میں رکھے۔ آمین!

## حق تعالیٰ کا فضل صاحبِ فضل و رحم لوگوں کے پاس تلاش کرو

(۱۱۰۴) و لابن حبان فی (الضعفاء) والخرائط فی (مکارم الأخلاق) و

الطبرانی فی (الأوسط) وللعقيلي فی (الضعفاء) عن أبي سعيد:

”قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: اُطْلُبُوا الْفَضْلَ مِنَ الرُّحَمَاءِ مِنْ عِبَادِي تَعَيَّشُوا فِي أَكْنَافِهِمْ، فَإِنِّي جَعَلْتُ فِيهِمْ رَحْمَتِي، وَلَا تَطْلُبُوهُ مِنَ الْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ، فَإِنِّي جَعَلْتُ فِيهِمْ سَخَطِي.“ [ضعيف] (كما في الإحياء ج ۳ ص ۲۴۴)

(۱۱۰۴) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: حق تعالیٰ فرماتا ہے: فضل و کشادگی کو میرے بندوں میں سے رحم و نرم دل لوگوں کے پاس تلاش و جستجو کرو، انہی لوگوں کے زیر سایہ زندگی بسر کرو۔ اس لیے کہ میں نے ان کے دل کے اندر رحم و کرم کو ودیعت و پیوست کیا ہے۔ دیکھو اپنی ضرورت و حاجت سخت دل، شقی القلب کے پاس نہ بیان کرو، نہ ان سے طلب کرو؛ اس لیے کہ میں نے اپنی ناراضگی و غصہ کو اس میں ڈالا ہوا ہے (یعنی شقی القلب آدمی کا دل سخت پتھر ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہیں، جی بھی تو سخت دل ہے، وہ لوگوں کی ضرورت کو کیا پوری کرے گا جو اپنی ضرورت رضاء الہی کو نہ پوری کر سکا، وہ تمہاری ضرورت کیا خاک پوری کرے گا؟ لہذا تم اپنی حاجت ایسے بدنصیب کے پاس مت لے جاؤ۔ العیاذ باللہ) (احیاء العلوم ۳/۲۴۴)

## نرم دل خوبیوں کا سرچشمہ ہے

دل کا نرم ہونا خوبی نہیں؛ بلکہ خوبیوں کا سرچشمہ ہے، بندہ کسی کو کیا دے گا؟ فقیر، فقیر کو کیا دے گا؟ مگر وہ فقیر جو ایک روٹی مانگ کر آدھی دوسرے کو دینے کا جذبہ رکھتا ہے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صاحب نصیب ہے کہ رحمٰن کی رحمت سے حصہ پایا ہے اور رحمٰن نے اپنے بندوں کو تعلیم دی کہ ایسے بندہ پر رحمتِ رحمٰن کا پرتو ہے، تم بھی اس سے اپنی حاجت کو بیان کر کے اس کے زیر سایہ اپنی حاجت پوری کر لو کہ وہ جو کچھ تم پر رحم کھا رہا ہے دراصل یہ رحمت بھی رحمٰن کی اس پر تھی کہ تم کو قریبِ رحمت کر رہا ہے اور خود کو رحمٰن کی رحمت کا مظہر اتم بن رہا ہے۔ سبحان اللہ و بجمہ اور سخت دل استغفر اللہ، العیاذ باللہ جو اپنی ضرورت کو پوری نہیں کر سکتا وہ تمہاری ضرورت کو کیا خاک پوری کرے گا؟ اس کی اپنی ضرورت تھی کہ اللہ رب العزت کو راضی کرتا اور دیا ہوا مال خرچ کر کے رب تبارک و تعالیٰ کو راضی رکھتا۔ جو اپنی ضرورت کو نہیں جانتا وہ تم کو کیا خاک دے گا؟ لہذا ایسے بد بخت و بدنصیب کے پاس نہ جاؤ کہ اس پر حق تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہے جبھی تو سخت دل ہے۔ نہ خود خرد، نہ دیگرے را دھد، گندہ شود، بگ دھد۔ العیاذ باللہ۔

## چالیس سے نوے سال کے انسانوں پر اللہ پاک کا کرم

(۱۱۰۵) للحکیم عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ:

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ يقول سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول:

”قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: إِذَا بَلَغَ عَبْدِي أَرْبَعِينَ سَنَةً عَافَيْتُهُ مِنَ الْبَلَايَا الثَّلَاثِ مِنَ الْجُنُونِ وَالْجَذَامِ وَالْبَرَصِ، فَإِذَا بَلَغَ خَمْسِينَ سَنَةً حَاسَبْتُهُ حِسَابًا يَسِيرًا، فَإِذَا بَلَغَ سِتِّينَ سَنَةً حَبَبْتُ إِلَيْهِ الْإِنَابَةَ، فَإِذَا بَلَغَ سَبْعِينَ سَنَةً أَحْبَبْتُهُ الْمَلَائِكَةَ، فَإِذَا بَلَغَ ثَمَانِينَ سَنَةً كَتَبْتُ حَسَنَاتِهِ وَأَلْقَيْتُ سَيِّئَاتِهِ، فَإِذَا بَلَغَ تِسْعِينَ سَنَةً قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: أَسِيرُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ، وَغَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ، وَ شَفَّعَ فِي أَهْلِهِ.“

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱۵/۶، ۴۳۰۰، والإتحافات ۴۵)

## جنون، برص، جذام سے نجات و عافیت

(۱۱۰۵) ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ: حق جل مجدہ نے فرمایا: جب میرا بندہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو میں اس کو تین مرض سے نجات و عافیت بخش دیتا ہوں (۱) جنون و پاگل پن سے (۲) برص و چرکا سے اور (۳) جذام و کوڑھ سے اور جب میرا بندہ پچاس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو میں اس کا حساب آسان لیتا ہوں، جب ساٹھ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو میں اس کے لیے انابت کو آسان کر دیتا ہوں؛ جب ستر سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور جب اسی سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس کی نیکیاں لکھتا ہوں اور گناہوں کو چھوڑ دیتا ہوں، اور جب نوے سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: اللہ کا قیدی ہے زمین پر، پس اس کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور اس کی سفارش اپنے اہل کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔

### عمر کے مختلف حصوں میں مختلف انعاماتِ باری

حدیث مذکور میں عمر کے مختلف حصوں میں مختلف نعمتوں کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مثلاً چالیس سال کی عمر میں پاگل پن، چرکا، کوڑھ سے برأت، پچاس سال کی عمر میں آسانی حساب، ساٹھ میں انابت، جس کا حاصل یہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر کے بعد حق جل مجدہ اس کے دل کو اس دنیا سے دل برداشتہ کر کے فکر آخرت کی طرف متوجہ فرماتے ہیں؛ یعنی فکر معاش کی جگہ فکر معاد پیدا ہونے لگتی ہے۔ یہ بہت ہی قیمتی جوہر ہے، انابتِ کامل کا، مل جانا نعمتِ الہی کے ملنے کا پیش خیمہ ہے۔ ستر سال کی عمر ہوتے ہی ملائکہ اللہ محبت کرنے لگتے ہیں۔ اسی سال میں اس کی نیکیاں تو لکھی جاتی ہیں اور بدی و سیئات کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور نوے سال کی عمر میں فرشتے کہنے لگتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا قیدی زمین میں پھر رہا ہے۔ اب اس کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اور اس کے اعزاز و اکرام میں اس کے اہل کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔

مقصد حدیث سے مؤمن کا شرف و مقام بتلانا ہے، شرط یہ ہے کہ ماقبل کی زندگی حدودِ شعائر میں گزری ہو، اللہ ہمیں راہِ راست پہ قائم رکھے۔ آمین!



## چالیس سے ستر سال تک کی مغفرت

(۱۱۰۶) ولأبي الشيخ عن عائشة:

”سَأَلْتُ اللَّهَ فِي أَبْنَاءِ الْأَرْبَعِينَ مِنْ أُمَّتِي، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ. قُلْتُ: وَ أَبْنَاءُ الْخَمْسِينَ؟ قَالَ: إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قُلْتُ: فَأَبْنَاءُ السِّتِينَ؟ قَالَ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ. قُلْتُ: فَأَبْنَاءُ السَّبْعِينَ؟ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي لَا أَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِي أَنْ أَعْمِرَهُ سَبْعِينَ سَنَةً يَعْبُدْنِي لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا أَنْ أَعَذِّبَهُ بِالنَّارِ، فَأَمَّا أَبْنَاءُ الْأَحْقَابِ أَبْنَاءُ الثَّمَانِينَ وَ التِّسْعِينَ فَإِنِّي وَاقِفٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَائِلٌ لَهُمْ: ادْخُلُوا مَنْ أَحْبَبْتُمْ الْجَنَّةَ مِنَ النَّاسِ.“

[ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۱۵ / ۴۲۶۳۱)

## تم جن کو چاہو ساتھ لے کر جنت میں داخل ہو جاؤ

(۱۱۰۶) ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) میں نے رب العالمین سے اپنی امت کے چالیس سال والوں کے متعلق سوال کیا۔ ارشاد ہوا: یا محمد ﷺ میں نے ان کی مغفرت کر دی۔ میں نے پچاس سال والوں کے متعلق سوال کیا، ارشاد ہوا: میں نے ان کی بھی مغفرت کر دی۔ میں نے ساٹھ سال والوں کے متعلق بھی سوال کیا، ارشاد ہوا: میں نے ان کی مغفرت کر دی۔ میں نے عرض کیا: رب العالمین ستر سال والے۔ ارشاد ہوا: یا محمد ﷺ! مجھ کو اس بندہ سے شرم آتی ہے جس کی عمر ستر سال ہو جائے اس حال میں کہ وہ صرف میری عبادت کرتا رہا اور شرک سے پاک رہا کہ میں اس کو جہنم میں عذاب دوں اور جہاں تک تعلق ہے احقاب یعنی اسی اور نوے سال والوں کا تو میں ان کو قیامت کے دن کھڑا کر کے کہوں گا: تم جن جن لوگوں کو چاہو پسند کر لو اور جنت میں لے کر داخل ہو جاؤ۔

## بوڑھے سے حق تعالیٰ کا معاملہ

(۱۱۰۷) و لابن حبان في (الضعفاء) والبيهقي في (الزهد) والرافعي عن أنس رضي الله عنه:

”يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: وَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي وَ جُودِي وَ فَاقَةَ خَلْقِي إِلَيَّ وَ ارْتِفَاعِي فِي عِزِّ مَكَانِي! إِنِّي لَا سَتَحِيَّ مِنْ عَبْدِي وَ أَمْتِي أَنْ يَشِيْبَا فِي الْإِسْلَامِ ثُمَّ أَعَذَّبُهُمَا، ثُمَّ بَكَى فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يُبْكِيكَ؟ قَالَ: أَبْكِي مِمَّنْ اسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ وَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ اللَّهِ.“

[ضعيف] (كما في كنز العمال ج ١٥ / ٢٦٨٣)

## وہ بوڑھے جن سے حق تعالیٰ شرم و حیا کرتا ہے مگر ان کو حق تعالیٰ سے شرم و حیا نہیں

(۱۱۰۷) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، بلندی و رفعت شان کی قسم، عزت و بلندی مقام کی قسم، مجھے اپنے ان بندے اور باندی (امت کے ان افراد) سے شرم آتی ہے جن کو حالت اسلام میں بڑھاپا آیا ہو کہ میں ان کو عذاب دوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشکبار ہو گئے، رونے لگے، (فداہ ابی و امی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اشک بار ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جن (بوڑھوں) سے پروردگار عالم حیا و شرم کرتا ہے (کہ عذاب دیں) وہ پروردگار عالم سے (گناہ و معصیت کرنے میں) شرم نہیں کرتے۔ [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱۵ / ۲۶۸۳)۔

## بوڑھے کی گناہوں پر جرأت و شقاوت

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں چھوٹے کے ساتھ شفقت، بڑے کا ادب و احترام اور علماء کی قدر و منزلت کی ہدایت تو تھی ہی؛ مگر ان اشخاص کی مزید اخروی قدر و منزلت کا اعلان کیا گیا ہے جن کی پوری زندگی اسلام کی توحیدی چھاؤنی کے مزاج کے تحت ہوئی ہو اور پوری زندگی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کی علمبردار رہی ہو، اس کے لیے حق جل مجدہ کی جانب سے یہ انعام ہوگا کہ ان کو عذاب نار سے محفوظ رکھا جائے گا اور خصوصی

معاملہ کیا جائے گا۔ آقا ﷺ اس بات پر رونے لگے کہ حق جل مجدہ جس بوڑھے کو عذاب دینے سے شرم کرتا ہے، وہ بوڑھے گناہ کرنے میں شرم نہیں کرتے، خالق تو حیا کرتا ہے اور یہ بے حیا بن رہا ہے، وہ معاف کرتا ہے اور یہ باغی اور عاصی و نافرمان بن رہا ہے، وہ اس کے ضعف پر ترس کھا رہا ہے اور یہ اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے، اس کی شان عطا دیکھو اس کی شقاوت و جفا کو دیکھو، حضور ﷺ شفقت امت سے رو رہے ہیں اور اس بوڑھے کو دیکھو کہ گناہ کر کے خوش ہو رہا ہے۔ اللہ پاک پوری امت کو بخش دے۔ آمین!

## نورِ حق کو نہ بدلو

(۱۱۰۸) و لأبى الشيخ عن أنس رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّ الشَّيْبَ نُورٌ مِنْ نُورِي، وَإِنِّي أُسْتَحْيِي أَنْ أُعَذِّبَ نُورِي بِنَارِي فَاسْتَحْيِ مِنِّي.“

[ضعيف جداً] (كما في كنز العمال ج ۱۵/ ۴۲۶۸۰، وفي الإتحافات ۱۸۶)

(۱۱۰۸) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے، حق عزوجل فرماتا ہے: اے آدم کی اولاد! بڑھاپا (کے سفید بال) میرے نور میں سے ایک نور ہے۔ اور مجھ کو شرم و حیا آتی ہے کہ اپنے نور کو نارِ جہنم سے عذاب دوں۔ لہذا تو مجھ سے شرم کر (اور گناہ سے بچتا رہ)۔

## سفید بال نورِ حق کا مظہر

حق تعالیٰ کی شان کریمی دیکھئے کہ بڑھاپے کے سفید بال کو نور بنایا اور پھر خود کرم بالائے کرم کہ اپنے نور کو نار سے عذاب دینے میں شرم و حیا کو سبب رحمت بنا کر نجات دیا، مگر بندوں کی جرأت و سرکشی دیکھئے کہ لوگ بال میں مختلف قسم کی دوائیں لگا کر جوانِ شعر پیر سال بنتے ہیں۔ اسلام میں خضاب اگر مہدی سے کیا جائے تو درست ہے کہ سب کو معلوم ہو کہ سفید کو لال کیا گیا ہے؛ مگر سفید کو سیاہ کرنا ایک قسم کا دھوکہ اور فریب ہے۔ اکثر لوگ سیاہ خضاب کر کے نئی شادیاں کرتے ہیں، اگر اسلامی حکومت ہو تو ان کی عورتیں جدا نیگی

کرا لیں۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ نو جوان لڑکیاں بڑے میاں کے پاس کب تک خون کے آنسو بہاتی رہیں گی؟ پھر یا تو جدا نیکی ہوتی ہے یا پھر پرانے دوستوں سے چنہ کرتی ہیں۔ العیاذ باللہ!

## سفید ریش والوں کی عند اللہ قدر و منزلت

(۱۱۰۹) و لأبی یعلی عن أنس رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: إِنِّي لَأَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِي وَ أَمْتِي يَشِيْبَانِ فِي الْإِسْلَامِ، فَتَشِيْبُ لِحْيَةُ عَبْدِي وَ رَأْسُ أَمْتِي فِي الْإِسْلَامِ أُعَذِّبُهُمَا فِي النَّارِ بَعْدَ ذَلِكَ.“ [ضعيف جداً] (كما في كنز العمال ج ۱۵ / ۴۲۶۸۲، والإتحافات ۲۱۲)

(۱۱۰۹) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں:

میں اپنے ایسے بندے اور بندی سے شرم و حیا کرتا ہوں جو حالت اسلام میں بوڑھے ہوئے ہوں، میرے بندے کی سفید داڑھی اور ان کے سر پر سفید بال ہونے کی وجہ سے، جو بحالت اسلام ہوئے ہوں، مجھے ان کو عذاب جہنم دینے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔

## مغفرت ملنے کے بعد عذاب نہیں

(۱۱۱۰) و لابن أبي الدنيا في كتاب (العمر) والحكيم وابن حبان في

(الضعفاء) و أبي بكر الشافعي في (الغيلانيات) وابن عساكر عن أنس:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ: إِنِّي لَأَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِي وَ أَمْتِي يَشِيْبَانِ فِي الْإِسْلَامِ ثُمَّ أُعَذِّبُهُمَا بَعْدَ ذَلِكَ، وَ لَأَنَا أَعْظَمُ عَفْوَاً مَنْ أَنْ أُسْتَرَّ عَلَى عَبْدِي ثُمَّ أَفْضَحَهُ وَ لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لِعَبْدِي مَا اسْتَغْفَرَنِي.“ (كما في كنز العمال ج ۱۵ / ۴۲۶۸۲)

(۱۱۱۰) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں:

میں اپنے ایسے بندے اور بندی سے شرم کرتا ہوں جن کے بال حالت اسلام میں سفید ہوئے ہوں کہ میں پھر ان کو عذاب دوں اور میں معاف کر دینے کا زیادہ مستحق ہوں، کہ بندہ کے گناہ پر پردہ ڈالنے کے بعد پھر اس کو رسوا کروں اور میں اس وقت تک بندہ کو معاف

کرتا رہوں گا جب تک بندہ مجھ سے مغفرت مانگتا رہے گا۔

## پتھر کی فریاد و دعاء بارگاہ رب العزت میں

(۱۱۱۱) لتمام و ابن عساکر عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

”عَجَّ حَجَرٌ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَقَالَ: إِلَهِي وَ سَيِّدِي! عَبْدُكَ كَذَا وَ كَذَا سَنَةً ثُمَّ جَعَلْتَنِي فِي أَسِّ كَنِيفٍ فَقَالَ: أَوْ مَا تَرْضَى أَنْ عَدَلْتُ بِكَ عَنْ مَجَالِسِ الْقَضَاةِ.“ [موضوع] (کما فی کنز العمال ج ۶/۱۲۹۹۱)

(۱۱۱۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک پتھر نے بارگاہ رب العزت میں فریادی بن کر دعاء کی، اے میرے اللہ و معبود و سردار میں نے تیری اتنے اتنے سال تک عبادت کی پھر بھی آپ نے مجھ کو بیت الخلاء کی بنیاد کا ایک جز بنا دیا؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ میں نے قضاۃ کی مجلسوں سے تیرا ٹھکانہ بدل دیا (یعنی ظالم قاضیوں کی مجالس باعث قہر الہی ہے، جہاں سے تجھے ہٹا کر عذاب کی جگہ سے تو بدل دیا۔ واللہ اعلم) (کنز العمال ج ۶/۱۲۹۹۱)

## اعمال و افعال خیر و شر کا اثر زمین پر بھی پڑتا ہے

برے اعمال و افعال کا اثر جس طرح کرنے والے پر ہوتا ہے اسی طرح وہ جگہ اور مکان بھی متاثر ہو جاتا ہے۔ آخر مساجد کو اسلام میں خیر بقاء، سب سے اچھی جگہ اور بازار کو بری جگہ کیوں کہا گیا ہے۔ مساجد میں ذکر اللہ، طاعات و عبادات کا سلسلہ رہتا ہے، اور بازار غفلت اور نہ معلوم کیا کیا دھندے ہوتے رہتے ہیں۔ قاضی کا عمل اگر عدل و انصاف سے ہو تو باعث رحمت ہے، اگر قاضی و حاکم ہی ظلم و ستم ڈھانے لگے تو وہ جگہ جہاں ناحق خون کرنے والے کو امن کا پیغام ملے، مظلوم و نادار پر انصاف کی عدالت میں مزید ظلم و ستم بڑے لوگوں کی جانب سے دیا جانے لگے۔ عفت و عصمت کے لٹیرے باعزت رہا ہوں اور سفاک و خونریز سینہ تان کے چلنے کا قانونی تحفظ حاصل کر لیں۔ پھر وہ جگہ جہاں سے خیر اور

انصاف ملتا تھا وہی مرکز فساد بن جائے پھر خیر کیا بچا۔ وہ جگہ بھی باعث حسرت ہوگی، بخاری شریف میں حدیث ہے مومن جس جگہ نیکیاں کرتا ہے جب اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو وہ جگہ اس پر روتی ہے اور آسمان کا وہ حصہ جہاں سے اس کی نیکیاں جاتی تھیں وہ جگہ اس پر روتی ہے۔ اور دوسرے قسم کے لوگوں کے لیے آیا ہے فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ۔ ان پر زمین و آسمان نہیں روتا۔ آخر قوم لوٹ کی بستی کو کیوں دھنسا دیا گیا۔ اللہ ہماری عدالتوں کو عدل و انصاف کا نمونہ بنائے۔ آمین

## سرخ یا قوت کی تختی اور اس میں مکتوب اسماء الہی

(۱۱۱۲) و من طریق أبي السعادات بن منصور من حديث ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ اللَّهَ يَنْزِلُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ جُمُعَةً إِلَى دَارِ الدُّنْيَا فِي سِتِّمِائَةِ أَلْفٍ مَلَكٍ فَيَجْلِسُ عَلَى كُرْسِيِّ مِنْ نُورٍ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ لَوْحٌ مِنْ يَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ، فِيهَا أَسْمَاءٌ مَنْ يُثَبِّتُ الرُّؤْيَا وَالْكَفِيَّةَ وَالصُّورَةَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ وَيَقُولُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: هَؤُلَاءِ عِبِيدِي الَّذِينَ لَمْ يَجْحَدُونِي وَأَقَامُوا سُنَّةَ نَبِيِّي وَلَمْ يَخَافُوا فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَائِمًا، أَشْهَدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِي وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا دُخْلَ لَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ.“

[موضوع] [کما فی تنزیہ الشریعة ج ۱ ص ۱۳۸]

(۱۱۱۲) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، حق جل مجدہ ہر شب

جمعہ کو دار دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ چھ لاکھ فرشتوں کے ساتھ، جبکہ حق تعالیٰ نور کی کرسی پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سامنے ایک سرخ یا قوت کی لوح و تختی ہے جس میں وہ تمام اسماء و نام درج ہیں جس سے حق تعالیٰ کی رویت و دید اور اس کی کیفیت اور وہ کس طرح امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بروز قیامت ہوگی تمام تفصیل درج ہے۔ حق تعالیٰ اس کے سبب امت کی فرشتوں پر فوقیت و فضیلت بیان کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میرے واجب الوجود ہونے کا انکار نہیں کیا (یعنی میری وحدانیت و

توحید کے اوپر ایمان ایقان رکھتے تھے) اور میرے نبی برحق ﷺ کی سنت پر عمل پیرا رہے اور حق تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت و طعن تشنیع کی پرواہ نہیں کی (یعنی حق بات کرنے اور کہنے میں کبھی کسی کی پرواہ نہ کی، ادنیٰ و اعلیٰ سب کو ہر جگہ کہا کسی کے خوف و ملامت کی پرواہ نہ کی۔ اللہ کی رضا کا خیال کر کے حق بات کہنے اور کرنے میں، کبھی بھی کسی کا خیال نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو مخلوق کے خوف پر غالب رکھا)۔

اے فرشتو! تم گواہ رہو مجھ کو عزت و جلال کی قسم، میں ان لوگوں کو ضرور بالضرور جنت میں بغیر حساب کے داخل کروں گا۔ (تزیہ الشریعہ ۱۳۸/۱)

## عقل کی تخلیق اور اس سے اللہ کا کلام

(۱۱۱۳) عن أبي امامة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

”لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهُ: أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اذْبُرْ فَأَذْبَرَ، قَالَ:

وَعِزَّتِي مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَعْجَبَ إِلَيَّ مِنْكَ، بِكَ أُعْطِيَ، وَبِكَ الثَّوَابُ وَ

عَلَيْكَ الْعِقَابُ.“ [ضعيف جداً] (أخرجه الطبراني في الكبير ج ۸/۸۰۸۶)

(۱۱۱۳) ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب حق جل مجدہ نے عقل

کو پیدا فرمایا تو حکم دیا کہ آگے بڑھو، بڑھ گئی، حکم ہوا پیچھے ہٹو، ہٹ گئی۔ پھر ارشاد فرمایا: مجھ کو عزت و جلال کی قسم میں نے اپنی مخلوقات میں تم سے زیادہ قابل تعجب کوئی مخلوق پیدا نہیں کیا جس نے مجھ کو تعجب میں ڈالا ہو، میں تیرے ہی ذریعہ بندوں کا مواخذہ کروں گا اور تیرے ہی ذریعہ اپنی مغفرت عطا کروں گا، اور تجھی کو ثواب ملے گا اور تجھ پر ہی عذاب و عقاب ہوگا۔

## عقل کو نقل کے تابع بنا کر معرفت حق پیدا کیجیے

انسان کی زندگی میں نفع و نقصان، اچھائی و برائی اور خیر و شر کا فیصلہ عقل و بصیرت کے ذریعہ ہی ممکن ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ انسان غور و فکر کی لائن سے اپنی زندگی و حیات کی دینی یا دنیاوی ترتیب قائم کرتا ہے۔ بچہ اپنی چھوٹی سی عقل سے اپنے نفع و نقصان کو دیکھتا



ہے اور بڑا اپنے انداز سے، ایمان والا بصیرت ایمانی کے دائرہ میں عقل کو معرفت حق، مبدءاً و معاد حشر و نشر کی لائن سے خالق و مولا کی پہچان میں صرف کرتا ہے تو کافر و ملحد کفر و الحاد کی طاغوتی و شیطانی کید و فریب کے ذریعہ عقل و دانائی کو بغاوت کا عادی بنا لیتا ہے۔

الغرض ہر فرد و بشر کو اللہ پاک نے عقل و فطرت کی راہِ سلیم دکھلائی ہے، اب اس کا استعمال بندے کے اختیار میں ہے، اور اسی اختیار پر مواخذہ ہوگا کہ عقل کی تخلیقی فطرت امتثال ہے اور ہر شخص سے اس کی عقل کے بقدر حساب ہونا بھی تقاضائے عدل ہے؛ اسی لیے مجنون و پاگل جس کو بالکل ہی عقل نہیں حساب بھی معاف، بچہ جس کی عقل پختہ نہیں حساب سے مرفوع القلم ہے۔ قرآن مجید میں اولوالالباب ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو اللہ پاک کا ہر حال میں ذکر کرتے ہیں خواہ بیٹھے ہوں، کھڑے ہوں، لیٹے ہوں اور کائنات عالم کی تخلیق میں خالق جل مجدہ کے تخلیقی مناظر کو دیکھ کر قادر مطلق کے وجود پر دلیل قائم کرتے ہیں اور پھر آخرت کے عذاب سے نجات مانگتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے ہیں ان کو چوپائے سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

عقل حکم ربانی ملتے ہی آگے بڑھی اور پیچھے ہٹی

(۱۱۱۴) و للطبرانی عن أبي هريرة رضي الله عنه:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

”لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ الْعَقْلَ قَالَ لَهُ: قُمْ فَقَامَ، فَقَالَ لَهُ: أَذْبَرِ خَلْفَكَ، فَأَذْبَرَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اقْعُدْ فَقَعَدَ، فَقَالَ: وَعِزَّتِي مَا خَلَقْتُ خَلْقًا خَيْرًا مِنْكَ وَلَا أَكْرَمَ مِنْكَ وَلَا أَفْضَلَ مِنْكَ وَلَا أَحْسَنَ، بِكَ آخُذُ وَبِكَ أُعْطَى، وَبِكَ أَعْرِفُ، وَبِكَ الثَّوَابُ، وَ عَلَيْكَ الْعِقَابُ.“

(کما فی مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸)

## عقل و شعور کو خطابِ ربّانی کا شرف

(۱۱۱۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ عز و جل نے عقل کو پیدا کیا تو اسے فرمایا: کھڑی ہو جا، وہ کھڑی ہو گئی۔ اس کو حکم ہوا پیچھے ہٹ جا، تو عقل پیچھے ہٹ گئی۔ پھر حکم ہوا بیٹھ جا تو عقل بیٹھ گئی (جب یہ شان عقل میں ہو گئی تو) حق تعالیٰ نے فرمایا: مجھ کو عزت کی قسم میں نے اپنی مخلوق میں تم سے بہتر خیر و بھلائی والی چیز پیدا نہیں کی۔ نہ ہی تم سے زیادہ کرامت و شرافت اور نہ ہی تم سے افضل و احسن کسی کو بنایا، تیرے ہی ذریعہ مواخذہ ہوگا (یعنی عقل والے کا ہی مواخذہ ہوگا) اور تیری بنیاد پر ہی عطاء مہربانی کا معاملہ ہوگا اور تیرے ذریعہ ہی میں پہچانا جاؤں گا اور تو ہی ثواب کا ذریعہ ہوگا اور عقاب بھی تجھ پر ہوگا۔ (مجمع الزوائد ۲۸/۸)

### مواخذہ بقدرِ عقل ہوگا

(۱۱۱۵) و لل حکیم عن الأوزاعی معضلاً ، و له عن الحسن قال : حدثنی عدة من الصحابة :

”لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهُ: أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اقْعُدْ فَاقْعَدَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: انْطِقْ فَانْطَقَ، ثُمَّ قَالَ: أَصْمْتُ فَصَمْتُ فَقَالَ: مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكَ وَلَا أَكْرَمَ، بِكَ أُعْرِفُ، وَبِكَ أُحْمَدُ، وَبِكَ أَطَاعُ، وَبِكَ آخُذُ، وَبِكَ أُعْطَى، وَإِيَّاكَ أُعَاتِبُ وَ لَكَ الثَّوَابُ، وَ عَلَيْكَ الْعِقَابُ وَ مَا أَكْرَمْتُكَ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنَ الصَّبْرِ.“

[موضوع] (كما في كنز العمال ج ۳/۷۰۵۷، والإتحافات ۶۹۱)

### حمد و ثناء عقلمندی کی علامت ہے

(۱۱۱۵) ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھ سے چند صحابہ کرامؓ نے بیان کیا: جب حق جل مجدہ نے عقل کو پیدا فرمایا تو حکم دیا کہ: آگے بڑھ

سو وہ چل پڑی، پھر حکم ہوا پیچھے آ جا سو آگئی، پھر حکم ہوا بیٹھ جا سو بیٹھ گئی، پھر حکم ہوا بول سو بول پڑی، پھر حکم ہوا خاموش سن سو خاموشی سے سننے لگی، پھر ارشاد ہوا: اے عقل تجھ سے پسندیدہ و مکرم چیز میں نے پیدا نہیں کی جو مجھ کو تیری بہ نسبت زیادہ پسند ہو، تیرے ہی ذریعہ میں پہچانا جاؤں گا، تیرے ہی ذریعہ میری حمد و ثناء ہوگی، تیرے ہی ذریعہ میری اطاعت و فرماں برداری کی جائے گی، تیرے ہی ذریعہ میں عتاب کروں گا اور تجھی کو ثواب ملے گا اور اے عقل! میں تیرا اکرام اور کسی چیز سے زیادہ افضل نہیں کروں گا جتنا کہ صبر پر کروں گا (یعنی صبر پر تیرا اکرام سب چیزوں سے زیادہ کروں گا)۔

## رب العزت بندہ کے عقل و فہم کے اعتبار سے معاملہ کرتے ہیں

(۱۱۱۶) و لابن عدی عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

”تَعَبَّدَ رَجُلٌ فِي صَوْمَعَةٍ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ، وَ أَغْشَبَتِ الْأَرْضُ، فَرَأَى حِمَارَهُ يَرْعَى فَقَالَ: يَا رَبِّ لَوْ كَانَ لَكَ حِمَارٌ رَعِيْتَهُ مَعَ حِمَارِي، فَبَلَغَ ذَلِكَ نَبِيًّا مِنْ أَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَأَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَيْهِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: إِنَّمَا أَجَازِي الْعِبَادَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ.“

[ضعیف جداً] (کما فی الفوائد المجموعة ص ۴۷۹/۴۹)

(۱۱۱۶) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، ایک شخص اپنے

عبادت خانہ میں مصروف تھا۔ آسمان سے بارش ہوئی اور زمین (بارش کے بعد) ہری بھری سرسبز و شاداب ہو گئی۔ اس عابد نے دیکھا کہ اس کا گدھا ہریالی میں خوب چر رہا ہے تو دیکھ کر اس عابد نے کہا: اے رب العزت! اگر آپ کا بھی کوئی گدھا ہوتا تو میرے گدھے کے ساتھ چرتا۔ اس عابد کی یہ جہالت و بے بنیاد بات اُس وقت کے ایک نبی کو انبیاء بنی اسرائیل میں سے پہنچی۔ تو انھوں نے سوچا کہ اس عابد کے لیے بددعا کریں (جو اس نے حق تعالیٰ کی شان میں بے ہودہ بات اور گستاخی کی ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی پر وحی نازل کی کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ مواخذہ و معاملہ اس کی سوچ اور عقل و فہم کے حساب سے کرتا

ہوں۔ (اس عابد کی عقل جتنی تھی اتنی اس نے سوچی، لہذا اس کا مواخذہ بھی اس کی عقل کے بقدر ہوگا اس لیے شریعت میں مجنون و پاگل سے حساب ہی نہیں جب تک عقل نہ آجائے۔ کم عقلوں کی بات پر عقلمند کا گرفت کرنا خود مضحکہ خیز ہے۔)

(الفوائد المجموعہ ۴۷۹/۴۹)

## اسلامی شریعت میں تین شخص سے مواخذہ نہیں

اسلامی شریعت میں تین شخص سے مواخذہ نہیں، بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، سویا ہوا جب تک بیدار نہ ہو جائے اور مجنون و پاگل جب تک عقل نہ آجائے۔ ان تینوں سے بالکل ہی مواخذہ نہیں۔ مگر جو کم عقل ہیں ان سے اسلام میں ان کی عقل کے بقدر ہی مواخذہ ہونا معقول بات ہے۔ ہر انسان اسی کا مکلف ہے، جو اس کے پاس ہے، یہ مسکین ہے ہی کم عقل تو تنزیہ و تقدیس میں بھی تو اپنی عقل کے حساب سے بارگاہ رب العزت میں اپنے جذبات کا اظہار کر کے دل کی کیفیت کو بیان کر رہا ہے۔ یہ بھی قابل غور اور قابل تعریف ہے کہ بارگاہ رب العزت میں مخاطب تو ہے، اس عقلمند و دانا کی عقل کا کیا فائدہ، جو منعم حقیقی اور مربی کل اور معبود و مسجود حقیقی کو پہچاننے کے بجائے، عاصی و باغی بن کر معصیت و سرکشی اور بغاوت کی راہ بھاگا جا رہا ہے۔ یہ کم عقل و ناداں ہو کر بھی وظیفہ عبودیت تو ادا کر رہا ہے، قدرت اس کے جملہ کی گرفت نہیں کرتی بلکہ اس کے فہم کے عذر کو قبول کر کے نوازتی ہے۔ کہ داناں حیراں بماند۔

## رب تبارک و تعالیٰ کے کلام کی صفت

(۱۱۱۷) و من طریق الفضل بن عیسی الرقاشی من حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

”لَمَّا كَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى يَوْمَ الطُّورِ كَلَّمَهُ بِغَيْرِ الْكَلَامِ الَّذِي كَلَّمَهُ بِهِ يَوْمَ نَادَاهُ، فَقَالَ لَهُ مُوسَى: يَا رَبِّ! هَذَا كَلَامُكَ الَّذِي كَلَّمْتَنِي بِهِ؟ قَالَ: يَا مُوسَى! إِنَّمَا كَلَّمْتُكَ بِقُوَّةِ عَشْرَةِ آلَافِ لِسَانٍ، وَلِي قُوَّةُ الْأَلْسِنِ كُلِّهَا، وَ

أَنَا أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ، فَلَمَّا رَجَعَ مُوسَى إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ ، قَالُوا: يَا مُوسَى صِفْ لَنَا كَلَامَ الرَّحْمَنِ ، قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ إِذْنُ لَا أُسْتَطِيعُهُ ، قَالُوا: فَشَبِّهْ لَنَا، قَالَ: أَلَمْ تَرَوْا إِلَى أَصْوَاتِ الصَّوَاعِقِ الَّتِي تَقْتُلُ فَإِنَّهُ قَرِيبٌ مِنْهُ وَ لَيْسَ بِهِ.

[ضعیف جداً] (كما في تنزيه الشريعة ج ١ ص ١٤١/٢١)

## موسیٰ کلیم اللہ سے کوہ طور پر خطاب باری

(۱۱۱۷) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر رب العزت تبارک و تعالیٰ سے کلام فرمایا تو کلام تو ہوا، مگر وہ صفات کلام سے بالکل ہی پاک تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: رب العزت یہ آپ کا کلام ہے جس کے ذریعہ آپ نے مجھ کو خطاب کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تجھ سے دس ہزار زبان کی قوت سے کلام کیا اور مجھ کو تمام زبانوں کی قوت حاصل ہے اور میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے پاس واپس آئے تو ان کی قوم نے عرض کیا: اے موسیٰ! کلامِ رحمن کی صفت و کیفیت کیا تھی؟ ہم کو بھی بتاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! میں اس کی کیفیت و صفت بتلانے کی قدرت و استطاعت نہیں رکھتا یعنی بیان نہیں کر سکتا۔ قوم نے عرض کیا: کچھ تو اس کی مشابہت بتلاؤ۔ (یعنی کسی ملتی جلتی آواز سے اس کی مماثلت و مشابہت تو دو) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اچھا تو سنو! کیا تم نے بجلی گرجنے کی وہ آواز دیکھی نہیں ہے جو انسان کو ختم کر دیتی ہے۔ بس اسی سے قریب قریب جبکہ وہ بجلی کی گرج نہیں ہے، کلامِ رحمن ہے۔ (تنزیہ الشریعہ ۲۱/۱۴۱)

## اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کی صورتیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لَبَشِيرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ

رَسُولًا فَيُوحِي بِأَذْنِهِ مَا يَشَاءُ﴾ (شوری: ۵۱)

ترجمہ شیخ الہند: اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ، مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہنچادے اس کے حکم سے جو وہ چاہے۔

کوئی بشر اپنی عنصری ساخت اور موجودہ قوی کے اعتبار سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ حق سبحانہ و قدوس اس دنیا میں اس کے سامنے ہو کر مشافہۃ کلام فرمائے اور وہ تحمل کر سکے اسی لیے کسی بشر سے اس کے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں ہیں (الف) بلا واسطہ پردہ کے پیچھے سے کلام فرمائے یعنی نبی کی قوت سامعہ استماع کلام سے لذت اندوز ہو مگر اس حالت میں آنکھیں دولت دیدار سے متمتع نہ ہو سکیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر اور خاتم الانبیاء ﷺ کو لیلۃ الاسراء میں پیش آیا۔ (ب) بواسطہ فرشتہ کے حق تعالیٰ کلام فرمائے مگر فرشتہ مجتہد ہو کر آنکھوں کے سامنے نہ آئے بلکہ براہ راست نبی کے قلب پر نزول کرے اور قلب ہی سے ادراک فرشتہ کا اور صورت کا ہوتا ہو۔ حواس ظاہرہ کو چنداں دخل نہ رہے میرے خیال میں یہ صورت ہے جس کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ”یأتینی فی مثل صلصلة الجرس“ سے تعبیر فرمایا ہے اور صحیح بخاری کے ابواب بدء الخلق میں وحی کی اس صورت میں بھی اتیان ملک کی تصریح موجود ہے اسی کو حدیث میں ”وہو اشدہ علی“ فرمایا اور شاید وحی قرآن بکثرت اسی صورت میں آتی ہو جیسا کہ ”نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قُلُوبِك“ اور فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قُلُوبِك بِإِذْنِ اللَّهِ“ میں لفظ ”قُلُوبِك“ سے اشارہ ہوتا ہے اور چونکہ یہ معاملہ بالکل پوشیدہ طور پر اندر ہی اندر ہوتا تھا۔ پیغمبر کے وجود سے باہر کوئی علیحدہ ہستی نظر نہ آتی تھی اور نہ اس طرح کلام ہوتا تھا جیسے ایک آدمی دوسرے سے بات کرتا ہو کہ پاس بیٹھنے والے سامعین بھی سمجھ لیں اس لیے اس قسم کو خصوصیت کے ساتھ آیت ہذا میں لفظ ”وحیا“ سے تعبیر کیا کیونکہ لغت میں ’وحی‘ کا لفظ اخفاء اور اشارہ سریعہ پر دلالت کرتا ہے۔ (ج) تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ مجتہد ہو کر نبی کے سامنے آجائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا کلام و پیام پہنچادے جیسے ایک آدمی دوسرے سے خطاب کرتا ہے

چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک دو مرتبہ اپنی اصلی صورت میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور اکثر مرتبہ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے اور کبھی کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں بھی تشریف لائے ہیں اس وقت آنکھیں فرشتہ کو دیکھتیں اور کان ان کی آواز سنتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی بعض اوقات گفتگو سنتے اور سمجھتے تھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو دو قسمیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے دوسری صورت ہے اور میرے خیال میں اسی کو آیت ہذا میں اَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَاذِنِهِ مَا يَشَاءُ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ باقی حجاب والی صورت چونکہ بالکل نادر بلکہ اندر تھی اس لیے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔ (تفسیر عثمانی)

### ستارہ و حساب

(۱۱۱۸) للخطیب فی کتاب (النجوم) عن عطاء قال:

”قِيلَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: هَلْ كَانَ لِلنُّجُومِ أَصْلٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. كَانَ بَنِي الْأَنْبِيَاءِ يُقَالُ لَهُ: يُوشَعُ بْنُ نُونٍ، فَقَالَ لَهُ قَوْمُهُ: لَا نُؤْمِنُ بِكَ حَتَّى تُعَلِّمَنَا بَدْءَ الْخَلْقِ وَآجَالَهُ، فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى غُمَامَةٍ، فَأَمْطَرَتْهُمْ وَاسْتَنْقَعَ عَلَى الْجَبَلِ مَاءً صَافِيًا، ثُمَّ أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنُّجُومِ: أَنْ تَجْرِيَ فِي ذَلِكَ الْمَاءِ، ثُمَّ أَوْحَى إِلَى يُوشَعَ بْنِ نُونٍ أَنْ يَرْتَقِيَ هُوَ وَقَوْمُهُ عَلَى الْجَبَلِ، فَارْتَقَوْا الْجَبَلَ، فَقَامُوا عَلَى الْمَاءِ حَتَّى عَرَفُوا بَدْءَ الْخَلْقِ وَآجَالَهُ بِمَجَارِي الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنُّجُومِ وَسَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، فَكَانَ أَحَدُهُمْ يَعْلَمُ مَتَى يَمُوتُ وَ مَتَى يَمْرُضُ، وَ مَنْ ذَا الَّذِي يُؤَلِّدُ لَهُ، وَ مَنْ ذَا الَّذِي لَا يُؤَلِّدُ لَهُ، فَبَقُوا كَذَلِكَ بُرْهَةً مِنْ دَهْرِهِمْ، ثُمَّ إِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَاتَلَهُمْ عَلَى الْكُفْرِ فَأَخْرَجُوا إِلَى دَاوُدَ فِي الْقِتَالِ مَنْ لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهُ وَ مَنْ حَضَرَ أَجَلُهُ خَلَفُوهُ فِي بُيُوتِهِمْ فَكَانَ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ دَاوُدَ وَ لَا يُقْتَلُ مِنْ هَؤُلَاءِ أَحَدٌ، فَقَالَ دَاوُدُ: رَبِّ! أَقَاتِلْ عَلَى طَاعَتِكَ وَ يُقَاتِلْ هَؤُلَاءِ عَلَى



مَعْصِيَّتِكَ ، فَيُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِي وَلَا يُقْتَلُ مِنْ هَؤُلَاءِ أَحَدٌ ، فَأَوْحَى اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَيْهِ : إِنِّي كُنْتُ عَلَّمْتُهُمْ بَدْءَ الْخَلْقِ وَ آجَالَهُ ، وَإِنَّمَا أَخْرَجُوا إِلَيْكَ مَنْ لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهُ ، وَ مَنْ حَضَرَ أَجَلُهُ خَلَفُوهُ فِي بُيُوتِهِمْ فَمِنْ ثَمَّ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِكَ وَلَا يُقْتَلُ مِنْهُمْ أَحَدٌ ، قَالَ دَاوُدُ : يَا رَبِّ! عَلَى مَاذَا عَلَّمْتَهُمْ؟ قَالَ : عَلَى مَجَارَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنُّجُومِ وَ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ قَالَ :

فَدَعَا اللَّهُ تَعَالَى فَحُبِسَتْ الشَّمْسُ عَلَيْهِمْ فَزَادَ فِي النَّهَارِ فَاخْتَلَطَتِ الزِّيَادَةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فَلَمْ يَعْرِفُوا قَدْرَ الزِّيَادَةِ ، فَاخْتَلَطَ عَلَيْهِمْ حِسَابُهُمْ ، قَالَ عَلِيُّ : فَمِنْ ثَمَّ كُرِّهَ النَّظَرُ فِي النُّجُومِ .“ [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۱۰ / ۲۹۴۳۵)

(۱۱۱۸) ترجمہ: حضرت عطاء اللہ سے روایت ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

سے پوچھا گیا کہ کیا ستارہ کی کوئی حقیقت واصل ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں (اس کی کچھ تو حقیقت ہے) انبیاء میں سے ایک نبی سے جن کا نام یوشع بن نون تھا۔ ان کی قوم نے کہا کہ: ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ آپ ہم کو بدء الخلق یعنی پیدائش کی ابتداء کیسے ہوتی ہے، نہ بتلا دیں اور اس کی مدت و عمر نہ سکھلا دیں۔

حق جل مجدہ نے بادل کو حکم دیا کہ بر سے، تو بادل برسا اور پہاڑی کے درمیان خوب صاف شفاف پانی پہاڑی کے دامن و وادی میں ایک جگہ جمع ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شمس و قمر اور نجوم یعنی چاند و سورج اور ستارہ کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ اس پانی کے اندر چلیں۔ پھر یوشع بن نون کو وحی الہی آئی کہ وہ اور ان کی قوم پہاڑ پر چڑھ جائیں۔ وہ اور ان کی قوم حکم الہی کے بعد پہاڑ پر چڑھ گئی اور پانی کے سامنے کھڑی ہو گئی اور بدء الخلق مخلوق کی پیدائش اور ان کی آجال و اعمار کو جان گئی۔ پانی میں چاند و سورج اور ستارہ کی گردش سے رات و دن کے اوقات کی شناخت بھی ہو گئی۔ حاضرین میں سے ہر شخص جان گیا کہ وہ کب مرے گا یعنی وفات پائے گا؟ اور کب مریض و بیمار ہوگا؟ اور کس کے یہاں اولاد ہوگی؟ اور

کس کے گھر اولاد نہیں ہوگی؟ اب وہ لوگ ایک زمانہ تک اسی حالت میں رہے۔ پھر داؤد علیہ السلام کا کفار سے مقابلہ و مقاتلہ ہوا، ان کے کفر کے سبب۔ تو قوم نے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قتال کے لیے ان لوگوں کو بھیجا جن کی اَجَل و حیات خوب باقی تھی اور جن لوگوں کی عمر اَجَل پوری ہو گئی تھی ان کو اپنے پیچھے گھروں میں رکھا۔ اب میدان میں داؤد کے اصحاب اور گھر والے تو قتل و شہید ہوئے اور قوم کا کوئی بھی نہ مرا اور نہ قتل ہوا۔ یہ ماجرا دیکھ کر داؤد علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: میرے رب میں نے تو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں قتال کیا اور ان لوگوں نے آپ کی معصیت و نافرمانی پر مقابلہ کیا، میرے اصحاب اور گھر والے تو قتل و شہید ہوئے اور ان کا کوئی بھی قتل نہ ہوا اور نہ مرا۔

پھر حق جل مجدہ نے داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ: میں نے ان لوگوں کے تخلیق کی ابتداء کیسے ہوتی ہے، اور ان کی آجال و عمر کا علم دے دیا ہے تو ان لوگوں نے قتال کے لیے انہی لوگوں کو ہمراہ کیا جن کی وفات مقدر نہ تھی اور جن لوگوں کی عمر ختم ہو رہی تھی ان کو انھوں نے اپنے گھروں میں رکھا۔ اسی وجہ سے آپ کے اصحاب و گھر والے قتل و شہید ہو گئے اور ان کا کوئی بھی قتل نہ ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: رب العزت آپ نے ان لوگوں کو کس طرح تخلیق و پیدائش کا علم سکھایا ہے؟

حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: شمس و قمر، نجوم اور رات و دن کی گردش کے ذریعہ۔ پس انھوں نے دعا کی تو سورج کو روک لیا گیا، ان لوگوں پر تو دن کے اوقات لمبے ہو گئے، جس سے زیادتی اوقات رات و دن کے ساتھ آپس میں مخلوط و گڈ مڈ ہو گئے۔ پس وہ لوگ زیادتی اوقات کا حساب نہ رکھ سکے نہ جان سکے جس سے تمام کا تمام حساب کا نظام ان سے رہ گیا اور سب نظام معطل ہو گیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اسی وجہ سے اسلام میں ناپسندیدہ جانا گیا ہے نجوم و ستاروں کو دیکھنا یعنی نجوم پر یقین رکھنا اور اس سے علم لینا۔ (کنز العمال ۱۰/۲۹۴۳۹)

چاند و سورج مخلوق ہیں، ہماری زندگیوں کا ہر لمحہ خالق سے وابستہ ہے  
اسلام میں مختارِ کل اور مدبرِ حقیقی رب العزت کی ذات بابرکات ہے۔ نجوم و ستارہ  
میں کوئی تاثیر نہیں علم نجوم پر یقین رکھنے والے لوگوں کا عام ذہن یہ ہے کہ یہ ستارے انسانی  
زندگی کے رہبر و رہنما ہیں۔ العیاذ باللہ، استغفر اللہ۔ اس کو یونہی سمجھئے کہ مشرکین چاند و  
سورج کی حرارت و برودت کی کیفیت دیکھ کر خالق سے غافل ہو گئے اور اسی کی پرستش  
شروع کر دی۔ قرآن حکیم نے جس کی مضبوط انداز میں تردید کی کہ چاند و سورج کو سجدہ نہ  
کرو، بلکہ ان کے خالق کو اپنا مسجود بناؤ۔ یہی حال نجوم و ستارہ کا ہے۔ انسانی زندگی میں  
ستارہ کا خالق کی تدبیر سے ہٹ کر کوئی اپنا مقام نہیں۔ نہ ہی اس کا ہمارے ایمان سے تعلق  
ہے، نہ ہی خوش بختی یا بد بختی سے۔ لوگوں نے ستاروں کو ہی اپنا نصیب و بخت جان کر زندگی  
کا سہارا بنا لیا۔ اسلام اس کی مکمل تردید ہی نہیں مخالفت کرتا ہے؛ بلکہ شرک کے حدود میں  
داخل کرتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

دانہ میں سوس (گھن)، جسم پر بدبو، غم پر ذہول اور عمر کی میعاد کی حکمت

(۱۱۱۹) للخطیب عن البراء:

”يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: تَفَضَّلْتُ عَلَى عَبْدِي بِأَرْبَعِ خِصَالٍ؛ سَلَّطْتُ الدَّابَّةَ  
عَلَى الْحَبَّةِ، وَ لَوْ لَا ذَلِكَ لَادَّخَرْتُهَا الْمُلُوكُ كَمَا يَدَّخِرُونَ الذَّهَبَ وَ  
الْفِضَّةَ، وَ أَلْقَيْتُ النَّتْنَ عَلَى الْجَسَدِ، وَ لَوْ لَا ذَلِكَ مَا دَفَنَ خَلِيلٌ خَلِيلَهُ أَبَدًا،  
وَ سَلَّطْتُ السُّلُوَّ عَلَى الْحَزَنِ، وَ لَوْ لَا ذَلِكَ لَانْقَطَعَ النَّسْلُ، وَ قَضِيَتْ  
الْأَجَلُ وَ أَطْلُتْ الْأَمَلُ، وَ لَوْ لَا ذَلِكَ لَخَرِبَتِ الدُّنْيَا وَ لَمْ يَهْنِ ذُو مَعِيشَةٍ  
بِمَعِيشَتِهِ.“ [موضوع] (کما فی کنز العمال ج ۴/۱۰۴۱۹)

(۱۱۱۹) ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں

:میں نے اپنے بندوں پر چار طرح سے احسان کیا اور عافیت دی۔

(۱) پہلا احسان تو یہ کہ سوس، یعنی گھن کو میں نے غلہ پر مسلط کیا، اگر ایسا نہ کرتا تو ملوک و سلاطین سونے چاندی کی طرح غلہ و دانہ بھی ذخیرہ اندوزی کرنے لگتے

(۲) دوسرے بدبو کو مردہ جسم پر مسلط کیا، ورنہ لوگ اپنے محبوب و خلیل کو دفن ہی نہیں کرتے (۳) تیسرے حزن و غم پر ذہول و نسیان کو مسلط کر دیا ورنہ مارے غم کے انسانیت کی نسل ہی مٹ جاتی، منقطع ہو جاتی (۴) میعاد مقرر کر دی (زندگی کی) اور آرزو کو لمبا کیا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا ویران ہو جاتی اور کسی کو زندگی خوشگوار معلوم نہ ہوتی۔

## حق جل مجدہ کی رحمت، رحم کرنے والوں پر

(۱۱۲۰) لأبي الشيخ وابن عساكر والديلمي عن أبي بكر:  
 ”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: إِنْ كُنْتُمْ تَرْجُونَ رَحْمَتِي فَارْحَمُوا خَلْقِي.“  
 (کما فی کنز العمال ج ۳/۵۹۹۱، الإتحافات ۱۷۲)

(۱۱۲۰) ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں:  
 اگر تم میری رحمت سے مستفیض و مستفید ہونا چاہتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو۔  
 (کما فی کنز العمال ج ۳/۵۹۹۱، الإتحافات ۱۷۲)

حق تعالیٰ کے فرمان کا حاصل بس اتنا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم پر رحم کیا جائے، عنایتِ الہی کی بارش ہو، رحمتِ عام شامل حال ہو جائے تو مخلوق پر رحم کیا کرو کہ یہ رحم و رحیم کی صفت ہے۔ پھر رحم و رحیم تم پر خود ہی مہربان ہو جائے گا کہ اصل مادہ رحم تو انہی کا حق ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر  
 خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

خالق کی تخلیق کا مخلوق کو اتا پتا بھی نہیں

(۱۱۲۱) للديلمي عن ابن عمر رضی اللہ عنہ:  
 ”قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا جَبْرِيلُ! إِنِّي خَلَقْتُ أَلْفَ أَلْفِ أُمَّةٍ لَا تَعْلَمُ أُمَّةٌ

أَنِّي خَلَقْتُ سَوَاهَا، لَمْ أُطْلِعْ عَلَيْهَا اللَّوْحَ الْمَحْفُوظَ وَلَا صَرِيرَ الْقَلَمِ إِنَّمَا أَمْرِي لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ، وَلَا تَسْبِقُ الْكَافُ النَّوْنُ.

[ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۱۰/ ۲۹۸۴۴، والإتحافات ۱۱۸)

(۱۱۲۱) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، حق عزوجل نے فرمایا: اے جبریلؑ میں نے ایک کروڑ امت کی تخلیق کی اور کسی بھی امت کو یہ نہیں معلوم کہ میں نے اس کے علاوہ بھی دوسری امت پیدا کی ہے اور ہاں! میں نے لوح محفوظ کو بھی اس پر مطلع ہونے نہیں دیا اور نہ ہی قلم چلانے کی ضرورت پیش آئی؛ کیوں کہ جب میں کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہوں تو کہتا ہوں: ہو جا پس وہ چیز ہو جاتی ہے اور کلمہ ’کُنْ‘ میں ’ک‘ ابھی ’ن‘ سے نہیں ملتا، کہ وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔

## سرعتِ تخلیق کائنات

حق جل مجدہ کائنات عالم اور اس کی تمام مخلوق کا خالق واحد ہے۔ نہ تو اس میں وہ کسی کا محتاج ہے اور نہ ہی اس کے پیدا کرنے میں کسی غیر کا دخل ہے۔ بس اس کا ایک کلمہ ’کن‘ تمام کائنات عالم، شمس و قمر، ارض و سماء، بر و بحر، شجر و حجر اور انس و جن کے وجود کا ذریعہ ہے۔ ابتداءً ہر چیز کی تخلیق کلمہ ’کن‘ سے ہوئی ہے اور خالق عزوجل، جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اتنی بھی تاخیر نہیں ہوتی جتنی کہ کلمہ ’کن‘ میں ’کاف‘ کو ’نون‘ کے ساتھ ربط میں لگتی ہے۔ اتنی ہی سرعت کے ساتھ وہ چیز وجود میں آتی ہے اور اثر الہی کا مفہوم بھی یہی ہے؛ کیوں کہ یہ حکم خالق ہے، جو ہر مخلوق کے وجود کا مبداء ہے اگر اسباب و وسائل کی ترتیب کا سہارا لیا جائے تو پھر وہ خالق ہی نہیں رہا، حالانکہ وہ خالق ہے۔ فبارک اللہ احسن الخالقین خلق وامر کی بحث علمائے کرام سے معلوم کریں! یہ اس کا محل نہیں۔

بندۂ مومن کو ہلاکت سے بچانے کی غیبی تدبیر

(۱۱۲۲) لأبي الشيخ عن كليب الجهنی:

”قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ : لَوْ لَا أَنَّ الدَّنْبَ خَيْرٌ لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ مِنَ الْعُجْبِ،  
مَا خَلَيْتُ بَيْنَ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ وَبَيْنَ الدَّنْبِ.“

[۹] (کما فی کنز العمال ج ۳/۷۶۷۲، والإتحافات ۱۱۷)

(۱۱۲۲) ترجمہ: حضرت کلبِ جہنیؓ سے روایت ہے، حق عزوجل نے فرمایا: اگر  
ذنب و گناہ، میرے مومن بندے کے حق میں عُجْب سے بہتر نہ ہوتا، تو گناہ کا کھٹکا بھی  
میں اپنے مومن بندے کے دل میں پیدا نہ ہونے دیتا۔

### عُجْب اور خود پسندی

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهِيَ مُتَبِعٌ وَشُحٌّ  
مُطَاعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ“ (بیقھی فی شعب الایمان) اور  
مہلکات یعنی ہلاک کرنے والی چیزیں، سو وہ خواہشات ہیں جس کی پیروی کی جائے اور  
بخل ہے جس کے موافق عمل درآمد ہو اور آدمی کا اپنے کو اچھا سمجھنا اور (ہلاکت میں) ان  
سب سے بڑھ کر ’عجب‘ ہے۔ عُجْب کی حقیقت یہ ہے کہ کمالات کو اپنے طرف منسوب کیا  
جائے اور اس کا خوف نہ ہو کہ شاید سلب ہو جائے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ: اس کا  
علاج یہ ہے کہ اس کمال کو عطاءئے ربّانی سمجھے اور اس کی استغنائے قدرت کو یاد کر کے  
ڈرے کہ شاید سلب ہو جائے۔ (تعلیم الدین ص ۱۲۷)

الغرض حق جل مجدہ نے یہ واضح فرمادیا کہ: گناہ مومن بندے سے اگر بہ تقاضائے  
بشریت ہو جائے تو اتنا مذموم نہیں جتنا مومن بندے کے لیے عُجْب قابلِ مذمت اور باعث  
ہلاکت ہے کہ ذنب و گناہ کے بعد توبہ سے سیئات مبدل بہ حسنات ہو جاتے ہیں اور عُجْب  
میں ہوتا یہ ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ: میرے جیسا متقی و صالح اور زاہد و عابد دوسرا ہے ہی  
نہیں، نیز دوسرے لوگوں کو دیکھتا ہے کہ: وہ گناہ و سیئات میں پھنسے ہوئے ہیں اور میں ان  
گناہوں سے بچا ہوا ہوں، ہر وقت نیکی و عبادت میں مصروف ہوں، اس طرح ’عجب‘ داخل  
ہوتا ہے اور یہ ایسا خوبصورت گناہ ہے کہ انسان اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتا کہ ’توبہ و استغفار‘

سے تلافی کی جائے۔ الغرض ’عجب‘ سے ہلاک ہو جاتا ہے، لہذا حق جل مجدہ علیم وخبیر ہیں۔ وہ بندے کو عجب سے بچانے کے لیے اس کو ہلکے پھلکے گناہ کرنے دیتے ہیں تاکہ وہ پھر توبہ و استغفار کے ذریعہ تلافی مافات کر لے اور ہلاکت سے بچ جائے۔

## جس کا کھائیں اس کی گائیں

(۱۱۲۳) للحکیم والبیہقی فی (شعب الإیمان) عن أبی الدرداء رضی اللہ عنہ:

”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: إِنِّي وَالْجَنُّ وَالْإِنْسُ فِي نَبَأٍ عَظِيمٍ! أَخْلُقُ وَ يُعَبِّدُ

غَيْرِي، وَ أَرْزُقُ وَ يُشْكُرُ غَيْرِي.“ [؟] (کما فی کنز العمال ج ۱۶ / ۴۳۶۷۴)

(۱۱۲۳) ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا

کہ: ہم اور جن و انس ایک واقعے میں (موحیرت) ہیں کہ (لوگوں کو) پیدا میں نے کیا اور وہ عبادت غیروں کی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو کھلاتا میں ہوں اور شکر غیروں کی کرتے ہیں۔

## وہ لوگ قابلِ تعجب ہیں جو حق جل مجدہ کی عظمت کو نہ مانیں

اس حدیث قدسی میں حق جل مجدہ نے ایک عظیم حادثے کی خبر دی ہے اور یہ بات بھی درحقیقت باعثِ صدفانسوس ہے کہ جو ذات عبادت کی مستحق ہے، جس نے گندے ناپاک پانی سے صاحبِ فہم و بصیرت، ذی شعور اور ہوش مند انسان کو پیدا کیا، وہی انسان خالقِ حقیقی اور مالکِ حقیقی کو چھوڑ کر غیروں کے در کی دربانی کرے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ ایک غلام اپنے اس آقا کا نافرمان ہو جائے جو اس کو کھانا، کپڑا، مکان اور ہر طرح کی سہولتیں مہیا کراتا ہو اور وہ غلام اپنے آقا کی فرماں برداری کے بجائے غیروں کی اطاعت میں مشغول رہ کر اپنے محسن آقا کو فراموش کر دے۔ ایسے غلام کا کیا حشر ہوگا؟ ظاہر و باہر ہے۔

الغرض عبادت کا اگر کوئی مستحق ہے، تو صرف اور صرف وہی ایک اللہ ہے، جو سارے عالم کا خالق ہے۔ یہاں ان لوگوں پر تعجب اور حیرت کا اظہار کیا گیا ہے جو اپنے خالقِ حقیقی کے علاوہ دوسرے معبودانِ باطل کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے حقیقی مالک



وخالق کو بھولے ہوئے ہیں۔

اسی طرح رزاق وہ ذات ہے؛ جو فطری اور قدرتی اسباب کے ذریعے چاند اور سورج سے مٹھاس اور ذائقے چیزوں میں منتقل فرماتا ہے؛ لہذا ہمیں چاہیے کہ ان نعمتوں پر مالک حقیقی کا شکر، اس کی عبادت و اطاعت کی صورت میں ادا کریں۔ منعم حقیقی کی عنایتوں اور نوازشوں پر شکر ادا کرتے ہوئے ابدی زندگی کی نعمتوں کے حصول کے لیے جدوجہد کریں۔ رزق الہی سے جو قوت و طاقت پیدا ہو، اس کو اللہ پاک کی عبادات میں صرف کر کے عملاً اس پاک پروردگار کا احسان مانا جائے، حق جل مجدہ ہمیں اپنے فضل سے شکر حقیقی کی توفیق بخشے! آمین!

## قرآن مجید، مساجد اور اہل بیت کے حقوق کا حق تعالیٰ خود محاسب ہوگا

(۱۱۲۴) للدیلمی عن جابر، أحمد، الطبرانی وسعيد بن منصور عن أبي أمانة:

”يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصْحَفُ وَالْمَسْجِدُ وَالْعِتْرَةُ، فَيَقُولُ الْمُصْحَفُ: يَا رَبِّ! حَرِّقُونِي وَ مَرِّقُونِي، وَيَقُولُ الْمَسْجِدُ: يَا رَبِّ! خَرِّبُونِي وَ عَطِّلُونِي وَ ضَيِّعُونِي، وَ تَقُولُ الْعِتْرَةُ: يَا رَبِّ! طَرِّدُونَا وَ قَتَلُونَا وَ شَرِّدُونَا وَ أَجْثُو بِرَكْبَتِي لِلْخُصُومَةِ، فَيَقُولُ اللَّهُ: ذَلِكَ إِلَيَّ وَ أَنَا أُولَىٰ بِذَلِكَ.“

[؟] (کما فی کنز العمال ج ۱۱/ ۳۱۱۹۰)

(۱۱۲۴) ترجمہ: دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور احمد و طبرانی نے حضرت

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ، قیامت کے دن قرآن مجید، مسجد اور اہل بیت کو لایا جائے گا قرآن مجید عرض کرے گا: یا رب العالمین میرے اندر (مفہوم و مطالب میں) تحریف کی گئی، مجھ کو ریزہ ریزہ کر کے چاک کیا گیا۔ مسجد عرض کرے گی؟ رب العالمین مجھ کو توڑا گیا، معطل و بے کار کیا گیا، میرے حقوق کو پامال کیا گیا، اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے مجھ کو دھتکار کر دور کیا گیا، مجھ کو قتل کیا گیا مجھ کو گھر سے بے گھر کیا گیا، اور جنگ و جدال کے ذریعہ میرے گھٹنے توڑ کر بٹھا دیے گئے، حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے:

ان لوگوں کا معاملہ میرے ساتھ ہوا ہے اور اس کا انتقام میں لینے کا زیادہ مستحق ہوں۔

## قرآن، مسجد اور اہل بیت کے حقوق

اس دنیا میں جتنی اشیاء ہیں آپس میں سب کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق اور اس کے حدود ہیں، اللہ کا حق بندہ پر یہ ہے کہ وہ لاشریک ہے۔ بندہ کا حق اللہ پر یہ ہے کہ موحد کی مغفرت فرمائیں گے۔ ایمان کیا ہے حقوق کو ماننا اور بجالانا، باپ کا بیٹے پر، بیٹا کا باپ پر، بیوی کا شوہر پر، شوہر کا بیوی پر، بڑوں کا چھوٹوں پر، چھوٹوں کا بڑوں پر، غلام کا آقا پر آقا کا غلام پر، اسی طرح مصحف و قرآن کا حق ہے امت پر کہ اللہ کے کلام پر ایمان لائیں، اس کے احکام پر عمل کریں، حلال کو حلال جانیں، حرام کو حرام جان کر پرہیز و اجتناب کریں، قرآن کی آیات بینات میں شک و شبہ نہ کریں۔

قرآن مجید بے شمار خوبیوں اور کمالات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا، مثلاً اعجاز و تنزیل من اللہ یعنی معجز ہے کہ اپنے اعجاز میں ایک انوکھی شان و صفات رکھتی ہے اور تنزیل من اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اور تیسری صفت کمال مفصلاً یعنی اس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کیے گئے ہیں۔ چوتھا وصف کمال یہ ہے کہ کتب سابقہ میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ ﴿الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توراة و انجیل) دی ہے وہ اس کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ پانچواں وصف کمال صدق و سچائی پر مبنی ہے۔ چھٹا وصف کمال عدل و انصاف ساتواں اس کو بدلنے بدلنے والا کوئی نہیں۔ ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَ عَدْلًا ، لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ﴾ آٹھواں وصف کمال مبارک و برکت والی کتاب ہے۔ ﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ﴾ اس طرح بے شمار صفات و کمالات کے خزانے ہیں۔ ظاہری بات ہے اس کتاب کا حق ہونا بھی چاہیے تاکہ ذمہ داری کے ساتھ اس کے حقوق کی ادائیگی کی جائے۔ قیامت کے دن قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی جناب میں شکایت کرے گا کہ مجھ کو جلایا

گیا، نذر آتش کر دیا گیا اور مجھے ٹکڑے ٹکڑے، ریزے ریزے کیے گئے۔ میرے احکام پامال کیے گئے۔ اسی طرح مساجد کہیں گی مجھے منہدم کیا گیا۔ اجاڑا گیا، غیر آباد کیا گیا۔ میرے حقوق کو ضائع کیا گیا۔ المسجد بیت کل مومن، مسجد تو مومن کا ٹھکانہ ہے جہاں ملائکہ اللہ کے ساتھ ہم نشینی کا خاص لطف آتا ہے۔ اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی شکایت ہوگی، ہمیں روند اگیا، گھر سے بے گھر کر کے نکالا گیا، قتل کیا گیا، بے یار و مددگار چھوڑا گیا، اور عدالت الہی میں اپنے حقوق کی وصولی کے لیے جم جائے گی۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے اچھا ان تمام حقوق کی وصولیابی میرے ذمہ اور میں زیادہ مستحق ہوں کہ ان کو وصولوں۔

### رسول اللہ ﷺ نے چھ آدمیوں پر لعنت فرمایا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر میں لعنت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت کرے۔

(۱) ایک وہ شخص جس نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھادیا (یعنی خواہ کچھ الفاظ بڑھادیے یا معنی میں ایسی زیادتی کردی جو تفسیر صحابہ کے خلاف ہے)۔

(۲) دوسرے وہ شخص جو تقدید الہی کا منکر ہو گیا۔

(۳) تیسرے وہ شخص جو امت پر زبردستی مسلط ہو جائے تاکہ عزت دے دے اس شخص کو جس کو اللہ نے ذلیل کیا ہے اور ذلت دیدے اس شخص کو جس کو اللہ نے عزت دی ہے۔

(۴) چوتھے وہ شخص جس نے اللہ کے حرام کو حلال سمجھا یعنی حرم مکہ میں قتل و قتال کیا، یا شکار کھیلا۔

(۵) پانچویں وہ شخص جس نے میری عمرت و اولاد کی بے حرمتی کی۔

(۶) چھٹے وہ شخص جس نے میری سنت چھوڑی۔ (معارف القرآن ۵۰۴/۳)

اہل بیت کا احترام و حقوق اور محبت رسول عین ایمان ہے

رسول اللہ ﷺ ہمارے دنیا و آخرت دونوں کے امام و پیشوا ہیں آپ رسول اعظم اور

شافع الامم ہیں۔ خاتم النبیین ﷺ، رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ کا حق تمام مخلوقات سے زیادہ ہے مختصر یہ کہ خالق کے بعد آپ کا حق ہے۔ آپ پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت، امہات المومنین کے طہارت و تقدس کو اپنی ماں کے طہارت و تقدس سے زیادہ جانے اور مانے۔ تمام بناتِ رسول ﷺ کو تسلیم کرے۔ ان پر دل و جان کو فدا کرے۔ اہل بیت کا احترام و اکرام، ان کے جان و مال کی حفاظت، ان کی حرمت و عزت کا تحفظ۔ ان کے ساتھ ہمدردی و غم خواری کا معاملہ، ان کا رشتہ رسول اللہ ﷺ سے ہے، اس کا خیال کر کے ان کو اپنی آنکھ کا سرمہ ان پر اپنی جان کو قربان کرنے کا جذبہ یہ سب باتیں خود عظمت رسول ﷺ اور محبت رسول ﷺ میں داخل ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ آقا ﷺ سے محبت ہو اور ان کے گھر والوں سے سینہ میں کینہ ہو، جن کو اللہ تعالیٰ کا پیام و سلام آیا۔ جن کے مکان میں وحی کا نزول ہوا۔ قرآن کی آیات بینات کی رات و دن تلاوت ہوئی۔ جن کے گھروں سے نور ہدایت پھیلا، سنت کی اشاعت ہوئی۔ شریعت کی اللہ تک جانے والی شاہراہ کا نشان ملا۔ صراطِ مستقیم کی نشاندہی کی گئی، وہی محمد ﷺ کا مسکن بنا۔ اہل بیت ہمارے دل کے سرور اور آنکھ کے نور ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَزْوَاجِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

جب تک بندہ مغفرت مانگتا رہے گا اللہ پاک معاف کرتے رہیں گے

(۱۱۲۵) للحکیم عن أنس رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُولُ: يَا رَبِّ! اغْفِرْ لِي، وَقَدْ أَذْنَبَ، فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبِّ! إِنَّهُ لَيْسَ لِدَلِكِ بَأَهْلٍ، قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: لَكِنِّي أَهْلٌ أَنْ أَغْفِرَ لَهُ.“ [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۱/ ۲۰۹، الإتحافات ۴۳۶)

(۱۱۲۵) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بندہ جب کہتا ہے: یا رب

اغفر لی، اے رب! مجھے معاف کر دے اس حال میں کہ گناہ کرتا ہے، فرشتے عرض کرتے

ہیں: اے رب العالمین وہ مغفرت و معافی کا حقدار نہیں، ارشاد ہوتا ہے: اے فرشتو! میں تو معاف کرنے کا اہل ہوں (یعنی بندے گناہ و سیئات کی گندگی کی وجہ سے مغفرت کے اہل نہیں، تو کیا ہوا، رب تبارک و تعالیٰ تو اپنی وسعت رحمت کی بناء پر مغفرت و معافی دینے کا اہل ہے)۔

## اللہ پاک ہی معاف کرنے کی قدرت رکھتے ہیں

(۱۱۲۶) للدیلمی عن المنتجع:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: مَا غَضِبْتُ عَلَى أَحَدٍ غَضَبِي عَلَى عَبْدٍ أَتَى مَعْصِيَةً فَتَعَاظَمَهَا فِي جَنْبِ عَفْوِي، وَ لَوْ كُنْتُ مُعْجَلًا الْعُقُوبَةَ أَوْ كَانَتْ الْعُجْلَةُ مِنْ شَأْنِي لَعَجَلْتُهَا لِلْقَانِطِينَ مِنْ رَحْمَتِي، وَ لَوْ لَمْ أَرْحَمْ عِبَادِي إِلَّا مِنْ خَوْفِهِمْ مِنَ الْوُقُوفِ بَيْنَ يَدَيَّ لَشَكُرْتُ ذَلِكَ لَهُمْ، وَ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْهُ الْأَمْنُ لِمَا خَافُوا.“ [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۴/ ۱۰۴۱۸، الإتحافات ۷۳)

(۱۱۲۶) ترجمہ: منتجع سے روایت ہے، تو اللہ پاک کی رحمت کے متعلق سوال کرنے آیا ہے، سو میں بتلا رہا ہوں کہ حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں میں کسی شخص پر اتنا غضبناک نہیں ہوتا ہوں جتنا کہ اس شخص پر ہوتا ہوں جو گناہ کر کے پھر گناہ کو میری رحمت و معافی کے مقابلے میں بڑا جانے۔ اگر میں جلد کسی کو سزا دیتا یا میری شان رحمت کے خلاف جلد سزا دیتا ہوتا تو میں اس شخص کو سب سے پہلے سزا دیتا جو میری رحمت سے مایوس و ناامید ہوتا ہے۔ میں اپنے بندوں پر، ان کا میرے سامنے خوف سے کھڑے ہونے کی وجہ سے رحم کرتا ہوں۔ اور یقیناً میں بندہ کے اس عمل کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اور میں ان کو ثواب دیتا ہوں کہ وہ میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اور میں اس چیز سے امن دیتا ہوں، جس سے وہ ڈرتے ہیں۔

## انسانی فہم کی کوتاہی و کجی

انسانی فطرت کی کجی و کوتاہی، حدود و قیود کا عادی انسان ہمیشہ اپنے کوتاہ علم و تصور، خیال و افکار سے آگے نہیں نکلتا، قدرت کی فیاضی، رحمن و رحیم کی وسعتِ رحمت، عفو و درگزر کی غیر محدودیت کو بھی یہ اپنے ہی وہم و خیال کی دنیا سے دیکھتا اور پرکھتا ہے، خالق کی شانِ عطا، جو دو سخا کو بھی اپنے کوتاہ نگاہ سے محدود جانتا ہے، جبکہ بہت ہی واضح اور کھلی ہوئی بات ہے کہ صفات کی وسعت ذات کی نسبت کے بقدر ہوا کرتی ہے، ذات کی ہمہ گیری صفات کی وسعت کا پتہ دیتی ہے، رب العزت کی ذات کائنات عالم کو محیط ہے، اور ان کی شان ہے، سبحانہ ما اعظم شانہ، لا یحد ولا یتصور تعالیٰ اللہ عن الجنس والجهات، وہ وہم گمان سے بالاتر ہے، فہم و ادراک سے بلند تر ہے، اس کی ہر شان حدود و قیود سے وراء الوراء ہے۔ ایک مجرم و گنہگار کو قدرت اپنے وسعت رحمت میں ڈھانپنا چاہتی ہے اور بندہ ہے کہ گناہ کو عفو و درگزر کے سامنے بڑا تصور کرتا ہے، ایسے بندہ کو حق جل مجدہ کا واضح پیغام ہے کہ اس کا اپنے گناہ کو قدرت کے عفو و تسامح کے مقابلہ میں بڑا تصور کرنا، اس کے گناہ و معصیت سے بڑا بھیانک گناہ ہے، یعنی گناہ کو مغفرت و قدرت اور وسعت رحمت کے مقابلہ میں بڑا جاننا گناہ و معصیت سے بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ وہ گناہ کو قدرت کے مقابلہ میں رکھ رہا ہے اور عقیدہ کو خراب کر رہا ہے۔ مگر قدرت ہے کہ عجلت سے کام نہیں لیتی ورنہ اس بد عقیدگی اور قدرت کے ساتھ اس بد سلیقگی کی اس کو سزا ضرور ملتی، مگر رحمت حق پر قربان جائیے کہ بندہ کے ہر کوتاہی و جہالت کو جو صفات باری سے متعلق تھی سب کو دامن عفو میں جگہ دیتی ہے اور پکڑ کی جگہ انعام سے نوازتی ہے۔

لہذا بندہ کو چاہیے کہ کبھی بھی مایوسی کو قریب نہ آنے دے اور نہ ہی حق جل مجدہ کی رحمت واسعہ کے مقابلہ میں اپنے گناہ و معاصی کو بڑا جانے ابھی ماضی میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: من علم أنى ذوق قدرة على مغفرة الذنوب غفرت له ولا ابسالى، جس کو اس بات کا یقین ہو کہ اللہ گناہ کو معاف کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، اس کی

حتمی و یقینی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اور حق تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ لہذا نگاہ قدرت پر یقین کے ساتھ رکھئے اور قدرت کی رحمت سے مستفیض ہوئیے۔ تذبذب و شکوک کی کیفیت کو قدرت کے ساتھ نہ جوڑیئے اپنی ایمانیات کا مضبوط رشتہ اللہ تعالیٰ سے ان کی وسعت رحمت، عظمت و رفعت، قوت و قدرت کے بقدر وابستہ کیجیے۔ ان کی جناب میں کافر و مشرک کے سوا کوئی رحمت سے محروم نہیں۔ اللہم ارحمنا برحمتک الذی وسعت کل شئی۔ آمین!

## مغفرت و معافی کا مفہوم

حق جل مجدہ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی بندہ مسلم پر حق تعالیٰ اس کے گناہ کی پردہ پوشی کر چکا ہے تو پھر قیامت کے دن یہ بات حق تعالیٰ کے شایان شان نہیں کہ دوبارہ اس شخص کو رسوا کرے؛ کیوں کہ حق جل مجدہ صاحب کرم اور صاحب قدرت ہیں یعنی سزا دینے پر قادر تو ہے مگر ایک دفعہ عفو و کرم کا معاملہ کرنے کے بعد پھر دوبارہ اس کی شان کریبی و رجمی، انتقام و رسوائی کے درپے نہیں ہوتی۔ جہاں کہیں ”عفو“ کا لفظ احادیث میں آیا ہے، اس کا مفہوم یہ یہ ہے کہ کراماً کاتبین کے دفتر سے ہی ذنب و گناہ کو محو کر دیا جائے گا، مٹا دیا جائے گا۔ اور قیامت کے دن اس پر مطالبہ و مناقشہ ہی نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ جس بندے کے ساتھ عفو کا معاملہ کیا جائے گا اس کے دل سے بھی اس گناہ کی خجالت و شرمندگی کے آثار بھلا دیئے جائیں گے؛ تاکہ وہاں ندامت و خجالت نہ ہو۔ اور کرم بالائے عفو و رحم! یہ ہوگا کہ ہر بدی و گناہ کی جگہ ایک ایک نیکی لکھ دی جائے گی۔ ”اللہم اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ“ لفظ ”عفو و معافی“ اور ”مغفرت“ میں فرق ہے۔

’مغفرت‘ کا مطلب یہ ہے کہ گناہ پر پردہ ڈال دیا جائے اور ’عفو و معافی‘ کا مطلب ہے کہ گناہ کو محو کر دیا جائے، مٹا دیا جائے یعنی ’مغفرت‘ میں گناہ کی جگہ نیکی نہیں ملے گی اور ’عفو‘ میں ’سینات‘ مبدل بہ حسنات ہوں گے۔ غالباً اسی حکمت کے پیش نظر شب قدر کی مخصوص دعاء میں ’عفو‘ کا لفظ آیا ہے:



اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاعْفُ عَنِّي وَأَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِنَّكَ أَنْتَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ.

## بندے میں معرفتِ الہی کی علامت

(۱۱۲۷) و للديلمي عن أبي هريرة:

”قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: عَلَامَةُ مَعْرِفَتِي فِي قُلُوبِ عِبَادِي حُسْنُ مَوْقِعِ قَدْرِي أَنْ لَا أُشْتَكِيَ وَأَنْ لَا أُسْتَبْطَأَ وَأَنْ أُسْتَحْيَا.“

[ضعيف] (كما في مسند الفردوس ۵۳/۴۴۵۲)

(۱۱۲۷) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا:

میرے بندوں کے دلوں میں میری معرفت کی علامت یہ ہے کہ: میری تقدیر اور میرے مکتوب کی قدر کرے۔ بایں طور کہ (مصیبت و تکلیف پر) شکایت نہ کرے اور دعائیں مانگنے میں سست نہ پڑ جائے، یا دعائیں مانگ کر مایوس نہ ہو بلکہ قبولیت کی امید رکھے اور یہ کہ مجھ کو فراموش نہ کرے، کہ مجھ سے شرم و حیا کرے (یعنی ہمہ وقت الم يعلم بان اللہ یروی کا دھیان رکھے، یعنی گناہ معصیت میری نگاہوں کے سامنے نہ کرے)۔

## دعاء کے ذریعے توجہ مطلب ہے

حق جل مجدہ نے بندوں کے دلوں میں اپنی مغفرت کی علامت یہ بتلائی کہ مقدرات یا مکتوب و نوشتہ تقدیر پر ہر حال میں راضی رہے، خواہ حالات اچھے ہوں یا کسی مصلحت ربانی کے پیش نظر حالات بظاہر ناموافق و مخالف ہی کیوں نہ ہوں؟ کیا پتہ بھائیوں کا کنویں میں ڈالنا، یوسف علیہ السلام کے واقعے کی طرح، سلطنت و مملکت ملنے کا ذریعہ بن جائے! اسی طرح ہمارے حالات جس کو ہم نامناسب جانتے ہیں، ہماری کامیابی کی کلید ہو! اس لیے ہر صورت میں معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے، ابتلاء و آزمائش کو، اجر و ثواب اور کامیابی کا زینہ تصور کرتے ہوئے جھیل جانا چاہیے۔ آندھیاں آتی ہیں اور غبار سے فضاء مکدر ہو جاتی ہے، مگر بارش کے چند قطروں سے تمام غبار دھل دھلا کر فضا پہلے سے بھی

زیادہ مناسب و منور ہو جاتی ہے، اس لیے حالات کو جھیلنا شیوہ صالحین اور طریقہ صدیقین ہے۔ ایسے وقت میں، ایک تو گلہ و شکوہ حق تعالیٰ کو پسند نہیں، دوسرے دعائیں مانگنے میں سست نہ پڑ جائے؛ بلکہ خوشی و مسرت میں جس قدر توجہ تھی، اس سے زیادہ اب، ذات حق کی طرف متوجہ ہو جائے اور دعائیں مانگ کر مایوس نہ ہو؛ بلکہ قبولیت کا منتظر رہے؛ کیونکہ مایوسی کفر ہے۔ یہ جملہ بھی زیر زبان نہ لائے؛ بلکہ حاشیہ خیال میں بھی عدم قبولیت کا تصور نہ ہو، نہ ہی دعاؤں کے ذریعہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ میں کمی آئے اور نہ ہی ناامید ہو کر عبادت و اطاعت سے دست کش ہو جائے، بلکہ ہمہ تن متوجہ رہے۔

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در، اس پہ ہو کیوں تیری نظر  
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا  
دیکھ یہ راہِ عشق ہے، ہوتی ہے بس یونہی یہ طے  
سینہ پہ تیر کھائے جا، آگے قدم بڑھائے جا

### شرم و حیا میں خیر ہی خیر ہے

حق جل مجدہ سے حیا و شرم انسان کو ہر طرح کی معصیت و نافرمانیوں سے بچا لیتی ہے۔ حیا کرنے والا جملہ امورِ زندگی میں خواہ داخلی ہو یا خارجی، فہم و فراست ہو یا قیام و طعام، ہر شعبہ حیات میں شرم و حیا کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اور حرام لذتوں سے دور رہتا ہے۔ حیا وہ جو ہر و مایہ ہے جو انسان کو دنیاوی معاشرہ میں باوقار بنا دیتی ہے۔ شریف و رذیل سب کی نگاہ میں صاحبِ احترام اور ربِّ العزت کی جناب میں صاحبِ ایمان اور حق آگاہ بنا دیتی ہے۔ حیا خیر ہی خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کا حق یہ ہے کہ ممنوعات و محرمات کے مقام پر کھڑا نظر نہ آئے، اور مامورات سے غائب نہ ہو۔ خیال و ارادہ کو دماغی عیاشیوں سے بچائے۔ نگاہوں میں عفت و حیا کے پانی کو گناہ بے لذت سے ضائع نہ کرے۔ پیٹ کو حرام و مشتبہ سے نہ بھرے۔ ہر وقت اس بات کا دھیان و خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اور اس ذات کی عظمت و ہیبت کا استحضار ایسا ہو کہ ایمان کی حلاوت و چاشنی کو دیدہ

باطن میں محسوس کرے۔ تمام لذتوں اور شہوتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے خاطر قربان کر دے، مگر دین و ایمان کو بچالے۔ عجیب وقت آگیا ہے، لوگوں کو گناہ و معصیت میں شرم نہیں آتی، اور نیکی و بھلائی میں شرم آتی ہے۔ ذکر و فکر، اوراد و وظائف میں شرم آتی ہے، بے شرمی کے کاموں نے نگاہوں کو مڑین کر دیا، اور شرم و حیاء والے کاموں میں شرم آنے لگی۔ استغفر اللہ

## وسعتِ قلبِ مومن، تجلی گاہ ربِّ العزّت

(۱۱۲۸) وفي الإحياء:

في الخبر قال الله تعالى:

”لَمْ يَسْغِنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي، وَوَسَعَنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ اللَّيِّنِ

الْوَادِعِ.“ (كما في الإحياء / ج ۳ ص ۱۴/۲)

(۱۱۲۸) ترجمہ: ’احیاء العلوم‘ میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نہ زمین مجھ کو

اپنے اندر اٹھاسکی نہ ہی آسمان اور مجھ کو جگہ مل گئی مومن کے قلب میں، جو نرم و قابلِ تحمل

رحمت ہے۔ (احیاء العلوم ۳/۱۴۲)

## تجلی حق کی چاشنی پائیے

اس حدیث میں وسعتِ ارض و سما کی تنگی کا بیان ہے، جو ربِّ العزّت کی عظمت کا متحمل نہیں، نہ ہی جس میں تجلیاتِ ربانی اور معرفتِ رحمانی کے قبول کی صلاحیت ہے، اگر تحمل کی صلاحیت وسعت کسی میں ہے، تو وہ قلبِ مومن میں ہے۔ عرشِ عظیم سے آنے والی ہر تجلی و فیض کا تحمل صرف اور صرف قلبِ مومن ہی کرتا ہے۔ حق تعالیٰ کی مخلوقات میں انسان اور پھر مومن ہی وسعتِ قلب سے قرآن حکیم کو قبول کر کے ظلوم و جہول بنا اور پھر حق تعالیٰ کی عنایات و تجلیات کا مظہر اتم بنا۔ اور ہر انوارِ الہی اور اسماء و صفات کی ظلالِ تجلیات کو قبول کر کے عبدیت کی منزلیں، ہل من مزید کی تشنگی کے ساتھ قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اور

ہر وقت تجلیات کے سمندر میں غوطہ لگا کر محو تحریر و تفکر سبحانہ ما اعظم شأنہ کے نغمہ سے حضورِ حق میں سر بسجود ہو کر بارگاہِ معبود میں صدا لگا رہا ہے۔ اللہ اللہ اللہ۔ یہ کیف و سرور اور جام و سبوا الفاظ کے حدود قیود سے ماوراء ہیں کہ خود رب العزت مخلوقات کے فہم و ادراک سے وراء الوراء ہے۔ پہلے قلب کو تجلیات و انوراتِ الہیہ کے قابل بنائیے، پھر ذوق و وجدان میں شعوری طور پر تجلّی حق کی چاشنی کو پائیے۔ اللہ اللہ اللہ۔

**چت لیٹ کر پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونا مناسب نہیں ہے**

(۱۱۲۹) لأبی نصر الغازی فی جزء من الأمالی عن قتادة بن النعمان:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ لَمَّا قَضَىٰ خَلْقَهُ اسْتَلْقَىٰ وَوَضَعَ أَحَدِي رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَىٰ وَقَالَ: لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ أَنْ يَفْعَلَ هَذَا.“

(كما في السلسلة الضعيفة والموضوعة للألبانی ج ۲ / ۷۵۵)

(۱۱۲۹) ترجمہ: قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ عز و جل جب مخلوقات

کی تخلیق سے فارغ ہوئے، تو چت لیٹ گئے اور ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ لیا اور فرمایا: میری مخلوق میں کسی کے لیے مناسب و زیب نہیں دیتا کہ وہ اس طرح لیٹا کرے۔

(السلسلة الضعيفة للألبانی ج ۲ / ۷۵۵)

**حق جل مجدہ کی ذات جملہ عیوب و نقائص سے پاک**

حق جل مجدہ کی ذات جملہ عیوب و نقائص سے پاک اور بے عیب ہے قرآن و احادیث میں جہاں بھی اس قسم کی تعبیرات آئی ہیں وہاں ایمان لانا ہی ہم سے مطلوب ہے، تحقیق و تدقیق مناسب نہیں اور سیدھی سادی بات یہ ہے کہ یہ محض ہماری تفہیم و تہذیب اور ترتیب کا ایک اسلوب ہے، ورنہ رب العالمین جسم و جسمانیات اور جہت سے پاک ہے۔

البتہ اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ انسان چت لیٹ جائے اور ایک پاؤں کھڑا رکھے اور دوسرا اس پر رکھ کر لیٹ جائے۔ ایسی صورت میں عادتاً انسان کا جسم برہنہ ہو جاتا ہے اور سترِ عورت کھل جاتا ہے۔ اس لیے ادب سکھایا گیا کہ اس کیفیت کے

ساتھ نہ لیٹا جائے اور برہنگی سے اپنے کو بچایا جائے۔

## میں ایک مخفی خزانہ تھا

(۱۱۳۰) فی الموضوعات الصغری للہروی:

”کُنْتُ كَنْزًا لَا أَعْرِفُ فَأُحَبِّتُ أَنْ أَعْرِفَ ، فَخَلَقْتُ خَلْقًا فَعَرَفْتُهُمْ بِيْ

فَعَرَفُونِيْ۔“ [موضوع] (کما فی الموضوعات الصغیر (ص ۱۴۱/۲۳۲)

(۱۱۳۰) ترجمہ: میں ایک مخفی خزانہ تھا، پہچانا نہیں جاتا تھا۔ یعنی مخلوقات مجھ کو

نہیں پہچانتی تھی۔ میں نے چاہا اور پسند کیا کہ پہچانا جاؤں یعنی مخلوقات مجھ کو پہچانے۔ تو میں

نے مخلوقات کو پیدا کیا، تو میں نے ان کو پہنچوایا، اپنی ذات و صفات کے ذریعہ، تو مخلوقات

نے مجھ کو پہچان لیا۔ (الموضوعات الصغریٰ ۱۴۱/۲۳۲)

## معرفتِ ربانی کا آسان و سہل طریقہ

حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت مخلوقات کے بس میں کب ہے؟ بس اتنی

جنتی خالق نے اپنی مخلوقات کو معرفت کرائی اور اس کی معرفت کا طریقہ بھی وہی ہے جو

قرآن و احادیث میں مخلوقات کی تخلیقات میں غور و خوض سے حاصل ہوتا ہے۔ شمس و قمر،

لیل و نہار، ظلمت و نور، تغیر احوالِ عالم، کل کا بادشاہ آج کا فقیر اور آج کا فقیر کل کا بادشاہ

ہے۔ علماء کے گھر جہلاء اور جہلاء کے گھر عرفاء و علماء کا پیدا ہونا۔ کائنات عالم کا ذرہ ذرہ حق

جل مجدہ کے وجود پر دلیل ہے۔ ایک قطرہ کا سیپ کے پیٹ میں موتی بن جانا اور ایک قطرہ

کا سانپ کے منہ میں زہر کا بن جانا۔ ایک قطرہ کا بشر انسانی کی تخلیق کا ذریعہ بن جانا۔ نار

نمود کا ابراہیمؑ پر گلزار بن جانا۔ موسیٰؑ کا پانی سے راستہ حاصل کر کے نجات پا جانا۔ فرعون کا

غرق ہو جانا، یوسفؑ کا کنویں کی تاریکی سے سلطنت کی کرسی و تخت پر شمعین حاصل کر لینا،

یوسفؑ پر تہمت کی براءت کی شہادت کے لیے بچہ کا بول پڑنا۔ یوسفؑ کے کرتہ سے یعقوبؑ

کی بصیرت و بینائی کا واپس ہو جانا۔ برادرانِ یوسفؑ کی تمام تدابیر سوء کو حق تعالیٰ کا یوسفؑ

کے حق میں کامیابی و کامرانی کا زینہ بنا دینا۔ مریمؑ طاہرہ کی آغوش میں عیسیٰؑ کا کلمہ کُن سے

پیدا ہونا۔ اپنی نبوت اور ماں کی طہارت و عفت کی شہادت مہدی یعنی گود میں دینا، یہودی ملعون کی قید سے حق تعالیٰ کی آغوش رحمت میں آسمان پر اٹھا لیا جانا، پھر یہودی ملعون کے ویرانی و قتل کے لیے آسمان سے نازل ہونا۔ کوڑھی و جذامی و مادر زاد اندھے کو اذن رب سے شفا یاب کرنا۔ اس طرح کے بے شمار لا تعداد شواہد ہیں جو حق تعالیٰ کی معرفت و جود پر شہادت دیتے ہیں۔ شرط انابت ہے۔ منیب کبھی بھی خائب و خاسر نہیں ہوتا۔

اپنی تمام تر جدوجہد اور کوشش کو رضاء رب میں لگا دو،  
مسائل خود ہی حل ہو جائیں گے

(۱۱۳۱) للحکیم عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى مَلَائِكَةً مُّوَكَّلِينَ بِأَرْزَاقِ بَنِي آدَمَ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: أَيُّمَا عَبْدٍ وَجَدْتُمُوهُ جَعَلَ اللَّهُ هَمًّا وَاحِدًا فَضَمِّنُوا رِزْقَهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَبَنِي آدَمَ، وَ أَيُّمَا عَبْدٍ وَجَدْتُمُوهُ طَلَبَهُ، فَإِنْ تَحَرَّى الْعَدْلَ فَطَيَّبُوا لَهُ وَيَسِّرُوا، وَإِنْ تَعَدَّى إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ فَخَلُّوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَا يُرِيدُ ثُمَّ لَا يَنَالُ فَوْقَ الدَّرَجَةِ الَّتِي كَتَبْتُهَا لَهُ.“ [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۴ / ۹۳۲۱)

(۱۱۳۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ کی جانب سے بندوں کے ارزاق پر فرشتوں کو متعین کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ جس بھی بندہ کو تم اس حال میں پاؤ کہ اس کی فکر یعنی اس کی سوچ و قوت ارادی ہمہ تن ایک رضاء رب ہو تو اس کے رزق کی ضمانت زمین و آسمان سے تم رکھو اور جس بندہ کو عدل و اعتدال کے ساتھ طلب میں دیکھو، تو اس کی طلب میں سہل و آسانی کر دو (کہ وہ آسانی کے ساتھ اپنی طلب کو حاصل کر لے) اور اگر طلب میں راہ اعتدال کو ترک کر دے، چھوڑ دے۔ اور حدود کو تجاوز کر جائے تو تم راستے سے ہٹ جاؤ اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ پھر وہ بھی جو میں نے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ تو حاصل کر نہیں سکتا۔ (اب اپنا جی خوش کرنے کو وہ جتنا

چاہے تھکائے، ملے گا وہی جو مقدر ہے۔ (کنز العمال ۴/۹۳۲۱)

## مسائل کا حل، وسائل نہیں انابت واستغفار ہے

جو انسان آخرت اور ربِّ العلمین کی رضا کا طالب ہوگا، اس کی فکر و سوچ ہمیشہ تمام تر اولین درجہ میں آخرت ہی ہوگی، جملہ امور میں وہ اللہ کی رضا کا طالب ہوگا۔ جس کام میں مرضیات الہیہ نہ ہوگی اس کے قریب نہ جائے گا۔ جس شخص کی یہ کیفیت ہوگی اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کی کفالت و ضمانت لیتے ہیں۔ یعنی اس کی مقدرات کے حصول میں آسانیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ جسمانی و روحانی عافیت کے ساتھ اس کا مقدر اس کو مل جاتا ہے اور جس کی یہ شان نہیں وہ بندہ ہمیشہ اضطراب و پریشانی میں ہی رہتا ہے، ملتا تو وہی ہے جو مقدر تھا مگر خواہ مخواہ کی تعب و تھکن کا شکار رہتا ہے۔ مسائل کا حل وسائل نہیں، انابت و استغفار بلکہ فضائل کے اعمال، اور لجوء و رجوع الی اللہ ہے، جو بغیر وسائل کے مسائل کو حل کرتا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو دل کا رُخ صحیح کرنے کی سعادت و توفیق بخشے، آمین۔

## جب عورتیں ننگے سر اتر کر چلیں گی

(۱۱۳۲) للخرائطی فی (مساویء الأخلاق) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”إِذَا أُسْبِلَتِ الشُّعُورُ وَ مُشِيَ بِالتَّبَخُّرِ، وَ بُصِمَ عَلَى الْمَسَامِعِ، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ: فَبِئْسَ حَلْفُ لَأَدْعُونَ بَعْضَهُمْ بَعْضًا.“ [۱] (کما فی الإتحافات ۲۸۳)

(۱۱۳۲) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب عورتیں بال

پھیلا کر ننگے سر اتر کر یعنی مٹک مٹک کر چلیں گی اور مردوزن تکبر و غرور کی چال و ڈھال اختیار کریں گے اور رشد و ہدایت اور دین حق سننے سے بہرے ہو جائیں گے، تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں نے قسم کھالی ہے، کہ ایسے حالات جب ظاہر ہوں گے تو اس وقت لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے پر بغض و عداوت، نفرت و ملامت کرنے میں مشغول کر دوں گا۔ (یہ حق جل مجدہ کی جانب سے عقاب و عذاب ہوگا کہ آپس میں بغض و عداوت اور



نفرت و کدورت بڑھ جائے گی)۔

## عورتوں کا بال کھول کر سرِ راہ چلنا

اسلام میں عورت کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ جس کا سبب عفت و عصمت اور آبرو کی حفاظت اور انسانیت کا تقدس و طہارت ہے۔ عورت چھپانے کی چیز ہے۔ عورت کا پردہ میں رہنا عزت و شرافت اور شجاعت و نجابت کا ذریعہ ہے۔ عورت کے معنی بھی مخفی اور پوشیدہ مقام کے ہیں۔ پوشیدہ اور شرم کے مقام کو چھپانا غیرت و مروءت ہے اور کھولنا اور ظاہر کرنا بے غیرتی اور بے شرمی کی علامت ہے، مذہب اسلام کے محاسن و محامد میں ہے کہ عورت کو مقام عورت پر ہی دیکھے اور عورت کو معاشرہ میں پوری ملت کا تقدس حاصل ہو۔ جہاں جہاں عورت کے خلقی اور منجانب اللہ موہوب عزت و شرافت اور عفت و عصمت کو مسموم نگاہ بد کا خطرہ ہوتا ہے اسلام حفاظتی اقدام کا قانون وضع کرتا ہے تاکہ اگر کوئی نادان عورت اس حدود و قیود سے آگے قدم اٹھائے تو اس کو موہوب عطیہ باری کے حفاظت و حراست کی تذکیر کی جائے تاکہ معاشرہ میں مزید عریانیت کی حوصلہ افزائی نہ ہوتا ہم اگر کم عقل جنس نہ مانے تو پھر شریعت تذکیر کے بجائے تعزیر و تعذیب کی وعید سناتی ہے۔ کبھی تعذیب آخرت کے ساتھ دنیا میں سزا تجویز کرتی ہے۔

اس حدیث میں اس عورت کو وعید سنائی جا رہی ہے جو برہنہ سر بال پھیلا کر اتر کر مٹک مٹک کر معاشرہ میں فحاشی و عیاشی کو فروغ دے رہی ہے۔ اس عمل بد اور سوء خلق کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے سزا یہ ملے گی کہ معاشرہ میں بغض و عداوت، نفرت و کدورت، شہادت، و ملامت بڑھے گی۔ جب اس کے اسباب پر بصیرت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو وہی بد بودار ناسور سامنے آتا ہے، جس کی خاطر اسلام نے پردہ کا حکم نازل کیا تھا۔ ایک کم عقل جنس اس طرح گھر سے نکل کر نہ معلوم کتنے دل جلوں کو آتش عشق بتاں میں واصلِ جہنم کرتی ہے۔ اور پھر عشاق نامراد کی آپس میں مجادلہ و مقاتلہ کی ٹھنتی ہے اور ان بن کی اُدھیڑ و بن کی آگ سلگتی ہے۔ اعداء اسلام، دشمنان سفید فام نے تو ٹھان رکھی ہے کہ عورت کی عفت

وعصمت، حرمت و طہارت کو آزادی نسواں کا نام دے کرتا رہتا رہا، اور شہوت و شیطنت کی آتش بہیمیت کے تاریک وادی میں ان کو اتار دو اور یہ کم عقل ایسی ناداں ہے جو ذلت کو حریت تصور کر کے عفت و عصمت جیسی موہوب نعمت کو بدکاریوں کی شہوت رانی کے لیے بے وقعت و بے قیمت کر دیتی ہے۔ ان تمام بدکاریوں کی ابتداء عریانیت، بے پردگی، اور عورت کا عورت یعنی ستر و پردہ کے قانون سے اپنے کو آزاد تصور کرنا ہے، جن جگہوں میں یا جس معاشرہ میں عورت پردہ میں رہتی ہے وہاں ان خرابیوں اور بدکاریوں کا تصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرہ کو انسانیت کے موہوب تقدس کی حفاظت کا پاسبان بنائے، آمین!

## تکبر و غرور کی چال ڈھال اختیار کرنا

تکبر و غرور مرنے والے اور مٹنے والے کو نہیں کرنا چاہیے۔ تکبر رب العزت کو زیب دیتی ہے وہ متکبر وحی و قیوم ہے۔ قیامت کے دن آواز لگائی جائے گی کہاں ہیں متکبر و غرور کرنے والے زمین میں اکڑ کر چلنے والے۔ مگر قیامت کے قریب مردوزن سبھی تکبر کی چال و ڈھال اختیار کر لیں گے اور اس کا اب مشاہدہ بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مکمل حفاظت فرمائے۔ اور عبدیت والی زندگی نواز دے۔ آمین

## حق بات سے اعراض کرنا

آج اس عہد میں اب نہ تو حق کہنے والے رہے نہ ہی حق بات برداشت کرنے والے رہے۔ ہر طرف نفس پرستی کا دور دورہ ہے حق پرستی ہمارے معاشرہ میں معیوب جانی جا رہی ہے، حق پرستوں کو نہ معلوم کیا کیا نام دیا جا رہا ہے۔ حق سے سکوت و خاموشی کو ہی سلامتی شانتی کی راہ جانا جا رہا ہے۔ اگر کوئی حق بولنا بھی چاہتا ہے تو ہمارے معاشرہ میں ہر طرف سے آواز اٹھتی ہے اجی تم کو کیا لینا کیا دینا تم خاموش رہو۔ جس پر آ رہی ہے بلا وہ جانیں جبکہ طے شدہ امر ہے آج اس پر آئی ہے کل تم پر آئے گی۔ حق کو چھپانا اتنا سنگین جرم ہے کہ اس کی لپیٹ میں تم اسی روز آ گئے جس دن تم نے حق کو چھپایا بہر حال حدیث میں

آگیا کہ حق کو سننے سے کان بہری ہو جائے گی۔ یعنی حق بات پر کان کوئی نہ دے گا اس طرح باطل کا عروج ہوگا بول و بالا ہوگا اور باطل اس طرح رواج پکڑ لے گا کہ گویا کہ وہ حق ہے اور حق اس طرح دب جائے گا یا دبا دیا جائے گا گویا کہ وہ باطل اور غلط ہے آج یہی ہو رہا ہے۔ مجرم جرم کر کے شاداں و فرحاں، قانونی تحفظ کے ساتھ رواں دواں ہے اور اہل حق، بے گناہ، معصوم لوگوں کو قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پر رہی ہیں۔ اہل حل و عقد کی زبان بھی خاموش ہے بے گناہوں کی فریاد کون سنے گا۔ اور کیوں سنے گا، ملت اور امت کا درد کس کو ہے۔ جاہ و منصب کی ریس نے مظلوموں کو مزید ظالموں کے ظلم کا تختہ مشق بنا دیا۔ ظالموں کو خوب معلوم ہے کہ ہماری کمزوریاں کیا کیا ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ، حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ، وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

## زلزلہ صالحین کے لیے باعثِ رحمت

(۱۱۳۳) لنعیم بن حماد فی الفتن عن عروۃ بن رویم مرسلًا:

”اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ: اَنَا اَرْجِفُ الْاَرْضَ فِیْ خَیْرِ حَیَاتِہُمْ فَمَنْ قَبَضْتُ فِیْہَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ کَانَ لَہٗ رَحْمَةً وَ کَانَ آجَالُہُمْ الَّتِیْ کَتَبْتُ عَلَیْہُمْ وَ مَنْ قَبَضْتُ مِنَ الْکُفَّارِ کَانَ عَذَابًا لَّہُمْ، وَ کَانَ آجَالُہُمْ الَّتِیْ کَتَبْتُ عَلَیْہُمْ.“  
[ضعیف] (کما فی الإتحافات ۴۲۰)

(۱۱۳۳) ترجمہ: عروہ بن رویم رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلًا روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں زمین کو زلزلہ کے ساتھ حرکت دوں گا، اس وقت جب کہ عام لوگ اچھی حالت میں ہوں گے (یعنی عام لوگ خوشحالی و فراوانی کی زندگی، میں اور نعمت الہی کی فراوانی میں مست اور غفلت و نسیان میں پڑے ہوں گے) سو جس بندہ مومن کی جان قبض کرتا ہوں اس کے حق میں باعثِ رحمت و عنایت ہے، کہ اس کے حق میں یہی لکھا ہوا تھا اور جس کافر کی جان قبض کرتا ہوں سو یہ زلزلہ اس کے حق میں باعثِ عذاب و عقاب ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ اس کی تباہی و بربادی لکھی ہوئی تھی جو اس پر مسلط ہوگئی۔

## کسی بھی انسان کو کتا یا خنزیر یا گدھا نہیں کہنا چاہیے

(۱۱۳۴) و لابن جریر عن ابراہیم قال:

”كَانُوا يَقُولُونَ: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: يَا كَلْبُ يَا خِنْزِيرُ يَا حِمَارُ،  
قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَتَرَانِي خَلَقْتُهُ كَلْبًا أَوْ خِنْزِيرًا أَوْ حِمَارًا؟!!“

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۳/۸۹۰۸)

(۱۱۳۴) ترجمہ: ابراہیم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: وہ لوگ کہا کرتے  
تھے: جب کوئی شخص کسی شخص کو اے کتا! یا اے خنزیر یا اے گدھا کہتا ہے تو اللہ عزوجل  
فرماتے ہیں: کیا تو نے دیکھا ہے کہ میں نے اس کو کتا یا خنزیر یا گدھا پیدا کیا ہے۔

(کنز العمال ۳/۸۹۰۸)

## انسانی شرافت و کرامت کا تقدس

انسانی شرافت و کرامت کا تقدس مذہب اسلام کی خصوصیت ہے۔ انسانی فطرت و  
طبیعت کی یہ بہت ہی سنگین کمزوری ہے کہ جب وہ کسی سے نفرت و کدورت رکھتا ہے یا  
حالت غیظ و غضب میں ہوتا ہے تو اپنے عقل و شعور اور انسانیت کی خواص سے نیچے اتر کر  
دوسروں پر زبان کھولتا ہے۔ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ میں جن کلمات سے دوسروں کو پکار رہا  
ہوں یا خطاب کر رہا ہوں۔ وہ بھی میری طرح ایک انسان ہے اور وہ بھی انسانی خلقت کا  
مالک ہے نہ کہ حیوان؛ مگر ایسا محض غلبہ نفس اور شہوت غضب میں کرتا ہے۔ ادب سکھلایا  
گیا کہ انسان کو انسانی زمرہ سے نکال کر حیوانی حدود میں داخل نہ کیا جائے اور انسانی  
کرامت و شرافت جو حق تعالیٰ کی جانب سے یکساں سب کو ملی ہیں، اس کا بھرپور لحاظ و  
خیال کیا جائے اور انسانی شرافت و کرامت کو پامال نہ کیا جائے۔ اس قسم کی تعلیمات صرف  
مذہب اسلام میں ہی ملتی ہیں۔ دنیا کے کسی بھی توہماتی ادیان میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا،  
اسلام کے حقانیت کی یہی دلیل واضح ہے کہ جملہ امور میں راہ اعتدال و کرامت و شرافت کی  
رہنمائی کرتا ہے، ہدایات دیتا ہے اور سلیقہ و طریقہ سکھاتا اور بتلاتا ہے۔ حالت غیظ و

غضب میں بھی ہوش وگوش کی باتیں کرتا ہے۔ بلکہ کمال یہی ہے کہ جس حالت میں عام لوگ ہوش کھودیں مسلمان مکمل اسلام کی پابندی کرتے ہوئے ہوش میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ. الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى دِينِ الْإِسْلَامِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى نَبِيِّ الْإِسْلَامِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.

## بارِ امانت قبول کرنے کا داعیہ

(۱۱۳۵) لأبي الشيخ من طريق جوير عن الضحاك عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لِآدَمَ: يَا آدَمُ! إِنِّي عَرَضْتُ الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَلَمْ تَطِقْهَا، فَهَلْ أَنْتَ حَامِلُهَا بِمَا فِيهَا، قَالَ: وَمَا لِي فِيهَا؟ قَالَ: إِنَّ حَمَلْتُهَا أُجِزْتُ وَإِنْ ضَيَّعْتُهَا عُذِّبْتُ، فَقَالَ: قَدْ حَمَلْتُهَا بِمَا فِيهَا فَلَمْ يَلْبَثْ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا مَا بَيْنَ الصَّلَاةِ الْأُولَى إِلَى الْعَصْرِ حَتَّى أَخْرَجَهُ الشَّيْطَانُ مِنْهَا.“  
[ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۶ / ۱۵۱۴۲)

(۱۱۳۵) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق عزوجل نے آدم

علیہ السلام سے فرمایا: اے آدم! میں نے آسمانوں اور زمینوں پر امانت (شریعت) پیش کی، تو ان دونوں میں صلاحیت نہ تھی کہ امانت کو قبول کریں۔ تو کیا تو جملہ احکام کے ساتھ اس امانت کے تحمل کی صلاحیت رکھتا ہے؟ انھوں نے پوچھا: رب العالمین! اس میں آخر میرے لیے کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر تو امانت کو ادا کرے گا تو ثواب واجر کا مستحق ہوگا اور اگر امانت کو ضائع کرے گا تو عذاب و عقاب میں گرفتار ہوگا۔ یہ سنتے ہی آدم علیہ السلام نے بارِ امانت کو قبول فرمالیا، مگر بارِ امانت قبول کرنے کے بعد جنت میں صبح سے عصر تک کا وقت نہیں گزرا کہ شیطان رجیم نے ان کو (دھوکہ و فریب کی راہ سے جنت سے) نکلوا دیا۔

## قبولِ امانت کا داعیہ جنت سے نکالے جانے کا سبب بنا

فطرتِ انسانی میں روزِ اوّل سے طمع و حرص ہے، جس کی وجہ سے کبھی نفع اور کبھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے، جس کی مثال، عالمِ آخرت میں بھی، ابونا آدم علیہ السلام کے ساتھ پیش آئی، اجر و ثواب، قربِ الہی کی منزلیں اور ہمیشگی کی سیر و سیاحت کی لالچ نے بار امانت کے قبول کرنے کا داعیہ پیدا کیا اور اپنے عواقب پر غور و فکر سے کام نہ لیا کہ: اگر بار امانت و تکلیف ادا نہ ہوئی تو مواخذہ بھی شدید ہوگا۔ بالآخر حضرت آدمؑ نے بار امانت قبول کر لیا کہ اجر و ثواب کو ہاتھ سے کیوں جانے دیں (اور دوسری طرف شیطان نے بھی حرکت شروع کر دی، خواہ قصہ کچھ بھی ہوا ہو یہی کہ: شیطان نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوا دیا)۔

آدم علیہ السلام ابھی اس بار امانت کو قبول کرنے کے بعد صبح سے شام بھی نہ کر پائے تھے کہ شجر ممنوعہ کے ذریعہ جنت سے نکالے گئے اور شجر ممنوعہ بھی اسی لالچ و طمع میں کھایا کہ جنت میں ہمیشگی اور قرار مل جائے، اس لیے اسلام میں طمع و حرص کو منع کیا گیا ہے۔ ثواب کے لالچ نے بار امانت کو قبول کرایا اور جنت کی دائمی زندگی کی لالچ نے جنت سے نکلوا یا، بذاتِ خود یہ دونوں طمع اپنی جگہ بجا تھی؛ مگر قدرت کی تدبیر و تقدیر کی پوشیدہ حکمت دنیا میں لے آئی۔

## علمِ باطن و اسرار

(۱۱۳۶) و فی ذیل اللّٰلٰی ء من حدیث حذیفۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

سأل سائلُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن علمِ الباطنِ ما هو؟ فقال:

”سَأَلْتُ جَبْرِیْلَ عَنْهُ فَقَالَ: هُوَ سِرٌّ بَيْنِي وَ بَيْنَ أَحِبَّائِي وَ أَوْلِيَائِي وَ

أَصْفِيَائِي أَوْدَعَهُ قُلُوبُهُمْ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ أَحَدٌ لَا مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ.“

(کما فی الفوائد المجموعۃ ص ۲۸۴/۳۲)

(۱۱۳۶) ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، ایک سائل نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علمِ باطن کے متعلق سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں

نے جبریل علیہ السلام سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔ تو انھوں نے ارشاد فرمایا: یہ ایک راز و نیاز کی چیز ہے جو میرے اور میرے دوستوں اور اولیاء و اصفیاء کے درمیان ہے جو میں نے ان کے دل میں ودیعت کر دیا ہے اور پوشیدہ رکھا ہے، جس پر میں نے کسی کو مطلع ہونے نہیں دیا، نہ کوئی جو ان کے باطن میں پوشیدہ ہے، مطلع ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی مقرب ترین فرشتہ اور نہ نبی و مرسل۔ (الفوائد المجموعۃ ۲۸۴/۳۲)

### صفتِ اخلاص و احسان

علم باطن کا لفظ سنتے ہی بعض جہلاء و حمقاء بدکتے ہیں اور سطحی و سلفی ذہن کے رکھنے والے تو کچھ زیادہ ہی، حالانکہ یہ کوئی نئی حقیقت اسلامی شریعت میں نہیں، علم باطن سے مراد اخلاص و للہیت ہے، صدق و یقین ہے اور احسان و ایقان ہے۔ پوری شریعت کا مدار ہی اخلاص اللہ پر ہے۔ بندہ جب تک اپنے باطنی امراض کی اصلاح نہیں کرتا اور ریا و سمعہ سے دل کو پاک نہیں رکھتا، سینہ کو کینہ سے صاف نہیں رکھتا ایمان ہی اس کا مکمل نہیں ہوگا۔ اب آپ بتلائیں یہ کون سی بدکنے کی بات ہے۔ علم باطن کمال و اخلاص کے ساتھ کمال اخلاق کا نام ہے۔ نبی ﷺ نے خود فرمایا: میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو کامل و مکمل کروں۔ سینہ کو امراض باطنی، حسد، بغض، کینہ، کبر و غرور، نخوت، ریا اور دکھلاوا سے مکمل پاک کرنا علم باطن ہے؛ کیونکہ اس پر اللہ جل مجدہ کے سواء کسی کو اطلاع نہیں۔ گویا ظاہر و باطن دونوں کو یکساں و یک رنگ کرنا اور دل کو غیر اللہ کی گرفتاری سے پاک کرنا علم باطن ہے۔ طہارت قلب کا نام علم باطن ہے اور طہارت جسم کا نام علم ظاہر ہے۔ دونوں کی مکمل طہارت کے بعد انسان صدیقیت کی طرف جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا۔ کونوامع الصادقین اللہ کے لیے تقویٰ و طہارت حاصل کرو اور صادقین میں ہو جاؤ۔ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي عَنْ غَيْرِكَ ، وَ نَوِّرْ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ آمین۔



## فراخی میں شکر اور بلاؤں پر صبر

(۱۱۳۷) لہناد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ حدثنا فلان عن فلان:

”إِذَا صَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ اجْتَمَعَتْ مَعَكُمْ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ صَعَدَتْ مَلَائِكَةُ النَّهَارِ، وَمَكَثَتْ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ، فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْفَجْرَ اجْتَمَعَتْ مَعَكُمْ أَيْضًا، فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ صَعَدَتْ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ، وَمَكَثَتْ مَلَائِكَةُ النَّهَارِ، فَإِذَا اتَّوَا الرَّبَّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى سَأَلَهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مِنْهُمْ، فَيَقُولُ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: أَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَتَرَكَنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَفِيهِمْ عَبْدٌ لَكَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يُصَبْ خَيْرًا قَطُّ إِلَّا بِكَ، وَلَمْ يُصَرَفْ عَنْهُ الشُّوءُ قَطُّ إِلَّا بِكَ، فَيَقُولُ: زِيدُوا عَبْدِي ثُمَّ يَتَعَاهَدُهُمْ بِالْمَسْأَلَةِ عَنْهُ، فَيَقُولُونَ وَ مِثْلَ ذَلِكَ. فَيَقُولُ: زِيدُوا عَبْدًا، فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا أَنْتَهَى الْمَزِيدُ، فَيَقُولُ: خَوْفُوا عَبْدِي فَيَنْقُصُونَهُ، فَيَبْتَلِي ثُمَّ يَسْأَلُهُمْ عَنْهُ، فَيَقُولُ: كَيْفَ رَأَيْتُمْ عَبْدِي عِنْدَ الْبَلَاءِ؟ فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا أَشْكُرُ عَبْدًا عِنْدَ الرِّخَاءِ وَ أَصْبِرُهُ عِنْدَ الْبَلَاءِ فَيَقُولُ: اُكْتُبُوهُ مِمَّنْ لَا يُغَيِّرُ وَلَا يُبَدِّلُ حَتَّى يَلْقَانِي.“

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۳/۶۸۲۷، والإتحافات ۲۹۴)

(۱۱۳۷) ترجمہ: عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فلاں سے اور وہ فلاں سے روایت

کرتے ہیں کہ، جب تم لوگ عصر کی نماز ادا کر رہے ہوتے ہو، تو رات و دن کے متعین و محافظ کاتبین اعمال فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے اور جب نماز ادا کر لیتے ہو تو دن کے متعین فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور رات کے فرشتے رہ جاتے ہیں، اسی طرح یہ اجتماع ملائکہ نماز فجر میں بھی ہوتا ہے اور ادائیگی نماز فجر کے بعد رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں اور دن کے رک جاتے ہیں، جب وہ فرشتے حق جل مجدہ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو رب العالمین سب کچھ جاننے کے باوجود ان فرشتوں سے سوال کرتے ہیں: اے فرشتو! تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ فرشتے عرض کرتے ہیں: جب ہم ان کے پاس

گئے تھے، وہ نماز میں مصروف تھے اور جب ان کو چھوڑ کر آئے تو نماز میں مصروف تھے اور ان نمازیوں میں آپ کا ایک بندہ ایسا بھی تھا جس کا یقین و توکل اس قدر مستحکم ہے، کہ بھلائی و خیر کی امید صرف اور صرف آپ ہی کی ذات سے وابستہ کیے ہوئے ہے اور برائی و شر کو کوئی دفع نہیں کر سکتا سوائے آپ کی ذات کے (یعنی ہر بھلائی و خیر اور ہر برائی و شر کے سلسلہ میں تقدیر اور قضاء و قدر پر ایقان و یقین کا عقیدہ مستحکم اور مضبوط صرف ذات باری پر ہو) تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میرے بندے کے یقین میں اور اضافہ و زیادتی کر دو، پھر اللہ پاک فرشتوں سے عہد و میثاق لیتے ہیں کہ تم سے ان کے بارے میں سوال ہوگا، فرشتے بھی بندوں کے یقین کے بارے میں ایسی ہی باتیں کہیں گے، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندے کے ایمان و یقین میں اور بھی اضافہ کر دو، تو فرشتے عرض کرتے ہیں: پروردگار عالم مزید کی انتہاء ہوگئی، (یعنی بہت ہی کامل و مکمل ایمان و یقین بن چکا) اللہ پاک عرض کرتے ہیں: میرے بندے کو ڈراؤ، تو وہ ایمان و یقین میں کمی کر دیتے ہیں، اور پھر اسی بندہ کو آزمایا جاتا ہے، اب فرشتوں سے اس کے ایمان و یقین کے متعلق سوال کیا جاتا ہے، کہ تم نے میرے بندہ کو مصیبت و بلاء کے وقت کیسا پایا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: باری تعالیٰ بندہ خوشی و مسرت میں تو شکر گزار بنا رہا اور غمی و تکلیف میں صبر و تسلیم کا نمونہ بن کر جھیلتا رہا، پھر اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: میرے اس بندہ کا نام ان لوگوں میں لکھ لو جن کا ایمان و یقین بلا و شدائد میں نہ بدلتا ہے نہ بگڑتا ہے، یہاں تک کہ وہ مجھ سے مل لے گا۔

## مومن کی زندگی کا ہر لمحہ نمونہ آخرت ہے

حدیث مذکور میں اس بندہ کی تعریف کی گئی ہے جو صبر و شکر اور رضا و تسلیم کا نمونہ بن کر اللہ جل مجدہ کی جانب سے آئے ہوئے حالات کا وفا شعار ہو، ثابت قدم رہ کر ہر قسم کے احوال کو جھیل لے، نعمت میں شکر و عبادت اور بلاء و مصیبت میں صبر و اطاعت سے سرمو بھی منحرف نہ ہو۔ مومن کی زندگی کا ہر لمحہ نمونہ آخرت ہے اور ہر سانس قرب الہی کی منزل

طے کراتی ہے، شرط یہ ہے کہ مکمل استحضار و دھیان کے ساتھ عبدیت کی راہ طے کر رہا ہو، خواہ زندگی رحمت و نعمت میں بسر ہو رہی ہو یا بلاء و مصیبت میں، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے منجملہ صفات و کمالات میں ایک عظیم صفت یہی تھی، کہ مل گیا تو شکر نہ ملا تو صبر و رضاء کے ساتھ غایت توجہ الی اللہ، جزع و فزع تو اسلامی مزاج کے خلاف ہی نہیں؛ بلکہ اساس تعلیم کے خلاف ہے۔ اللہ پاک ہمیں ہر حالت میں اپنا بنا کر رکھے۔ آمین ثم آمین!

## سب یکساں کیوں نہیں، تاکہ شکر کریں

(۱۱۳۸) و لابن جریر عن الحسن بلاغاً قال: بلغنی أن رسول اللہ ﷺ قال:

”عُرِضَ عَلَى آدَمَ ذُرِّيَّتُهُ فَجَعَلَ يَرَى فِيهِمُ الْقَصِيرَ وَالطَّوِيلَ وَبَيْنَ ذَلِكَ، فَقَالَ آدَمُ: يَا رَبِّ! لَوْ سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ؟ فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ: يَا آدَمُ! أَرَدْتُ أَنْ أُشْكِرَ.“ [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۳/۸۶۲۶)

(۱۱۳۸) ترجمہ: حضرت حسن نے کہا: مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: کہ آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی ذریت پیش کی گئی۔ جس میں کچھ لوگ قد میں تو چھوٹے تھے اور کچھ لوگ قد و قامت میں طویل یعنی لا بنے تھے اور کچھ درمیانی قد و قامت کے۔ جس کو دیکھ کر آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے رب العزت! اگر آپ اپنے تمام بندوں کو یکساں قد و قامت کے بنا دیتے (تو بہت اچھا ہوتا)؟

تو حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے آدمؑ میں نے چاہا کہ میرے تمام بندے شکر ادا کریں (لانا چھوٹے قد والے کو دیکھ کر شکر کرے کہ اللہ نے مجھ کو قصیر نہیں بنایا اور چھوٹا لا بنے کو دیکھ کر شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو طویل نہیں بنایا اور درمیانی قد والا دونوں کو دیکھ کر شکر ادا کرے کہ اللہ نے نہ لانا بنایا نہ چھوٹا بنایا۔ سبحان الخالق۔) (کنز العمال ج ۳/۸۶۲۶)

## حق تعالیٰ کی قدرت و مشیت کا شاہکار

باغ میں مختلف پھول ہوتے ہیں ہر پھول کی اپنی ایک شان ہے اور قدرت کی

صنّاعی کا خاص ظہور، الگ الگ، خوشبو و مہک، علیحدہ کھلنے کا وقت، جدا جدا تاثیر و خاصیت، قدرت کی عجیب صنّاعی کا کرشمہ تمام مخلوقات میں آپ مشاہدہ کریں گے، انسانی قد و قامت کے ساتھ، طبیعت کا نرم و گرم ہونا رنگ و روپ کا جدا ہونا، شقی و بد بخت، سعید و نیک بخت ہونا، طبیعت میں انابت و اطاعت کا جذبہ ہونا، نافرمانی و بغاوت کا میلان ہونا، اللہ تعالیٰ نے خلاق ہونے کا واضح ثبوت دیا ہے۔ اگر سبھی ایک جیسے ہوتے ہو پھر فیکٹری اور فرمہ بن جانا قدرت کی صنّاعی کا مظاہرہ نہ ہوتا، ہر فرد و بشر قدرت کے ارادہ اور مشیت کا نمونہ ہے۔ یونہی ال ٹرپ نہیں پیدا ہو گیا، بلکہ مکمل نگرانی اور ان کی قدرت و مشیت، ارادہ اور امر سے وجود میں آیا ہے۔ ہر طبقہ پر شکر واجب اور شرک حرام ہے۔ و فی انفسکم افلا تبصرون۔

اللہ پاک حکمت کی باتوں کو قبول نہیں کرتا بلکہ منشاء و مراد کو قبول کرتا ہے

(۱۱۳۹) لابن النجار عن المهاجر بن حبيب:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: إِنِّي لَسْتُ عَلَى كُلِّ كَلَامٍ الْحَكِيمِ أَقْبَلُ، وَلَكِنْ أَقْبَلُ عَلَى هَمِّهِ وَهَوَاهُ، فَإِنْ كَانَ هَمُّهُ فِيمَا يُحِبُّ اللَّهُ وَيَرْضَى جَعَلْتُ هَمَّهُ حَمْدًا لِلَّهِ وَقَارًا وَإِنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ.“

[ضعيف جداً] (كما في كنز العمال ج ۳/۷۲۱۴۱)

(۱۱۳۹) ترجمہ: مہاجر بن حبیب رحمہ اللہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ ارشاد

فرماتے ہیں: میں ہر حکمت کی باتوں کو قبول نہیں کرتا، میں تو حکمت کی باتیں کرنے والوں کے منشاء و ارادہ کو قبول کرتا ہوں کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ اگر حکمت کی باتیں کرنے والوں کا مقصد اللہ پاک کی رضا اور مرضیات حق جل مجدہ ہے، تو اس کی سوچ و فکر، اللہ پاک کے نزدیک حمد رب العالمین کے مانند ہے، اگرچہ زبان سے کچھ بھی باتیں نہ کرے اور خاموش ہی کیوں نہ رہے۔

## دل تو دل کی باتوں کو قبول کرتا ہے، اللہ بھی دل کو دیکھتا ہے

اللہ رب العزت خود حکیم ہیں، حکمت و دانائی کا خزانہ دست قدرت میں ہے۔ بارگاہِ حق سبحانہ میں کلام خواہ حکمت و دانائی کا ہو یا اس کے علاوہ سیدھا سادہ، وہاں قبولیت خلوص وللہیت اور جذبہ و داعیہ کے لحاظ سے ہے، عارفین کے باتوں میں سادگی ہوتی ہے مگر دل کے گوشہ میں اتر جاتی ہے اور غیر عارف کا کلام مقفّع و مشجّع ہوتا ہے مگر بس ہوا و طوفان بن کر گزر جاتا ہے، دل تو دل کی باتوں کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی دل کو دیکھتا ہے، سادگی میں سنت کی غیر معمولی جاذبیت اور کشش ہوتی ہے۔ نبوت کا نور موجزن ہوتا ہے، دل کی خوراک حکمت و دانائی نہیں نور ایمان ہے جو خلوص اور خوف و خشیت سے پیدا ہوتا ہے البتہ خلوص پیدا کرنے کے لیے دل کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیجیے، اَلَمْ يَعْلَمُ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰی کا دھیان جمائیے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کا استحضار رکھئے، اور عارفین کا ملین جن کو اتباع رسول کی توفیق حاصل ہے گرچہ وہ گوشتہ نشین ہوں۔ خاموش ہوں۔ ساکت و صامت ہوں، الفاظ و حروف کے محل تعبیر نہ کرتے ہوں ان کی صحبت و معیت اختیار کیجیے۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے دل سے دل اثر و تاثر قبول کرتا ہے۔ پھر درد دل کا لطف اٹھائیے، اور خلوص للہیت کی چاشنی پائیے۔ اور اپنے رب کی حضوری اور خوشنودی کے خاطر رات کی تاریکیوں میں مصلّیٰ پر بیٹھ کر ذکر اللہ و مناجات اور سحر گاہی آہوں سے رضاء الہی کی طلب و جستجو کی راہ پر گامزن رہیے۔ امید قوی ہے اللہ تعالیٰ ضائع نہیں فرمائے گا ”انہ کریم ذال جود والفضل العظیم“۔

## ابرار کا شوق لقاءِ رحمن

(۱۱۴۰) وفي الإحياء للغزالي:

”لَقَدْ طَالَ شَوْقُ الْأَبْرَارِ إِلَى لِقَائِي، وَ أَنَا إِلَى لِقَائِهِمْ أَشَدُّ شَوْقًا.“

[ضعیف جداً] (کما فی الإحياء ج ۳ ص ۸)

(۱۱۴۰) ترجمہ: امام غزالیؒ نے ”احیاء العلوم“ میں نقل کیا ہے، ابرار کو مجھ سے ملنے

کا شوق بہت ہی بڑھ گیا ہے اور میں خود ابرار سے ملنے کا، ان سے زیادہ مشتاق ہوں، یعنی ان کو جتنا مجھ سے ملنے کا شوق ہے میں ان سے ملنے کا اشد اشتیاق رکھتا ہوں۔

(احیاء العلوم ۸/۳، مسند الفردوس ۵/۸۲۶)

ابرار کے شوق لقاءِ رحمٰن سے زیادہ حق تعالیٰ کو ابرار سے ملنے کا شوق ہے زمین پر کچھ خاصانِ حق ہیں۔ جن کو اپنے معبود و مسجود سے ملنے کا شوق دل میں کروٹیں لیتا رہتا ہے، انسانی طبیعت میں قدرت کی طرف سے یہ بات ودیعت کی گئی ہے کہ جس چیز پر انسان محنت و مشقت کے ساتھ وقت صرف کرتا ہے اس کی طلب و جستجو بڑھتی ہے دل کا میلان و رجحان اسی رخ پر نظر کو مرکوز کر دیتا ہے۔ اور نگاہ ہر وقت اسی کو تلاشتی رہتی ہے۔ ذاکر ذکر کے ذریعہ مذکور کی سمت نکل جاتا ہے۔ اور جیسے جیسے ذکر کی کیفیت بڑھتی ہے، ذاکر کے اندر مذکور کی دید و رؤیت کا شوق تیز سے تیز تر ہوتا رہتا ہے۔ جس نے اپنی زندگی کا نصب العین خلاق عالم کو بنالیا ہو وہ مخلوق میں کیوں پھنسے گا، مجنوں نے خوشبو کے ذریعہ لیلیٰ کی قبر کا پتہ لگا لیا تھا تو اللہ والا اپنے مولیٰ سے کیسے غافل ہوگا۔ فانی و مردہ اور قبر میں مدفون سے لیلیٰ کی خوشبو مجنوں کو ملی، تو باقی حیات و قیوم اور موجود و معبود کی ذات سے ذاکر کتنا آشنا ہوگا۔ پہلے آپ شوق لقاءِ رحمٰن کے سلسلہ میں پڑھ چکے ہیں، حضرت ﷺ نے بھی رب العزت سے لقاءِ رحمٰن کا شوق مانگا، والشوق الی لقاءک بہر حال ابرار، جو چیونٹی کو بھی تکلیف نہیں پہنچاتے وہ اللہ کی نافرمانی کیسے کریں گے ان میں ہر وقت ہر عمل کے پیچھے اللہ کی ملاقات کا جذبہ اور خلوص ان کے اعمال کو اور بھی نکھارتا رہتا ہے۔ رب العزت بھی ایسے لوگوں سے ملنے کا مشتاق رہتا ہے تاکہ ان پر رحمت الہی کی بارش ہوتی رہے۔ اور حق تعالیٰ کی عنایتوں میں دار قرار میں آرام فرمائیں۔ اور اطاعت شعار ابرار تو اس روز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں مسرور ہوں گے۔

اللہ ہم کو ابرار میں شامل فرمائے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ

## یتیم کے آنسو کا قطرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں گرتا ہے

(۱۱۴۱) للخطیب عن أنس رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

”إِذَا بَكَى الْيَتِيمُ وَقَعَتْ دُمُوعُهُ فِي كَفِّ الرَّحْمَنِ يَقُولُ: مَنْ أَبْكَى هَذَا الْيَتِيمَ الَّذِي وَارِثُ وَالِدَيْهِ تَحْتَ الشَّرَى؟ مَنْ أَسْكَنَهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ.“

[ضعیف جداً] (كما في الفوائد المجموعة / ص ۷۲/ ۲۶)

(۱۱۴۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، جب یتیم روتا ہے تو اس کے آنسو کا قطرہ رحمن کے ہاتھ میں گرتا ہے۔ تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں اس یتیم کو کس نے رُلایا جس کے والدین کو حق تعالیٰ نے زمین کے اندر چھپا دیا ہے۔ جو (اس کو خوش کر کے) چپ کر دے گا اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ (الفوائد المجموعہ ۲۶/ ۷۲)

## جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی

یتیم کو کھانا کھلانا، ان کی دیکھ ریکھ کرنا، ان کی مزاج پرسی کرنا، ان کی کفالت کرنا، اور ان کے غم کا مداوا کرنا، اس پر قرآن و احادیث میں از حد فضائل و مناقب آئے ہیں، حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کی کفالت کرنے والے کے لیے جنت میں پڑوس میں رہنے کی بشارت دی ہے اور یتیم کے ساتھ جفا کرنا، ظلم و زیادتی کرنا اور ان کا مال کھا جانا، اس پر سخت وعید آئی ہے۔ بس انسان اپنی آخرت کو تباہ نہ کرے، اگر آباد نہیں کر سکتا ہے تو اپنے ہاتھوں برباد نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیاوی خوشحالی و مسرت سے دور ہٹا کر رکھتا ہے

(۱۱۴۲) و للديلمي عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: وَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي وَ عَظَمَتِي وَ ارْتِفَاعِي فَوْقَ عَرْشِي: إِنِّي لَا ذُوْدُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ عَنِ الدُّنْيَا وَ سُلُوتَهَا وَ رِخَائِهَا كَمَا يَذُوْدُ الرَّاعِي الشَّفِيقُ إِبْلَهُ عَنْ مُرَابِطِ السَّرَةِ وَ مَرَاتِعِ الْهَلَكَةِ.“

[ضعیف] (أخرجه الديلمي في مسند الفردوس ج ۵/ ۹۴/ ۸۰)



(۱۱۴۲) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: مجھ کو عزت و جلال کی قسم اور مجھ کو میری عظمت و عرش پر بلندی و تمکین کی قسم! میں اپنے بندہ مومن سے دنیا کی فرحت و مسرت اور خوشحالی کو ہٹا کر دور ہی رکھتا ہوں، جیسے کہ مہربان چرواہا اپنے اونٹ کو غیر محفوظ جگہ باندھنے سے اور ہلاکت کی جگہ چرانے سے بچاتا ہے۔ (اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس ۸۰۹۴/۵)

## حق تعالیٰ کی نگاہ میں قیمت اتباع شریعت و سنت کی ہے

اللہ تعالیٰ خود ہی ولی و نگہبان ہیں اپنے مومن بندے کی دنیوی و اُخروی فلاح و کامیابی اور نجات و ہلاکت سے حفاظت کا۔ ہم لوگوں کی نگاہ عاجلہ پر ہے جبکہ اللہ رب العزت ہم کو آخرت کی خیر و بھلائی اور حصول فوز و فلاح کی طرف سے جارہے ہیں، ہم نے دنیاوی خوشی و مسرت اور عیش و عشرت کے مل جانے کو کامیابی کی علامت تصور کیا ہوا ہے۔ جبکہ یہ ضروری نہیں، اسی طرح معیشت اور خورد و نوش کی قلت کو عند اللہ ذلت اور تنگی و تنگدستی کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی و خفگی کی دلیل بنایا ہوا ہے یہ بھی غلط اور غیر اسلامی ذہنیت کی پہچان ہے۔ اصل چیز ہے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور دین و شریعت کی پابندی، اگر مایہ ایمان اور اعمال صالحہ اور تقویٰ کے ساتھ خوشی و عیش اور خوش پوشاک ہے تو یقیناً اللہ کا فضل ہے۔ مگر ساتھ ہی ڈرنا بھی چاہیے کہ اس خوش عیشی و خوش پوشی کے ذریعہ آزمائش اور امتحان نہ لیا جا رہا ہو۔ بہر حال نہ تو تنگی و ناراضگی حق کی دلیل ہے نہ ہی فراخی حق تعالیٰ کے خوشی کی دلیل ہے۔ حق تعالیٰ کی خوشی و ناراضگی کا مدار تقویٰ و طہارت قلب پر ہے۔ دنیا میں لا تعداد وانگنت مقربین و صالحین ہیں جن کی زندگی عسرت و تنگی میں گزر رہی ہے۔ اور نافرمانوں کے یہاں انواع و اقسام کی چیزیں کھانے والا کوئی نہیں، معلوم ہوا یہ کوئی دلیل نہیں۔ نہ ہی ان باتوں کو دلیل سعادت و شقاوت بنایا جاسکتا ہے، سعادت اتباع شریعت و اتباع سنت ہے۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ پر اہل ایمان نہ کبھی خوش ہوئے ہیں نہ ہی یہ خوشی کی باتیں ہیں۔ یہ دنیا ہے اکثر لوگوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے اور غیروں کے ماحولیات کا اثر ان پر بھی ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی

ربانی میں بار بار اس حقیقت کو کھولا کہ ظاہر کے ٹیپ ٹاپ کو مت دیکھو والا آخرہ خیر و باقی۔ اصل تو آخرت ہے اہل ایمان کا نصب العین اور مدار آخرت کی کامیابی ہے۔

میں اپنے تین بندوں پر تعجب کرتا ہوں

(۱۱۴۳) و للدیلمی عن زید بن أرقم:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: إِنِّي أَتَعَجَّبُ مِنْ عِبَادِي بِثَلَاثٍ: مَنْ أَمِنَ مِنَ النَّارِ وَ هُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ وَارِدُهَا، مَنْ إِطْمَأَنَّتْ نَفْسُهُ لِلدُّنْيَا وَ هُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ مُفَارِقُهَا، وَ مَنْ غَافِلٌ فَلَيْسَ بِمَغْفُورٍ عَنْهُ.“

[ضعیف] (أخرجه الديلمی فی الفردوس ج ۵ / ۸۰۹۹)

(۱۱۴۳) ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتا

ہے: میں اپنے تین بندوں پر تعجب کرتا ہوں، ایک وہ جو دوزخ کی آگ سے بے خوف ہو کر زندگی گزارتا ہے، جبکہ وہ جانتا ہے کہ اس میں سے گزرنا ضرور ہے۔ دوسرے وہ شخص جو دنیاوی زندگی پر تکیہ و بھروسہ کر کے مطمئن ہے، جبکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا سے اس کی جدائیگی و مفارقت ضروری ہے تیسرا وہ جو (فکر آخرت سے) غافل ہے، جبکہ آخرت سے غافل نہیں رہ سکتا، آخرت میں جانا ضروری و یقینی ہے۔ (أخرجه الديلمی فی الفردوس ۵ / ۸۰۹۹)

تم سب سے جدا ہو سکتے ہو، مگر رب ذوالجلال سے ملنا یقینی ہے

(۱۱۴۴) و للدیلمی عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! أَنَا بَدَّكَ الْإِلَازِمُ، فَأَعْمَلْ لِبَدِّكَ، كُلُّ النَّاسِ لَكَ مِنْهُمْ بَدٌّ، وَ لَيْسَ لَكَ مِنِّْي بَدٌّ.“

[موضوع] (أخرجه الديلمی فی الفردوس ج ۵ / ۸۱۰۳)

(۱۱۴۴) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے

فرمایا: اے آدم کے بیٹے! میں تم سے ضرور ملوں گا، لہذا تم عمل اسی کے لیے کرو جس سے تمہارا ملنا یقینی ہے۔ ہر شخص سے تم جدا ہو سکتے ہو، نجات پا کر علیحدگی اختیار کر سکتے ہو، مگر تم

مجھ سے راہ فرار اختیار کر کے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ (الدیلمی فی الفردوس ۸۱۰۳/۵)

## صرف اچانک پہلی بار کی معاف ہے

(۱۱۴۵) للدیلمی عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ – يَا ابْنَ آدَمَ! لَكَ أَوَّلُ نَظْرَةٍ فَمَا بَالُ الثَّانِيَةِ؟“

[ضعيف] (أخرجه الديلمی فی مسند الفردوس ج ۵/۸۱۰۵)

(۱۱۴۵) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ

فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے! تمہارا پہلی بار کا اچانک نظر پڑ جانا معاف ہے۔ پھر دوسری بار تم کیوں دیکھتے ہو؟ (دوسری بار دیکھنے کی کیا ضرورت ہے)۔

(اخرجه الديلمی فی مسند الفردوس ۸۱۰۵/۵)

(۱۱۴۶) للدیلمی عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لِعَبْدِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَمَا رَأَيْتَ مَيِّتًا عَلَى أَعْوَادِهِ.“

[ضعيف] (أخرجه الديلمی فی الفردوس ج ۵/۸۱۲۱)

## رحمت سے قربت پر غمگین اور دوری پر خوشی کیوں؟

(۱۱۴۶) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ قیامت

کے دن فرمائے گا: کیا تو نے میت کو نہیں دیکھا تھا اس کی لکڑیوں (تختوں) پر (کہ وہ کتنا بے بس و بے کس تھا) تعزیت کرنے والوں کے سامنے، یہ عبرت کے لیے کافی تھا۔

(اخرجه الديلمی فی الفردوس ۸۱۲۱/۵)

(۱۱۴۷) للدیلمی عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: يَحْزَنُ عَبْدِي إِذَا أَفْطَرْتُ عَلَيْهِ الدُّنْيَا، وَ ذَلِكَ

أَقْرَبُ لَهُ مِنِّي، وَ يَفْرَحُ إِذَا بَسَطْتُ لَهُ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا وَ ذَلِكَ أَبْعَدُ لَهُ مِنِّي.“

[ضعيف] (أخرجه الديلمی فی الفردوس ج ۵/۸۱۴۳)

## وہ کتنا بے بس و بے کس تھا

(۱۱۴۷) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرا بندہ غمگین ہوتا ہے، جب میں اس پر دنیاوی اسباب کو سمیٹ دیتا ہوں (یعنی اسباب دنیا، مال و متاع کی کمی کے ذریعہ) حالانکہ یہ اس کو مجھ سے، میری رحمت سے قریب کر دیتا ہے۔ اور بندہ خوب خوش ہوتا ہے جب دنیاوی مال و متاع کی فراوانی ہوتی ہے، حالانکہ یہ چیزیں اس کو مجھ سے دور کر دیتی ہیں۔ (الدیلمی الفردوس ۵/۸۱۳۳)

### انسانی کمزوری کہ عاجلہ کو پسند کرتا، اور آخرت کو چھوڑتا ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانی کمزوری کی نشاندہی کی ہے کہ عاجلہ دنیا کو پسند کرتا ہے اور آخرت کو چھوڑتا ہے۔ دنیاوی محبت میں شدید ہے۔ ایک جگہ فرمایا: اگر میں اس کے رزق میں وسعت دے دوں تو زمین میں فساد مچانے لگے۔ مشاہدہ یہی ہے کہ جب روزی میں وسعت ہوتی ہے تو ایک نسل جس نے غربت سے کمایا تھا، شریعت پر قائم و دائم رہتی ہے اور اولاد کھانے پینے میں مست ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و بغاوت روپیے پیسے کے ذریعہ کبار کے دروازہ پر کھڑی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ راہ اعتدال میں رکھے بقدر کفاف دے کر ایمان و اسلام کو محفوظ رکھے اور حق تعالیٰ اپنا قرب عطا فرمائے، آمین۔

### اللہ تعالیٰ کو قرض دینے والا اور اس سے سرگوشی کرنے والا کون ہے؟

(۱۱۴۸) للدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: الْمُنْفِقُ يُقْرِضُنِي وَالْمُصَلِّيُ يُنَاجِينِي.“

[ضعیف] (أخرجه الديلمی فی الفردوس ج ۵/۸۱۳۵)

(۱۱۴۸) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ عزوجل فرماتے

ہیں: اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والا مجھ کو قرض دیتا ہے اور نمازی مجھ سے سرگوشی کرتا ہے، باتیں کرتا ہے۔ (الدیلمی فی الفردوس ۵/۸۱۳۵)

## لوگوں کا گناہ تم کو غفلت میں نہ ڈالے

(۱۱۴۹) للدیلمی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

”قَالَ اللَّهُ: يَا ابْنَ آدَمَ! لَا يُغْرِيكَ ذَنْبُ النَّاسِ عَنْ ذَنْبِكَ، وَلَا نِعْمَةُ النَّاسِ عَنْ نِعْمَةِ اللَّهِ، وَلَا تُقْنِطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ وَأَنْتَ تَرْجُوهُ.“

[ضعیف جداً] (أخرجه الديلمی فی الفردوس ج ۵/۴۵۲۳)

(۱۱۴۹) ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ

فرماتے ہیں: اے آدمؑ کے بیٹے! تم کو لوگوں کا گناہ گناہ کرنا یا اپنے گناہ پر (گناہ کرنے پر) نہ ابھارے اور لوگوں پر جو اللہ کی نعمتیں ہیں وہ تم کو اس نعمت کے شکر سے غافل نہ رکھے جو تم پر ہے (کبھی تم لوگوں کی زیادہ نعمتوں کو دیکھ کر، اپنی نعمت کے شکر سے غفلت میں رہو) اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے مایوس نہ کرنا جبکہ تم خود ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے امیدوار ہو۔

(یعنی لوگوں کو رحمت سے مایوس کرو اور خود ہی اپنے لیے اس کے امیدوار بنو۔)

(الدیلمی فی الفردوس ۵/۴۵۲۳، تنزیہ الشریعہ ۲/۳۴۴)

## قلّت طعام کی فضیلت

(۱۱۵۰) و للدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: لَمْ يَلْتَحِفِ الْعِبَادُ بِلِحَافٍ أَبْلَغَ عِنْدِي مِنْ قِلَّةِ

الطُّعْمِ.“ [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۳/۱۲۸)

(۱۱۵۰) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

بندے اپنے اوپر جن صفات کو اوڑھنا بچھونا بنائیں ان میں سب سے پسندیدہ و بلند صفت میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ کھانے پینے میں قلّت کریں۔ (کنز العمال ۳/۱۲۸)

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ

آج بتاریخ ۸ ربیع الآخر ۱۴۳۱ ہجری کو بعد نماز ظہر محض ربّ ذوالفضل العظیم کے فضلِ عظیم سے یہ عظیم کام مکمل ہوا، ورنہ یہ ناکارہ مکمل ہی ناکارہ و ننگِ علماء و ننگِ خلائق ہے۔ نہ ہی اس کام کی قدرت تھی نہ ہی ہمت، بس جو ہوا وہ محض ربّ ذوالجلال کے فضل سے ہوا۔ اسی کریم و رحیم سے اس کام میں جو تعبیرات کی کوتاہی یا کمی ہوئی، استغفار ہے اور عفو و کرم کے ساتھ اسی مجیب سے قبولیت کی اُمید ہے۔

إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ رَحِيمٌ كَرِيمٌ حَكِيمٌ شَكُورٌ، سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ، أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَوةً تُنَجِّنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ الْاَحْوَالِ وَ الْاَفَاتِ وَ تَقْضِي لَنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ الْحَاجَاتِ وَ تُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ السَّيِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيَاتِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ يَا سَمِيعُ يَا قَرِيبُ يَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ . آمين آمين آمين

العبد محمد ثمين اشرف كان الله له

خاک پائے اولیاء نقشبند



کتاب ہذا سے ایک اقتباس ....

## مظلوم کی فریاد عرش تک جاتی ہے

ظلم و تعدی خواہ کسی کی جانب سے ہو، فعل قبیح اور ناقابل معافی جرم ہے، امن عامہ میں ظلم و تعدی سے خلل واقع ہوتا ہے، کسی بھی مذہب و ملت میں اس کو روا نہیں رکھا گیا، اور اسلام تو مکمل عدل و انصاف کا مذہب ہے، اور ظلم و تعدی کے خاتمہ کا نام غلبہ اسلام ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ظالم حق سبحانہ و قدوس کی گرفت سے کسی بھی طرح نہیں بچ سکتا، خواہ فوراً پکڑ لیا جائے یا مہلت ملنے کے بعد، دنیا کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ ظالم حکمران یا قوم کس طرح تباہ و برباد ہوئی ہے۔ مظلوم اگر کافر و ملحد ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس کی فریاد رب العالمین سنتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کہ فرشتے اس کو بادلوں کے اوپر سے لے جاتے ہیں یعنی احکم الحاکمین کی عدالت تک بلا کسی حجاب کے جاتی ہے، اس لیے بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ کافر تو حکومت کر سکتا ہے مگر ظالم کی حکومت پائیدار نہیں ہوگی۔ اسی طرح مظلوم کی مدد نہ کرنے والا جو قدرت رکھنے کے باوجود مدد نہ کرے اللہ پاک اس کو بھی سزا دیں گے اور اس سے انتقام لیں گے۔

بترس از آں مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

# Tajalliyyaat -e- Qudsiyyah

Volume Six

Translation & Commentary by

Mufti Muhammad Sameen Ashraf Qasmi

Publisher

Hafiz Muhammad Razeen Ashraf Nadvi, 09370187569